بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۃ المتقین

مختصر سیرتِ چہاردہ معصومین

تالیف

طالبِ علمِ بابِ مدینۃ العلم

محمد مرتضیٰ علی مجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیٰ محمدؐ و آل محمدؑ اہلبیتؑ جمیع شہیدان کربلاؑ

تذکرة المتّقین

مختصر سیرتِ چہاردہ معصومینؑ

......((محقق ومؤلف))......

طالبِ عِلمِ بابِ مدینة العِلم

الحاج وزوّار محمد مرتضیٰ علی مجابؔ

فہرست

نشان سلسلہ	مضامین	صفحہ
۱	انتساب	۴
۲	ضروری اطلاع	۵
۳	مضمون مولانا سید علی رضا رضوی (لندن)	۶
۴	مضمون مولانا رضا عباس خاں (پرنسپل حوزۃ المہدی)	۷
۵	مضمون غلام پنجتن مقدمہ	۸
۶	مولانا سید علی عباس طباطبائی (لکھنؤ)	۱۰
۷	مضمون ڈاکٹر ساجدہ فاطمہ ذاکر اہلبیتؑ، پی، ایچ ڈی۔حال مقیم لندن	۱۳
۸	پیش لفظ مرتضیٰ مجاب	۱۵
۹	سیرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۶
۱۰	سیرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام	۲۹
۱۱	سیرتِ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا	۴۵
۱۲	سیرتِ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	۸۶
۱۳	سیرتِ امام حسین علیہ السلام	۱۳۹
۱۴	سیرتِ امام زین العابدین علیہ السلام	۱۶۳
۱۵	سیرتِ امام محمد باقر علیہ السلام	۲۰۴
۱۶	سیرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام	۲۵۰
۱۷	سیرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	۳۱۰
۱۸	سیرتِ امام علی رضا علیہ السلام	۳۶۵
۱۹	سیرتِ امام محمد تقی علیہ السلام	۴۲۹
۲۰	سیرتِ امام علی النقی علیہ السلام	۴۶۰
۲۱	سیرتِ امام حسن عسکری علیہ السلام	۴۸۰
۲۲	سیرتِ امام زمانہ علیہ السلام	۵۰۵
۲۳	(حوالہ جات)	۵۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ)

نام کتاب	۔	**تذکرة المتقین**
الیف	۔	جناب محمد مرتضیٰ علی مجابؔ
اہتمام	۔	جناب مصطفےٰ حیدر سلمان
کتابت	۔	جناب مرزا فرمان علی بیگ
ترتیب	۔	مجتبیٰ حیدر عمران
سن اشاعت	۔	۲۰۲۱ء۔۱۸/ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ
تعداد	۔	(۱۰۰۰)ایک ہزار
قیمت	۔	۳۰۰روپئے
زیر اہتمام وتعاون	۔	global.panjetani@gmail.com
ملنے کا پتہ	۔	ناشر عباس بُک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ۔لکھنؤ۔یوپی۔انڈیا
فون نمبر	۔	0522-2647590
موبائل	۔	9415102990 - 9369444864
ای میل	۔	abbasbookagency@yahoo.com

سلمان بُک ڈپو،روبرو عبادت خانہ حسینی حیدرآباد۔

زینب بُک ڈپو،روبرو حوضۃ المہدیؑ پرانی حویلی،حیدرآباد۔

انتساب

ان کے نام جن کیلئے نبی اکرم نے دعا فرمائی اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے گویا ہوئے ۔ بار الہا۔یہی ہیں فقط میرے اہلبیتؑ اور میرے مخصوصین اور میرے حامی اور مددگار اور وہ جن کا گوشت میرا گوشت اور جن کا خون میرا خون ہے۔جنھوں نے ان کو اذیت دی انھوں نے مجھکو اذیت دی۔ جھنوں نے انہی غمگین کیا انھوں نے مجھے غمگین کیا۔جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی، جس نے ان سے صلح کی اس نے مجھ سے صلح کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی رکھی۔جس نے ان کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔غرض یہ سب مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔پس خداوندا! تو ان پر اور مجھ پر درود، برکتیں اور رحمت نازل فرما۔اور ان کو اور مجھے اپنے دامن کریم میں جگہ دے تو ہم سے راضی رہ اور ان سے ہر رجس وآلودگی کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ اتنا جتنا پاک رکھنے کا حق ہے ۔پس خدایا! محمدؐ وآل محمدؐ کے طفیل میں مجھے اور میرے ماں باپ، ہم تمام زمین ومومنات کی بخشش فرما آمین یارب العالمین۔

محمد مرتضیٰ علی مجابؔ

اطلاعِ ضروری

کتاب ''**تذکرۃ المتقین**'' در اِثباتِ عقائدِ مذہبِ شیعہ اثناء عشری لکھی گئی ہے۔شیعہ نو جوانوں کے عقائد کی اصلاح کیلئے ہے اور اِسی فرقے میں اِس کی اشاعت مطلوب ہے۔ یہ کتاب مشتمل بر مستند ومعتبر کُتبِ اکابرِ علمائے اہلِ تشیع اور علمائے اہلِ سُنّت کی روایات پر مشتمل ہے۔ اور ہر ایک مِلّت و مذہب کے بزرگوں کا نام نہایت عزّت و احترام سے لیا گیا ہے چونکہ اس کتاب کا موضوع مختصر سیرتِ چہاردہ معصومینؑ کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے۔ دیگر فرقوں کے وہ اصحاب جن کو یہ ناگوار معلوم ہو وہ اِسے خریدنے اور پڑھنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا سید علی رضا رضوی (لندن)

صدر مجلس علماء یوروپ

تالیف وتصنیف انسانی زندگی کے ارتقا و بلندی کی علامت ہے۔ مطالعہ و تدبر انسانی کمالات کے حصول کے لئے نہایت ضروری ہے۔ البتہ ہر مطالعہ انسان کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ کچھ مطالعات انسان کی ذہنی نشو ونما کا باعث بنتے ہیں اور ایسے مطالعات ضروری بھی ہیں اور عبادت بھی۔ سب سے زیادہ مفید دینی پیشواں کی حیات طیبہ کا سننا، پڑھنا اور اس پہ غور وخوض کرنا ہے۔

تاریخ وسیرت محمد وآل محمد علیہم السلام پر بہت وسیع پیانے پر قلم فرسائی کی گئی ہے۔ بعض مورخین نے انصافاً زحمت اٹھائی ہے اور تاریخی پہلوں کو اجاگر کیا ہے۔ بعض دیگر مورخین نے تجزیہ وتحلیل میں جاں فشانی کی ہے۔ معاصر مورخین میں سے کچھ نے ایک ایک ہستی پہ پورا پورا انسائیکلوپیڈیا تحریر کر دیا ہے۔ سیرت نگاروں میں برصغیر کے مصنفین بھی کم نہیں ہیں، بلکہ بعض نے بہت سی عربی و فارسی زبان کی کتابوں سے بھی بہتر کتابیں زیور تحریر سے آراستہ کی ہیں۔ کتابِ حاضر "تذرالمتقین "جناب محمد مرتضی علی مجابؔ صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے جن کے صاحبزادے علی جان منتظر صاحب نے مجھ سے چاہا کہ کتاب کے بارے میں چند سطور تحریر کر دوں۔ میں نے چند صفحات کا مطالعہ کیا ہے اور مولف نے ادب کی رعایت کرتے ہوئے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سیرت نگاری کا کام انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ پروردگار ان کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کی اس سعی کو قبولیت کا درجہ عنایت فرمائے آمین۔

مولانا سید علی رضا رضوی (لندن)

بسمہ تعالیٰ وبذکرولیہ **مولانا رضا عباس خان**

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کو بیان کرنا چاہا تو چار قسمیں کھانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین مقام پر خلق کیا ہے اور یہ انسان اپنے اعمال کی بنا پر پستی کی جانب پلٹا دیا جائے گا۔ خداوند متعال نے انسان کو عقل وفطرت کے ہمراہ نفس بھی عطا فرمایا ہے، لیکن یہ انسان فطرت ونفس کے درمیان فرق کو درک کرنے سے قاصر ہے، اس فرق کو یہ مخلوق درک کر سکے اس لئے حق تعالیٰ نے شریعت کو قرار دیا جو نفس کے مقابل فطرت کا مدافع ہے، جیسا کہ خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازاً بیشک متقین کیلئے ہی نجات ہے اب اگر یہ انسان صاحب تقوی بننا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ کسی ایسی شخصیت کو نمونہ عمل قرار دے جس کی ساری حیات تقوی الٰہی کا سرچشمہ رہی ہو، اس کا جواب بھی شریعت نے ہی بتایا ہے کہ اگر انسان اس بات کا خواہاں ہے کہ کوئی ایسا نمونۂ عمل ہو جس کی سیرت پر عمل کر کے انسان فلاح ونجات حاصل کر سکتا ہے تو وہ کوئی اور نہیں بلکہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ ہیں۔ اس لئے ہر صاحب عقل وشعور کے لئے ضروری ہے کہ وہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے لئے نجات کا ذریعہ قرار دے، مختلف کتب اس موضوع پر تحریر کی جا چکی ہیں۔ انہیں میں سے ایک کتاب تذکرۃ المتقین ہے جسے مؤلف گراں قدر جناب ڈاکٹر محمد مرتضیٰ علی مجاب صاحب جن کا تعلق شہر حیدرآباد سے ہے، موصوف وہ عظیم انسان ہیں کہ جنہوں نے اس امر عظیم کی خاطر جب نوک خامہ کو حرکت دی تو پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب مرتب کر ڈالی۔

لہذا رب کریم کی خدمت اقدس میں ڈاکٹر صاحب کے لئے دعا گو ہوں کہ بحق محمد وآل محمد علیہم السلام انہیں تمام آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رکھے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فرزند زہراؑ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور پرنور میں تعجیل فرمائے اور ہمیں ان کے مخلص غلاموں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناچیز دعا گو

مولانا رضا عباس خان (پرنسپال حوضۃ المہدیؑ، حیدرآباد)

مقدمہ

غلام پنجتن
ذاکر اہلبیتؑ معتمد نشر و اشاعت
مرکزی انجمن ماتمی گروہان

پروردگار عالم نے انسان کو تخلیق فرمایا اور اس کے ساتھ انسان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے انبیائے کرام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انسان کی ہدایت خود ابوالبشر حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کی تربیت فرمانے لگے۔ آدمؑ کے بعد شیخ المرسلین جناب نوحؑ کے بعد پھر انکے سلسلہ سے انبیائے آتے رہے پھر انہیں میں خلیل حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے پھر یہ سلسلہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین تک جاری رہا۔ سب کے سب دین اسلام کی تبلیغ اور انسان کے نفس کا تزکیہ کرتے رہے۔

حضرت محمد مصطفٰےؐ کے سلسلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت، اچھے اخلاق و کردار، عزت کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے اور پیغمبرؐ اکرم کے بعد دین کے احکام کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے امامت کا سلسلہ جاری کیا۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ نے حفاظت دین کے فرائض انجام دیئے۔ ان کے بعد مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور انکے بعد مولا امام حسینؑ اسی طرح یہ سلسلہ ایک امام کے بعد دوسرے امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام علی رضاؑ، امام محمد تقیؑ، امام علی النقیؑ، امام حسن عسکریؑ سے امام زمانہ حجت العصر امام محمد مہدی القائم المنتظر علیہ السلام تک پہنچا۔

دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ آئمہ طاہرین جو پاسبان محافظین تھے اس دنیا کے خودغرض و بے عمل انسانوں کے ہاتھوں یکے بعد دیگر شہید ہوتے رہے۔ پھر بارہویں امامؑ کا دور شروع ہوا۔

پھر جب ان کی جان کے در پے ہوئے تو خالق کائینات نے ان کو غیبت میں لے گیا کہ شائد انسان بیدار ہوں اوران کی ضرورت کا احساس کریں مگر یہ غیبت دور صغریٰ سے گزرا کر دور کبریٰ میں داخل ہوگئی مگرانسان پورے طور پر بیدار نہ ہوسکے۔

ہمارے بارہویں امامؑ اس وقت بھی پردۂ غیبت میں رہ کر دین کی حفاظت فرما رہے۔ جس طرح سورج بادلوں میں رہ کر بھی فیض پہنچاتا ہے۔آپ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا بقیعہ اور گیارہ آئمہ علیہم السلام کے کمالات وفضائل حسن و جمال کا بقیعہ ہیں۔خواتین کی رہبی اورانکی تعلیمات کیلئے رسول اکرمؐ کی صاحبزادی سیدۃ النساءالعالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ ام الحسنینؑ ، اُم الائمہ کی عظیم شخصیت کوفضائل واقدار حسنہ کا مجسم نمونہ بنا کرخواتین عالم کیلئے اسوہ حسنہ قرار دیا۔جو سراپا نورانی مخلوق صفاتِ جلال و جمال کا مظہر الٰہی فضائل کا مجسمہ ہیں۔آپ کی گفتگو ہمیشہ دلوں کو نورانی کرنے والی اورانسان کیلئے چراغ ہدایت رہی ہیں۔

روایات میں ذکراہلبیتؑ ان کے فضائل وکمالات کا بیان اوران کی معرفت جتنی زیادہ ہوسکے حاصل کرنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے تاکہ فضائل وصفات سننے اور پڑھنے سے دلوں کونوانیت حاصل ہوتی ہے۔محمد مرتضیٰ علی مجابؔ نے مختصر سی تالیف میں مختصراً تمام چودہ معصومینؑ کی سوانح حیات جمع کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ہماری قوم کے نوجوانوں کومعصومینؑ کی معرفت حاصل ہو۔

احقر

غلام پنجتن

ذاکراہلبیتؑ معتمد نشرواشاعت

مرکزی انجمن ماتمی گروہان

ہمارے بارہ امام

مولانا سید علی عباس طباطبائی صاحب قبلہ
عباس بک ایجنسی
درگاہ حضرت عباسؑ (لکھنؤ)

اثنا عشری شیعوں کا عقیدہ ہے کہ معصوم آئمہؑ بارہ ہیں اور امامت کا آغاز غدیرِ خُم کے میدان میں مولا علیؑ کی امامت سے ہوا جب کہ کجاوٗں کا منبر بنایا گیا اور سوا لاکھ حاجیوں کے مجمع میں تاج ولایت مولائے مومنین و متقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سر پر رکھا گیا۔ رسول اسلامؐ نے اپنے ہاتھوں پر مولا کو بلند کر کے عظمتِ مولا کو مسلمانوں پر آشکار کیا اور جب ولایت کا اعلان ہو چکا تو جبرئیلؑ آیت تکمیل کو لیکر آئے اے میرے رسول خداؐ نے آج کے دن دین اسلام کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا اور نعمتوں کو تمام کیا۔

شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ ہمارے آئمہؑ بارہ ہیں جو کہ پہلے امام حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں دوسرے امام حسنؑ، تیسرے امام حسینؑ بن علیؑ، چوتھے علی ابن الحسینؑ پانچویں محمدؑ بن علیؑ چھٹے جعفرؑ بن محمدؑ، ساتویں موسیٰؑ بن جعفرؑ، آٹھویں علیؑ بن موسیٰؑ نویں محمدؑ بن علیؑ، دسویں علیؑ بن محمدؑ، گیارہویں حسنؑ بن علیؑ، بارہویں حضرت مہدی (عجل فرجہٗ شریف) ہیں، رسول اکرمؐ کی حدیث ہے کہ میرے بارہ خلیفہ اور بارہ جانشین ہیں۔ مسند ابی یعلی: یقول لا یزال الدین قائماً حتیٰ تقوم الساعۃ و یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (جلد سوا صفحہ ۴۵۶) مسند ابی یعلی میں روایت ہے کہ فرماتے ہیں یہ دین قیامت تک اسی طرح قائم رہے گا اور تم پر بارہ خلیفہ (کی حکومت ہوگی) وہ سب قریش سے ہوں گے۔ امام جعفر صادقؑ نے ایک خطبہ میں آئمہ علیہم السلام کا حال اور ان کے صفات کو بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کے لئے ائمہ ہدایت کے ذریعہ سے اپنے دین کو واضح کیا اور انکی راہوں کو انکے وجود سے روشن کیا اور اپنے علم کے چشموں کو انکے لئے کھولا۔ پس امت محمدیہؐ میں سے جس نے انکو پہچانا اور حق امامت کو قبول کیا۔ اس نے ایمان کی لذت کو محسوس کیا۔ اور اسلام کی فضیلت کو جانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امام کو مقرر کیا ہے اور اسے اپنے مخلوق کیلئے ایک نشان اور حجت

قرار دیا۔اہل اطاعت کیلئے اور تمام عوام کیلئے اور اللہ نے اسکو تاج وقار پہنایا اور اسے ایسے نور
سے ڈھانپ لیا اور ایسے نور سے جو نگاہ رکھنے والا ہے۔آسمان وزمین کا اور زیادہ ہوتا ہے اس کا علم
اس وسیلہ سے جو آسمان تک کھنچا ہوا ہے تاکہ وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور جو احکام من اللہ ہیں وہ
نہیں حاصل ہو سکتے مگر بہ وسیلہ امام اور اپنے بندوں کے اعمال کو قبول نہیں کرتا جب تک معرفتِ
امام نہ ہو وہ دفع کرنے والا ہے شکوک کی تاریکیوں اور فتنوں کے شبہات کو اور کھولنے والا ہے سنن
کی گتھیوں کو، خدا نے اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے اولاد حسینؑ سے انتخاب کیا اور ایک کے بعد
دوسرے کا اصطفا اور اجتبا کیا اور ان سے راضی ہوا اپنی مخلوق کی ہدایت پر اور ان کو ان کیلئے چن لیا
جب ان میں کوئی امام دنیا سے گیا تو اس کے بعد ہی دوسرا امام معین کیا۔جو اس کی وحدانیت کا
روشن نشان اور روشنی پھیلانے والا ہادی اور دین کو قوت بخشنے والا امام تھا اور عالم حجت خدا تھا جو
آئمہؑ کی خدا کی طرف سے امام ہیں۔وہ حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور معاملات میں عدل و
انصاف سے کام لیتے ہیں وہ خدا کی حجتیں ہیں اور اس کی مخلوق پر اس کی طرف سے نگہبان ہیں وہ
خدا کے بندوں کیلئے باعث ہدایت ہیں ان کی نور سے شہروں میں روشنی ہے۔اور لوگوں کی اولاد
ان کی برکت سے نمو حاصل کرتی ہے۔خدا نے ان کو لوگوں کیلئے زندگی قرار دیا ہے وہ اندھیروں کی
روشنیاں ہیں وہ کلام الٰہی کی کنجیاں ہیں وہ اسلام کے ستون ہیں ان کیلئے اللہ کا ارادہ ان کے متعلق
جاری ہوا۔امام خدا کا منتخب و پسندیدہ ہوتا ہے۔برگزیدہ اسرار الٰہیہ ہے اور قائم رہنے والی امیدگار
ہے۔خدا کا منتخب بندہ ہے ان صفات کے ساتھ اور کمال نظر التفات سے خدا نے اس کو اپنے لئے
بنایا جبکہ عالمِ ذر میں اس کو پیدا کیا اور خلق کے پیدا کرنے سے پہلے انکو پیدا کیا اپنے عرش کے داہنی
طرف اور انکو اپنی حکومت کی نعمت عطا فرمائی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کے علم میں امام کا
انتخاب کیا اور اس کو طہارت سے مخصوص کیا وہ بقیہ اولاد آدمؑ اور ذریت نوحؑ سے ہیں اور آل
ابراہیمؑ کا برگزیدہ ہے اور آل اسمٰعیلؑ کا خلاصہ ہے اور محمدؐ کا جگر پارہ ہے ہمیشہ خدا کی آنکھ اس کی
حفاظت کرتی ہے۔(تاکہ اس کی عصمت برقرار رہے) اور اپنے پردہ میں اس کی نگہبانی کرتی ہے
اور شیطان اور اس کے لشکر کے جال سے اس کو دور رکھتی ہے۔اور شبہات کی تاریکیوں سے بچاتا
ہے اور ہر فاسق کی سرکشی سے محفوظ رکھتا ہے اور ہر برائی کے ارتکاب سے دور رکھتا ہے۔عیبوں سے

بری رکھتا ہے۔آفات سے بچاتا ہے لغزشوں سے حفاظت کرتا ہے۔خواہش سے محفوظ رکھتا ہے اول عمر سے حلم اور نیکی سے متصف ہوتا ہے اور آخر عمر تک عفت علم اور فضل سے تعلق رکھتا ہے اپنے باپ کے امر پر قائم رہتا ہے اور باپ کی زندگی میں گویائی سے خاموش رہتا ہے۔جب اسکے باپ کی مدت حیات ختم ہوتی ہے اور اس کی امامت کا زمانہ آتا ہے اور ارادہ الٰہی اس کے حجت قرار دینے سے متعلق ہوتا ہے اور اس کے باپ کی مدت حیات انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔تو اس کے بعد امر الٰہی اس سے متعلق ہوتا ہے اور دین کے معاملات میں اس سے رجوع کی جاتی ہے۔خدا اس کو اپنے بندوں پر حجت قرار دیتا ہے۔

اور اپنے شہروں میں اس سے اپنے دین کو قائم کیا اور اپنا علم اس کو عطا کیا اور حق و باطل میں فیصلہ کرنا والا اور اس بیان سے آگاہ کیا اور اپنا راز اس کے سپرد کیا اور اس کو امر عظیم انجام دینے کیلئے بلایا اور اس کی فضیلت سے اس کو آگاہ کیا اور اپنی مخلوق کیلئے اس کو اپنا نشان قرار دیا۔اور اہل علم پر اس کو حجت قرار دیا اور اللہ نے لوگوں کیلئے اس کا امام ہونا پسند کیا۔اپنا بھید اس کے سپرد کیا اور اپنے علم کا اسے محافظ بنایا اور اپنی حکمت کو اسکی اندر پوشیدہ رکھا اور نگاہ رکھا اور اس کو اپنے فرائض و حدود کو اس سے باقی رکھا۔پس امام نے عدل سے اسے وقت کام لیا جب صاحبان جہالت حیرت میں تھے اور جھگڑالو لوگ حیران تھے۔ان کی ہدایت ایک چمکدار نور سے کی اور یہ بیان امراض قلبی کو شفا دینے والا ہے اور حق واضح اور بیان روشن ہے اور ہدایت اسی نہج پر تھی اور جو طریقہ ان کے آباء طاہرینؑ و صادقین کا ہے پس ایسے عالم کے حق سے جاہل نہ ہوگا۔مگر شقی اور نہ انکار کرے گا مگر گمراہ اور نہ کوئی روگردانی کرے گا اس سے مگر خداوند عالم پر جرأت کرنے والا (اصول کافی، جلد ۱، صفحہ ۵۲۸)

اللہ جزائے خیر عطا فرمائے جناب محمد مرتضیٰ علی مجاب صاحب کو اور اُن کے درجات بلند فرمائے جنکا قلم فضائل و مناقب اہلبیتؑ علیہم السلام لکھنے میں رواں ہے۔آپ کے قلم سے ایک اور گوہر نایاب ''آئمہ معصومین علیہم السلام'' پر کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔خداوند عالم بطفیل اہلبیتؑ علیہم السلام اس خدمت کو قبول فرمائے اور مومنین کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق فرمائے۔

والسلام

مولانا سید علی عباس طباطبائی

تقریظ

ساجدہ فاطمہ، (پی ایچ ڈی)
حال مقیم UK

تمام حمد ہے اس خالق بے مثل و بے مثال کی جو واحدہٗ لاشریک ہے اور اس نے بے مثل و بے مثال ہوتے ہوئے ایسی چودہ ہستیاں خلق فرمائیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک کوئی نبی اس جیسا نہیں اور آدمؑ سے قیامت تک کوئی خاتون ایسی نہیں جو ان چودہ معصومینؑ میں ایک ہے۔ ان چودہ میں بارہ آئمہ جیسا کوئی امام، وصی، اور ولی نہیں ہے۔ یہ خالق کی تخلیق کا شہکار ہیں۔ اتنی عظیم ہستیاں خلق کرنے کے بعد ان کو اپنی معرفت کا وسیلہ قرار دیا۔ گویا ان کو دیکھ کر خالق کی معرفت حاصل کرو۔

ان کا اپنا علم عطا کیا جو درجہ کمال پر ہے، جس کی کوئی حد نہیں تو اندازہ کرو کہ اُسکا علم کتنا وسیع ہوگا۔ ان کو اپنے اوصاف سے آراستہ کیا جب ان کے اوصاف دیکھو تو اس کی معرفت حاصل کرو کہ وہ کتنا بڑا خالق ہے جس نے ان عظیم ہستیوں کو خلق فرمایا اور پھر ان کو اس منزل پر فائز کیا ہے کہ یہ ماتشائون الاان یشا اللّٰہ کے مصداق بن گئے۔ یعنی یہ وہی چاہتے ہیں جو کچھ وہ چاہتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ پہلے یہ چاہتے ہیں اور وہ بھی وہی چاہتا ہے۔ جیسا کہ جناب سیدہؑ نے بچوں سے فرمایا تھا کہ آپ کے کپڑے درزی کے پاس ہیں۔ تو ان کی چاہت کو اس نے اپنی چاہت قرار دے کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور ان کو اس عظیم کردار کا مالک بنایا کہ ان کی اطاعت کو اس نے اپنی اطاعت قرار دے کر فرمایا۔ من یطاع الرسول فقہ یطاع اللہ اور ان کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ کردار و سیرت کے اتحاد کو دیکھ کر نبی اکرمؐ نے فرمایا! اولنا محمدؐ و آخرنا محمدؐ و کلنا محمدؐ کہ ہم کردار میں سیرت میں ایک ہیں نہ ہمارے اوصاف میں فرق، نہ سیرت و کردار نہ اقوال میں فرق ہے۔ ہاں منصب وغیرہ میں فرق تھا۔ ان میں ایک نبیؐ تو باقی نبیؐ کے اوصیاء و خلیفہ ہیں۔

چونکہ نبیؐ آخرالزماں کے بعد کوئی نبیؐ آنیوالا نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان بارہ خلیفہ بارہ جانشین کو امامت کی خلعت سے سرفراز فرما کر زمانے میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ منصب عطا فرمایا کہ کوئی نبیؐ ان کی ولایت کے بغیر مبعوث نہیں ہوا۔ سارے نبیوں نے ان کی ولایت کو قبول کرتے ہوئے جو کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علیؑ ولی اللہ تو سارے نبیؐ ہمارے نبیؐ کے اُمتی ہیں اور ہمارا نبیؐ سارے نبیوں کا سردار ہے۔ ان کی ولایت اللہ کی ولایت ہے فرق اتنا ہے کہ اللہ کی ولایت ذاتی ہے اور انکی ولایت اللہ کی عطا کردہ ہے۔

محمد مرتضیٰ علی مجاؔب صاحب کی یہ کتاب ہمارے معاشرے کے نوجوانوں کو خصوصاً اہلبیتؑ علیہم السلام کے حالاتِ زندگی، انکی تعلیمات، ان کے جود وسخا، عبادت وشجاعت اور ان پر پڑھنے والی زمانے کی مصیبت مختصر مختصر اس چھوٹی سی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کی پہلے بھی کئی کتب قارئین کرام، علماء وطلباء سبھی میں مقبول ہوئی ہیں۔ خصوصاً خطابت لسان الطاہرین جس میں چودہ معصومینؑ کے خطبات یکجا کئے ہیں۔ عرفان ولایت امیر المومنینؑ جس میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں ولایت کے بارے میں دلائل پیش کئے گئے۔ اسی طرح نعمت عظیم دورد بر محمدؐ و آل الطاہرین جس میں دورد کی برکتیں اور فائدے ہیں۔ علائم ظہور قائم المہدی ایک امام زمانہؑ کے تعلق سے نہایت جامع کتاب ہے۔ فضائل ومناقب امیر المومنینؑ یہ کتاب مولائے کائینات کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے۔

اس کتاب تذکرۃ المتقین میں چودہ معصومینؑ کی سوانح عمری حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ خداوند کریم سے التجا ہے کہ آپ کو دین حق کی خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ توفیق وہمت عطا فرمائے۔ خوشنودی محمدؐ وآل محمدؐ حاصل ہو۔

طلب دُعا

ساجدہ فاطمہ، (پی ایچ ڈی)

پیش لفظ

مناقب اہلبیتؑ علیہم السلام کی اس کتاب کو میں نے تذکرۃ المتقین کے نام سے موسوم کیا ہے۔جس چودہ معصومینؑ کے اذکاران کے کرداران پر ہونے والے ظلم وستم کا مختصراً مختصراً تذکرہ کیا ہے ورنہ ہرایک معصوم کے فضائل ومصائب کے لئے کئی کتابیں درکار ہے۔حالانکہ ہم تک ان کے پورے پورے واقعات ان کے اقوال ان کی بتلائی ہوئی دعائیں وغیرہ تمام نہیں پہنچ سکیں کیونکہ وہ جس دور میں زندگی گذارے حکومتیں ان کے مخالف، درپئے آزاراُن کے دوستوں اور محبوں کو دار پر چڑھایا جاتا یاقتل کردیا جاتا یاقید وبند میں ڈال دیا جاتا حد یہ تھی اُن کا نام لینا ان کا تذکرہ کرنے پر دیواروں میں زندہ چین دیا تھا۔لیکن پھر بھی سینہ بہ سینہ اور کچھ غیر معتصب راویوں سے ہم تک جو روایتیں پہنچی ہیں وہ تاریخوں میں محفوظ ہیں۔

ان نورانی مخلوقات کو اپنا علم کھول کر بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔امام جعفرصادقؑ اور امام محمد باقرؑ کے دور میں چونکہ وہ بنی امیہ اور بنی عباس کی رسہ کشی کا دور تھا کچھ موقع مل گیا۔

کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں اہل تشیع اور اہل سنت علماء کی کتابوں سے فضائل و مناقب جمع کئیں ہے۔اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں صرف اور صرف میں نے بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کرکے ''تذکرۃ المتقین'' کے نام سے ہار پرودیا ہے۔جو قارئین کیلئے اعادہ کی صورت میں ہے ورنہ وہی فضائل ومناقب ہیں جو بار بار ذکر ہوتے رہتے ہیں مقصد خوشنودئ محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔

فقط

طلب علم باب مدینۃ العلم

محمد مرتضیٰ علی مجاب

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسم مقدس	:	محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سنہ ولادت	:	۱۷/ربیع الاوّل ایک عام الفیل م ۵۷۰ A.D بروز جمعہ
مقام ولادت	:	مکّہ مکرمہ
والد کا نام	:	آمینہ بنت وہبؑ
والدہ کا نام	:	عبداللہ ابن عبدالمطلبؑ
اولاد	:	ایک صاحبزادی فاطمۃ الزہرہؑ
سنہ ہجرت	:	۸ یا ۱۲ ربیع الاوّل ۶۲۲ A.D
شہادت	:	۲۸/صفر ۱۱ھ، ۸ جون ۶۳۸ A.D۔ زہر (گوشت میں)

نورِ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ پرنور ۱۷/ربیع الاول ایک عام الفیل صبح ظاہر ہوا۔ خداوندِ عالم نے جب یہ چاہا کے پہچنوایا جاے سب سے پہلے اسنے اپنے نور سے نورِ محمدؐ کو خلق فرمایا پھراس نور کے دو حصے کیئے ایک سے محمدؐ ایک سے علیؑ اوران انوار سے پانچ انوار بنائے انہیں ایک قندیل کی شکل میں اللہ تعالی نے رکھا ان انوار سے سارے ملائکہ اور انبیا خلق ہوئے۔ روایاتِ معصومین میں ہے کہ ان انوار خمسہ کی خلقت حضرت آدمؑ کی تخلیق سے ۱۴/لاکھ سال پہلے

اور بروایتے یاایک لاکھ سال پہلے ہوئی تھی۔ خداوندِ عالم نے نورِ اقدس محمدیؐ سے ایک جوہر سبز کو پیدا کیا پھر اس پر نگاہِ ہیبت ڈال کر اسے پانی کر دیا پھر اس پانی سے عرش و کرسی لوح و قلم زمین و آسمان شمس وقمر جنت ودوزخ رات ودن جملہ ملائکہ اور انبیا نیز بہت سی چیزیں پیدا کیئں۔

آپؐ کا نورِ اقدس اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں قیام کرتا ہوا جناب عبدالمطلب کے صلب سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا ایک حصہ سے حضرت عبداللہ اور ایک ابوطالب کے پیشانی پر نور میں رہا۔ جناب عبداللہ اور حضرت آمنہ بنتِ وہب کے صلب سے محمد مصطفیٰؐ کا ظہور وشہود بشکل انسانی ہوا۔ اور نورِ ابوطالب سے علی مرتضٰی کی خلقت ہوئی خالقِ کائنات نے اپنی مخلوق اوّل میں اپنے کمال و جمال کو سمو کر نورِ محمدیؐ کو اپنی پہلی مخلوق کی صورت میں ظاہر فرمایا جو لاجواب اور بے مثل و بےنظیر ہے۔ وہ کمال و جمال میں مظہرِ ذاتِ باری ہے۔ اس کو مثلِ ومشال سے پاک رکھا اور دوئی اور مماثلت سے بچانے کیلئے اس کے جسم کے قریب سایہ تک کو آنے نہیں دیا۔

حیات القلوب جس میں علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے چند سندوں سے حضرت رسولؐ خدا سے نقل منقول ہے کہ حق تعالی نے مجھکو اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو آدم کی خلقت سے پہلے پیدا کیا جبکہ نہ آسمان تھا نہ زمین نور تھا نہ ظلمت نہ آفتاب و ماہتاب تھے نہ بہشت و دوزخ ہی کا وجود تھا آپؐ نے اپنے چچا حضرت عباس سے ارشاد فرمایا کہ جب خدا نے چاہا کہ ہم کو خلق فرمائے اس نے ایک کلام ایجاد کیا اس سے ایک نور پیدا کیا پھر دوسرا کلام خلق کیا اس سے ایک روح پیدا کی اور اس نور کو اس روح کے ساتھ مخلوط کیا اس سے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو پیدا کیا۔ ہم خدا کی تسبیح کرتے تھے اس وقت جبکہ کوئی تسبیح کرنے والا دوسرا نہ تھا اور اس کی تقدیس کرتے تھے جبکہ ہمارے سوا کوئی اور تقدیس کرنے والا نہ تھا۔ پھر جب خدا نے چاہا کہ تمام خلق کو پیدا کرے میرے نور کو شگافتہ کیا اور

اس سے عرش کو خلق فرمایا عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور خدا کے نور سے ہے اور میرا نور عرش سے افضل ہے۔ اسکے بعد میرے بھائی علیؑ کے نور کو شگافتہ کیا اس سے فرشتوں کو پیدا کیا۔ فرشتے علیؑ کے نور سے ہیں اور نور نورِ خدا سے اور علیؑ فرشتوں سے افضل ہیں۔ پھر میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو شگافتہ کیا اس سے آسمان و زمین کو خلق فرمایا فاطمہؑ کا نور خدا کے نور سے ہے اور فاطمہؑ آسمان و زمین سے افضل ہیں اس کے بعد میرے فرزند حسن کے نور سے عالم وجود میں آئے ہیں اور حسن کا نور خدا کے نور سے خلق ہوا ہے اور حسن آفتاب و ماہتاب سے افضل ہیں۔ پھر خدا نے میرے فرزند حسین کا نور شگافتہ کیا اس سے بہشت اور حوروں کو خلق فرمایا۔ اور حسین کا نور خدا کے نور سے ہے ۔ میرا فرزند حسین بہشت اور حوروں سے بہتر ہے۔

بسند معتبر ابوذر سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا کیے ہیں اور عرش کے داہنی جانب ہم خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے دو ہزار سال قبل اسکے کہ حق تعالیٰ آدم کو پیدا کرے۔ جب خدا نے آدم کو خلق فرمایا اس نور کو ان کی پشت میں رکھا۔ جب ان کو بہشت میں ساکن کیا ہم ان کی پشت میں تھے جب نوح کشتی میں سوار ہوئے ہم ان کی پشت میں تھے ۔ جب ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے ہم ان کی پشت میں تھے۔ خداوندِ عالم ہمیشہ ہم کو پاکیزہ صلبوں سے طاہرہ رحموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے۔ وہاں خدا نے اس نور کے دو حصے کیے مجھکو صلب عبداللہ میں جگہ دی اور علیؑ کو صلب ابو طالب میں رکھا۔ مجھکو پیغمبری اور برکت عطا فرمائی اور علیؑ کو فصاحت و شجاعت بخشی اور ہم دونوں کے لئے اپنے اسمائے مقدسہ میں سے دو نام مشتق کیے۔ خداوند صاحب عرش محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں۔ اور خداوند بزرگ و برتر اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ مجھکو رسالت و پیغمبری کیلئے مقرر فرمایا اور علیؑ کو وصایت و

امامت اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرنے مقرر کیا۔

بسند معتبر ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ محمدؐ و علیؑ صلوات اللہ علیہ خدا کے نزدیک خلائق کی آفرینش سے پہلے دو نور تھے۔فرشتوں نے ان دونوں نوروں کو دیکھا کیا یہ ہمارا خالق ہے؟ اس سے پہلے دونوں انوار نے تسبیح و تقدیس شروع کردی ان کی تسبیح کو دیکھ کر فرشتوں نے تسبیح و تقدیس شروع۔انہوں نے پوچھا خداوندا یہ نور کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی میرے انوار میں سے ایک نور جس کی اصل پیغمبری ہے فرع امامت۔پیغمبری محمدؐ کیلئے جو میرا بندہ اور رسولؐ ہے اور امامت علیؑ کیلئے ہے جو خلق پر میری حجت اور خلیفہ ہے اور ایک معتبر حدیث میں ہے جناب فاطمہؑ کو ایک تنہا نور سے بے جسم روح پیدا کی اور وہ نور ہم اہلبیت میں جاری و ساری ہے۔امام محمد تقیؑ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ ذواتِ مقدسہ کو تمام خلقت پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت تمام مخلوقات پر واجب قرار دی اور امورِ خلق ان کے سپرد فرمایا۔

ایک شخص نے تفسیر قولِ حق تعالیٰ دریافت کی جو خدا نے شیطان سے خطاب کر کے فرمایا جبکہ اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا **استکبرت ام کنت من العالین** (سورہ ص) یعنی تو نے غرور کیا یا بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہو گیا۔پوچھا وہ بلند مرتبہ لوگ کون ہیں جو فرشتوں سے بھی بالاتر ہیں۔آنحضرتؐ نے فرمایا میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ سراپردہ عرش میں تھے اور خدا کی تسبیح کرتے تھے ملائکہ ہماری تسبیح سن کر تسبیح کرتے تھے۔دو ہزار سال قبل اسکے کہ خدا آدمؑ کو خلق فرمائے۔جب خدا نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا لیکن ہم کو سجدہ کا حکم نہ تھا۔ہمارے نام سر پردہ عرش پر تحریر ہیں۔امام صادقؑ فرماتے ہیں خداوند عالم نے تمام مخلوق پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے چودہ نور پیدا کئے لوگوں نے پوچھا تو بتلایا۔کہ محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ، علی ابن

حسینؑ، محمدؐ ابن علیؑ جعفر ابن محمدؐ وموسی ابن جعفر علیؑ ابن موسی محمدؐ ابن علیؑ، علیؑ ابن محمدؐ وحسنؑ ابن علیؑ جن کا آخر محمدؐ ابن الحسنؑ قائم ہے جو لوگوں کی نظروں سے غائب رہیگا۔ پھر جب ظاہر ہوگا زمین کو ہر ظلم و جور سے پاک کریگا۔

حضرت امیر المومنین سے روایت ہے کہ جبکہ سوائے ذاتِ اقدس باری تعالیٰ کے کچھ نہ تھا۔ سب سے پہلے پیدا کیا قبل اسکے کہ پانی عرش کرسی آسمان وزمین لوح وقلم بہشت و دوزخ فرشتوں اور آدمؑ وحوا کو خلق فرمائے۔ جب ہمارے پیغمبرؐ کا نور پیدا کیا وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ایستادہ تھا اور اسکی حمد وثنا کرتا رہا۔ حق تعالیٰ اسکی جانب نظر رحمت فرماتا اور کہتا تو ہی تو ہے خلقت عالم سے میرا مقصود میری مراد ہے۔ تو ہی خیر وسعادت کا ارادہ کرنے والا ہے اور تو ہی میری مخلوق میں برگزیدہ ہے۔ اپنے عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو میری مشیت میں نہ ہوتا تو افلاک پیدا نہ کرتا۔ جو تجھ کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا اور جو تجھ کو دشمن رکھے گا میں اس کو دشمن رکھوں گا۔ یہ سنکر حضرتؐ کا نور درخشاں ہوا اور اسکی شعاعیں بلند ہوئی تو خدا نے اس نور سے بارہ حجابات خلق فرمائے: (حجاب قدرت (حجاب عظمت (حجاب عزت (حجاب ہیبت (حجاب جبروت (حجاب رحمت (حجاب نبوت (حجاب کبریا (حجاب منزلت (حجاب رفعت (حجاب سعادت (حجاب شفاعت۔ پھر نور محمدؐ کو حجاب قدرت میں گیارہ ہزار سال تک سبحان عالم السِر والخفی کہتا رہا۔ اسی طرح حجاب عزت میں دس ہزار سال سبحان الملک المنان الکریم الاکرام حجاب رحمت میں سات ہزار سال سبحان رب العرشِ العظیم حجاب نبوت میں چھ ہزار سال تک سبحان ربِ العزۃ یصفون حجاب کبریا میں پانچ ہزار سال تک سبحان العظیم الاعظم حجاب منزلت میں چار ہزار سال تک سبحان العلیم الکریم حجاب رفعت میں تین ہزار سال تک سبحان ذی الملک والملکوتحجاب سعادت میں دو

ہزار سال تک سبحان من یزیل الاشاولا یزول اور حجاب شفاعت میں ہزار سال تک سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھتا رہا۔

امیر المومنین نے فرمایا کہ پھر خدا نے نور کے بیس دریا خلق فرمائے ہر دریا میں چند علوم تھے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر خدا نے نور حضرت رسالتمآبؐ کو ان دریاں میں یعنی دریائے عزت وصبر دریائے خشوع ودریائے تواضع ودریائے رضا ودریائے وفا ودریائے حلم و دریائے پرہیزگاری ودریائے خشیت ودریائے انابت ودریائے عمل ودریائے مزید ودریائے ہدایت ودریائے صیانت ودریائے حیا میں یہاں تک کہ ان بیسوں دریاں میں غوطہ دیا۔ جب وہ آخری دریا سے باہر آیا تو اس سے خدا نے خطاب کیا کہ اے میرے حبیبؐ اے تمام پیغمبروں سے بہتر اور میرے خلقتِ اول اور میرے آخری رسولؐ میں نے تجھ کو شفیع روزِ جزا قرار دیا ہے۔ یہ سنکر وہ نور سجدہ میں گر پڑا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے اس نور سے ٹپکے خدا نے ہر قطرے سے ایک ایک پیغمبر کی خلقت فرمائی جن کے نور سرور کائنات کے نور کے گرد طواف کرتے تھے اور کہتے تھے **سبحان من هو عالم لا یجهل من هو حلیم لا یعجل سبحان من هو غنی لا یفتقر** پھر خدا نے ان سب کو ندا دی کہ آیا مجھکو پہنچانتے ہو؟ یہ سنکر نور آنحضرتؐ نے سب سے پہلے کہا **انت الله الذی لا اِله انت وحدک لاشریک لک رب الارباب و ملک الملوک**) تو خدا ہے وہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو رب الارباب ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے (تو خدا نے فرمایا کہ تو میرا برگزیدہ میرا دوست اور میری مخلوق میں سب سے بہتر ہے اور تیری امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ پھر آنحضرتؐ کے نور سے خدا نے ایک جوہر پیدا کیا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ایک

حصہ پر نظر ہیبت ڈالی تو وہ آب شیریں ہو گیا۔ پھر دوسرے حصے کو نگاہ شفقت سے دیکھا اور اس سے عرش کو خلق کیا اور پانی پر رکھا۔ پھر نور عرش سی کرسی کو اور نور کرسی سے لوح کو اور نور لوح سے قلم کو پیدا کیا اور قلم کو وحی فرمائی کہ میری توحید لکھ تو وہ کلام الٰہی سنکر ہزار سال تک مدہوش رہا جب ہوش میں آیا تو عرض کی پالنے والے کیا لکھوں۔ فرمایا لکھ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** جب قلم نے نام محمدؐ سنا تو سجدہ میں گر پڑا اور کہا **سبحان الواحد القھار سبحان العظیم الاعظم** پھر سر اٹھا کر شہادتین تحریر کیا اور عرض کی خداوندا محمدؐ کون ہیں جن کے نام کو اپنے نام سے اور جن کی یاد کو اپنی یاد سے تو نے متصل فرمایا ہے۔ خدا نے وحی فرمائی کہ اے قلم !اگر وہ نہ ہوتا تو نہ تجھ کو خلق کرتا نہ دنیا پیدا کرتا۔ وہی ہے) نجات کی (خوشخبری دینے والا اور) عذاب سے (ڈرانے والا وہی نور بخشنے والا چراغ وہی شفاعت کرنیوالا اور وہی میرا دوست ہے۔ یہ سنکر قلم آنحضرتؐ کے نام کی حلاوت سے بولا السلام علیک یا رسول اللہ۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا !وعلیک السلام منی و رحم اللہ و برکاتہ: اسی روز سے سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب قرار پایا۔ پھر خدا نے قلم کو حکم دیا کہ لکھ میرے قضا و قدر کو جن کو قیامت تک پیدا کرتا رہوں گا۔ اسکے بعد خدا نے کچھ فرشتوں کو پیدا کیا تا کہ وہ روزِ قیامت تک محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات بھیجیں اور انکے شیعوں کیلئے استغفار کیا کریں۔

حضرت رسالتمآبؐ کے آبائے عظام واجداد کرام کے بارے میں علمائے امامیہ کا اجماع ہے کہ آنحضرتؐ کے آبا واجداد اور دادی و نانی وغیرہ آدم سے لیکر آنحضرتؐ کے والدین تک سب مسلمان تھے اور آنحضرتؐ کا نور کسی مشرک کے صلب اور کسی مشرکہ کہ رحم میں قرار نہیں پایا۔ آنحضرتؐ کے اور علیؑ کے باپ دادا اور ماں کے نسب میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے اور خاصہ و عامہ کے طریقہ سے متواتر حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ احادیث متواترہ سے ظاہر ہے کہ

آنحضرتؐ کے آبا واجداد سب کے سب انبیا واوصیا اور حاملانِ دینِ خدا رہے اور فرزندانِ اسمٰعیل جو آنحضرتؐ کے آبا واجداد تھے سب کے سب وہ سب حضرت ابراہیمؑ کے اوصیا تھے۔ ہمیشہ مکہ کی بادشاہی خانہ کعبہ کی پردہ پوشی اور اسکی تعمیر وغیرہ کی خدمت انہی لوگوں سے متعلق رہی۔ وہ لوگ مراجع انام رہے ہیں قوم ابراہیم ان ہی میں سے تھے۔ شریعت موسیٰ وعیسیٰ اور شریعت ابراہیمؑ فرزندان اسمٰعیل کیلئے منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ وہ لوگ شریعت کے محافظ تھے اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور آثار انبیا سپرد کرتے رہے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ عبدالمطلب تک پہنچا۔ جناب عبدالمطلب نے ابوطالب کو اپنا وصی قرار دیا۔ اور ابوطالب نے بہت سی کتابیں آثار انبیا صلف اوران کے تبرکات آنحضرت کی بعثت کے بعد آنحضرتؐ کو سپرد فرمایا۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت سرور عالم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب نے جاہلیت کے زمانے میں پانچ سنتیں مقرر کیں جن کو خدا نے اسلام میں جاری وقائم رکھا۔ (اول یہ کہ سوتیلی ماں کو لڑکوں پر حرام قرار دیا جس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں (آیت سورہ انبیا) میں فرماتا ہے ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آبا واجداد نے نکاح کیا۔ (دوسرے یہ کہ انہوں نے خزانہ پایا تو اس میں سے پانچواں حصہ قرار دیا۔ جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے (سورہ انفال) یادرکھو کہ جب تمہیں مال غنیمت حاصل ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ خدا کیلئے صرف کرو۔ (تیسرے یہ کہ جب چاہ زمزم کو کھودا تو اس کو حاجیوں کا سقایہ قرار دیا تو خدا فرماتا ہے **اجعلتم سقای الحاج** (سورہ توبہ)۔ (چہارم یہ کہ آدمی کے مار ڈالنے کا خون بہا سو اونٹ مقرر کئے۔ (پانچویں یہ کہ قریش میں طواف کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی آپ نے سات مرتبہ طواف کرنا مقرر فرمایا پھر فرمایا عبدالمطلب نے نہ کبھی جوا کھیلا نہ بتوں کی پرستش کی نہ

ان جانوروں کو کھایا جو بتوں کیلئے کاٹے گئے تھے اور فرمایا کرتے تھیکہ میں اپنے پدر ابراہیم کے دین پر قائم ہوں۔
ایک حدیث معتبر میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیلؑ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا خلاقِ عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اس پر آتش دوزخ کو حرام کر دیا جس کی صلب سے تم پیدا ہوئے اور جسکے شکم میں تم رہے یعنی حضرت عبداللہ و آمنہ اور جس نے تمہاری پرورش کی کفالت و محافظت کی یعنی ابوطالب اور فاطمہؑ بنتِ اسد ہے۔

ولادت باسعادت ظہور پرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہ وسلم

(آپ کے اسماء گرامی محمد، احمد، ابوالقاسم، وبشیر ونذیر وداعی، طہٰ ویٰسٓ ہیں)

حضور نبی اکرمؐ کی ولادت باسعادت ۲۷ یا ۲۸ر اپریل ۵۷ء مطابق ۱۷ر ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت عام الفیل بروز جمعہ صبح صادق بعثت سے چالیس برس پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آنحضورؐ عالمین کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ میں حاملہ ہوں عام عورتوں کی طرح کوئی بوجھ اور ثقل محسوس نہ ہوا۔ آپ جب دنیا میں تشریف لائے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے اوپر دیکھا۔ آپ سے ایسا نور ساطع ہوا جس سے ہر چیز روشن ہوگئی۔ اس نور سے آواز آئی اےئ آمنہ تم نے سید عرب کو جنم دیا ہے اس کا نام محمدؐ رکھو۔ میں نے جو دیکھا تھا حضرت عبدالمطلب کو بیان کیا۔ انہوں نے حضورؐ کو گود میں لیا اور فرمایا خدا کی حمد ہے اس نے مجھے ایسا فرزند عطا کیا ہے یہ خوشبو سے معطر ہے اور گہوارے میں بھی تمام فرزندوں کا آقا ہے (آپکی ولادت شعب ابوطالب میں ہوئی)۔
جب آپ کی ولادت ہوئی تو شیطان کو رجیم کیا گیا۔ ستارے ٹوٹنے لگے۔ ایسا زلزلہ آیا

کی کہ دنیا میں غیر اللہ کی عبادت گاہیں منہدم ہوگئی۔ جادوگر اور کہانت ہوش وحواس کھو بیٹھے اور انکے موکل مجوس ہوگئے۔ ایسے ستارے آسمان پر ظاہر ہوگئے جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔ ہزاروں سالوں سے خشک ٹھہری شام کی وادی سماوہ میں پانی جاری ہوگیا دجلہ میں ایسا سیلاب آیا کہ تمام علاقے زیر آب آگئے۔ کسریٰ کے محل میں پانی بھر گیا۔ اس کے طاق شگافتہ ہوگئے اور محل کے کنگرے زمین بوس ہوگئے۔ کاشان میں موجود ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی خشک ہوگئی اور آتش کدہ فارس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی اور جسے ایک لمحہ کیلئے بھی بجھنے نہیں دیا جاتا تھا بجھ گئی۔ آتش پرستوں کے سردار موبذان نے خواب دیکھا کہ طاقتور اور سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کرتے ہوئے دجلہ عبور کر کے فارس میں داخل ہوئے اور اس کے بلاد واطراف میں پھیل گئے۔ اسی رات حجاز سے ایک نور برآمد ہوا جو پرواز کرتا ہوا مشرق تک پہنچ گیا۔ اس وقت تمام سلاطین اندھے ہوگئے بولنے کی طاقت سلب ہوگئی۔ کاہنوں کا علم اور جادوگروں کا سحر باطل ہوگیا۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے گرد رکھے ہوئے تمام بت منہ کے بل گر پڑے آسمان سے ندا آئی **قل جآ الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** حق آتا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹ جانے والا ہی تھا۔ اس رات تمام دنیا روشن ہوگئی پہاڑ واشجار بزبانِ حال خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب میرا فرزند دنیا میں آیا تو اس نے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے اوپر دیکھا پھر اس سے ایک نور ساطع ہوا جس سی ہر چیز روشن ہوگئی۔ اس نور سی آواز آئی اے آمنہ! تم نے سید عرب کو جنم دیا ہے اس کا نام محمدؐ رکھو۔ آپ ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔ آسمانی کتب وصحائف میں آپ کی بعثت کی

پیشنگوئی کی (جیسا کہ سورہ صف) میں ارشاد ہوا۔ آپکی رضاعت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آنحضورؐ نے تین یا سات یا نومہینہ حضرت آمنہؑ کا دودھ پیا۔ پھر تین چار ماہ تک ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا اسکے بعد حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیئے گئے انہوں نے دوسال تک دودھ پلایا لیکن متواتر شیعہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ حضرت آمنہؑ ہی کا دودھ پئے چونکہ اس زمانے میں بدوعرب کی عورتیں گھروں میں کام کی تلاش اور بچوں کو دودھ پلانے آتی تھیں وہ خدمت کرتی تھیں کیونکہ دنیا کی کسی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کو اس کی ماں کے علاوہ کسی اور نے دودھ پلایا ہو حضرت نوح سے حضرت عیسیٰ تک کے حالات دیکھے جائیں تو کوئی ایک مثال بھی ایسی نہ ملے گی مثال کیلئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ کہ کن ناسازگار حالات و واقعات میں ان کی ماں کو دودھ پلانے کے لئے ان تک پہنچایا گیا۔ اور ماں کے پہنچنے میں دیر ہورہی ہے تو خود اسی بچے کے انگوٹھے سے قدرت نے دودھ پیدا کر دیا۔ ارشادِ باری ہے ''وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ'' (سورہ القصص ۱۲:۲۸) ہم نے دودھ پلائے جانے کے سوال سے پہلے ہی تمام دائیوں کا دودھ موسیٰ کیلئے حرام کر دیا تھا۔ تو فخرِ موسیٰ کیلئے یہ کیسے ممکن ہے۔ کمسنی ہی میں حضور اکرمؐ کے والدین کی رحلت ہوئی۔ روایات کے مطابق ولادت کے کچھ عرصہ بعد شفیق باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہوگئے یتیمی کے چھ سال کے بعد والدہ کا ساتھ بھی چھوٹ گیا والدہ کے انتقال کے بعد رسولؐ خدا اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں پرورش پائے۔ آٹھ سال آٹھ ماہ کی عمر میں حضرت ابوطالب کو آپ کی کفالت سپرد کر کے آپ بھی دنیا سے رخصت ہوئے حضرت ابوطالب آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ سفر شام بغرض تجارت جب گئے ہیں آپ کو ہمراہ رکھا جہاں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ آپ جب کبھی نکلتے ایک ابر آپ کے سر پر سایہ کئے

ہوتا۔جس نے تمام قافلہ کو دعوت دی اور مہر نبوت کا مشاہدہ کیا۔الغرض آپ جہاں جاتے اہل کتاب کے علماءاور کاہن دیکھ کر پہچان لیتے تھے۔

معجزاتِ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مشارق انوار الیقین علامہ رجب البرسی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ محمد مصطفیٰ کی برکت سے سوکھا ہوا درخت رسولؐ کے ہاتھ لگانے کی برکت سے پھل دار ہو گیا۔اونٹ نے سرکار کی قدم بوسی کی۔چاند انکی انگلی کے اشارے سے شق ہو گیا قدموں کی ٹھوکر سے چشمہ آب رواں برآمد ہوا۔خشک درخت رسولؐ کے فراق میں رویا۔آپؐ جسطرح سامنے دیکھتے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے۔آنکھیں بند کر لیتے تھے پھر بھی سرکار کا دل سوتا نہیں تھا۔مٹی قدموں کو غبار آلود نہیں کرتی تھی۔جبکہ پتھر پر نقش پا ابھر آتا تھا۔جب چلتے تو بادل سایہ بان ہو جاتا تھا۔براق پر بیٹھ کر ساتوں آسمان پلک جھپکنے سے پہلے سر کر لئے۔آپ ایک چمکتے ہوئے ہیرے کے مانند تھے جسکا سایہ نہیں ہوتا تھا۔یہ ساری باتیں سوچنے سمجھنے والوں کیلئے دروس ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ

حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سیرت و کردار عزت و احترام اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے قریش کی بہترین خاتون شمار کی جاتی۔آپ بے حد مالدار پاکباز اور خوبصورت تھیں دورِ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کا لقب دیا گیا تھا اور سیدہ القریش کہا جاتا تھا۔آپ ایمان لانیوالی پہلی خاتون تھیں۔امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں جب آنحضورؐ معراج پر تشریف لیے گئے تو واپسی پر جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ خدا کی جانب سے اور میری طرف سے خدیجہ کو سلام کہیے گا۔روایات میں ہے کہ جب جبرائیلؑ نازل ہوتے حضرت خدیجہ کو سلام بھجواتے۔جب آنحضرتؐ کو لوگوں نے تنہا رچھوڑ دیا تو آپ ہی مونس و غمخوار تھیں جب اہل مکہ آپؐ کو آزار و تکلیف پہنچاتے تھے آپ ہی مدد اور تسلی و تشفی دیتی تھیں۔آپکی تجارت ہر ملک و شہر مثلاً مصر شام اور حبشہ وغیرہ میں آپ کے ملازم انجام دیتے اور

مویشی تھے۔ایک روایت کے مطابق آپکے اسی ہزار اونٹ تھے جو مختلف ممالک میں تھے۔حضرت خدیجہ کے چچا ورقہ بن نوفل اکثر کہا کرتے تھے کہ تم ایسے شخص کی زوجہ بننے والی ہو جو تمام اہلِ زمین وآسمان میں افضل و بہتر ہوگا۔آنحضرتؐ کی محبّ حضرت خدیجہ کے دل میں مستحکم ہوگئی تھی مگر آپ اسے ہمیشہ پوشیدہ رکھتیں۔حضرت خدیج الکبریٰؑ سے عقد قبل ہجرت ستمبر عیسوی آنحضرتؐ کی عمر پچیس برس تھی آپ کے اخلاق وکردار صدق ودیانت پاکبازی اور شرافت کی شہرت عام ہو چکی تھی آپکے بدترین دشمن بھی آپ کو صادق الامین کہتے تھے۔حضرت خدیج الکبریٰؑ بھی بہت پاکیزہ نفس خوش اخلاق خوبصورت نیک سیرت اور سب سے زیادہ دولتمند خاتون تھیں آپ کی عمر ۲۷ برس تھی اور آپ کنواری تھیں آپ نے حضور اکرمؐ کے اخلاق وکردار سے متاثر ہوکر نفیہ بنت منہہ کے ہاتھ شادی کا پیغام بھیجا۔حضرت خدیجہؑ نے بالا خانے سے دیکھا کہ شام کے تجارتی سفر سے واپسی پر دھوپ کی تمازت سے بچانے کیلئے دو فرشتے آپؐ پر سایہ کئے ہوئے ہیں اسی لئے آپ نے عقد و ترویج کو سعادت دارین سمجھا چنانچہ خود سلسلہ جنبانی شروع کی تو حضور اکرمؐ نے قبول فرمایا عقد طئے ہونے کے بعد خاندان کے اکابرین کیساتھ نکاح کیلئے تشریف فرما ہوئے اور حضرتِ ابو طالب نے عقد پڑھا جس میں خطبہ عقد کا آغاز الحمدللہِ الذی سے کیا جو نہایت بلیغ اور معرفتِ خدا اور معرفتِ حضور اکرمؐ پر مبنی تھا۔

آنحضرتؐ نے جب ذوالعشیرہ میں اعلانِ بعثت فرمایا تو صرف علیؑ ابن ابی طالبؑ نے آپ کی گواہی دی اور جانفشاری کا وعدہ فرمایا۔لیکن بت پرست عربوں نے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانی شروع کیں یہاں تک کہ تین سال شعب ابو طالب میں محصور رہے۔تیرہ سال تک مکہ میں تبلیغ دین فرمائی۔حضرت ابو طالب ہمیشہ آپکے محافظ و پشت پناہ رہے جب آپ کی رحلت ہوئی اور حضرت خدیج الکبریٰؑ کی بھی رحلت ہوئی تو حکم پروردگار ہوا کہ اے نبیؐ مکہ میں تمہارا کوئی مددگار ومحافظ نہ رہا لہٰذا ہجرت فرمائیے ادھر دارلندوہ میں کفارِ قریش نے باہم عہد و پیمان کرکے قتل کا منصوبہ بنایا آپ نے اپنی جگہ علیؑ کو اپنے بستر پر سلاکر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

اسم مقدس	:	علی ابن ابی طالب علیہ السلام
سنہ ولادت	:	۱۳/رجب ۳۰/عام الفیل، م ۱۷ مارچ ۵۹۹ A.D.
مقام ولادت	:	کعبہ، مکّہ مکرمہ
والد کا نام	:	ابوطالب ابن عبدالمطلبؑ
والدہ کا نام	:	فاطمہ بنت اسدؑ بن ہاشم ابن عبدمناف
شہادت	:	۲۱/رمضان ۴۰ھ، م ۲۹ جنوری ۶۶۱ ضربت ابن ملجم لعنت اللہ
مقام شہادت	:	بحالت سجدہ مسجد کوفہ

ولادت ۳۰/عام الفیل جب سرکارِ دوعالم کی عمر مقدس ۳۰ سال کے قریب تھی اور اعلانِ رسالتؐ کے لمحات قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ اسلام کو ایک مددگار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دعوت دینے کیلئے ایک بے نظیر مولد کی ضرورت تھی۔ رب العالمین نے جناب ابوطالب علیہ السلام کو ایک اور فرزند عنایت فرمایا۔ جسکی ولادت کا انداز تمام دوسری اولاد سے بالکل مختلف تھا۔ اب تک تمام فرزند اپنے گھر میں پیدا ہو رہے تھے یہاں تک کہ خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت بھی شعب ابوطالب علیہ السلام میں ہوئی تھی۔ لیکن جب اس فرزند کی ولادت کا وقت قریب آیا تو جناب فاطمہؑ بنت اسد نے محلّہ یا خاندان کی عورتوں کو مدد کیلئے طلب کرنے

کے بجائے خود خانۂ خدا کا رُخ کیا اور بروایت یزید ابن قعنب اپنے شکم اقدس کو دیوار کعبہ سے مس کر کے دعا کی کہ ''خدایا میں تجھ پر اور تیرے رسولوں پر اور تیری کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد ابراہیمؑ خلیل کی تصدیق کرنے والی ہوں۔ تجھے اس گھر، اس کے بانی اور اس مولود کا واسطہ جو میرے شکم میں ہے میری مشکل کو آسان کردے''۔ جس کے بعد دیوارِ کعبہ شگافتہ ہوگئی اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں اور جناب ابوطالبؑ کے اس عظیم فرزند کی ولادت ہوئی۔ جنابِ فاطمہؑ بنت اسد تین دن خانۂ کعبہ میں مقیم رہیں۔ تین دن بعد اسی دروازے سے باہر آئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال کے لئے تشریف لائے اور بچہ کو گود میں لیا۔ جنابِ فاطمہؑ بنتِ اسد نے کہا کہ بچہ ابھی تک آنکھیں نہیں کھولا۔ جیسے بچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں گیا آنکھیں کھول دیں فرمایا کہ ''تو نے اپنی نگاہوں کیلئے میرا انتخاب کیا ہے اور میں نے اپنے علم کے لئے تیرا انتخاب کیا ہے اور اس طرح بنت اسد کے ایمان' ابوطالبؑ کے ایمان وشرف' فرزند کے کمالات اور نبوت کے اعزاز کا مکمل اعلان ہوگیا۔

ابتدائی طور پر ماں نے حیدرؑ نام پسند کیا' باپ نے اسد قرار دیا اور اہل خاندان نے زید نام تجویز کیا۔ لیکن ابوطالبؑ کی دعا پر آسمان سے ایک تختی نازل ہوئی جس پر مرقوم تھا کہ ''اس کا نام نامِ خدا پر علیؑ رکھو تاکہ نام خدا کی برکت سے اسکی بلندی برقرار رہے اور اس کی بقاء سے نام خدا کی بقاء وابستہ رہے''۔

آپ کے القاب بیشمار ہیں جن میں عالم اسلام کا پسندیدہ ترین نام ''کرم اللہ وجہ'' ہے۔ جو اس امر کی علامت ہے کہ عالم اسلام میں آپ کی تنہا ذاتِ گرامی ہے جس نے بتوں کے آگے سجدہ نہیں کیا اور خود مولائے کائنات کا محبوب ترین لقب ''ابوتراب'' تھا۔ جس سے آپکی عظمت'

انکساری دونوں کا اظہار ہوتا ہے۔

تربیت کا کام خانۂ کعبہ ہی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنبھال لیا تھا اور وہی خانۂ کعبہ سے آ کر لے گئے تھے۔ جبکہ بظاہر ابو طالبؑ کو خبر بھی نہیں تھی۔ اسکے بعد آپ نے مسلسل اپنے ساتھ رکھا اور اپنے کمالات کا مخزن و مصدر قرار دیتے رہے یہاں تک کہ اپنے کو شہر علم اور علیؑ کو اس کا دروازہ قرار دیدیا۔

معنوی رشتہ کے علاوہ بھی ابو طالبؑ کے قلیل الکمال اور کثیر العیال ہونے کی بناء پر جب انکی اولاد کی کفالت کا کام تقسیم کیا گیا۔ تو آپ نے علی علیہ السلام کو اپنے حصے میں لے لیا اور اسطرح شب و روز اپنے ساتھ رکھا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ دس سال گزر گئے تو وحی الٰہی نے بعثت کا اعلان کر دیا۔ اور اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی ایک مددگار کی ضرورت پیش آئی۔ اُدھر حضرت ابو طالبؑ نے اپنی اولاد جعفرؑ اور علیؑ دونوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ منزل عبادت میں بھی اپنے ابن عم کا ساتھ نہ چھوڑیں اور دونوں فرزند برابر باپ کی نصیحت پر عمل کرتے رہے۔

تین سال کی خفیہ تبلیغ کے بعد جب اہل عشیرہ و قبیلہ کو دعوت دینے کا حکم آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ہی حکم دیا کہ دعوت کا انتظام کریں اور قبیلہ والوں کو مدعو کریں۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے جس فرض کو انجام دیا اور 40 افراد کو مدعو کر لیا۔ کھانے کے بعد جب پیغام پیش کرنے کا وقت آیا تو ابو جہل نے جادوگری کا شاخسانہ چھیڑ دیا اور بھاگنے لگے آپؐ نے دوسرے دن کیلئے پھر مدعو کر دیا۔ اور آخر کار اپنا اعلانِ وحدانیت پیش کر دیا۔ جس کیلئے ناصر و مددگار کا مطالبہ بھی کیا اور وصایت و وزارت کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی نے بھی ساتھ

نہ دیا صرف علی علیہ السلام کا اعلان کیا۔ جس پر آپؐ نے انکی وصایت و وزارت وخلافت کا اعلان کر دیا اور ابو طالبؑ کو ان کے احسانات کا پہلا صلہ مل گیا۔

واضح رہے کہ اس دعوت اوّل (ذوالعشیرہ) میں نہ اسلام کے (بعد میں مشہور ومعروف ہونے والے) سوائے اقرباء کے کوئی بھی دعوت میں آنیوالوں میں شامل تھے اور نہ تائید وتصدیق کرنے والوں میں۔ یہ تو تاریخ کی کرامت ہے کہ جن کا کہیں وجود نہ تھا۔ وہ ذمہ داری اسلام میں اوّل ہوگئے اور جس نے سب سے پہلے اس بوجھ کو سنبھالا تھا اسے آخر بتا دیا گیا۔ اور آخر بھی صحیح معنوں میں تسلیم نہیں کیا گیا۔

اسکے بعد عمومی دعوت کا مرحلہ سامنے آیا تو علی علیہ السلام حسب وعدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ شعب ابو طالبؑ کی تین سالہ قید وبند کی زندگی میں بھی ابو طالبؑ کا مستقل طریقہ یہ رہا کہ رات کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہٹا کر ان کی جگہ پر علی علیہ السلام کو لٹا دیتے تھے تاکہ شب کہ وقت حملہ ہوجائے تو میرا بیٹا قربان ہوجائے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اسطرح فداکاری جانثاری علی علیہ السلام کی زندگی کا امتیاز بن گئی اور قدرت نے ابو طالبؑ کی وفات کے بعد بھی علی علیہ السلام نے اسی انداز قربانی کو برقرار رکھا۔ اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی انداز سے بچایا۔

پیغمبرؐ کے دو مددگاروں کا ایک ساتھ انتقال کر جانے کے بعد قدرت نے ہجرت کا حکم دیدیا اور 13 بعثت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کا رُخ کیا۔ اس موقع پر حکم خدا سے علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور وہ رات بھر چین سے تلواروں کی چھاؤں میں سوتے رہے۔ جس سونے کو خدا نے اپنی مرضی کے عوض خرید لیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو تاریخ

میں ایک نیا امتیاز حاصل ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے تمام کفار کی امانتوں کو واپس کیا اور فاطمہؑ بنت پیغمبرؐ فاطمہؑ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر جیسی محترم خواتین کا قافلہ لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں کھسیائے ہوئے کفار نے مزاحمت کی اور آپ نے شدید مقابلہ کر کے اپنے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دیا۔

اُدھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے باہر آپؑ کا انتظار کر رہے تھے اور آپ کے بغیر مدینہ کے محاذ پر تبلیغ کا کام نہیں شروع کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے آنے کے بعد اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر کا کام انجام پایا جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پایا۔ اور خدا کے فضل سے تمام مسلمان اس میں نماز ادا کرنے کو بہترین کار خیر تصور کرتے ہیں اور ابھی تک کسی تعصب کا نشانہ مسجد کو نہیں بنایا گیا۔

مدینہ میں مستقر ہونا تھا کہ کفار مکہ کی طرف سے مزاحمت شروع ہوگئی اور آپ نے جواب دینا شروع کر دیا لیکن بڑا معرکہ بدر کے میدان میں پیش آیا جہاں مدینہ میں 70 میل دور لشکر اسلام میں 313 نہتے افراد تھے اور لشکر کفار میں 950 مسلح سپاہی۔ رات کے وقت مسلمان پیاسے ہوئے تو بدر کے کنویں سے پانی لا کر سارے لشکر کو آپ نے ہی سیراب کیا۔ جس پر جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ نے ایک ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور آپ کو سلام کیا۔ 17/ رمضان 2 ہجری کو یہ معرکہ پیش آیا تو جنگ کے خاتمے پر 70 کفار قتل ہوئے۔ 70 اسیر ہوئے۔ ان مقتولین میں سے 35 تنہا حضرت علی علیہ السلام نے قتل کئے اور 35 کے قتل میں آپ کی امداد شامل تھی۔

بدر کی فتح کے بعد قدرت نے علی علیہ السلام کو اس عظیم کارنمایاں کا انعام دیا اور یکم ذالحجہ کو حضرت علی علیہ السلام کا عقد جنابِ فاطمہؑ سے ہوگیا۔ جن کی خواستگاری کرنے والوں میں بڑے بڑے صحابۂ کرام بھی تھے لیکن قدرت نے فیصلہ کردیا کہ نور کا عقد صرف نور سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا جس کے گھر شب میں ستارہ اترے گا میں اسی سے فاطمہؑ کا عقد کروں گا۔ رات بھر لوگ کوٹھوں پر چڑھے رہے کہ شائد ستارہ ان کے گھر اُترے لیکن ستارہ اپنے مقام سے نکلا مدینہ میں گردش کیا اور سیدھے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی چوکھٹ پر اُتر کر جبیں سائی کی اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی علیہ السلام نہ ہوتے تو آدمؑ اور غیر آدم میں کوئی بھی میری بیٹی فاطمہؑ کا ہمسر نہ ہوتا یہ نورانی رشتہ آسمان پر بھی انجام پایا اور زمین پر بھی انجام پایا۔ مہر کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالبہ پر علی علیہ السلام نے اپنی زرہ بیچ کر زہراؑ کا مہر ادا کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مہر سے 63 درہم کا سامان جہیز خرید کر اپنی بیٹی کو رخصت کردیا اور اسلام میں شادی کا بہترین تصور اور سادگی کا عظیم ترین مرقع سامنے آگیا۔ کیا نبیؐ کی بیٹی سے عظیم تر کسی کی بیٹی یا نبیؐ کے داماد سے بالاتر کسی کا داماد ہوسکتا ہے۔

۳ ہجری کفار مکہ نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کا منصوبہ بنایا اور تین ہزار کے لشکر سے مدینہ پر حملہ کردیا۔ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہؑ اور چند مخلص اصحاب نے میدان احد فتح کرلیا تھا، لیکن بعض اصحاب کی طمع دنیا اور مخالفت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نقشہ بدل دیا اور صورت حال اتنی خراب ہوگئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا اور تازہ مسلمان اپنے پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اُحد کی پہاڑیوں پر جان بچانے کو دیتے بھاگتے تھے۔ صرف دو تین افراد تھے جو جان کی بازی لگائے رہے اور حضرت حمزہؑ و مصعبؓ جیسے افراد کی

شہادت کے بعد تنہا حضرت علی علیہ السلام دفاع کرتے رہے اور آخر میں علی علیہ السلام نے ہی دختر پیغمبرؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کی مدد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کا علاج کا انتظام کیا۔ اس جنگ میں شہادت کی سعادت حضرت حمزہؓ کو نصیب ہوئی کہ آپ سید الشہداء قرار پائے اور فتح کا سہرا شیر خدا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سر بندھا تنہا رسولؐ کی مدافیعت کی۔ معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جناب حمزہؓ کی لاش کی بے حرمتی کی پیٹ چیر کر کلیجہ نکالا اور چابا اللہ تعالیٰ نے انکے کلیجہ کو پتھر کے مانند بنا دیا تو وہ چاب نہ سکی اور نکال دیا۔ مدتوں نبی کریمؐ آپ کے غم میں روتے رہے اور لوگوں کو آپ پہ آنسو بہانے کا حکم دیا۔ حسین ابن علی علیہ السلام کی شہادت سے قبل تک آپکی خاکِ تربت کا سجدہ گاہ بنا کر تمام مسلمان سجدہ کیا کرتے تھے۔

انفرادی طور پر کفار قریش نے شکست کے بعد یہودی وغیرہ سے مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اس طرح ۵ ہجری میں تمام قبائل اور یہودی ونصرانی و کفار ملکر حملے کیلیئے آ گئے۔ اور لشکر اسلام پر غضب کا ہراس وخوف طاری ہوگیا۔ لوگ عمرو بن عبدود کے قصیدے سُنانے لگ گئے۔ کوئی اپنی جگہ سے ہلنے تیار نہ تھا مقابلہ درکنار دل میں سوچ رہے تھے کہ رسولؐ اللہ نے ہم کو مروا دیا۔ رسولؐ اللہ کے بار بار پکارنے کے باوجود کے کون ہے جو اس کتّے کے مقابل جائے۔ سوائے ایک شیر خدا علیؑ ابن ابیطالب کے جو بار بار کہہ رہے تھے ''انا یا رسولؐ اللہ'' جب آپ جانے لگے تو نبیؐ اکرم نے سر پر عمامہ باندھا تلوار حمائل کی اور ارشاد فرمایا کہ کُل ایمان کُل کفر کے مقابل جا رہا ہے۔ علیؑ نے میدان میں اسکا مقابلہ کرکے یہ تیغ کر دیا۔ اور رسولؐ اکرم نے علیؑ کی اس ضربت کو ثقلین کی عبادت سے زیادہ وزنی قرار دیا۔

۵ ہجری شوال میں جنگوں سے قدرے فرصت پانے کے بعد مسلمانوں کے تقاضے پر

ذیعقدہ ٦ ہجری میں عمرہ کا ارادہ کا اور کفار مکہ کو اطلاع کر دی کہ ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن انہوں نے مکہ میں داخلہ سے روک دیا اور رسولؐ اکرم بھی اس امر پر راضی ہوگئے ۔اور صلح نامہ کی کتابت کا کام بھی حضرت علیؑ ہی نے انجام دیا کچھ مسلمانوں نے اس صلح کو رسولؐ اللہ کی کمزوری تصور کر کے آپ کی نبوت پر شک کرنے لگے تاریخ میں ان پیش پیش رہنے والے اصحاب کے نام موجود ہیں۔

۷ ہجری میں مدینہ سے نکالے ہوئے یہودیوں نے خیبر کے یہودیوں سے ملکر سازش کی اور اسلام سے انتقام کا منصوبہ بنایا۔تو رسولؐ اکرم کے یہودیوں کی سرکوبی کیلئے مقام خیبر تک پہنچ گئے اور قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور باری باری تمام اصحاب انچالیس دن تک جاتے رہے لیکن راہِ فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔تو رسولؐ اکرم نے باقاعدہ اعلان کر دیا کہ ''کل علم اسے دونگا جو مرد میدان کرار غیر فرار اور وہ اللہ و رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ و رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہونگے'' دوسرے دن نماز کے ساتھ ہی نبیؐ اکرم نے نادِ علیؑ کہنا شروع کیا اِدھر نبیؐ نے پکارا اور اِدھر علیؑ خیبر تشریف لائے ۔آپ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔رسولؐ اکرم نے اپنا لعاب دہن آپ کی آنکھوں میں لگایا۔آپکی آنکھیں جو دکھتی تھیں ٹھیک ہوگئیں آپ نے قلعہ کے پاس پہنچتے ہی پتھر میں اپنا نیزہ گاڑا۔اُدھر کاہنوں نے جب نام علیؑ کا سُنا اطلاع دیدی کہ یہ فاتح ہے۔علیؑ نے حارثؔ، عنترؔ و مرحبؔ جیسے پہلوانوں کو دو دو کر دیا۔آگے بڑھکر دروازہ اکھڑا اور اسے چالیس ہاتھ دور پھینک دیا۔جسے چالیس آدمی کھولتے اور بند کرتے تھے۔

۸ ہجری میں بنی خزاعہ کے ایک فرد کو عین حرم خدا میں قتل کر دیا گیا تو آپ رسولؐ اکرم اپنے حلیفوں کی فریاد پر دس ہزار کا لشکر لیکر روانہ ہوگئے ۔رمضان ۸ ہجری میں مکہ کیلئے روانگی عمل

میں آئی اور آپ نہایت شان وشوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔اس احساس ذلت وخواری نے ابوسفیان و معاویہ جیسے افراد کو مسلمان بنا دیا آپ نے خانہ خدا میں نماز ادا کرنے کے بعد حضرت علیؑ کو اپنے کاندھوں پر بلند کر کے طاق کعبہ سے تمام بت گرا دیئے اور اسطرح علیؑ ''بت شکن'' قرار پا گئے۔

۸ ہجری ۱۰/ شوال مکہ سے واپسی کے موقع پر جنگ حنین درپیش ہوئی جہاں پر خطرناک قسم کے جنگجو وادی میں تاک میں بیٹھے تھے اِدھر رسالتمآبؐ کو اسکی اطلاع مل گئی اِدھر مسلمانوں کا بارہ ہزار کا لشکر تھا جس کی بناء پر ان میں غرور پیدا ہو گیا تھا خدا پر بھروسہ نہیں کر کے کثرت پر بھروسہ کرنے لگے۔آخر کار جب دشمن کی طرف سے تیر بارانی ہوئی تو تمام مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے صرف ۹ آدمی بنی ہاشم سے تھے جو نبی کریمؐ کی حفاظت فرما رہے تھے اور تنہا علیؑ کی تلوار تھی جو برق کی طرح دشمن کے سروں پر کوندتی تھی۔

۹ ہجری میں ہرقل روم کی تیاری کی خبر پا کر آپ نے تمام مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا اور عظیم قافلہ لیکر نکل پڑے۔لیکن آپ کے علم میں تھا کہ دشمن میں مقابلہ کا حوصلہ نہیں ہے اور جنگ کی نوبت نہ آئیگی اسلئے حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام وخلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا۔علیؑ کے اصرار پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے موسیٰؑ کی ہارون سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

تبوک کی بلا جنگ کامیابی کے بعد تبلیغ سورہِ برات کا مرحلہ پیش آیا جس کام پر پہلے حضرت ابوبکر مامور ہوئے۔اس کے بعد وحی الٰہی سے انہیں واپس بلوایا گیا اور یہ کام حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔اورانہوں نے حج اکبر کے موقع پر برات مشرکین کا اعلان کر دیا۔

۹ ہجری حج کے موقع پر اس اعلان کے بعد ۲۹ رذی الحجہ کو نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کی نوبت آ گئی کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ ہونے پر اصرار کیا اور قرآن کا کوئی پیغام ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے تو رسولؐ اللہ نے بحکم خدا مباہلہ کی دعوت دیدی۔ آپؐ عورتوں میں جنابِ فاطمہ زہراؑ، بیٹوں میں حسنؑ وحسینؑ اور انفسنا کی منزل میں حضرت علیؑ کو لے کر روآنہ ہوئے جنکے چہرے دیکھ کر عیسائیوں کے عالم نے کہا میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دُعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیگا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے روئے زمین پر کوئی بھی نصرانی باقی نہ رہے گا اور اپنی شکست کا اعتراف کرلیا اور اسلام اپنی تاریخی فتح سے ہمکنار ہوا۔ اور علیؑ نفسِ رسولؐ قرار پائے۔ شبِ ہجرت نفس اللہ قرار پائے اور مباہلہ میں نفس رسولؐ۔

۱۰ ہجری ۲۵ ذیعقدہ کو رسولؐ اکرم حجۃ الوداع کیلئے روآنہ ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا اب بس ایک ہی فریضہ باقی رہ گیا وہ اعلانِ ولایت امیر المومنین پس بحکم خدا مقامِ غدیر میں قافلہ کو روک کر آگے بڑھنے والوں کو واپس بلایا گیا جو پیچھے رہ گئے ان کا انتظار کیا گیا۔ تمام جھاڑوں کو کاٹ کر کوڑا کرکٹ صاف کیا گیا۔ پالانِ شتر کا ممبر تیار کیا گیا رسولؐ اکرم نے علیؑ ابن ابیطالبؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا۔ ''من کُنتُ مولاہُ فھٰذا علیٌ مولا''، جس جس کا میں مولا ہوں آج سے یہ علیؑ اسکے مولا ہیں جس پر تمام اصحاب نے بیعت کی اور حضرت عمر نے سب سے پہلے مبارکباد دی کہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اہل یمن کی طرف تبلیغی کام کیلئے روآنہ فرمایا تھا جہاں آپ نے ایک دن سارے قبیلہ ہمدان کو مسلمان بنا لیا تھا وہیں سے حجۃ الوداع کیلئے قربانی کے جانور لیکر آئے تھے اور نبیؐ اکرم کے قافلے میں شامل ہوئے آخر وقت میں رسول اکرمؐ

نے ایک لشکر رومیوں سے مقابلہ کیلئے تیار کیا اور اسامہ بن زید کو تمام صحابہ کا سردار بنا کر اعلان کر دیا کہ جو لشکر اسامہ میں نہ جائیگا اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اس سرداری سے صرف علیؑ کو الگ رکھا تھا کہ انہیں اپنے سے جدا کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا باقی حضرت ابوبکر و عمر جیسے افراد کو بھی اسامہ کی سرداری میں دیدیا تھا۔

نبیؐ اکرم نے آخری وقت میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا آپ آخری مرتبہ مسجد میں حضرت عباس ابن عبدالمطلب اور حضرت علیؑ کے سہارے تشریف لے گئے ارشاد فرمایا میں تم میں دو گرانقدر (ثقیل) چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک قرآن ہے دوسرے اہلبیتؑ ۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے۔ ان سے جدا نہ ہونا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ آپ کچھ وصیت بھی لکھ کر دینا چاہتے تھے لیکن آپ کو دوات وقلم نہیں دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ معاذ اللہ ''ہذیان بک رہے ہیں''

اس کے بعد رسول اکرمؐ کے مرض الموت کی شدت میں اضافہ ہو گیا اور آپ نے وقتِ آخر حضرت علیؑ کی آغوش میں سر رکھ کر دنیا سے رحلت فرمائی حضرت علیؑ ہی نے آپ کے غسل وکفن کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کیا جبکہ بقول ابوالفداء حضرت ابوبکر و عمر شریک بھی نہیں ہوئے اور سقیفہ سازی میں مصروف رہے۔

حضرت علیؑ تجہیز و تکفین رسولؐ میں مصروف تھے کہ مسلمانوں نے سقیفہ میں جمع ہو کر بہ ہزار دقت خلافت کا فیصلہ کر لیا اور غدیری اعلان کو نذر انداز کر کے حضرت علیؑ کو ان کے واقعی حق سے محروم کر دیا۔ جس کے بعد آپ نے خانہ نشینی اختیار کر لی۔ خانہ نشینی کے دوران میں آپ نے قرآن مجید کو اس کے تنزیلی اشارات اور توضیحات کے مطابق جمع فرمایا لیکن جب پیش کیا گیا تو

اُسے قبول کرنے سے انکار کردیا گیا اور امت اسلامہ ایک بہت بڑے علمی ذخیرے سے محروم ہوگئی۔

جب خلیفہ کے بیعت کا سلسلہ جاری ہوا تو علیؑ ابن ابی طالبؑ سے بھی مطالبہ کیا گیا۔ گھر میں گوشہ نشینی کے زمانے میں آپ پرظلم و جور سے گلے میں رسّی ڈالکر مشکلکشائے اسلام وکائینات کو مسجد میں لائے فاطمہؑ کے دروازے پر لکڑیاں جمع کی گئیں اور جلتا ہوا دروازہ جنابِ سیدہ کے پہلو پر گرایا گیا جس سے حضرت محسنؑ کی شکم اقدس میں شہادت ہوگئی اور آپکی پسلیاں ٹوٹ گئیں جسکے صدمے سے ۷۵ یا ۹۵ دن میں آپکی شہادت ہوگئی۔ علیؑ کو مجبور کیا گیا اور آپ نے اپنا استحاق پیش کیا کہ بیعت لینے کا تم لوگوں سے زیادہ میں حقدار ہوں۔ کچھ لوگوں کو چھوڑ کر جس میں علیؑ اور بنی ہاشم کے کچھ افراد تھے اور کچھ لوگوں کے سوائے سارے مسلمانوں سے بیعت لی گئی۔ بعض تواریخ میں بیعت کے سلسلہ میں مبالغہ آمیزی ہوئی جس زمانہ میں احادیث وتواریخ گڑھی جاتی تھیں۔ اگران تواریخ کی رو سے دیکھیں تو پھر معرکۂ کرب وبلا نہ ہوتا تھا۔ جہاں حسینؑ نے اسی انکار بیعت کی بناء پر اپنا سر کٹوا دیا لیکن بیعت نہ کی۔

حضرت علیؑ نے اس سخت ترین مصیبت کا بھی نہایت درجہ صبر وشیکبائی سے مقابلہ کیا اور تلوار نہیں اٹھائی کیونکہ رسول اکرمؐ کی وصیت تھی کہ اگر یاور وناصر پانا تو تلوار اٹھانا ورنہ صبر کرلینا اسی میں اسلام کی بقاء ہے۔

حضرت علیؑ نے خانہ نشینی کے زمانے میں بھی جب بھی اسلام پر وقت آیا ہے مشکلکشائی کرتے رہے۔ برابر حکام وقت کی مدد کرتے رہے اور انہیں نیک مشورہ دیتے رہے اور کسی ایسے اقدام میں کوتاہی نہیں کی جس میں اسلام اور امت اسلامیہ کی بھلائی ہو۔ جس میں شریک نہ ہونے

سے اسلام کی رسوائی کا خطرہ ہو۔لیکن آپ کو آپ کا حق نہیں دیا گیا۔

۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان اپنی اقرباء پروری اور بنی امیہ نوازی کے سبب قتل کردیئے گئے۔مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کی ناانصافیوں کے خلاف علم احتجاج بلند کرکے انہیں خانۂ قید کردیا اور آخر کارتہہ تیغ کردیئے گئے اس محاصرہ کے دوران حضرت علیؑ ہی ان کیلئے پانی کا بندوبست کرتے رہے۔

قتل حضرت عثمان کے موقع پر حضرت عائشہ مکہ میں تھیں اور انہوں نے بار بار مسلمانوں کو ان کے قتل پر آمادہ بھی کیا کہ ان کی مثال نعثل یہودی جیسی ہے اور انہوں نے سنتِ رسول کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہے۔ان کا خیال تھا کہ ان کے قتل کے بعد خلافت طلحہ یا زبیر کو مل جائیگی لیکن جب انہیں راہ مکہ میں یہ معلوم ہوا کہ خلافت حضرت علیؑ کو مل گئی ہے تو فوراً نعرہ تبدیل کردیا اور فرمایا عثمان مظلوم مارے گئے ہیں اور ان کے خون کا انتقام ضروری ہے۔قتل ہونے کا الزام حضرت علیؑ پر لگایا گیا اور ان سے جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

بصرہ حضرت علیؑ کے چاہنے والوں کا مرکز تھا لہذا حضرت عائشہ نے پہلے اس مرکز پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور تیس ہزار کا لشکر لیکر روآنہ ہوگئیں۔۲۵ جمادی الثانی ۳۶ھ کو بصرہ پہنچ کر حضرت علیؑ کے گورنر عثمان بن حنیف پر حملہ کردیا اور انہیں بے حد اذیت دی یہاں تک کہ سر اور داڑھی کے بال تک نوچ ڈالے۔امیر المومنینؑ ربیع الاوّل میں روآنہ ہوچکے تھے لیکن حضرت عائشہ کا لشکر پہلے پہنچ گیا اور آپ مقام ذی قار پر تھے جب عثمان بن حنیف نے آکر فریاد کی اور آپ نے ۱۵ جمادی الثانیہ کو بیس ہزار کا لشکر لیکر بصرہ میں نزول فرمایا۔ادھر طلحہ و زبیر (یہ دونوں وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور مروان ابن حکم نے اسی جنگ جمل

میں طلحہ کو تیر مارا یہ کہہ کر کہ میں اب اصلی حضرتِ عثمان کے قاتل کو قتل کر رہا ہوں) نے راتوں رات علیؑ کے قتل کا منصوبہ بنا کر حملہ کر دیا جس کے بعد جنگ کا آغاز ہوگیا۔حضرت علیؑ نے متعدد ذرائع سے حضرت عائشہ کو سمجھایا اور طلحہ و زبیر کو بھی نصیحت کی کہ ''حرم رسولؐ'' کو سرِ میدان لانا اسلامی غیرت کے منافی ہے لیکن کسی فہمائیش کا کوئی اثر نہ ہوا۔اور بالآخر ایسا دن پڑا کہ نتیجہ میں تیرہ ہزار حضرت عائشہ کے سپاہی اور پانچ ہزار حضرت علیؑ کے مجاہدین کام آئے بالآخر امام حسن نے ناقہ کے پاؤں کاٹ دیئے اور ہودج زمین پر آرہا۔آپ نے نہایت درجہ احتیاط سے انہیں سنبھالنے کا انتظام کیا اور چالیس خواتین سپاہیوں کے ساتھ محمد ابن ابوبکر کی سرکردگی میں انہیں مدینہ واپس پہنچا دیا۔جس کا احساس انہیں زندگی بھر رہا اور حضرت علیؑ کی شرافت کا برابر تذکرہ کرتی رہیں۔جمل کے فتح ہوجانیکے بعد آپ نے ۱۶ رجب ۳۶ھ کو ابن عباس کو بصرہ کا گورنر بنا کر واپسی کا قصد فرمایا اور عراق کے خطرہ کے پیش نظر کوفہ کو مستقل دارالحکومت قرار دیدیا۔

اُدھر جنگ جمل کے زیر اثر موقع سے فائیدہ اٹھا کر معاویہ نے بھی شام میں بغاوت کا اعلان کر دیا اور حضرت علیؑ کے گورنر سہیل بن حنیف کو نکال باہر کر دیا۔انہوں نے حضرت سے شکایت کی۔آپ نے فہمائیش کے خطوط لکھے (جو نہج البلاغہ اور دیگر تواریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں) لیکن کوئی اثر نہ ہوا تو معاویہ کی سرکوبی کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔شوال ۳۶ھ میں ۹۰ ہزار کا لشکر لیکر آپ مقام رقہ پر پہنچے۔ادھر ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر معاویہ کا تھا۔معاویہ کے لشکر نے صفین میں دریا پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔حضرت علیؑ نے جوابی کارروائی کا حکم دیدیا اور لشکر نے دریا کو واپس لے لیا تو فرمایا۔خبردار!تم پانی نہ بند کرنا۔لیکن مزاحمتوں کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ محرم ۳۷ھ آگیا اور جنگ موقوف ہوگئی۔اسکے بعد صفر کے شروع ہوتے ہی لشکر شام نے پھر

حملہ کردیا اور گھمسان کی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ایک ہفتہ تک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ لشکر شام کے ۳۵ ہزار اور لشکر علیؑ کے کوئی ۱۷ ہزار افراد کام آ گئے اور عمرو عاص جیسے افراد نے اپنے کو برہنہ کر کے جان بچانے کی تدبیر نکالی اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔

اس درمیان وہ قیامت خیز رات بھی آئی جسے ''لیلۃ الہریر'' کہا جاتا ہے اور جس میں تمام رات جنگ جاری رہی اور طرفین کے ۳۶ ہزار افراد مارے گئے۔خود حضرت علیؑ نے اپنے دست مبارک سے ۹۰۰ افراد کو واصل جہنم کیا اور مالک اشتر معاویہ کے خیمے تک پہنچ گئے۔قریب تھا کہ معاویہ کا خاتمہ ہو جائے اور جنگ اپنے آخری فیصلہ سے ہمکنار ہو جائے کہ عمرو عاص نے پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کر دیئے کہ ہم قرآن سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اسطرح لشکر علیؑ میں پھوٹ پڑ گئی اور ایسے جاہل افراد بھی سامنے آ گئے جو اہلبیتؑ کے مقابلے میں قرآن کو استعمال کرنے پر راضی ہو گئے اور مجبوراً حضرت علیؑ کو عزت قرآن کی خاطر جنگ موقوف کرنا پڑی۔اور عوام الناس نے باہم تحکیم کا فیصلہ کر لیا حضرت علیؑ کی طرف سے انہیں لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کیا اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص کو۔دونوں حکم ایک مقام پر جمع ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری نے عمرو عاص کے چکر میں آ کر منبر پر جا کر اعلان کر دیا کہ میں علیؑ کو معزول کرتا ہوں۔قوم اپنا حاکم خود منتخب کرلے اور عمرو عاص نے اعلان کر دیا کہ جب علیؑ کو ان کے نمائندوں نے معزول کر دیا ہے تو میں معاویہ کا تقرر کرتا ہوں اور اسطرح عوامی انتخاب کا نتیجہ معاویہ کی حاکمیت کی شکل میں سامنے آ گیا اور اس قرآن کا دور دور تک ذکر نہیں آیا جس سے فیصلہ کرانے کے لے جنگ روکی گئی۔

صفین کے بے پناہ قتل وخون کے بعد معاویہ کی چال سے حکمین کا فیصلہ اور اس کے بعد محمد ابن ابی بکر اور مالک اشتر کا خوں قتل، یہ وا واقعات تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کر دیا کہ

معاویہ کے ساتھ ایک وفیصلہ کن جنگ کریں اور اس سلسلہ میں آپ نے لشکر فراہم کرنا شروع کردیا۔آپ کے لشکر میں ۴۰ ہزار سپاہی تجربہ کار اور ۱۷ ہزار غیر آزمودہ تھے۔امام حسنؑ، قیس بن سعد اور ابوایوب انصاری ۷۰۔۱۰ ہزار کے لشکر کے سردار تھے لیکن لشکر کی روانگی سے قبل ہی عبد الرحمٰن ابن ملجم نے عین حالت سجدہ میں مسجد کوفہ کے محراب میں آپ کو شہید کردیا اور یہ منصوبہ مکمل نہ ہوسکا۔جس طرح کہ حیات پیغمبرؐ کا آخری معرکہ (زیر سرداری اسامہ بن زید) اصحاب کی نافرمانی کی بنا پر نامکمل رہ گیا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہ

اسم مقدس	:	فاطمہ
والد	:	پیغمبر آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ و آلہٖ وسلم
والدہ	:	ملکۃ العرب حضرت خدیجۃ کبریٰؑ
تاریخ پیدائش	:	۲۰ / جمادی الثانی، بعد بعثت ۵ سال، م ۶۱۵ء بروز جمعہ ہجرت سے ۸ سال ۸ مہینے ۲۲ دن قبل (امام محمدؑ باقر)
مقام پیدائش	:	مکہ مکرمہ
القابات	:	السیدہؑ، زہراؑ، طاہرہؑ، عذراؑء، الزکیہؑ، المرضیہؑ، البتولؑ
کنیت	:	اُم الحسنؑ، اُم الحسینؑ، اُم الحسنینؑ، اُم السبطین، اُم ابیہہ
شہادت	:	۵۷ دن بعد وفات رسولؐ ۱۳، ۱۴، ۱۵ جمادی الاوّل ۱۱ھ روایت ۹۰ دن ۳ جمادی الثانی ۱۱ھ
سبب شہادت	:	احراق در بتول
اولادیں	:	دو بیٹیاں، تین بیٹے (امام حسنؑ، امام حسینؑ، شہزادی زینبؑ شہزادی کلثومؑ (حضرت محسنؑ کی شکم مطہر میں وفات)

جناب فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ سلام اللہ علیہ

۶۱۲ء یا ۶۱۵ء حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی ولادت یوم جمعہ ۲۰/ جمادی الثانی بعد بعثت ۵ سال اور ہجرت سے ۸ سال ۸ مہینے اور ۲۲ دن قبل ہے۔ یہ ہے مطابق ۶۱۵ء یہ تاریخ پیدائش امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور یہی قول ہمارے ہاں معتبر ہے۔ آپکی کنیت اُم الحسنؑ، اُم الحسینؑ، اُم الحسنینؑ، ام السبطینؑ، ام ابیہا ہیں (یعنی اپنے باپ کی ماں) آپ کے القاب السیدہ، زہرا، الطاہرا، عذرا، الزکیہ، المرضیہ، البتول آپ کو بتول اس وجہ سے کہتے تھے کہ آپ کا کوئی نظیر، حسن و جمال وصفات میں نہ تھا۔ جناب فاطمہؑ ایک دن میں اتنا بڑھیں کہ جتنا باقی بچے ایک مہینہ میں بڑھتے اور روز مہینے اتنا بڑھتیں کے باقی بچے جتنا سال بھر میں بڑھتے تھے۔ (احسن المقال، ص ۱۷۱)

جناب فاطمہؑ کا درجہ افضلیت بہت اعلیٰ تھا۔ بچپن ہی سے نبیؐ اکرم اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتے تھے اپنی بیٹی کا حد درجہ احترام کرتے تھے کبھی رنجیدہ خاطر نہ ہونے دیا۔

نبیؐ اکرم اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کبھی فاطمہ زہراؑ کو آزردۂ خاطر نہ ہونے دیا۔ شیخ صدوقؒ نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرمؐ کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی سے وداع ہوتے اور جب کسی سفر سے پلٹ کر آتے تو سب سے پہلے فاطمہؑ کے گھر جاتے اور کچھ دیر وہاں رہتے اور پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔ اور ایک مشہور روایت ہے کہ جب کبھی جناب فاطمہؑ تشریف لاتیں نبیؐ اکرم بیٹی کی تعظیم کیلئے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور جناب سیدہ کو اپنی مسند پر بیٹھا کر آپ بھی بیٹھتے تھے۔ شیخ طوسیؒ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بات کرنے میں رسولؐ خدا کے ساتھ فاطمہؑ سے

زیادہ شباہت رکھتا ہو۔ جب فاطمہؑ رسولؐ کے پاس آتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور ان کے ہاتھوں کو بوسے لیتے اور اپنی جگہ بیٹھاتے اور جب حضرت فاطمہؑ کے گھر جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور ان کا استقبال کرتیں اور آنحضرتؐ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتی۔ (منتھیٰ الاعمال، ص ۱۶۸)

آیت تطہیر کے نازل ہونے کے بعد سے نبیؐ اکرم روز آنہ جنابِ سیدہؑ کے گھر بعد نماز صبح تشریف لاتے اور با آوازِ بلند فرماتے "**السلام علیک یا اھلِ بیت النبوہ و معدنِ الرسالۃ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْس** (سورہ احزاب ۳۳) یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔

منتھیٰ الاعمال صفحہ ۱۶۹ پر شیخ عباس قمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جناب فاطمہؑ اس امت میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھیں۔ وہ عبادت خدا میں اتنی دیر کھڑی رہتی کہ ان کے پاؤں متورم ہو جاتے جب پیغمبرؐ اکرم نے ان سے پوچھا کہ عورت کیلئے سب سے بہتر چیز کیا ہے تو فاطمہؑ نے فرمایا! کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے نبیؐ اکرم نے اپنی نور چشم کو سینے سے لگا لیا۔ ابن بابویہ نے سند معتبر حضرت امام حسنؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شب جمعہ میری والدہ محراب عبادت میں کھڑی ہوتیں اور عبادت خدا میں مشغول رہتیں اور ساری رات رکوع وسجود وقیام میں دعا کرتی رہتیں۔ یہاں تک کہ صبح ہوتی، میں نے سُنا کہ وہ ہمیشہ مومنین ومومنات کیلئے نام لے کر بہت دعا کرتیں۔ میں نے کہا کہ مادر گرامی آپ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتی جیسا کہ دوسرے لوگوں کیلئے دعا کرتی ہیں فرمایا! بیٹا پہلے دوسروں کو بھلا چاہے پھر اپنا۔ راوندی نے امیر المومنینؑ سے راویت کی ہے کہ ایک نابیناء شخص نے فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو فاطمہؑ پردے میں چلی گئیں۔ پیغمبرؐ خدا نے فاطمہؑ سے فرمایا! تم

نے اپنے آپ کو کیوں چھپایا حالانکہ یہ نابیناء ہے تمیں دیکھ نہیں سکتا۔عرض کیا! وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اگر میں پردہ میں نہ ہوئی تو وہ میرے خوشبو محسوس کرے گا۔آپؐ نے فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔نیز روایت ہے کہ حضورؐ اکرم نے صحابہ سے عورت کی حقیقت و مائیت کے متعلق سوال کیا تو ہو کہنے لگے کہ عورت مستور ہے فرمایا! کس وقت عورت خدا کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے؟ اصحاب جواب نہ دے سکے آپؐ نے سُنا تو فرمایا! کہ عورت سب سے زیادہ خدا کے نزدیک اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کی چہار دیواری کے اندر رہو اور گھر سے باہر نہ نکلے۔آنحضرتؐ نے فرمایا! بیشک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

تسبیح فاطمہ: جو برکتیں اس بی بی کے سبب ہم تک پہنچی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ان میں سے ایک تسبیح فاطمہؑ مشہور ہے کہ جس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور جو شخص اس تسبیح پر مداومت کرے وہ شقی و بدعاقبت نہیں ہوگا اور حضرت صادقؑ کے نزدیک ہر نماز کے بعد اس کا پڑھنا ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور زیادہ مشہور طریقہ اس کا یہ ہے، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، جس کا مجموعہ دعائے نور ہے۔دعائے نور جو اس بی بی نے جناب سلمان فارسیؓ کو تعلیم فرمائی تھیں اور فرمایا تھا اگر چاہتے ہو کہ تمہیں کبھی بخار نہ آئے تو اسے پڑھو کبھی ترک نہ کرو۔

عظمت جناب سیدہ علیہم السلام: ارشادِ نبی اکرمؐ ہے کہ:

ا) فاطمه بضعة منى بريبنى مارا جها و يو ذينى ما اذاها

فاطمہؑ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اُسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اُسے اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی (مسند احمد ابن حنبل، ج ۴، ص ۳۲۸، خصائص نسائی، ص ۳۵)

۲) فاطمۃُ بضعۃُ منی ،فمن اعضبھا فقد اغضبنی

فاطمہؑ میرے وجود کا حصہ ہے، جس نے اس کا غضب مول لیا اُس نے میرا غضب مول لیا (صواعق محرقہ، ص ۱۱۳)

۳)من عرف ھذہٖ فقد عرفھا و من لم یعرفھا ،فھی بضعۃُ منی ھی قلبی و روحی التی مین جنتی اذاھا فقد اذانی

اے لوگو! جو میری اس دُختر کو جانتا ہے تو وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا ہے تو وہ جان لے کہ وہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ یہ میرا دل، میری روح ہے جو میرے دونوں پہلوؤں میں موجود ہے جس نے اُس کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی (نور البصار، ص ۴۱، فصول المہمہ ۱۵)

۴) فاطمۃُ بضعۃ منی من آذاھا فقد اذانی من غضبھا فقد اغضبنی

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اُسے اذیت دی اسنے مجھے اذیت دی جس پر غضب ہوئیں میرا بھی غضب ہے اس پر

۵)انما فاطمۃ شجنۃ منی بیطنی ما یبطھا و یقبضنی مایقبضھا

بے شک فاطمہؑ میری شاخ ثمر بار ہے جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے اس چیز سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے اور جس چیز سے اسے تکلیف ہوتی ہے اس چیز سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ (مناقب فاطمہ، ۳۱، طاہر القادری)

مفضّل ابن عمر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ نے خاتم النبیینؐ سے شادی کا اعلان کیا تو قریش مکہ کی تمام عورتوں نے جدۃ السادات کا بائیکاٹ کر دیا اور کسی عورت کو اس مخدرہ کونین کے ہاں نہیں آنے دیتی تھیں۔

جناب خدیجہؑ گو اپنی تنہائی پر بھی افسوس رہتا ہی تھا لیکن بی بی کو زیادہ سلطان انبیاءؐ کی فکر

ستائے رکھتی تھی کہ کہیں قریش مکہ کی عورتوں کی مجھ سے ناراضگی کا اثر آنحضورؐ پر نہ پڑے۔ جب حضرت فاطمہؑ کا نور مقدس جناب خدیجۃ الکبریٰؑ میں قرار پایا تو جناب خدیجہؑ کی تنہائی ختم ہوگئی۔ جب آنحضورؐ باہر تشریف لیجاتے تو بی بی اپنی ماں کی غمگساری کرتیں تنہائی میں مونس ہوتیں اور صبر کی تلقین کرتیں۔ جنابِ خدیجہؑ نے نبی اکرمؐ سے کبھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ ایک دن آنحضورؐ نے خدیجہؑ کی گفتگو کی آواز سُنی تو فرمایا! یہ تنہائی میں کس سے باتیں کر رہی ہو۔ حضرت خدیجہؑ نے کہا! اللہ تعالیٰ نے میری تنہائی کا مونس پیدا کر دیا ہے۔ میرے شکم میں جو بچہ ہے آپ کی عدم موجودگی میں مجھ سے ہم کلام رہتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! یہ بچہ نہیں ہے بچی ہے میری نسل کی امین میری ذریت کی امین اسی کی اولاد میں سے امامت کا سلسلہ چلے گا۔

جب معصومہ کونینؑ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت خدیجہؑ نے قریش کی عورتوں کے پاس پیغام بھیجا لیکن کوئی امداد کو نہ آیا، حضرت خدیجہؑ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ آخر میں اس وقت تو میرے پاس کسی عورت کو ہونا چاہیے۔ انہی تفکرات میں تھیں کہ اچانک چار مستورات مثل بنی ہاشم نمودار ہوئیں ان میں سے ایک نے عرض کیا اے خیرالاولین وآخرین کی رفیقہ حیات آپ گھبرائیں نہیں ہمیں اللہ نے آپ کی اس تنہائی کو دور کرنے کی خاطر بھیجا ہے۔ میں خلیل خدا کی زوجہ سارہ ہوں یہ آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہے۔ یہ مریم مادر عیسیٰ ہے اور یہ کلثوم خواہر حضرت موسیٰؑ ہیں۔ ان مخدرات کی تشریف آوری کے کچھ لمحے بعد جناب سیدۂ کونینؑ کی ولادت ہوئی اور بعد از ولادت بی بی نے یہ کلمہ ادا کیا۔

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان ابی رسول اللہ سید انبیاء ان بعلی سید الاوصیاء و ولدی والاسباط سادتی ۔ پھر بی بی نے ایک ایک مستور کا نام لیکر انہیں سلام کیا۔ ان تمام بی

بیوں نے جناب خدیجہ کو مبارکباد دی اسی اثناء میں ارض وسما کے مابین ایسی روشنی دیکھی گئی جو قبل ازیں کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی:

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے والد بزرگوار محمد مصطفیؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبد الغری بن قصیٰ ہیں۔ جنابِ رسول خداؐ سے چوتھی پشت میں ملتی ہیں۔حضرت خدیجہ کے والد قریش کے معزز رئیس تھے۔ بہت صاحب ثروت تھے حضرت خدیجہ کی ولادت ۵۵۵ء میں ہوئی بالحاظ سیادت وشرافت ان کو قریش سیدۃ النساء کہتے تھے۔ چونکہ انکے والد ضعیف ہوگئے تھے حضرت خدیجہؑ اپنے والد کے کاروبار تجارت کی منصرم تھیں۔اسی سلسلے میں جناب رسالت مآبؐ کی صفات وخصائل سے واقفیت ہوئی جناب محمد مصطفیؐ کی راست گوئی دیانتداری،خوش معاملگی اور حسن انتظام سے متاثر ہوکر حضرت خدیجہؑ نے پیغام نکاح بھیجا۔

حضرت خدیجہؑ رسولؐ خدا کی سب سے پہلی بیوی (۲) حلقۂ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں (۳) سب سے پہلے رسولؐ خدا نے اپنی بعثت کا تذکرہ خدیجہ سے کیا (۴) سب سے پہلے نماز خدیجہ نے رسولؐ خدا کے ساتھ پڑھی (۵) سب سے پہلے حضرت خدیجہؑ نے جناب رسولؐ خدا کی تصدیق کی (۶) حضرت علیؑ کی پرورش کرنے کا اعزاز ان کو حاصل ہوا (۷) دنیا کی چار بہترین عورتوں میں سے ایک ہیں (۸) جدہ آئمہ ہیں۔

جناب سیدہؑ کے چند معجزات

احسن المقال شیخ عباسؒ قمی ،ص ۱۷۳ ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے روایت کی

ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ کو قرض کی ضرورت ہوئی آپؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ کی چادر ایک یہودی کے پاس کہ جس کا نام زید تھا رہن رکھی۔ وہ چادر ریشم کی تھی اسکے عوض یہودی نے کچھ قرض دیا اور وہ چادر اپنے گھر لے گیا اور ایک کمرہ میں رکھدی جب رات ہوئی تو اس یہودی کی بیوی اس کمرے میں گئی تو اس نے چادر سے ایسا نور ساطع ہوتے دیکھا تو حیران رہ گئی اس نے اس یہودی کو یہ ماجرہ سُنایا تو اسکو تعجب ہوا اور وہ یہ بھول گیا کہ جناب فاطمہؑ کی چادر اس کے گھر میں ہے پس وہ جلدی سے اس کمرے میں گیا تو دیکھا کہ اس خورشید فلک عصمت کی چادر شعاع نے بدر منیر کی طرح اس گھر کو روشن کر رکھا ہے۔ یہودی نے جب یہ دیکھا تو اس کا تعجب اور زیادہ ہوا۔ پس وہ یہودی اور اسکی بیوی نے اپنے عزیزوں کی طرف دوڑے اور ان میں سے اسی (۸۰) افراد جمع ہوئے اور جناب فاطمہؑ کی چادر کی شعاع کی برکت سے سب نور اسلام سے منور ہوئے۔

مجموعہ الفضائل، ج ۳، ص ۱۳ پر ابن شہر آشوب نے ابوسعادات کی روایت فضائل عشرہ ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھے علیؑ کو بلانے کیلئے بھیجا میں دروازہ پر آیا اور آواز دی تو کوئی نہ بولا۔ میں نے پلٹ کر رسولؐ سے بیان کیا۔ فرمایا! پھر جاؤ وہ گھر میں ہیں جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا چکی خود بخود چل رہی ہے۔ میں نے عرض کیا! رسولؐ اللہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں ان کے ساتھ جب آنحضرتؐ کے پاس آیا تو جو دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ فرمایا! اے ابوذر تعجب نہ کرو۔ ملائکہ زمین پر آتے ہیں وہ آل محمدؐ کی مدد پر مامور ہیں۔ حسن بصری نے عمارؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے فاطمہؑ کو سوتے پایا اور درالحالیکہ چکی چل رہی تھی۔ مجموعہ فضائل میں مروی ہے کہ جب فاطمہؑ مشغول نماز ہوتی تھیں اور بچہ روتا تھا تو فرشتہ گہوارہ جنبانی کرتے تھے۔

رسولؐ اللہ نے سلمانؓ کو فاطمہؑ کے پاس بھیجا وہ کہتے ہیں میں دروازہ پر آیا تو دیکھا فاطمہؑ

قرآن پڑھ رہی ہیں اور چکی چل رہی ہے اور جھولا جنبانی بھی ہو رہی ہے۔ جب رسولؐ اللہ سے بیان کیا تو آپؐ مسکرائے اور فرمایا! خدا نے میری بیٹی فاطمہؑ کے دل اور اعضاء کو ایمان سے بھر دیا ہے وہ عبادت الٰہی کرتیں ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا جسٹس آقا سلطان مرزا ص ۱۱۵ پر حسن بصری و ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ فاطمہؑ کے گھر کی چکی چل رہی تھی اور خود فاطمہؑ سو رہی تھیں۔ اس کا ذکر ہم نے جناب رسولؐ خدا سے کیا آپ نے فرمایا! کہ خداوند تعالیٰ کو اپنی کنیز جناب فاطمہؑ کی جسمانی کمزوری کا علم ہے، اس نے حکم دیا ہے چکی خود بخود چل رہی ہے۔

جناب سیدہ کا ایک اور معجزہ

عباس عزیزی کی کتاب داستان از فضائل ومصائب وکرامات فاطمۃ الزہرا صفحہ ۳۶۰ مراسم عروسی ومعجزات حضرت زہراؑ صفحہ ۱۰۹ (فارسی کتب) میں تحریر ہے کہ جب رسولؐ خدا ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ جن میں کفار و یہودی و نصرانی اور بہت سے اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کی نصرت میں جان و مال کی قربانی دینے آمادہ ہوگئے مگر بہت سارے یہودی تھے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

ایک روز رسولؐ خدا مسجد میں تشریف فرما تھے کچھ بزرگان و شرفاء مدینہ نبیؐ اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کیا! اۓ افتخار عالمیان ہمارا دست بستہ معروضہ ہے کہ مجلس عروسی میں آپ کی دختر گرامی فاطمۃ الزہراؑ کی تشریف آوری کیلئے دلہن کی استدعا ہے کہ آپکی صاحبزادی ہماری لڑکی کی شادی میں قدم رنجہ فرمائیں اور محفل عروسی کو زینت بخشیں (اُنکی نیت تھی کہ آپکی غربت کا مزاق اُڑائیں)

جناب حضور اکرمؐ نے فرمایا! جناب فاطمہؑ گھر میں موجود ہیں میں اس دعوت کی اطلاع اپنی دختر کو دیتا ہوں کہ وہ آمادہ ہوتی ہیں یا نہیں۔ رسولؐ اکرم اندر تشریف لائے اور جناب سیدہؑ کو دعوت کی اطلاع دی۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ! بابا جان تمام عورتیں لباس فاخرہ زیب تن کی ہونگی۔ انکی عورتیں اور لڑکیاں طلاء وحریر و جواہر کی آرائش سے مزین ہونگی اور دلہن با حشمت وجلال عالیشان لباس پہنی ہونگی اور میرے پاس یہ کہنہ پیراہن ہے اور میری چادر میں کئی کئی پیوند لگے ہیں۔

دُختر بلند اختر کی گفتگو سُن کر نبیؐ اکرم آبدیدہ ہوگئے۔ اسی اثناء میں جبرائیلؑ امین نازل ہوئے بعد از سلام فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ! رب العالمین نے آپ پر بعد تحفۂ درود و سلام کہتا ہے کہ جناب سیدہؑ کو اسی لباس میں مجلس عروسی میں بھیجیں اس میں حکمت کارفرما ہے۔ نبیؐ اکرم نے خدا کا یہ پیغام جناب سیدہؑ کو سُنایا! آپؑ نے فرمایا! اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو سجدہ شکر ادا کرتی ہوں آپ اسی حال میں جانے تیار ہوگئیں۔

تمام فرشتگانِ ساتوں آسمان نے نالہ و زاری بلند کی۔ بارالہا! خداوندا دختر پیغمبرؐ آخرالزماں کہ جو تیرے محبوب ہیں وہ اس شان وشوکت کی تقریب میں جائیں گی تو خجالت محسوس کریں گی، ان تمام مستورات کے درمیان افسردگی وشکستہ دلی ہوگی۔ اُسی لمحہ خدا کی طرف سے جبرائیلؑ ہزار حوروں سمیت لباس بہشتی لیکر زمین پر نازل ہوئے۔ ہزار حوریں سندس واستبرق لیکر خدمت صدیقہ میں حاضر ہوئے۔

جناب سیدہؑ لباس بہشتی زیب تن کر کے باعزت واحترام وجلال مجلس عروسی میں داخل ہوئیں راستے میں حورانِ جناں آپکی خاک قدم اُٹھا کر تبرّکا اپنی آنکھوں کو ملتے تھے آپ کا لباس

عطر ھائی بہشتی سے معطر تھا۔آپ شکر خداوندی فرماتی ہوئی ایک ایک قدم آگے بڑھیں جب خانۂ عروسی کے قریب پہنچیں تو تقریب میں جمع تمام عورتوں کی نظر پڑی تو تمام عورتیں دوڑ کر قدموکو چومنے لگیں جب اس قدر قیمتی لباس میں ملبوس دیکھیں حیران وسرگرداں ہوگئیں۔اور جب دلہن کی نظراس بی بی پر پڑی گر کے بے ہوش ہوگئی اور روح پرواز کرگئی خانۂ عروسی میں فریاد وشیون وفغاں بلند ہوئی محفل عروسی مجلس غم میں تبدیل ہوگئی۔

جناب سیدہؑ نے جب یہ حال دیکھا آپ نے تجدید وضو کیا اور انکے سامنے دو رکعت نماز پڑھکر سجدہ میں سر رکھکر فریاد کی! بارالہا! تو ذوالجلال واکرام ہے بہ حرمت پدر رسولؐ خدا و علیؑ مرتضٰی و بہ فضیلت طاعات وعباداتِ بندگانِ جو تیرے مقرب ہیں اس عروسی کو زندہ کردے۔ابھی جنابِ سیدہ نے مناجات پرودگار میں سجدہ سے سر نہ اُٹھایا تھا کہ دلہن نے آنکھیں کھولکر جنابِ سیدہؑ کو دیکھا اور فرمایا! السلام علیک یا بنت رسولؐ اللہ یا زوجۃ ولی اللہ امیر المومنینؑ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ بن عبداللہ، اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپکے شوہر اور فرزندان امام برحق ہیں جنکے ہاتھوں میں مسلمان شفا پاتے ہیں یہ اعجاز دیکھ کر دعوت میں آنے والے کوئی ۷۰۰ عورتیں اور مرد سب نے اسلام قبول کیا۔

جب تقریب ختم ہوئی جناب سیدہؑ اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور اپنے پدر بزرگوار کو تمام حالات سُنائے۔نبیؐ اکرم نے جب سارا ماجرہ اپنی دختر سے سُنا سر بہ سجدہ ہوگئے۔اللھم صلِّ علیٰ محمدؐ وآلِ محمدؐ

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے گھر کے حالات

سیرت فاطمۃ الزہراؑ ص ۷۷ اکثر معتبر روایات میں تحریر ہے کہ آنحضرتؐ بہ سبب شدت گرسنگی کے

پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ایک دین جناب رسولؐ خدا حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے ۔حضرت فاطمہؑ نے آپ کے آگے ایک سوکھی ہوئی جو کی روٹی کا ٹکڑا رکھا۔آنحضرتؐ نے وہ کھایا اور فرمایا کہ تین دن کے بعد یہ پہلا ٹکڑا روٹی کا ہے جو تیرے باپ نے کھایا۔(مناقب ابن شہرآشوب)

اس میں کچھ شک نہیں کہ علیؑ وفاطمہؑ کی زندگی بھی اسی طرح فقر وفاقہ میں گزری۔سیرت فاطمہؑ ص ۸۵ پر درج ہے کہ امہات المومنین نبیؐ اکرم وآل نبیؐ کے فقر وفاقہ میں شرکت نہیں کی (روایت بخاری ومسلم)

حضرت علیؑ وفاطمہؑ کے خاندان پر اکثر فاقے گزرتے تھے۔حضرت علیؑ اکثر مزدوری کر کے گزارہ کرتے تھے صبح کی عبادت کر کے حضرت فاطمہؑ تو گھر کے کام کاج میں لگ جاتی تھیں اور حضرت علیؑ باہر مزدوری کرنے چلے جاتے تھے، جو کچھ شام کو لاتے تھے اس سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔انسان کے دل ودماغ کو علم وایمان سے سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو درختوں کو سیراب کرنے کا خاص شوق تھا اور یہہ پیشہ آپ کا بہت محبوب پیشہ تھا۔ایک دن آپ کو کوئی مزدوری نہ ملی گھر میں آٹھ پہر سے فاقہ تھا۔شام کے وقت ایک تاجر کے اونٹ آئے اسے اسباب اُتارنے کیلئے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔حضرت علیؑ نے پہر رات تک اس کے اونٹوں کا اسباب اُتارا۔سوداگر نے ایک درہم اُجرت دی جسے آپ نے بخوشی لے لیا۔اس دوکانیں اکثر بند ہوگئی تھیں مگر ایک جگہ سے جو کا غلّہ مل گیا۔ایک درہم کی جو خرید کر گھر لائے۔حضرت فاطمہؑ نے ہنستے ہوئے نہایت انبساط کے ساتھ حضرت علیؑ کا خیر مقدم کیا اور ان کی جھولی سے وہ جو لیکر اُسی وقت ان کو پیسا روٹی کھائی اور آپ کے سامنے رکھدی۔جب علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھکو اس وقت حضرت

سرور کائینات ؐ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ فاطمہ ؑ دنیا کی بہترین عورت ہے۔اور میں نے خدا کا شکرا دا کیا۔ باوجود اس تنگدستی کہ صبر وقناعت جناب فاطمہ ؑ کا خاص جو ہر تھا۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر کچھ کھانے کیلئے موجود ہوتو مجھے دو۔لیکن گھر میں کچھ موجود نہ تھا حضرت علیؑ باہر تشریف لائے کہ کچھ کھانے کا انتظام کریں۔جو وغیرہ لیکر گھر میں آئے تو دیکھا کہ جناب سیدہ نماز ظہر فراغت پا کر سجدہ میں پڑی ہیں اور معبود حقیقی کے دربار میں گڑ گڑا رہی ہیں۔ باوجود اس فقر وفاقہ کے حضرت فاطمہ ؑ نے کبھی اپنے شوہر سے کوئی سوال نہیں کیا۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت علیؑ نے دریافت کیا کہ کھانے کیلئے کچھ سامان گھر میں ہے یا نہیں۔جناب سیدہ نے کہا کہ آج تیسرا روز ہے کہ گھر میں ایک دانہ جو تک نہیں ہے۔حضرت علیؑ نے کہا! پھر تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا۔جواب دیا مجھ کو میرے بابا نے وداع کے وقت نصیحت کی تھی کہ میں کچھ سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔

سیرت فاطمۃ الزہراؑ ص ۷۹ پر علامہ غزالی کی کتاب احیاء العلوم جلد ثالث میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب فاطمہ ؑ بیمار ہوگئیں۔ جناب رسول ؐ خدا عمران بن حصین صحابی کو لیکر عیادت کیلئے دروازے پر تشریف لائے۔دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی اور فرمایا کہ میرے ہمراہ ایک صحابی عمران بن حصین بھی ہیں۔حضرت فاطمہ ؑ نے عرض کی کہ میرے پاس صرف ایک ہی عبا ہے اسکے سواء اور کوئی کپڑا نہیں۔آنحضرت ؐ نے فرمایا! اس سے بدن ڈھانک لو ۔فاطمہ ؑ نے عرض کی کہ بدن ڈھک جائے گا تو سر کھل جائے گا یہ عبا سر اور بدن کیلئے کافی نہیں۔ آنحضرت ؐ نے اپنی پرانی چادر اپنی بیٹی کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے سر ڈھانک لو۔امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک وقت کے بعد ہم سب کو کھانا میسر ہوا۔ پدر علیؑ اور ہم دونوں

بھائیوں نے کھانا کھالیا تھا ابھی ہماری مادر گرامی نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ ابھی پہلا نوالہ توڑ رہی تھی کہ دروازے پر ایک سائل نے آواز دی۔ بنتِ رسولؐ کو سلام کیا۔ میں دو وقت کے فاقے سے ہوں میرا پیٹ بھر دو۔ جناب سیدہ نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور مجھ سے کہا کہ جاؤ کھانا سائل کو دے آؤ میں نے تو ایک ہی وقت نہیں کھایا اُسے تو دو وقت کا فاقہ ہے۔

چادرِ جناب فاطمۃ الزہراؑ: سیرت فاطمۃ الزہراؑ ص ۸۷ پر تحریر ہے کہ ایک دفعہ ایک اعرابی آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا وہ بہت بھوکا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! کون ہے جو اس کا پیٹ بھر دے حضرت سلمانؓ اٹھے اور اعرابی کو ساتھ لیکر نکلے چند گھروں پر گئے لیکن کوئی چیز موجود نہیں تھی آخر کار جناب سیدہ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب سیدہ نے پوچھا کہ کون ہے؟ سلمانؓ نے کہا کہ میں ہوں۔ آپ نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ سلمانؓ نے عرض کی یہ ایک اعرابی بھوکا ہے اس کیلئے خوراک کا انتظام کرنے نکلا ہوں کئی گھروں پر ہو آیا ہوں کچھ نہیں ملا۔ جنابِ سیدہؑ یہ سُن کر رونے لگیں، اور فرمایا! کہ اے سلمانؓ قسم ہے اسکی جس نے میرے باپ کو پیغمبرؐ بنا کر بھیجا ہے آج تیسرا دن ہے کہ ہم سب فاقے سے ہیں۔ دونوں بچے حسنؑ وحسینؑ پریشان پھر رہے تھے ابھی بھوکے سو گئے ہیں لیکن سائل دروازہ پر آگیا ہے رد نہیں کر سکتی۔ اے سلمانؓ یہ ایک چادر موجود ہے اس کو لو اور شمعون یہودی کے پاس جاؤ اور کہو کہ فاطمہؑ دختر محمدؐ کی یہ چادر ہے گروی رکھلیں اور تھوڑی سی جنس قرض دے دے سلمانؓ مع اعرابی کے چادر کو لیکر شمعون کے پاس آئے اور مفصّل کیفیت بیان کی۔ یہودی کچھ دیر تک چادر کو دیکھتا رہا، پھر دفعتہً اس پر ایک خاص حالت طاری ہوئی اور کہنے لگا اے سلمانؓ یہ ہیں وہ لوگ جنکی خبر ہمارے پیغمبر موسیٰؑ نے توراۃ میں دی ہے میں فاطمہؑ کے باپ پر ایمان لایا اور سچے دل سے مسلمان ہوتا ہوں اس کے بعد اناج سلمانؓ کو دیا

اور چادر بھی واپس کردی۔ وہ اناج کو جناب سیدہ کے پاس لائے انہوں نے اپنے ہاتھ سے پیسا روٹی پکائی اور سلمانؓ کو دی۔ سلمانؓ نے کہا اس میں سے تھوڑی سی روٹی بچوں کیلئے رکھ لیجئے آپ نے فرمایا! سلمانؓ جو چیزیں خدا کی راہ میں دے چکی ہوں وہ اب بچوں کیلئے لینا مناسب نہیں ہے۔ سلمانؓ وہ روٹی لیکر سرورِ کائنیاتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال سُنایا۔ رسولؐ اللہ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور جنابِ سیدہؑ کے گھر تشریف لائے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ تین دن سے کھانا نہیں ملا۔ حضرت نے سیدہؑ کے پاس بیٹھکر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور دعا کی کہ الٰہی فاطمہؑ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا (خاتون جنت مولف محمد دین، ص ۱۲۴)

اسم فاطمہؑ بہشت کی زینت

عجائبات فاطمی، ص ۱۶ پر سید محمد نجفیؒ نے لسان المیز ان ابن حجر عسقلانی ج ۳، ص ۳۱۵ سے روایت کرتے ہیں کہ یہی وہ ذوات مقدسہ تھیں جن کا نام (ہمیشہ سے) دروازۂ بہشت پر کندہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ، الحسنؑ والحسینؑ صفوۃ اللہ، علی با غضیھم لعنۃ اللہ“

اہلسنت حضرات روایت کرتے ہیں کہ جناب آدمؑ نے جنت میں ایک خاتون کو دیکھا جس کا نور آنکھوں کو خیرہ کئے دیتا تھا! خدا نے ان سے فرمایا! یہ فاطمہؑ کا سراپا ہے تیری اولاد میں سے ہونے والی خواتین کی سردار، اور اس کے سر پر موجود تاج اس کے شوہر علیؑ اور اس کے دونوں کانوں میں موجود دو گوشوارے اس کے دو بیٹے ہیں۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۱۰۷)

فاطمہؑ حوار انسیہ

عجائبات فاطمی ص ۱۵ پر تحریر ہے کہ جناب سیدہؑ کے نور کی خلقت عجائب کی ایک اور داستان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو کم نظیر بھی ہے۔

امام صادقؑ اپنے اجداد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا! فاطمہؑ کا نور زمین و آسمان کی خلقت سے قبل خلق کیا گیا، حاضرین میں سے کچھ نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! تو کیا فاطمہؑ جنس انسانی سے نہیں ہیں؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا! ''فاطمہؑ حوراء الیہ: فاطمہؑ انسانی (شکل میں) حور ہے؟ انہوں نے کہا! یا رسولؐ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فاطمہؑ حور بھی ہوں اور انسان بھی؟ آپؐ نے فرمایا! خلقھا اللہ من نورہ، خدا نے فاطمہؑ کو اپنے نور سے خلق کیا، اس سے پہلے کہ آدمؑ کو خلق کرتا اور جب آدمؑ کو خلق کیا گیا تو فاطمہؑ (کے نام کو) آدمؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پوچھا گیا: یارسولؐ اللہ! فاطمہؑ کہاں تھیں؟ فرمایا! زیر عرش ایک مقام پر' پوچھا' ان کی غذا کیا تھی؟ فرمایا! تسبیح و تقدیس الٰہی اور ''لا الہ الا اللہ کہنا اور حمد الٰہی بجالانا۔

جناب سیدہؑ معراج پیغمبرؐ کی بہشتی سوغات

کتاب عجائبات فاطمی ص ۱۸ پر سید محمد نجفی سے اہلسنت علماء سے حضرت عائشہ سے روایت درج ہے کہ انہوں نے رسولؐ اللہ سے کہا! کیا وجہ ہے کہ جب آپ فاطمہؑ کے بوسے لیتے ہیں تو اپنی زبان کو اس طرح ان کے دہن میں داخل کر دیتے ہیں جیسے شہد نوش فرما رہے ہوں؟

رسولؐ اللہ نے فرمایا! جب معراج میں مجھے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل مجھے بہشت میں لے گئے اور ایک سیب دیا۔ میں نے اس سیب کو کھایا اور وہ سیب میرے صلب میں نطفے و نور کی صورت میں ڈھل گیا اور جب آسمان سے زمین پر واپس آیا تو میرا خدیجہؑ سے امراز دوجی قائم ہوا، فاطمہؑ کا وجود اسی سے ہے میں جب بھی بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں فاطمہؑ کا بوسہ لیتا ہوں جو انسانی صورت میں حور ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حدیث کی چار اسناد میں سے ایک کیلئے آیا ہے! جب عبد

العزیز بن عبداللہ ہاشمی نے یہ حدیث سُنی تو تعجب کے ساتھ کہنے لگا لا الہ الا اللہ کہا یہ حدیث اس سند کے ساتھ رسولؐ اللہ سے مروی ہے؟ خدا کی قسم! میں اس حدیث کو نہیں لکھوں گا مگر یہ کہ کھڑے ہو کر قیمتی کاغذ پر سونے کے پانی سے پھر وہ کھڑے ہوئے اور اس حدیث کو سونے کے پانی سے ورق تہامی (جو کہ بہت قیمتی تھا) پر قلمبند کیا (ینابیع المودۃ، ج۲ص،۱۲۱،تاریخ بغداد) (میزان الاعتدال، ج۱ص۱۳۴)

جناب سیدہؐ کا شکم مادر میں ماں سے ہمکلام ہونا: عجائبات فاطمی صفحہ۲۲ پر تحریر ہیکہ بعض شیعہ وسُنی روایات میں تحریر ہے کہ جناب سیدہ رحم مادر میں اپنی والدۂ ماجدہ سے کلام فرمائی تھیں اور تنہائی میں ان کی مونس اور مکے کی خواتین کی بے وفائی کے موقع پر اپنی والدہ ماجدہ کو تسلی دیا کرتی تھیں۔ایک دن رسولؐ کریم نے اپنی زوجہ سے پوچھا! یہ کون ہے جو تم سے باتیں کرتا ہے؟ خدیجہؑ نے جواب دیا! وہ مولود جو میرے رحم میں ہے، یہ ہمدم ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ نبیؐ اکرم نے فرمایا! ابھی ابھی جبرئیلؑ نے مجھے لڑکی کی بشارت دی ہے جو پاک اور مبارک ہے اور خداوند متعال میری نسل میری وحی کے منقطع ہو جانے کے بعد آئمہ امت کو اس کی نسل سے قرار دیگا۔

عقد علیؑ، فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

خداوندعزوجل فرماتا ہے: لَوْ لَمْ اَخْلُقْ عَلِیّاً لَمَا کَانَ لِفَاطِمَۃَ ابِتِکَ کُفوٌ عَلَی وَجہِ الارضِ آدَمُ فَمَنْ دُو نَہُ

''اگر میں علیؑ کو خلق نہ کیا ہوتا تو تیری بیٹی فاطمہؑ کے لئے زمین پر آدمؑ سے لیکر باقی تمام افراد تک کوئی کفو نہ ہوتا (عجائبات فاطمی ص۴۱)

امام صادقؑ نے بھی یہی بات اس انداز سے فرمائی! اگر امیر المومنینؑ، فاطمہؑ سے شادی

کرنے کیلئے نہ ہوتے تو قیام قیامت زمین پر آدمؑ اوران کی اولاد سے کوئی بھی فاطمہؑ کا کفو نہ ہوتا رسولؐ اللہ نے فرمایا: لَوْ لَا عَلیٌ لَمْ یَکُنْ لِفاطِمَۃَ کُفوٌ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ کی شخصیت بعداز رسولؐ اللہ عالم وجود کی بے مثل و بے نظیر شخصیت ہیں۔ جنکے لئے رسولؐ اکرم نے فرمایا ''عَلِیٌ خَیرُ البَشَرِ مَنْ اَبَی فَقَدْ کَفَرَ علیؑ خیر البشر ہیں اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ان تمام امتیازات کے باوجود بھی جناب سیدہؑ کو امیرالمومنینؑ کے کفو کے طور پر متعارف کروایا گیا۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا! میں تمہاری طرح بشر ہوں تمہاری بیٹیوں سے شادی کرتا ہوں لیکن میری بیٹی فاطمہؑ ایسی نہیں ہیں اس کی شادی کا معاملہ آسان نہیں ہے خدا کی جانب سے ایک فرشتہ نازل ہوا جس کا نام محمود تھا اس نے کہا خدا نے مجھے بھیجا ہے تا کہ میں نور کا نور سے عقد کروادوں، رسولؐ اللہ نے کہا کس کی کس کی شادی کروانا چاہتا ہے! کہنے لگا، فاطمہؑ کی علیؑ سے۔

لیالی الاخبار میں درج ہے کہ جب فاطمہؑ نو برس کی ہوئیں تو جبرائیلؑ امین حضرت پیغمبرؐ اسلام کے پاس نازل ہوئے اور عرض کیا! خداوند عالم بعداز درود وسلام فرمارہا ہے کہ فاطمہؑ کی شادی کردیں پس پیغمبرؐ اسلام نے اس گفتگو کو صحابہ کے سامنے ذکر کیا اور فاطمہؑ کے رشتہ کی خبر بہت عام ہوگئی یہاں تک کہ ایک ہفتہ گذر گیا ایک ہزار سات سو خواستگاری کیلئے رشتے آچکے تھے اور سب کے سب ثروت مند عرب مردوں میں سے تھے نبیؐ کریم نے جب لوگوں نے اپنی دولت دکھلائی زمین سے ایک مٹھی ریت اٹھائی اور انکے سامنے ڈالدیا جو ساری ریت لولو و مرجان ہوگئے فرمایا اس کو لیلو جو تمہارے مال و دولت سے کہیں زیادہ ہے۔ اسکے بعد فرمایا! یہ جان لو یہ کام اللہ کے ہاتھ میں ہے فاطمہؑ کیلئے وہ جو حکم دیگا ویسا کرونگا۔ اسکے بعد جبرائیلؑ نازل ہوئے اور بعد

از سلام عرض کیا فاطمہؑ کی شادی اس شخص سے کرنا، زہرا ستارہ شب جمعہ جسکے گھر پر اُترے۔ بس جیسے ہی یہ خبر اصحاب تک پہنچی انہوں نے اپنے گھروں کو سجایا اور ستارے کے نزول کا انتظار کرنے لگے خود نبیؐ اکرم بھی گھر کی چھت پر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہؑ نبیؐ اکرم کے پیچھے بیٹھ گئیں تا کہ دیکھیں ستارہ کیسے اس شخص کے گھر پر اترتا ہے۔ یہاں تک کہ رات کا آدھا حصہ گذرا تھا کہ ستارہ نیچے کی طرف اُتر آیا اِدھر جناب سیدہ نے تسبیح شروع کی ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا وہ سارے مدینہ کا چکر کاٹنے لگا یہاں تک کہ حضرت علیؑ کی چھت پر ٹھہر گیا اور اتر کر دہلیز کا بوسہ دیا اس دوران فاطمہؑ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ پڑھتیں رہیں۔ اور جب ستارہ فرش سے عرش کی طرف جانے لگا آپ نے سبحان اللہ ۳۳ ورد شروع کیا یہاں تک کہ وہ آسمان میں چھپ گیا۔

عجائب فاطمیؑ میں ایک اور روایت ہے کہ ایک فرشتہ رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور گویا ہوا! اے محمدؐ! خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے میں نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا ہے اس وقت امیر المومنینؑ سے فرمایا! علیؑ مبارک ہو آپ کو اس سے پہلے کہ میں تمہاری شادی فاطمہؑ کے ساتھ زمین پر کروں اتا خدا نے یہ عقد آسمانوں میں منعقد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود عقد پڑھا اور ملائکہ اسکے گواہ ہیں۔

رحلت رسول اکرمؐ

سیرت فاطمہ صفحہ ۱۴۸ پر اسوہ الرسول میں مولانا فوق بلگرامی نے ۲۸ صفر کو دوشنبہ رحلت تحریر فرمائی ہے اور دفن یکم ربیع الاوّل کو ہوا۔ یہ دن عترتِ اہلبیتؑ رسول اکرمؐ کیلئے سخت ترین مصیبت کا دن تھا کہ اسی دن سے ان پر مصائب و آلام و ظلم و جور کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج تک بھی ختم نہیں ہوا۔ ان کی زندگیاں ختم ہوگئیں لیکن مرنے کے بعد بھی ظلم و ستم کا سلسلہ جاری ہے۔

رحلت والے دن آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو خالص طور سے بُلایا۔ سو وہ آئے تو آنخضرتؐ نے اشارہ کیا۔ حضرت علیؑ جُھک گئے اور آنخضرتؐ دیر تک علیؑ سے باتیں کرتے رہے۔ اسکے بعد علیؑ آنخضرتؐ کے نزدیک بیٹھ گئے مرض تیز ہوگیا۔ جب احتضار کا وقت ہوا تو آنخضرتؐ نے کہا کہ میرا سر اپنی گود میں لے لو اور جب حکم خدا پورا ہو جائے اور میری روح نکل جائے تو اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو میرے چہرے سے ملنا اور مجھے قبلہ رولٹا دینا اور مجھے نہ چھوڑنہ جب تک کہ دفن نہ کرلو۔

حضرت عائیشہ سے مروی ہے کہ آنخضرتؐ نے آخری لمحات میں فاطمہؑ کو بلاکر کچھ چپکے سے کہا وہ رونے لگیں۔ پھر آنخضرتؐ نے کچھ اور بات کہی تو وہ خوشی سے ہنس پڑیں۔ آنخضرتؐ کے انتقال کے بعد ہم نے فاطمہؑ سے وجہ پوچھی۔ آپؑ نے فرمایا! آنخضرتؐ نے کہا تھا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ اس پر میں رونے لگی پھر بابا نے فرمایا کہ اہلبیتؑ میں سے سب سے پہلے میں آنخضرتؐ سے جا کر ملونگی اس پر میں خوش ہوگئی۔

بستر مرگ پر آنخضرتؐ نے حدیث ثقلین کا اعادہ کیا اور جس دن انتقال ہوا اس دن آخری وصیت جو کی وہ یہ تھی کہ دیکھو میری عترت سے حُسنِ سلوک کرنا۔ قیامت کے دن میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے میری عترت کیساتھ کیا سلوک کیا (صواعق محرقہ صفحہ ۸۹)

جب آپ کا وقتِ رحلت بالکل قریب آگیا دروازہ پر کسی اعرابی نے دستک دی بی بی نے فرمایا کہ بابا بے ہوش ہیں پھر تھوڑی دیر بعد دق الباب کیا آپ نے پھر وہی فرمایا۔ جب تیسری دفعہ اس نے دق الباب کیا رسولؐ اکرم بیدار ہوگئے پوچھا کون ہے فرمایا کوئی اعرابی ہے۔ آنخضرت نے فرمایا یہ ملک الموت ہے آپ کے گھر کی تعظیم میں بے اذن داخل نہیں ہوا اسکے بعد

ملک الموت نے اپنا کام تمام کیا۔گھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ازواج رسولؐ روتی تھیں اور جناب فاطمہؑ کی تو یہ حالت تھی کہ غم کے مارے پچھاڑیں کھاتی تھیں آنسوؤں کی لڑی تھی کہ آنکھوں سے رواں تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب آنسوؤں کیساتھ روح بھی کھنچ کر چلی آئیگی۔حسنینؑ نانا کے جسدِ اطہر سے لپٹ کر پچھاڑیں کھاتے تھے علیؑ مرتضٰی کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔کہتے ہیں کہ اس وقت کے بعد سے پھر کسی نے جناب فاطمہؑ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں رسولؐ اللہ اپنی رحلت کے وقت اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھی گیلی ہوگئی پوچھا گیا یارسولؐ اللہ آپ کیوں گریہ فرمارہے ہیں؟ فرمایا! اَبۡکِی لِذُرِّیَتِی بِفَاطِمَةَ ابۡنَتِی وَقَد ظُلِمَتۡ بَعۡدِی وَهِیَ یُنَادِی یَااَبَتَاهُ یَا اَبَتَاهُ! فَلَایُعِینُهَا اَحَدٌ مِنۡ اَمَّتِیۡ ۔میں اپنے بچوں اوران پر اپنے بعد پڑنے والی مصیبتوں پر گریہ کررہا ہوں، جوانہیں میری امت کے اشرار سے پہنچیں گی گویا میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد اس پر ظلم کیا جارہا ہے اور وہ آواز دے رہی ہے۔اے بابا! اے بابا! لیکن میرے اُمّت میں سے کوئی بھی اسکی مدد نہیں کررہا ہے۔

جناب سیدہؑ نے جیسے ہی رسولؐ اللہ کا یہ کلام سُنا رونے لگیں۔رسولؐ اللہ نے فرمایا! اے میری بیٹی! گریہ نہ کرنا۔انہوں نے فرمایا! میں اس سب پر گریہ نہیں کررہی ہوں جو آپ کے بعد مجھے سہنا پڑے گا۔ بلکہ میں تو آپ کے فراق پر گریہ کررہی ہوں رسولؐ اللہ نے فرمایا! تجھے بشارت ہو اے بنت محمدؐ اس بات کی کہ تو بہت جلد مجھ سے آملے گی۔

جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا مرثیہ:

جناب فاطمہؑ نے اپنے والد بزرگوار کے فراق میں جو اشعار کہتے ہیں اس سے ان کے رنج کی گہرائی اوراہلبیت علیہم السلام کی فصاحت وبلاغت زبان کے درجے کی بلندی اچھی طرح

نمایاں ہیں۔آپ فرماتی ہیں۔

۱) اذامات لمایوم میت قل ذکرہ　　و ذکرابی مذمات واللہ ازید

۲)فذکرت الما فوق الموت بیننا　　فعزیت نفسی بالنبی محمدؐ

۳) فقلت لھا ان الممات بیلنا　　و من یمت فی یوم مات عذ

ترجمہ:۱) جب کوئی مرتا ہے تو مرنے والے کا غم اوراس کی یاداسی دن سے کم ہونے لگتی ہے لیکن بخدائے یزدی میرے والد کی یاد جس دن سے انکی رحلت ہوئی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

۲) جب موت نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا اُسی دن سے میں یاد کرتی ہوں اور اپنے جی کو یہہ کہہ کر تعزیت کرتی ہوں کہ

۳) موت تو ہم سب کا راستہ ہے جو آج نہیں وہ کل مریگا۔

پھر فرماتی ہیں۔

۱) قُل لِلغَیبِ تَحتَ اَطْبَاقِ الشَّریٰ　　اِن کُنتَ تَسمعُ صَرْ خَتِیْ وَنِدَائیاَ

۲) صُبَّتُ عَلَیّ مَصَائبُ لَو اَنَّھَا　　صُبَّتُ عَلیَ الْاَیَّامِ صِرْن لَیَا لِیَا

۳)قَدْ کُنتُ ذَاتَ حِمیً بِظِلّ مُحَمَّدٍ　　لَا اخْشَ مِن ضَیمٍ وَکَانَ حِمیً لِّیَا

۴)فَالْیَوْمَ اخْضَعُ لِذَّلِیلِ وَ اَلْقِیُ　　ضَیْمِي وَاَدفَعُ ظَالِمِي بِرِدائیَا

۵)فِاذَا بَکَتُ قمه یَهُ فِي لَیُدِھَا　　شَجنًا عَلیَ غصُنِ بَکَیتُ صَباحِیَا

ترجمہ:مٹی کی تہوں کے نیچے پوشیدہ ہوجانے والے (رسولؐ) سے کوئی کہدے کے کاش آپ میری نالہ وزاری اور آہ وفریاد کوسُن رہے ہو۔میرے اوپر مصائب کی وہ یورش ہوئی کہ اگر یہ افتاد دنوں پر پڑتی تو وہ کالی راتوں میں بدل جاتے میں زیر سایہ محمدؐ حفظ میں تھی کسی ظلم وظالم سے خائف نہیں تھی،اسلئے کہ وہ میرے لئے مضبوط ڈھال تھے۔پس اب تو مجھے ذلیل کی منت وسماجت کرنی

پڑ رہی ہے اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے سے خائف ہوں اور (باوجود پردہ کے) ظالم سے دفاع کرتی ہوں۔ پس جب غمزدہ قمری رات کو درخت کی شاخ پر نالے کرتی ہے تو میں بھی (اس کے ساتھ رات تا صبح روتی ہوں) (مناقب ابن شہر آشوب)

۶)فلا جَعَلْنَ الحُزن بَعْدَک مونسیَ ولا جعلن الدمع فیک وشائیَا

۷)مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُربَۃ احمد اَنْ لَا یشَمَّ مَدیِ الزَّمَانُ غوَالِیَا

ترجمہ: میں نے تمہارے بعد غم وحزن کو اپنا مونس بنالیا ہے اور آنکھوں سے جو آنسوؤں کی لڑی جھڑتی ہے وہ میری تلوار ہے۔ احمدؐ کی قبر کی مٹی سونگھنا میرے اوپر فرض ہوگیا ہے کیونکہ میں اگر اُسے نہ سونگھوں تو ہلاک ہوجاؤں یعنی اس مٹی ہی کی خشبو سے زندہ ہوں۔

غور وفکر کرنے والا دل چاہیے۔ ایک ایک لفظ میں غم واندوہ حزن وملال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ پھر اس پر امت کے سلوک اور ان کے مظالم کی طرف جو اشارہ ہے وہ پڑھنے والے کے دل کو اور بھی چاک کر دیتا ہے۔ یہاں تک نوبت آگئی تھی کہ ہر ایک ذلیل کی منت وسماجت کرنی پڑتی تھی۔ اور ظالموں کے ظلم کو روکنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی مظلومیت کی آخری حد ہے کہ ان کے ظلم کی تلواروں کو اپنی ردا سے روکتی ہوں۔ اُمّت نے اسطرح دختر رسولؐ کو انکے باپ کے مرنے پر تسلّی وتشفّی دی تھی۔ (سیرت فاطمۃ الزہراؑ ص۱۵۴)

آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت بلال نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب وہ کبھی اذان نہ کہیں گے۔ ایک دن جناب فاطمۃ الزہراؑ نے خواہش ظاہر کی کہ اپنے والد کے موذن کی اذان سُنیں۔ اسکی خبر بلالؓ کو پہنچی تو آپ نے اذان دینی شروع کی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو جناب فاطمہؑ اپنے بابا اور انکے زمانے کو یاد کرکے رونے لگیں۔ اور جب بلالؓ نے کلمہ شہادت

اشہدان محمدؐ الرسول اللہ کہا تو جناب فاطمہؑ نے ایک نعرہ لگایا اور مُنہ کے بل گر پڑیں اور آپ پر غش طاری ہوگیا۔ لوگوں نے دوڑ کر بلالؓ سے کہا کہ بس اذان کو روکدو پورا نہ کرو۔ بنتِ رسولؐ نے دنیا سے مفارقت کی۔ ان لوگوں کو گمان ہوا کہ شائد آپ نے رحلت کی جب حضرت معصومہؑ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا! کہ اذان کو پورا کرو۔ لیکن بلالؓ نے عرض کی کہ اے سیدہؑ عالم مجھے ڈر ہے کہ آپ کو بہت زیادہ صدمہ ہوگا پس جناب سیدہؑ نے انکو معاف کیا۔ (اعیان الشیعہ ،ص ۱۴۶)

جناب فاطمۃ الزہراؑ کے بچوں کیلئے لباس بہشتی کا آنا:

کتاب الزہرا،ص ۱۷۹ مولانا فوق بلگرامی تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ عید کا روز تھا۔ جناب سیدہؑ نمازِ فجر سے فارغ ہو چکی تھیں چکّی پیس رہی تھیں۔ ریاضت ومشقت آپکی بلائیں لے رہی تھی۔ نفس کشی آپکی قدم کو بوسہ دے رہی تھی آپکے دونوں لعل پیارے اور نانا کے دُلارے حسنؑ وحسینؑ باہر کھیل رہے تھے اُن کو جب معلوم ہوا آج عید کا دن ہے تو بے تحاشہ دوڑ کر آئے اور ماں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ اماں جان کیا آپ کو نہیں معلوم ہے کہ آج عید کا دن ہے۔ آج وہ دن ہے کہ امیر فقیر سب کے سب خوشی منائیں گے۔ آج عید گاہ میں ہمارے نانا کے نام کا خطبہ پڑھا جائیگا اور قریش کے بچے اچھے اچھے کپڑے پہنیں گے۔ خوشبو لگائیں گے اور اپنے تکلفات پر اتریں گے یہ لوگ اونٹوں پر سوار ہوں گے اور اونٹوں کو بھی سجائیں گے اور انکو زیور پہنائیں گے۔ کیا ہم اسی حالت میں رہیں گے؟ لاؤ ہمیں بھی اچھے اچھے کپڑے دو تاکہ ہم عیدگاہ کو جائیں۔

جناب سیدہؑ بیٹوں کی یہ باتیں سُنتی تھیں اور دل میں بیقرار ہو کر تڑپ جاتی تھیں کہ اب لڑکوں کو کپڑے کہاں سے پہناؤں گی اور کس طرح ان کو بہلاؤنگی۔ دل ہی دل میں پریشان ومتفکر تھیں مگر زبان سے برابر تشفّی دیتی جاتیں تھیں اور کہتی تھیں کہ اچھا ذرا بیٹھو تاکہ میں آٹا پیس لوں پھر

تمہیں پوشاک پہناتی ہوں لیکن بچوں کو یہ توقف بھی گوارا نہ تھا اور برابر ضد کرتے تھے مجبوراً چکّی بند کرنی پڑی۔ بچوں سے کہا اچھا جاؤ اور نہاؤ۔ کپڑے خیّاط کے پاس ہیں۔ دیکھو اب درزی آتا ہے اور تمہارے کپڑے لاتا ہے۔ بچے یہ سُن کر خوشی ہو گئے اور نہانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جنابِ فاطمہؑ نے مصلّےٰ بچھایا اور گریہ وزاری شروع کردی۔ آپ روتے ہوئے درگاہ رب العزت میں دُعا فرماتی تھیں کہ بارِالٰہا! میری عزّت وشرم تیرے ہاتھ ہے اب تیرے سوا کون ہے جو نبیؐ کے نواسوں کو تسکین دے اور میرے قول وقرار کو پوا کرے تو کائینات کا مالک ہے، تیرے دریائے فیض سے بیشمار تشنہ لبوں کی سیرابی ہوئی ہے۔ آج حسنینؑ مجھے نئے کپڑے مانگتے ہیں۔ میرا یہ حال ہے کہ پیوند لگے بھی میسر نہیں۔ تیرے غیب کے خزانے سے ان معصوموں پر نگاہ کرم فرما۔ ان کا دل خوش ہو جائیگا۔ یہ نبیؐ کے نواسے علیؑ کی آنکھوں کے تارے ہیں میرے سہارے ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اگر یہ سقیم الحالی میں عید گاہ گئے تو انکی سُبکی ہوگی قریش کے بچے ان پر انگلیاں اُٹھائینگے۔

کہتے ہیں کہ ابھی دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ بچے دوڑے دوڑے جا کر دیکھا کہ ایک اعرابی ہے پوچھا کون۔ کہا خیّاط۔ ایک خوان لئے کھڑا ہے جو ڈھکا ہوا ہے۔ یہ خوان لیکر جلدی سے واپس آئے وہ سلام کر کے رخصت ہوا۔ جناب سیدہ النساءؑ سجدے میں پڑی ہوئیں تھیں کہ امام حسینؑ نے کہا اماں! اٹھو درزی ہمارے لئے کپڑے لایا ہے ہمیں جلدی سے پہنا دو۔ جناب سیدہؑ شکر کرتی ہوئیں اٹھیں اور بچوں کو کپڑے پنہا کر عید گاہ کی جانب رخصت کیا۔

احراقِ درِ بتولؑ (خانۂ بتولؑ شعلوں کی لپیٹ میں)

بیت الاحزان، ص ۱۵۵، ۱۵۶ نے سلیم بن قیس ہلالی کی روایت حضرت سلمان فارسی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر نے مسند خلافت سنبھالی اور بار بار علیؑ ابن ابیطالبؑ کو بیعت کیلئے اصرار کرنے لگے تو حضرت علیؑ نے رات ہوئی تو اپنی زوجہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو سواری پر بیٹھایا اور اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو بازو سے پکڑا اور رسولؐ اللہ کے اصحاب کے دروازوں پر گئے پس کوئی ایسا صحابی (مہاجر و انصار میں) باقی نہ بچا جس کے پاس آپ تشریف نہ لے گئے ہوں، انہیں اپنے حق کی یاد دہانی نہ کرائی ہو اور انہیں اپنی مدد کی دعوت نہ دی ہو۔ لیکن صرف چار افراد کے علاوہ حضرت علیؑ کی دعوت پر کسی نے لبیک نہ کہیں اور وہ چار یہ ہیں۔ ۱) سلمانؓ ۲) ابوذر ۳) مقداد ۴) زبیر بن العوام

حضرت عمر نے ابوبکر سے کہا: تم علیؑ کو پیغام کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ آ کر تمہاری بیعت کریں۔ حضرت عمر نے کہا! میں قنفذ کو علیؑ کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے ایک دستہ قنفذ کے ہمراہ روآنہ کیا قنفذ حضرت علیؑ کے دروازے پر پہنچا اور آپ سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن حضرت علیؑ نے اُسے داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ قنفذ کے ساتھی مسجد نبوی میں واپس آئے جہاں شیخین بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا! علیؑ نے ہمیں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت عمر نے کہا! تم واپس چلے جاؤ اگر وہ تمہیں اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو تم اجازت کے بغیر ہی گھس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت علیؑ کے دروازہ پر آئے اور انہوں نے پہلے حضرت علیؑ سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ ان آوازوں کو سُن کر حضرت فاطمہؑ دروازے کے قریب آئیں اور فرمایا! میں تمہارے لئے بغیر اجازت داخل ہونے کو ممنوع قرار دیتی ہوں۔

حضرت سیدہ کا یہ جواب سُن کر قنفذ کے ساتھی دوبارہ مسجد میں آئے۔ مگر قنفذ وہیں علیؑ و بتولؑ کے دروازے پر کھڑا رہا۔ واپس آنے والوں نے حضرت فاطمہؑ کا جواب سُنایا (یہ دن بتایا جاتا ہے کہ ۷ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری تھا یہ روز اہلبیتؑ علیہم السلام کیلئے قیامت صغریٰ تھی معرکہ کربلا سے پہلے یہ کربلا واقع ہوئی) یہ سُن کر عمر ناراض ہوئے اور کہا! ہمارا عورتوں سے کیا واسطہ ہے؟ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا! لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور حضرت عمر انہیں اپنے ساتھ لے کر دروازۂ زہراؑ پر پہنچے اور حضرت علیؑ کے گھر کے گرد لکڑیاں جمع کر کے رکھدی گئیں اس وقت گھر میں علیؑ و زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے۔ حضرت عمر نے آواز دیکر کہا جسے گھر میں بیٹھے ہوئے تمام افراد نے سُنا" **واللہ لتخرجن یاعلی ولنبا یعن خلیفه رسول الله والااضرمت علیک النار**" خدا کی قسم! تمہیں باہر آ کر خلیفہ رسولؐ کی بیعت کرنی ہوگی ورنہ میں تمہارے گھر کو نذر آتش کر دوں گا۔ حضرت سیدہؑ نے فرمایا! آخر تو ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کرنا چاہتا ہے؟ حضرت عمر نے کہا! دروازہ کھولو ورنہ میں جلا دوں گا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا! کیا تجھے میرے گھر میں داخل ہوتے ہوئے خدا کا خوف لاحق نہیں ہوتا؟ حضرت عمر وہاں سے نہ گئے اور اپنے ساتھیوں سے آگ طلب کی اور اس سے جناب سیدہؑ کے دروازے کو آگ لگادی۔ پھر اس دروازے کو زور سے دھکا دیا (جناب سیدہ دروازے اور دیوار کے درمیان دب گئیں اور حضرت محسنؑ کی شہادت ہوئی حمل ساقط ہوگیا) دروازہ ٹوٹ کر گرا اور حضرت عمر گھر میں داخل ہوگئے۔

جنابِ سیدہ فریاد کر کے کہا! یا ابتاہ یا رسول اللہ آ کر دیکھیں آپکی امّت ہمارے ساتھ کیسا سلوک کر رہی ہے۔ حضرت عمر نے اپنی نیام میں بند تلوار کو بلند کیا اور نیام حضرت زہراؑ کے پہلو پر مارا۔ سیدہ کی چیخ بلند ہوئی اور رو کر کہا۔ یا ابتاہ، ہائے بابا جان۔ پھر حضرت عمر نے اپنا تازیانہ بلند

کر کے حضرت سیدہؑ کے بازو پر مارا۔ بی بی نے اپنے والد کو مخاطب کر کے کہا۔ "یارسولؐ اللہ لبئس ماخلفک بہ ابوبکر و عمر" رسولؐ خدا دیکھیں آپ کے بعد ابوبکر وعمر نے ہم سے کتنا برا سلوک کیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے اٹھکر حضرت کا گریبان پکڑا اور اسے زمین پر پٹخا کہ انکی گردن اور ناک زخمی ہوگئی۔ حضرت علیؑ نے چاہا کہ انہیں قتل کر دیں مگر آپ کو اس وقت رسولؐ خدا کی وصیّت یاد آ گئی چنانچہ آپ نے فرمایا! ضحاک حبشہ کے فرزند! اس خدا کی قسم! جس نے محمدؐ کو مقام نبوت سے مکرم کیا ہے اگر پہلے سے اللہ کا حکم جاری نہ ہو چکا ہوتا اور رسولؐ خدا کی وصیّت بھی موجود نہ ہوتی تو آج تجھے میرے گھر میں داخل ہونے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر مدد طلب کی تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابوبکر کے بہت سے بہی خواہ آ گئے اور آتے ہی حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ پھر اچانک علیؑ اٹھے اور آپ نے اپنے ہاتھوں میں تلوار پکڑ لی۔ اسی اثناء میں قنفذ نے بھاگ کر مسجد میں آ کر روداد سُنائی۔ حضرت ابوبکر نے قنفذ سے کہا! فوراً علی کے گھر چلا جا! اگر وہ گھر سے باہر نکل آئے تو انہیں یہاں لے آ اور اگر علیؑ گھر باہر نہ نکلے تو گھر کو مکینوں سمیت نذر آتش کر دے۔ قنفذ نے واپس آ کر گھر میں داخل ہوا۔ حضرت علیؑ نے تلوار اٹھانا چاہی لیکن قنفذ نے آپ کو اس کا موقع ہی نہ دیا اور اس نے آپ کے ہاتھوں سے تلوار چھین لی۔ اسی اثناء میں حضرت زہراؑ اپنے شوہر کی حفاظت کیلئے آگے بڑھیں تو قنفذ نے تازیانہ بلند کر کے حضرت سیدہؑ کو مارا "فماتت حین ماتت و ان فی عضد ھا مثل الد ملبع من ضربتہ" وفات حضرت سیدہ کے وقت بی بی کے بازو پر دست بند کی طرح سے اس کا نشان موجود تھا۔ پھر حضرت علیؑ کو مجبور کر کے (گلے میں رسّی ڈالکر) حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا اس جمعیت میں خالد

بن ولید ابو عبیدہ جراح سالم غلام آزادہ شدہ حذیفہ۔ معاذ بن جبل۔ مغیرہ بن شعبہ، اسد بن حضیر اور بشیر بن سعد جیسے افراد تلواریں بے نیام کئے ہوئے علیؑ کے سر پر موجود ہے۔

بیت الاحزان، ص ۱۵۹ پر عیاشی سے راویت ہے کہ جب فاطمہؑ کو ہوش آیا تو فضّہ سے پوچھا علیؑ کہاں ہے۔ فضّہ نے کہا! لوگ حضرت علیؑ کو جبراً مسجد میں لے گئے تو سیدہ برداشت نہ کر سکیں گھر سے باہر آئیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا! کیا تم لوگ مجھ سے میرے شوہر کو چھین کر مجھے بیوہ کرنا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر تم نے انہیں رہا نہ کیا تو میں اپنے سر کے بال کھولکر اپنے والد کی قبر پر فریاد کرونگی۔ پھر حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور نبیؐ اکرم کی قبر پر آئیں۔ علامہ طبرسیؒ کتاب الاحتجاج میں نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا! جب لوگ حضرت علیؑ کو باہر لائے تو بنی ہاشم کی تمام عورتیں اپنے گھروں سے نکل کر رسولؐ خدا کے مزار پر آئیں۔ حضرت فاطمہؑ نے آواز دی میرے ابن عم کو رہا کرو۔ اگر تم نے انہیں نہیں چھوڑا تو میں اپنے بال کھولکر پیغمبرؐ کا کرتا سر پر رکھونگی اور اپنے خدا سے فریاد کروں گی سلمانؓ روایت کرتے ہیں میں اس وقت حضرت فاطمہؑ کے قریب تھا۔ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی کی دیواریں زمین سے بلند ہونے لگیں اور اتنی بلند ہوئیں کہ ان کے نیچے سے انسان گذر سکتا تھا۔ ایک راویت میں ہیکہ جب علیؑ کو اس معاملہ کا علم ہوا تو آپ نے سلمانؓ سے فرمایا! جاؤ اور بنتِ مصطفیٰؐ کو روکو۔ گویا میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ کے دونوں اطراف میں زلزلہ آچکا ہے اور مدینہ کا پورا شہر زمین میں دھنس رہا ہے۔ سلمان بڑی تیزی سے جناب سیدہؑ کے پاس آئے اور عرض کی! اے بنتِ محمدؐ خداوند عالم نے آپکے پدر کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے آپ اپنے گھر تشریف لیجائیں اور بددعا نہ کریں۔ اپنے شوہر کا حکم سُن کر جناب سیدہؑ نے فرمانِ علیؑ پر گھر واپس

ہوئیں حضرت سیدہؑ اپنے گھر واپس آئیں تو اس کے ساتھ ہی مسجد کا شگاف آپس میں پیوست ہو گئے اور دیواریں اپنی جگہ واپس آئیں تو انکی بنیادوں سے غبار اٹھا اور ہماری ناک میں گھس گیا۔

جناب فاطمۃؑ الزہرا کو حق وراثت نہیں مل سکا:

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ(سورۂ نساء آیت ۱۱:۴)

یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصّیت کرتا ہے لہذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصّہ ملے گا۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ(سورۂ نساء آیت ۳۳:۴)

یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں۔

کوئی بھی مرنے والا ایسا نہیں کہ جس کی اولاد اور اقرباء وارث نہ ہوں وہ مرنے والا خواہ امت میں سے ہو یا نبی ہو۔

اس فدک کیلئے حق وراثت کو جو اسلام میں نبیؐ کے مرتے ہی بدعت ہو رہی تھی رسولؐ اکرم کی سُنت کو جاری کرنے کیلئے فاطمہؑ کو دربارِ خلافت میں جانا پڑا اور وہاں گھنٹوں ٹھہرنا پڑا اور مایوس لوٹنا پڑا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؐ کی بحث کو قرآنی آیات سے پیش کیں صحیح تسلیم کر کے جناب فاطمہؑ کے حق میں فدک وغیرہ اراضیات کا وثیقہ لکھ دیا۔ اس وثیقہ کو لے کر آپ چلنے لگیں تھیں کہ حضرت عمر تشریف لے آئے اور حضرت فاطمہؑ سے وہ وثیقہ لے کر چاک کر ڈالا اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ جناب فاطمہؑ کا مقدمہ خارج کردو چنانچہ حضرت ابوبکر نے یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ نصاب پورا نہیں ہوا اور وہ خود ساختہ حدیث پیش کر دی جو فاطمہؑ نے اور امہات المومنین

نے نہیں سنی تھی اوراس فیصلہ کی حمایت اسطرح کیجاتی ہے کہ نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔شوہر کی گواہی اپنی زوجہ کے حق میں اور اولاد کی گواہی اپنے والدین کے حق میں قابل قبول نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔

جس جرأت و دلیری کیساتھ حضرت فاطمہؑ نے اپنے اس فعل سے حق کی تبلیغ اور باطل کی تکذیب کی ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔حضرت ابوبکر کا یہ فیصلہ سُننے کے بعد جناب فاطمہؑ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مسجد میں ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرمایا۔اس خطبہ نے معاندین کے سینوں ایسی ہی کاری ضرب لگائی جیسی کہ ذوالفقار میدان جنگ میں کفار کے سینوں میں لگائی تھی یہ خطبہ بہترین اور عجیب خطبوں میں سے ہے جس پر نورِ نبوت کا غازہ ہے اور شبنم رسالت کی خوشبو اس خطبہ کو موافق ومخالف سب نے اپنے تصانیف میں ذکر کیا ہے (صاحب کشف الغمہ) نے اسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ کے اس قدیم نسخہ سے نقل کیا ہے جو اس نے مولف کی خدمت میں ماہ ربیع الاوّل ۳۲۲ھ میں پڑھکر بغرض تصیح سنایا گیا ہے۔(حوالہ مستدرک الجز ثالث ،ص ۱۲۶،الاستیعاب الجز الثانی ترجمہ علی ،ص ۲۷۴،مسند ابوداؤد طیالسی ،ص ۲۰۴ ،اشتہ اللمعات شیخ عبد الحق محدث دہلوی جلد چہارم ،ص ۳۷۸، سیرت فاطمۃ الزہراؑ ،ص ۱۶۹، ۱۶۸ وغیرہ وغیرہ)

وفاتِ رسولؐ اور اضطراب بتولؑ

ایک باپ کی دائمی مفارقت کا صدمہ اس کی اولاد پر کیسا شاق اور کیسا پُر اثر گزرتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ کیلئے چھوٹ جانے والے باپ کو اپنی پیاری اولاد سے جانے کا قلق کیسا سخت اور ناقابل برداشت معلوم ہوتا ہوگا پھر وہ اولاد بھی اکلوتی اولاد۔باپ کیلئے نہ کوئی دوسرا آنکھوں کا نور

ہے اور نہ اس کے دل کا سُرور یہی ساری زندگی کی دولت ہے اور ریاضت یہی تمام عمر کی کمائی اور بضاعت ۔غریب بیٹی کو اجل نصیب ماں گود میں چھوڑ کر چل بسی تھی غم دیدہ اور مصیبت رسیدہ باپ نے اس دُرِّ یتیم کو جس منت اور مشقّت سے گلے کا تعویذ بنا کر پالا تھا۔اور اسی کی صورت دیکھ دیکھ کر مجروح دل کی تسکین تھی اور زخمی قلب کو سنبھالا تھا۔ یہ دنیا جانتی اور دنیا والے بھی جانتے ہیں۔اسی طرح صاحبزادی نے ماں سے چھوٹ کر شفیق باپ کے دامن میں جس ناز ونعم سے پرورش پائی تھی اور ان کے اشفاق، سر پرستی اور کرم اور عنایت سے آرام پاتا تھا راحت اٹھائی تھی اُس کو جنابِ سیّدہ کا دل ہی جانتا ہے اور آپ کا پیدا کنندہ عادل ان جذبات کا اندازہ کرسکتا ہے۔ جب جانبین کی جانب سے باہمی تعلقات اور جذبات کی یہ کیفیت ہوتو اُنکی دائمی مفارقت کے موقع پر ان کے جانگزا حزن وملال اور روح مرسا غم والم کو کیسے بیان کرسکتے ہیں۔روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صفر کے تیسرے ہفتہ ۱۱ھ سے رسالتمآب علیل ہوئے اس روز آپ ام المومنین میمونہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔اس دن تیسرے پہر سے آپ کی طبیعت پر بار اور حرارت کے آثار نمایاں ہوئے۔شام ہوتے ہوتے شدید بخار آ گیا۔ جناب سیدہؑ آپ کی علالت کی خبر پاتے ہی خدمت قدسی برکت میں حاضر ہوئیں۔آپ کی تسکین دہی کیلے حدمتیں بجالانے لگیں۔ جب تک مرض میں امتدال کی صورت رہی جناب سیّدہ کا روزآنہ معمول رہا کہ اپنے گھر کی ضروریات کا انجام دیکر خدمت نبیؐ اکرم میں حاضر ہوتی تھیں۔مگر جب مرض میں شدّت ہوئی خدمت اقدس نبوی میں ہی رہنے لگیں۔آنکھیں ہمیشہ حسرت وبیم کی وجہہ سے آبدیدہ رہتی تھیں۔دل مضطرب ہر دم وہر لحظہ ہمہ تن آپ ہی کے خیال اور آپکی دیکھ بھال کی طرف لگا رہتا تھا۔بار بار اُٹھتی اور چہرۂ پرنور کی طرف حسرت سے دیکھتی تھی۔

آنحضرتؐ کو کبھی افاقہ ہوجاتا تو آپ جنابِ سیّدہؑ کی طرف حسرت سے دیکھ کر رہ جاتے تھے کبھی پاس بُلا کر اور پہلو میں بٹھا کر اپنے پارۂ دل کو چھاتی سے لگاتے تسکین اور دلجوئی فرماتے تھے اور دنیا کے مصائب ونوائب پر صبر وخاموشی کی تلقین فرماتے۔ پیارے نواسے بھی بیماری کی ایسی شدید میں رات دن گلے کے تعویذ بنے رہتے تھے۔ اس مرض کے باوجود حضورؐ اکرم بچوں کو بُلا کر اپنے دوش، اپنے سینہ اور پشت مبارک پر اسی طرح بیٹھالیا کرتے تھے جسطرح صحت کے عالم میں۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جس روز آپ نے مفارقت فرمائی سب سے وداع ہوئے اور آخر میں علیؑ کو اپنے لحاف میں اوڑھالیا کافی دیر گفتگو فرمائی اور علیؑ ہی کی آغوش میں ان ہی ہاتھوں کے سہارے زانو پر سر رکھ کر ہمیشہ کیلئے آرام فرمایا۔

بعد وفات رسولِؐ اکرم

سیرت الزہرا صفحہ ۷۸ پر مولانا فوق بلگرامی نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت تو یوں ہے کہ جنابِ خمتی مرتبت کے ختم ہوتے ہی گویا فاطمہؑ کی بھی موت ہوگئی قبر رسولؐ کے بند ہوتے ہی فاطمہؑ زہرا پر مصیبتوں کے دروازے کھل گئے آفتوں کے آسمان ٹوٹ کر گرے۔ بابا کے مرنے کے بعد کُل ۷۵ دن زندہ رہیں۔ مگر ایسی زندگی کہ زندہ مردہ درگور۔ اس قلیل مدت میں جس مصیبت اور اذیت سے گزری وہ غم والم کے دفتر ہیں۔ ایک غم ہو تو کہا جائے، ایک صدمہ ہو تو سہا جائے۔ یہاں تو بلا ومصیبت کا وہ لگا تار سلسلہ بندھا جو ٹوٹا ہی نہیں اور ٹوٹا بھی تو رشتہ حیات کیساتھ۔ دن تھا تو آفت رات تھی تو مصیبت حلق تلف کیا گیا تو بی بی کا ملکیت ضبط کی گئی تو بی بی کی۔ بابا کی مفارقت میں سمجھی تھیں کہ زمانہ کے لوگ ہمدردی کرینگے۔ حقیقی طور پر نہیں تو ظاہری طور پر ہی سہی۔

دنیاوالوں نے خلاف امید ایسی اذیتیں پہنچائی جو انسان ستم گاریوں سے بڑھکر حیوانیت سے بھی تجاوز کر گئیں۔

باپ کے ماتم میں فاطمہؑ کی تعزیت کرنے اظہار ہمدردی کرنے کوئی نہیں آیا ہاں مگر گھر جلانے، دروازہ گرانے، ڈرانے دھمکانے، شکم اقدس میں محسنؑ کو شہید کرنے۔ گویا محسن اسلام کی کوئی بیٹی ہی نہیں فاطمہؑ کی کوئی وقعت وعزّت ہی نہیں۔ جسکی قدر ومنزلت کرتے ہوئے رسولؐ اللہ کو دنیا والے اپنی آنکھوں سے ایک بارنہیں ہزار بار دیکھ چکے تھے۔ فوق بلگرامی سیرہ الزہراالرشمس الاعلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی کتاب سے تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے ہی فاطمہؑ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا۔ علیؑ کو خلافت سے محروم کیا گیا ترکۂ پدری باغ فدک سے فاطمہؑ کو محروم کیا گیا جناب سیّدہؑ کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کیا گیا اور آپ مقدمہ ہار گئیں مسلمانوں کی عدالت میں پھر انہیں رنجوں میں گھل گھل چند ہی دن میں انتقال فرماگئیں۔ اور جتنے دن زندہ رہیں جنہوں نے رنج دیئے تھے ناراض رہیں بات نہ کی یہاں تک کے ان لوگوں کو اپنے جنازے پر آنے کی مناہی کرادی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔

باغِ فدک بعد رسولؐ:

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى (سورہ حشر آیات ۷)

جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو لڑائی کے بعد عنایت کیا ہے اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر فرمایا کہ جو ملک یا جاگیر یا مال غنیمت مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد سے حاصل ہوا اس میں مسلمانوں کا حصّہ ہے۔ لیکن جو زمین یا جائیداد جنابِ رسولؐ خدا کو بغیر مسلمانوں کی امداد کے حاصل ہوجائے وہ محض جنابِ رسولؐ خدا کی ملکیت ہوگی اس میں

مسلمانوں کا حصّہ نہیں ہے۔ یہ قاعدہ کو اللہ نے مندرجہ بالا آیات میں صراحت فرمائی۔ واقعات یوں ہیں کہ خیبر لیس واپسی کے موقع پر جناب رسولؐ خدا نے محصہ بن مسعود الانصاری کو اہل فدک کے پاس دعوتِ اسلام دینے کیلئے بھیجا۔ پس اُن لوگوں نے جنابِ رسولؐ خدا کو نصف آراضی فدک دیکر مصالحت کرلی اور آنحضرتؐ نے اُسے منظور کرلیا۔ پس یہ نصف فدک خاص جناب رسولؐ خدا کی ملکیت تھا۔ کیونکہ مسلمانوں نے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے تھے(فتوح البلدان،ص ۱۲۶)

خود حضرت عمر اس کو جناب رسولؐ خدا کی ملکیت بلاشرکت غیر سمجھتے تھے چنانچہ مولانا شبلی تک نے اس کو تسلیم کیا یہاں ''الفاروق'' سے مولوی شبلی کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

''اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اس سے فدک وغیرہ کا آنحضرتؐ کی خاص جائیداد ہونا ثابت ہے اور خود حضرت عمر اس کے یہی معنیٰ قرار دیتے تھے۔ آیت مَّا أَفَاءَ اللَّهُ الخ اور یہ قصّہ صحیح بخاری باب الخمس اور باب المغازی اور باب المیراث پر تفصیلی مذکور ہے۔ص ۱۲۷

حضرت ابوبکر بھی ان آراضیات کو خاص جائیداد جناب رسولؐ خدا سمجھتے تھے جب ہی تو ''لاوارث ولانورث'' کی لاوارث حدیث پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ جسٹس آغا سلطان مرزا دہلوی نے ابزاء۔ ابویعلی، ابن ابی حاتم وابنِ مردویہ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابومردویہ ابن عباس سے روایت کی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی وات ذالقربی حقہ تو جنابِ رسولؐ خدا نے فدک جناب فاطمہؑ کو ہبہ کردیا بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا نے ایک وثیقہ ہبہ کا جنابِ فاطمہؑ وحسنینؑ کے حق لکھ دیا۔ اور یہ وہی وثیقہ تھا جو حضرت معصومہؑ دربار خلافت میں لائیں۔

فدک کے بارے تمام اہلسنتؒ واہل تشیعہ کتابوں میں مفصّل بحث کی گئی یہ واقعہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ فدک ہے اس عالم حُزن ویاس میں جبکہ فاطمہؑ کی آنکھوں میں دنیا اندھری تھی اور اپنی زندگی ہی دوبھر معلوم ہوتی تھی اس مشکل معامہ پر غور کرنا اور صحیح راستہ اختیار کرنا معمولی بات نہ تھی۔ فدک جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں تھا۔ جیسے ہی خلافت قائم ہوئی منتخب خلیفہ کے حکم سے حکومت نے قبضہ کرلیا اور حضرت فاطمہؑ کے عمّال (نگرانی کار) کو زبردستی بے دخل کر دیا۔ آپ جانتی تھیں کہ ان کے دعویٰ کرنے پر بھی وہ لوگ فدک واپس نہیں دینگے کیونکہ آپ حکم خلافت کا طرزِعمل دیکھ چکی تھی۔

آپ نے حضرت ابوبکر کے گھر پر جا کر حضرت عائشہ کے گھر پر جا کر نہیں مانگا بلکہ آپ نے برسر دربار لوگوں کی موجودگی جبکہ خلیفۂ وقت برسرِ منبر تھے باضابطہ اپنا حق مانگا کہ کیوں ہمارے عمّال کو بیدخل کیا گیا اور فدک پر قبضہ کرلیا گیا۔ دربار خلافت میں وحدانیت کی مباہلہ کے موقع پر گواہوں گواہی کو بھری مسجد میں جھوٹا ٹھہرایا گیا۔ ۱) رسولؐ خدا کا لکھا ہوا وثیقہ (۲) خود فاطمہؑ (۳) علی ابن ابیطالبؑ (۴) امام حسنؑ (۵) امام حسینؑ (۶) ام ایمن اور (۷) ایک غلام رسولؐ کی گاوہی کو خارج کیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے فاطمہؑ سے کہا کہ ہم تمہارے بیان کو سچّا نہیں سمجھتے گواہان پیش کرو۔ وراثت سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے متعلق کہا کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے۔ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث ماترکناہ صدقہ'' یعنی ہم گروہ انبیاء نہ تو کسی کا وارث ہیں اور نہ کوئی وارث ہمارا ترکہ لے سکتا ہے۔ ہم جو چھوڑتے ہیں ہو صدقہ ہوتا ہے۔

جب دوران عذرات فاطمہؑ نے جناب ابوبکر کے عذرات سُنے کیونکہ وہ خود ہی مدعا علیہ تھے (مدعا علیہ کی طرح عذرات پیش کرتے جاتے تھے اور خود ہی فیصلہ کرنے والے تھے) تو

جناب فاطمہؑ نے سوال کیا کہ جب تم مرو گے تو تمہاری جائیداد کون لے گا؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا میری اولاد۔ اس پر جنابِ فاطمہؑ نے فرمایا کہ وائے ہو تم پر تمہارا وارث تو تمہاری اولاد لے اور میں اپنے باپ کا ورثہ نہ پاؤں جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ۱) وارث سلیمان داؤد (۱۶:۲۷) سلیمانؑ اپنے باپ داؤد کا وارث ہوا۔ (۲) یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیّاً (سورہ مریم ۶ : ۱۹) میں اپنے مرنے کے بعد اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے پس تو اپنی بارگاہ سے ایک وارث عطا فرما جو میری اور یعقوبؑ کی نسل کا وارث ہو اور اے میرے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بندہ بنانا۔

یُوصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ (سورہ نساء ۱۱ : ۴) یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصیت کرتا ہے لہذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (سورہ نساء ۳۳ : ۴) یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں۔ کوئی بھی مرنے والا ایسا نہیں کہ جس کی اولاد اور اقرباء وارث نہ ہوں وہ مرنے والا خواہ امت میں سے ہو یا نہیں ہو۔

اسی فدک کیلئے حق وراثت کو جو اسلام میں نبیؐ کے مرتے ہی بدعت ہو رہی تھی رسولؐ اکرام کی سنّت کو جاری کرنے کیلئے فاطمہؑ کو دربارِ خلافت میں جانا پڑا اور وہاں گھنٹوں ٹھہرنا پڑا اور مایوں لوٹنا پڑا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کی بحث کو جو قرآنی آیات سے پیش کیں صحیح تسلیم کرکے

جناب فاطمہؑ کے حق میں فدک وغیرہ آراضیات کا وثیقہ لکھ دیا۔اس وثیقہ کو لے کر آپ چلنے لگیں تھیں کہ حضرت عمر تشریف لے آئے اور حضرت فاطمہؑ سے وثیقہ لے کر چاک کر ڈالا اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ جناب فاطمہؑ کا مقدمہ خارج کردو چنانچہ حضرت ابوبکر نے یہ کہکر مقدمہ خارج کردیا کہ نصاب پورانہیں ہوا اور وہ خودساختہ حدیث پیش کردی جو فاطمہؑ نے اور امہات المومنین نے نہیں سنی تھی اور اس فیصلہ کی حمایت اس طرح کی جاتی ہے کہ نصاب شہادت پورانہیں ہوا۔شوہر کی گواہی اپنی زوجہ کے حق میں اور اولاد کی گواہی اپنے والدین کے حق میں قابل قبول نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔

جس جرأت و دلیری کیساتھ حضرت فاطمہؑ نے اپنے اس فعل سے حق کو تبلیغ اور باطل کی تکذیب کی ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔حضرت ابوبکر کا یہ فیصلہ سُننے کے بعد جناب فاطمۃ الزہراؑ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مسجد میں ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرمایا۔اس خطبہ نے معاندین کے سینوں ایسی ہی کاری ضرب لگائی جیسی کہ ذوالفقار میدان جنگ میں کفار کے سینوں میں لگاتی تھی۔یہ خطبہ بہترین اور عجیب خطبوں میں سے ہے جس پر نورِ نبوت کا غازہ ہے اور شبنم رسالت کی خوشبو۔اس خطبہ کو موافق ومخالف سب نے اپنے تصانیف میں ذکر کیا ہے(صاحب کشف الغمہ) نے اسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب سقیفہ کے اس قدیم نسخہ سے نقل کیا ہے جو اس نے مولف کی خدمت میں ماہ ربیع الاوّل ۳۲۲ھ میں پڑھکر بغرض تصیح سنایا گیا ہے۔(حوالہ مستدرک الجزثالث ۱۲۶ھ)

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ مقام دفن صیغۂ راز میں ہے۔حضرت علیؑ نے جنت البقیع میں چالیس قبریں بنائیں تھی۔جب مسلمان قبر کھود کے نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرے۔آپ گھر سے نکلے اس طرح کہ آپ کی تلوار زمین پر خط کھینچ رہی تھی اور دوش پر ردا بھی خط کھینچ رہی تھی اور منہ کف

جاری تھا۔حضرت عائشہ نے مسلمانوں کو نبیؐ اکرم کی وہ حدیث یاد دلائی کہ علیؑ اگر اس طرح غیض میں ہوں تو ساری دنیا بھی انکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔یہ سنکر مسلمان واپس ہو گئے۔

جناب فاطمۃؑ الزہرا کی وصیّت: مناقب ابن شہر آشوب، ج۳ص۳۶۳ بحار الانوار ،ج۴۳ص۱۸۲،۱۹۱،عجائبات فاطمی میں ان جوابوں سے بی بیؑ کی اسرار آمیز وصیّت ہے جو اپنے اندر آثار رکھتی ہے۔بی بیؑ اپنے دو وصیّت ناموں میں جن سے ایک کسبی تھا اور دوسرا زبانی،سختی سے حکم فرمایا کہ! وہ افراد جنہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے وہ ان کے جنازے میں شرکت نہ کریں اور انہیں مخفیانہ طور پر سپرد خاک کردیا جائے۔

بی بیؑ نے اپنی وصیّت کے ضمن میں امیر المومنینؑ سے فرمایا! میں آپ کو وصیّت کرتی ہوں کہ جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور جنہوں نے میرا حق چھینا ان میں سے کوئی ایک بھی میرے جنازے میں شرکت نہ کرنے پائے، یہ میرے خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں ان میں سے کسی کو بھی میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دیجئے اور نہ ان کے پیروکاروں کو۔مجھے رات میں اس وقت جب پلکیں ایک دوسرے سے ملی ہوں اور آنکھیں سورہی ہوں سپرد خاک کیجئے گا اور یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ! میں فاطمہؑ ہوں رسولؐ کی بیٹی! خدا نے میری آپ سے شادی کروائی تا کہ میں دنیا وآخرت میں آپ کیلئے رہوں۔آپ تمام لوگوں میں میرے لئے زیادہ سزاوار ہیں۔آپ مجھے غسل دے کر حنوط کیجئے۔مجھے شب میں کفن دیجئے اور شب ہی میں مجھ پر نماز پڑھکر دفن کردیجئے اور کسی کو خبر مت کیجئے میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں قیامت تک آنے والی میری نسل کو میرا اسلام پہنچا دیجئے۔

شیخ مفید نے اسمٰعیل یحیٰ سے جس کا سلسلہ خواجہ ابوصلتؒ ہروی تک پہنچتا ہے اور ایک جماعت جس کا سلسلہ ابوایوب انصاری تک پہنچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبرؐ نے اپنی بیماری

کی حالت میں حضرت فاطمہؑ سے فرمایا! کہ اۓ نور دیدہ اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مہدیؑ تیری اولاد میں سے ہے وہ ظاہر ہوگا اور انتقام لیگا۔ (شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء اکثر راویت کرتے ہیں کہ جب جناب سیدہ پر دروازہ گرایا گیا اور حضرت محسنؑ کی شہادت واقع ہوئی آپ نے بے ساختہ صدا دی ''یا مہدیؑ'' کہہ کر آپ نے ایسے موقع پر مہدیؑ کو یاد کیا۔ یہ کسی باوثوق کتاب سے تو نہیں مل سکا مجھے میری کم علمی کی وجہ سے لیکن عقل تسلیم کرتی ہے کہ نبیؐ اکرم کی اس حدیث کے بعد ''یا مہدیؑ'' کی صدا دینا عین ممکن ہے)

منزلت درِ فاطمة الزہراؑ

حق الیقین میں جامع الاصول کی صحیح ترمذی سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک کہتا تھا جب اہل بیتؑ کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی تقریباً چھ ماہ تک حضرت رسالتمآب نماز کے لئے باہر تشریف لاتے اور حضرت فاطمة الزہراؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے ''السلام علیک یا اہل بیت النبوہ ومعدن الرسالہ اصلواۃ اہل بیتؑ'' پھر آیت تطہیر کی تا آخر تلاوۃ فرماتے تھے۔

صحیح مسلم اور جامع الاصول میں مروی ہے کہ حصین بن سیرہ نے زید ابن ارقم سے پوچھا کہ آیا حضرت رسالتمآبؐ کی ازواج بھی اہلبیتؑ آنحضرتؐ میں داخل ہیں کہ نہیں؟ جواب دیا کہ واللہ نہیں۔ ایک مدت تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے پھر اپنی قوم سے ملحق ہوتی ہے۔ بلکہ حضرتؐ کے اہلبیتؑ حضرت کے خویش واقارب میں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔

یہاں گھر میں یہ کہرام تھا وہاں حضرت عمر خلافت کے انتظام میں لگے ہوئے تھے مشکل یہ آپڑی تھی کہ اُن کے ساتھی حضرت ابوبکر اپنی نئی دلہن کے گھر محلّہ سنخ میں تھے ان کے بغیر کام شروع نہیں ہوسکتا تھا۔ اتنی دیر کیلئے انہوں نے یہ انتظام کیا کہ آنحضرتؐ کی خبر مرگ نہ پھیلنے پائے لہذا تلوار لیکر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کہ جو یہ کہے گا کہ محمدؐ مر گئے تو میں سر قلم کردوں گا۔ وہ تو

حضرت موسیٰ کی طرح میقات کیلئے تشریف لیگئے ہیں۔ واپس آن کر منافقین کا سر قلم کریں گے۔
حضرت موسیٰ تو میقات کیلئے مع جسم کے تشریف لے گئے تھے۔ یہاں تو مردہ جسم سامنے پڑا ہوا
تھا۔ مولوی شبلی کہتے ہیں کہ یہ ایک پالیسی تھی (الفاروق، ج ۲،۱۱۲صفحہ) تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر
آ گئے۔ اپنا مشہور خطبہ ادا کیا کہ جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ تو جان لیکے خدا زندہ ہے کبھی نہیں
مرے گا اور جو محمدؐ کی پرستش کرتا ہے وہ سمجھ لے کے محمدؐ مر گئے۔ آؤ چلیں ملکر خلیفہ کا انتخاب کریں
کہ ہم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کریں (صواعق مخرقہ المقدمہ الثانیہ، ص ۵) خیر وہ دونوں
ملک کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چلے راستے میں ابوعبیدہ بن الجراح ملے انہیں ساتھ لے لیا اور
صرف یہ تین ہزار بزرگوار سقیفہ میں پہنچے۔ وہاں جا کر اس طرح خلافت کیلئے لڑائی لڑی ہے کہ
بقول مولوی شبلی کے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان پر کوئی حادثہ ہی نہیں پڑا۔ حضرت علیؑ ماتم رسولؐ میں
آنحضرتؐ کے پلنگ سے لگے بیٹے رہے جیسا کہ محبت و وفاداری کا تقاضہ ہے (الفاروق حصہ
اوّل، ص ٦٦)

آنحضرتؐ کا ارادہ تھا کہ مرض کے آخری ایام میں حضرت علیؑ کے حق میں وصیت تحریر کر
ائیں گے اسی لئے آپ نے داوات وقلم مانگا جسے ہذیان سے تعبیر کیا گیا۔

یوں تو اہلبیتؑ علیہم السلام میں سے ہر ایک کو جنابِ رسولؐ خدا کی جدائی کا رنج وصدمہ
عظیم ہوا لیکن جناب فاطمہؑ کے رنج کی تو کوئی حد ہی نہ تھی۔ اس سانحہ کے بعد کسی نے حضرت
فاطمہؑ کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا۔ رات اور دن رونے سے کام تھا۔ ان کے شور و بکا سے محلّہ والے
بے چین رہتے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں آن کر عرض کی کہ فاطمہؑ کی گریہ
وزاری وشیون سے ہمارا آرام حرام ہو گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے جنابِ فاطمہؑ کو یہ پیغام پہنچایا۔ اس
دن سے جناب معصومہؑ نے جنت البقیع میں ایک جھونپڑی کی طرح حجرہ بنایا۔ دن کو وہاں چلی جاتی
تھیں اور باپ کے فراق میں روتی تھیں لیکن اسکو بھی توڑ دیا گیا۔ (بیت الحزن)

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

نام: حسن علیہ السلام (خداوند عالم ان دونوں ناموں کو (حسنؑ اور حسینؑ) کو اپنے پاس مخفی رکھا تھا تا کہ جناب فاطمہؑ کے بچوں کے یہ نام رکھے جائیں ورنہ زمانہ قدیم سے عرب میں اور یمن میں کسی کے یہ نام نہیں) (ان دونوں شہزادوں کے نام توریت میں شبّر وشبیر انجیل میں طاب واوطیب ہیں)

سنہ ولادت	:	۳ ہجری، م ۶۲۵ A.D.
مقام ولادت	:	مدینہ منورہ
والد کا نام	:	علیؑ ابن ابیطالبؑ
والدہ کا نام	:	فاطمہؑ بنتِ رسولؐ اللہ
القاب	:	سید، سبط، تقی، طیّب، زکی، ولی مجتبیٰ
نقش انگشتری	:	العزۃ اللہ، ارشاد کے مطابق امام حسنؑ شبیہ سرورؐ انبیاء تھے
شہادت	:	۲۸ صفر ۵۰ھ، م ۲/۱اپریل ۶۷۰ A.D.
قاتل	:	زوجہ جعدہ بنت اشعث زہر (پانی میں)

قبل از ولادت : بحار میں ام الفضل زوجہ عباس ابن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت سے قبل میں نے خواب دیکھا کہ نبی کونین کے اعضاء میں سے ایک عضوء جدا ہو کر میری جھولی میں آ گیا۔ میں بڑی پریشان ہوئی آنحضورؐ کو خواب بتایا اور تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری بیٹی زہراؑ کے ہاں بیٹا ہوگا۔ جس کی پرورش تو کریگی۔

ولادت پر تہنیت کا سلسلہ: اصول کافی روایت ہے امام علیؑ رضا نے فرمایا! جب امام حسنؑ مجتبیٰ کی ولادت ہوئی تو جبرئیلؑ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مبارک باد پیش کی، خداوند عالم کی جانب سے بچے کا نام تجویز کیا گیا، ساتویں دن عقیقہ ہوا۔

کربلا قلبِ امام حسن علیہ السلام میں دفن ہوگئی اور حسین علیہ السلام پر ظاہر ہوئی

علامہ ابن شہر آشوب نے محمد الفتال نیشا پوری سے مونس الجرین میں عیسیٰ ابن الحسن سے اور اسنے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کسی نے امام حسنؑ کے مصائب کا ذکر کیا جو آپ برداشت کرر ہے تھے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا۔ اگر میں خدا سے دُعا کروں تو وہ عراق کو شام بنادے، اور شام کو عراق، عورت کو مرد بنادے اور مرد کو عورت، ایک شامی اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا اس پر کیسے قدرت ہے آپ نے فرمایا! اۓ عورت اُٹھ تجھے مردوں میں بیٹھنے حیا نہیں آتی۔ اب جو اس شامی نے غور کیا تو اپنے کو عورت پایا۔ حضرت نے فرمایا، تیری بی بی مرد ہو چکی ہے اور تو اس سے حاملہ ہوگا اور تیری اولاد خنثی پیدا ہوگی۔ حضرت نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر ان دونوں نے توبہ کی اور حضرت کے پاس آئے اور آپ نے دُعا کی وہ اپنی پہلی حالت پر آ گئے۔

رعب وجلال: فضائل ابن شہر آشوب میں محمد بن اسحٰق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ رسولؐ اللہ کے رعب وجلال میں امام حسنؑ جیسا کوئی نہ تھا۔ جب آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے تو راستہ بند ہو جاتا کیونکہ آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے کوئی ادھر سے گذر نہ سکتا تھا۔ جب آپ گھر میں چلے جائے تب لوگ ادھر سے گذرے، میں نے دیکھا کہ آپ راہ مکہ میں پیدل جارہے تھے پس جو آپ کو دیکھتا سواری پر سے اُتر پڑتا اور پیادہ چلتا۔

زبانِ رسالتؐ دھنِ امام میں: علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت

ہوئی اور آپ سرورؐ کائینات کی خدمت میں لائے گئے تو رسولؐ کریم بے انتہا خوش ہوئے۔ اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دے دی۔ بحارالانوار میں ہے کہ آنحضرت نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لیکر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسنؑ اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دُعا کی خدایا۔ اس کو اور اسکی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا۔

حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعہ وحی تجویز ہوا

بحارالانوار جلد ۱۰ از یدان علیؑ ابن الحسینؑ سے وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ الزہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا اس بچہ کا کوئی نام تجویز کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، نہیں میں اس کا نام رکھنے میں جناب رسولؐ اللہ پر سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں جناب رسولؐ خدا تشریف لائے تو حضرت حسنؑ کو آپ کی گود میں دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! تم نے اس کا کوئی نام بھی رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کی میں اس کا نام رکھنے میں آپ پر ہرگز سبقت نہ کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! میں بھی اس کا نام رکھنے میں اپنے پروردیگار پر سبقت نہ کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ امین کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ سنو! محمدؐ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے ان کے پاس اُتر کر جاؤ۔ انہیں میرا اسلام کہو، میری طرف سے مبارکباد دو اور کہو کہ ''علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی، لہذا اس فرزند کا نام بھی وہی رکھو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔ جبرائیلؑ نے کہا شبّر تھا۔ آپ نے فرمایا! یہ عبرانی زبان ہے میری زبان عربی ہے جبرائیلؑ نے کہا! پھر آپؐ اس مولود کا نام حسنؑ رکھدیجئے۔

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس فرزند کا نام حسنؑ رکھدیا جب

ولادت کا ساتواں دن ہوا تو آپ نے دو مینڈھوں کو ذبح کر کے آپ کا عقیقہ کیا ان کا سر منڈوایا اور انکے بالوں کے برابر چاندی تصدق فرمائی اور سر پر زعفران کا لیپ کیا گیا۔عقیقہ کے گوشت میں قابلہ (دایا) کوایک ران اور ایک دینار دیئے۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔رسولؐ اکرم نے رخساروں کا بوسہ دیا اور اپنی زبان ان کے دہن میں دیدی۔اور حسنؑ آپؐ کی زبان شیریں جو سنے لگے۔حضرت فاطمہ زہراؑ کے بچوں کی پرورش لعاب دہن رسولؐ سے ہوئی۔

عمرانؓ بن سلمانؓ اور عمر بن ثابت نے بیان کیا کہ حسنؑ اور حسینؑ اہل جنّت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔یہ دونوں نام دنیا میں اس سے پہلے کسی کے نا تھے اللہ تعالیٰ نے یہ دو نام یعنی حسنؑ وحسینؑ کو نگاہ خلق سے پوشیدہ رکھا تھا جناب فاطمہؑ کے فرزندوں کیلئے۔

امام حسنؑ کی خاتم کا نقش ''العزۃ لِلّٰہ'' تھا۔امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ معراج پر تشریف لئے گئے تو دس رکعت نماز (فریضہ) کا حکم لے کر تشریف لائے یعنی پانچ وقتوں میں دو دو رکعت پھر جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کے تشکّر میں سات رکعات کا اضافہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت فرمادی اسطرح کا سترہ رکعات نماز ہوگئی۔

۱)حسنؑ وحسینؑ سردار جوانانِ اہل بہشت

''الحسنؑ و الحسینؑ سید شاب اهل الجنة و ابوهما خیر منهما''

''حسنؑ وحسینؑ جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان دونو کے والد ان دونوں سے

بہتر ہیں (عیون الاخبار الرضاؑ)

۲)" الحسنؑ و الحسینؑ خیر اھل الارض بعدی وبعد ابیھا و اُمّھما افضل انساء اھل الارض"

حسنؑ وحسینؑ میرے بعد اور اپنے والد کے بعد اہل زمین میں سب بہترین اور ان کی والدہ اہل زمین کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں (عیوان اخبار الرضا)

۳) الحسنؑ و الحسینؑ یوم القیمة من جنبی عرش الرحمن تبارک وتعالیٰ بمنزلة الثقلین من الوجة"

قیامت کے دن حسنؑ وحسینؑ عرش الٰہی تبارک وتعالیٰ کے دونوں پہلوؤں میں اس طرح ہوں گے جیسے چہرے کے دونوں طرف کانوں میں گوشوارے" (امالی شیخ صدوق)

۴) حلیۃ اولیاء میں مرقوم ہے کہ! رسولؐ اکرم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بیٹھائے فرمارہے تھے کہ "من احبّنی فلیحبہ" یعنی جو مجھ سے محبت کرتا ہے لازم ہے اس پر کہ وہ اس سے محبت کرے۔

۵) ابو ہریرہ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا! جب بھی حسنؑ کو دیکھتا ہو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ ایک دن حسنؑ آئے اور آنحضورؐ کی آغوش میں بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ بار باران کا منہ کھولتے اپنی زبان اقدس ان کے منہ میں دیدیتے تھے اور فرماتے جاتے، اللّٰھُمَ اِنّی اَحِبّہُ واحبَّ من یحّبھُ" یعنی یااللہ میں اس لیں محبت کرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ (کشف الغمہ ُحلیۃ الاولیا)

جناب امام حسن علیہ السلام کا حلیہ مبارک: ارجح المطالب، ص ۴۶۰ پر تحریر ہے کہ آپ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی غزالی خوشنما تھیں۔ رخسار پتلے پتلے کتابی خط و خال کے تھے۔

کلائیاں گول گول گاؤ دم تھیں داڑھی گنجان کانوں کی لوتک بل کھاتی ہوئی۔گردن چاندی صراحی کی طرح سفید اور بلند تھی۔شانے اور بازو گدگدے اور بھرے بھرے سینہ چوڑا چکلا قد نہ دراز نہ اس قدر ٹھگنا بلکہ درمیانہ تھا۔آپ کی صورت نہایت پاکیزہ،آپ کے بال گھنگر والے،بدن خوبصورت سڈول تھا۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ امام حسنؑ سے کوئی زیادہ آنحضرتؐ کا ہمشکل نہیں تھا آپ تمام افراد کا اہلبیتؑ میں آنحضرتؐ سے مشابہہ تھے۔

خصائل وفضائل امام حسنؑ بہ زبان امام زین العابدینؑ

کتاب امالی میں مفضل بن عمر سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا! امام زین العابدینؑ نے فرمایا! امام حسنؑ اپنے زمانہ میں عابدترین فرد تھے،اور سب سے زیادہ زاہد اور تمام خلق سے علم وفضل میں بڑھے ہوئے تھے حج کو جاتے تو پیادہ پا تشریف لے جاتے،موت کو یاد کرتے تو رونے لگتے،قبر کو یاد کر کے گریاں ہوتے،بعث ومرور پر پل صراط کا خیال کر کے بیقرار ہو جاتے تو بند بند خوف خدا سے لرز جاتا،بہشت ودوزخ کو یاد کر کے بیتاب ہو جاتے،جنت کا حق تعالیٰ سے سوال کرتے اور آتش جہنم سے پناہ مانگتے،تلاوت قرآن میں جب پڑھتے ''یَاَیھا الذّین امنو''تو فرماتے،لبیک اللھم لبیک'' ہاں حاضر ہوں اے پروردگار میرے حاضر ہوں،کسی حالت میں یاد خدا سے غافل نہ رہتے،کلام کرنے میں تمام آدمیوں سے بڑھکر صادق الحجہ تھے،اور سب سے زیادہ فصیح وگویا۔غرض العمال پیش حق تعالیٰ کا ذکر کر کے ایسی چیخ مارتے کے بیہوش ہو جاتے،نماز کو کھڑے ہوتے تو بند بند خوف خدائے عزوجل کانپ جاتا۔

لوگوں کا یہہ گمان تھا کہ آپ بہت شرمیلے ہیں اگر خطبہ دیں گے تو مجمع کو دیکھ کر گھبرا

جائیں گے۔ چنانچہ عمرو عاصؔ کے کہنے پر معاویہؔ سے کہا گیا، کہ حسنؑ سے مجمع عام میں خطبہ پڑھواؤ تو ان کی کند زبانی کا عیب سامعین پر آشکار ہو جائے گا (امام تمام عیبوں سے پاک ہوتا ہے) اس نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ منبر پر جا کر ہمکو وعظ و پند کرو۔ آپ نے اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ ارشاد فرمایا کہ مبادا لوگ مفتون ہو کر فتنہ وفساد نہ پیدا ہو جائے بولا، اے ابو محمدؑ اتر آؤ جس قدر کہہ چکے یہی کافی ہے۔ آپ کے فضائل بے انتہا ہیں اور محاسن واوصاف لاتعداد تھے۔ آپ اپنے زمانہ میں بے عدیل ونظیر تھے اگر آپ کا نظیر ومثل تھا تو فقط سبط اصغر ابو عبداللہ الحسین تھے۔

الشہید المسومؔ فی تاریخ حسنؑ ص ۲۰۵ پر منقول ہے کہ معاویہؔ مدینہ میں آیا تو دیکھا قریش امام حسنؑ کے گرد مجمع رہتے ہیں اور انکی تعلیم وتکریم بدرجہ غایت بجالاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر اسکے دل میں حسد پیدا ہوا اور ابولاسود دوائلی اور ضحاک بن قیس الغیری کو بلا کر اپنا خیال اُن کے آگے ظاہر کیا اور جو کچھ حضرت امام حسنؑ کے بارے میں اس نے ارادہ کیا تھا اس میں مشورہ چاہا۔ ابوالا سود نے کہا جو امیر المومنین کی رائے میں آئے افضل ہے۔ مگر میرے نزدیک تو بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کیا جائے کیونکہ جو کچھ تم اُن کے بارے میں کہو گے لوگ اُسے حسد پر معمول کرینگے۔ اس سے ان کا رتبہ اور اونچا ہو گا اے امیر (معاویہ) حسنؑ کا شباب اعتدال پر ہے وہ حاضر جوابی میں یکتائے روزگار ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے کلام کو اس خوبصورتی سے رد کرینگے کہ تیر پلٹ کر تیر ہی لگیں گے اور تیری ساقِ پا کو چھید دیں گے اور تیرے عیب کھل جائیں گے۔ تو اس وقت تیرا کلام بجائے ذلت کے انکی فضیلت کو ظاہر کرے گا اور تمہاری منقصت کو آشکار کریگا ہاں کوئی عیب ان کے حسب ونسب میں ہوتا تو اسکو زبان پر لا سکتے تھے مگر وہ اپنی ذات سے کمال مہذب وشائستہ ہیں اور نسب میں صریح عرب اور ان کا لب لباب ہیں اور پاک عنصر اور اصل کریم سے بنے ہیں۔

میں تو یہی کہتا ہوں کہ امیر المومنین (معاویہ) ان کے مقابلہ سے باز رہے مگر ضحاک بن قیس نے کہا ۔اے امیر جو کچھ اُن کے مقدمہ میں اندیشہ کیا جاتا ہے البتہ اسکو امضاء کرو اور اپنی عقوبت اور ایذاء رسانی سے ان کو باز نہ رکھو۔ بتحقیق کہ تم اپنے جارحانہ خطاب و محکم جواب سے ان پر گرفت کرلو گے اور وہ تمہارے آگے اسطرح ذلیل ہونگے جیسے شتر پیر گلہ شتران جوان کے سامنے معاویہ نے کہا ایسا ہی کروں گا ۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر گیا اور حمد خدا و درود مصطفیؐ کے بعد امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کا ذکر درمیان میں لایا اور تنقیص و توہین کی آنحضرتؐ کی ۔ پھر کیا کچھ لوگ قریش سے اہل سفاہت و طیش ہیں ۔مقدر نے انکو مبتلائے مصیبت کیا، شیطان نے انکے سروں پر آشیانہ بنایا اور انکی زبانوں پر قبضہ کیا۔ انکے سینوں میں اس نے بیضے دیئے اور بچے نکالے اور گوشت و پوشت میں سرایت کر گیا کہ خطا و خلل ان سے ظاہر ہوئے اور راہ راست انکی نظروں میں دھندلا دکھائی دینا اور وہ طریق یعنی عدوان و بہتان کی طرف رہبری کرتا ہے پس وشیطان کے شرکاء ہیں اور وہ ان کا قرین اور ہمنشین شیطان ہو پس برا قرین ہے میں انکی کافی تادیب کروں گا اور حق تعالیٰ سے خواستگار اعانت ہوگا۔

امام حسنؑ اس کا کلام سنکر اٹھ کھڑے ہوئے اور منبر کا بازو پکڑ کر فصیح و بلیغ متضمن مبدح اہل بیتؑ و رسالتؐ و پارہ از فقل خود کہا۔ معاویہ اور برہم ہوا اور پیچیں درک دیگر غیر متعلق سوال کرنے لگا۔ حضرتؑ اس کا جواب دیکر پھر مشغول خطبہ ہوتے تھے ۔معاویہ نے کہا تمہارا نفس خلافت کی خواہش رکھتا ہے ۔مگر تم اسکے اہل شایاں نہیں ہو۔ حسنؑ مجتبیٰ نے کہا جو کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل پیرا ہو وہ اسکا اہل ہے ۔اہل خلافت وہ نہیں جو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کو معطّل رکھے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی کو بادشاہت ملے وہ خوب عیش و عشرت کرے پھر اس سے چھن جائے اور مطالبات اسکے ذمہ رہ جائیں۔ معاویہ نے کہا قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے اوپر ہمارے

احسان و دست جمیل نعمت کا نہو۔ حضرت امام حسنؑ نے کہا وہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے ذلّت وخواری سے نکل کر تو نے عزّت پائی اور قلّت کے بعد کثرت سے فائیدہ اُٹھایا۔

کہا! اۓ حسنؑ وکون لوگ ہیں؟ فرمایا! وہ ہیں جو معرفت خدا سے تجھے باز رکھتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ یدطولیٰ انکو حاصل ہے پھر قدرے اپنے اب وجد کی مدح کر کے فرمایا! اۓ معاویہ تو انکی برابری کرسکتا ہے۔ کیا نہیں اور تمہارے قول کی تصدیق کرتا ہوں فرمایا! حق واضح اور روشن ہے اور باطل متروک ومترود۔

امام حسنؑ کی عبادت: امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ عابدِ شب بیدار متقی، وزاہد، افضل ترین عالم ہے۔ آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل کو ترجیح دیتے تھے کبھی کبھی پا برہنہ حج کیلئے جاتے تھے۔ آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت ونشور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ جب آپؑ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا اور جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی طرح کانپنے لگتے تھے۔ آپ کا دستور تھا جب دروازۂ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کر کے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے۔ اۓ رحمٰن و رحیم اپنے اچھائیوں کے صدقے میں مجھ جیسے بُرائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے۔ آپؑ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طالع نہ ہوجائے۔ (بحارالانوار۔ روضۃ الواعظین، چودہ ستارے)

کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا

بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۱۸۲ پر ابو یعقوب یوسف بن جراح نے اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ یمانی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ایک پہاڑ پر تھے شاید وہ کوہ حرا تھا آپ کے ساتھ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اور مہاجرین وانصار کی ایک جماعت تھی۔ حذیفہ یمانی

آپ سے باتیں کررہے تھے کہ اتنے میں حسن ابن علیؑ آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ آئے۔ جب آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا! جبرائیل اور میکائیل دونوں شہزادے کیساتھ ساتھ ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا! میرا فرزند ہے طاہر ہے میرے نفس سے ہے میری پسلیوں میں ایک پسلی ہے میرا نواسہ ہے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے والد اس پر قربان پھر آنحضرتؐ اٹھے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ اُٹھے آپ حسنؑ سے فرماتے جاتے تھے تو میرا میوۂ دل ہے تو میرا پیارا ہے میری جان ہے پھر آپ حسنؑ کو ساتھ لیکر ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے ہم سب بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ ہماری نظریں حضورؐ اکرم پر جمی ہوئیں تھیں مگر آپ حسنؑ کی طرف دیکھے جارہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا! یہ بچہ میرے بعد ہادی ومہدی ہوگا یہ رب العالمین کی طرف سے مہرے پیغام کو عام کرے گا۔ اور اپنے اعمال وافعال میں میرے امور کا ذمہ دار ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اللہ اس پر رحم فرماتا ہے جسکو اسکی معرفت حاصل ہے جو اسکے معاملے میں میرے ساتھ نیکی کرے جو اسکے بارے میں میرا پاس ولحاظ کرے، اللہ اس پر رحم فرمائے۔

ابھی رسولؐ اللہ نے اپنا کلام قطع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک اعرابی وارد ہوا وہ اپنی چھڑی گھیٹتا ہوا آ گیا! اُسے آتا دیکھ کر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا! کہ ایک ایسا شخص وارد ہورہا ہے جسکی درست گفتگو سے تم لوگ کانپ اٹھوگے، یہ تم لوگوں سے چند سوالات کریگا، اتنے میں وہ اعرابی بھی قریب آ پہنچا اور بغیر سلام کئے ہوئے بولا تم لوگوں میں محمدؐ کون ہے؟ ہم نے کہا کیا ارادہ ہے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تم اس سے درگذر کرو اسے بات کرنے دو۔

اس نے کہا! اے محمدؐ میں نے اس سے قبل تمہیں نہیں دیکھا تھا اور میں بغیر دیکھے ہی تمہارا دشمن تھا مگر اب تو دشمنی اور بڑھ گئی۔ آنحضرتؐ یہ سن کہ متبسّم ہوئے، اعرابی نے کہا! اے محمدؐ تمہارا

خیال ہے کہ تم نبیؐ ہو اور گذشتہ انبیاء پر بہتان رکھتے ہو، حالانکہ تمہارے پاس تمہاری نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا! اگر تو پسند کرے تو تیرے اعضاء میں سے ایک عضو ایک عضو دلیل پیش کرے اور یہ سب سے پختہ دلیل ہوگی، اعرابی نے کہا! کیا عضو بھی بات کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا! ہاں پھر فرمایا! اے حسنؑ اٹھو اور اعرابی نے کہا اپنے دل میں یہ تو خود مقابلے پر نہیں آتے اور ایک بچہ کو مجھ سے بات کرنے کھڑا کر دیا۔ آنحضرت نے فرمایا! گھبرا نہیں جو کچھ تو پوچھے گا بچہ بتائے گا، اتنے میں حسنؑ آگے بڑھے اور بولے اے اعرابی ٹھہر جا یہ کہکر آپ نے چند اشعار پڑھے۔

ماغبیّا سالت و ابن غبی — بل فقیها اذن و انت الجهول

فان تک قدجهلت فانّ عقدی — شفاء الجهل ماسال السول

وبحراً لا تقسة الدَّوالی — تراثاً کان اورثه الرسول

ترجمہ: تو کسی غبی (کندذہن) ابن غبی سے سوال نہیں کریگا بلکہ جس سے تو سوال کریگا وہ فقیہ اور سراپا گوشی ہے اور تو سخت جاہل ہے اور اگر تو جاہل ہے تو میرے پاس مرض جہل کا علاج موجود ہے جو تو چاہے سوال کرکے یہ ایک سمندر ہے جو ختم نہیں ہو سکتا ، یہ وہ میراث ہے جو اس کو رسولؐ سے ملی ہے۔ تو نے بڑی زبان درازی و جسارت کی ہے اور حد سے تجاوز کر گیا ہے، تو نے اپنے نفس کو دھوکے میں رکھا ہے مگر انشا اللہ تعالی تو یہاں سے بغیر ایمان لائے ہوئے نہیں جائیگا۔ یہ سن کر اعرابی مسکرایا اور کہا! اچھا آگے چلیئے ،امام حسنؑ نے فرمایا سن تم لوگ اپنے جرگے میں جمع ہوئے اور ناواقفیت اور لاعلمی

کی بنا پر جو باتیں تم لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں ان کا تذکرہ ہوا تو تم لوگوں نے سوچا کہ محمد ایک شاخِ بے ثمر ہیں ان کی آل واولاد نہیں ہے اور تمام عرب ان کے دشمن ہیں، اور ان کے خون کا بدلہ لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لیے ان کو قتل کر دو گے تو تمہاری قوم تمہیں انعام واکرام دیگی یہ سوچ کر تم نے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور اپنا نیزہ اٹھا کر چلے تو تمہاری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، راستہ چلنا دشوار ہو گیا، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ بات مشہور نہ ہو جائے کسی طرح ہمارے پاس آ پہنچے۔ مگر تمہارا آنا تمہارے لیے بہتر ہی ہوا۔

اب میں تمہارے سفر کا مفصّل حال بیان کرتا ہوں سنو! ہم اپنے گھر سے رات کے وقت نکلے تو مطلع بالکل صاف تھا۔ اتنے میں شدید ہوائیں چلنے لگیں۔ جس سے اندھیرا چھا گیا، بادل گھر آئے بارش ہونے لگی، اب تم (یقسیط بن زرارہ) اس سُرخ گھوڑے کے مانند ہو گئے (جس کے متعلق اس نے کہا ہے) اگر یہ آگے بڑھے۔ تو نحر ہو جائے اور پیچھے مڑ کر بھاگے تو اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔ اس وقت نہ تمہیں کسی چلنے والے کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی اور نہ کسی آگ روشن کرنے والے کی پھونکوں کی آواز آ رہی تھی۔ گھنگور گھٹائیں چھا گئیں آسمان کے سارے ستارے چھپ گئے ایک ستارہ بھی نہ تھا کہ جس سے تم راستہ کا اندازہ کرتے اور نہ کوئی ایسا نشان کہ جس سے پتہ چلتا، تم عام راستے سے ہٹ گئے اور ایک بہت گہری وادی میں اُتر گئے اس سے اوپر چڑھے تو راستے سے اور دور ہونے لگے ہوا تم کو اُڑائے لئے جا رہی تھی کانٹے چبھے جا رہے تھے

آندھی چل رہی تھی بجلی چمک رہی تھی ٹیلوں اور پہاڑیوں سے تمہیں وحشت ہورہی تھی جھاڑیاں کاٹ کھائے جارہی تھیں یکا یک تم نے دیکھا تو ہم لوگوں کے پاس تھے اب تمہاری آنکھوں میں خوشی دوڑ گئی تمہارا سارا رنج کافور ہوگیا۔

اعرابی نے کہا! صاجزادے! آپ کو یہ کس نے بتادیا؟ اور یہ سب کچھ بتا کر تو آپ نے میرے دل کے دریچے کھول دیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان تمام حالات کا مشاہدہ کررہے تھے اور میری کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں گویا آپ کے پاس علم غیب ہے۔ اچھا اب یہ بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟ امام حسنؑ نے فرمایا **اللہ اکبر "اشھدُ ان لا الہ الا اللہُ وحدہُ لا شریک لہُ و اشھدُ ان محمد آعبدہُ و رسولہُ** ' وہ اعرابی فوراً اسلام لایا۔ آنحضرتؐ نے قرآن کی تعلیم دی پھر اُس نے عرض کیا! یا رسولؐ اللہ! کیا میں اپنی قوم میں جا کر یہ ساری باتیں بتاؤں آنحضرتؐ نے اسے اجازت دی وہ واپس ہوا اسکے بعد حاضر ہوا تو اسکے ساتھ اسکی قوم کی ایک جماعت بھی آئی اور سب کے سب مسلمان ہوئے۔ چنانچہ اسکے بعد جب بھی لوگ امام حسنؑ کو دیکھتے تو کہتے کہ آپ کو وہ چیز عطا کی گئی ہے جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوئی۔ (بحارالانوار، ج ۱۰،ص ۱۸۲)

جنگ صفین میں (امام حسنؑ کا حلم)

ایک شامی کی گستاخی: مبرّ داور ابن عائیشہ دونوں نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے کو آپؑ کو ایک مرتبہ سواری پر دیکھا تو آپؑ کو برا بھلا کہنے اور بددعا کرنے لگا۔ مگر امام حسنؑ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ برا بھلا کہہ چکا تو آپؑ نے اسکے قریب جا کر سلام کیا۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا! اۓ شیخ! میرا خیال ہے کہ یہاں مسافر ہو' شائید تمہیں شبہہ ہوا ہے۔ اگر تم ناراض ہو تو میں تمہیں راضی کروں' اگر کچھ حاجت ہو تو تمہیں عطا کروں' اگر راستہ بھول گئے ہو تو میں تمہیں

راستہ بتاؤں' اگر تمہارا بوجھ وزنی ہے تو میں اٹھا کر لے چلوں' اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں' اگر کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہناؤں' اگر محتاج ہو تو مال دیکر غنی کر دوں۔ اگر تمہیں شہر بدر کیا گیا ہو تو تمہیں پناہ دوں' اسکے علاوہ اگر اور کوئی حاجت ہو تو میں اسے پورا کر دوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا' تم میرے پاس مہمان ہوتے کیونکہ میرے پاس جگہ بھی کشادہ ہے' مال و دولت کی بھی کمی نہیں' لہذا جب تک یہاں سے کوچ کرو تب تک میرے پاس ہی رہو۔

مرد شامی آپ کی مخلصانہ اور مشفقانہ گفتگو سے اس قدر متاثر ہوا کہ ضبط نہ کر سکا بہت نادم ہوا اور بولا۔

"اشهدُ انّکَ خلیفة اللّٰه فی الارض" "اللّٰه اعلم حیثُ یجعلُ رسالة" "وکُنتُ انتَ وَابوکَ البغض خلق اللّٰه اِلَّی وَالانَ انتَ احبُّ خلق اللّٰهُ اِلَّی"

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ واقعاً اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا امرِ رسالت کس کے حوالے کرے" آج تک میں آپ کا اور آپ کے پدر بزرگوار کا دنیا میں سب سے بڑا دشمن تھا مگر اس وقت سے میں آپؑ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں" یہ کہہ کر وہ اپنا سامان آپ کے یہاں لایا' اور کوچ کرنے تک آپ ہی کا مہمان رہا اور آپ کا پکا معتقد ہو گیا" (بحار ۱۰' مناقب)

امام حسنؑ کی شان وشکوہ

الشہید مسموم فی تاریخ حسن، ص ۶۷ میں مناقب سے تاریخ محمد ابن اسحٰق مورخ سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ کے بعد کسی کو وہ فخر و شرف نصیب نہیں ہوا جو حسنؑ بن علیؑ کو حاصل تھا۔ دولت سرا کے دروازے پر مسند ڈالی جاتی حضرت امام حسنؑ اس پر بیٹھ جاتے تو راہگیروں کو حوصلہ نہ ہوتا

کہ آگے سے گذر جائیں۔رعب وجلال حضرتؑ سے راستہ بند ہوجاتا۔آپ کو یہ حال معلوم ہوتا تو اُٹھکر گھر میں چلے جاتے تھےاس وقت آمدورفت خلائق جاری ہوتی۔مکہ کو حج وعمرہ کے لئے پیادہ جاتے کبھی قافلے کا ساتھ ہوتا جو کوئی حضرتؑ کو دیکھتا سواری سے اُتر جاتا حتّٰی کہ سعد بن وقاص کو بھی ایک مرتبہ پیادہ ہونا پڑا تھا واصل بن عطا کا قول ہے کہ حسنؑ بن علیؑ میں سیماب انبیاء و بہا ملوک جھلکتے تھے۔مروی ہے کہ کسی نے کہا! انّ فیک عظمة یا ابن رسول اللہ'' حضرت ہی بزرگی اور عظمت ہےفرمایا عظمت نہیں مجھ میں عزّت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وللّٰہِ العزۃ ورسولہ وللمومنین'' عزّت صرف خدا کیلئے ہےاور اسکے رسولؐ اور مومنین کے لئے ہے۔

امام حسنؑ کی جرأت وجلالت

بحارالانوار میں مروی ہے کہ بروز جمل امیرالمومنینؑ نے ایک نیزہ اپنے فرزندار جمند محمد حنفیہؓ کو دیا اور فرمایا کہ لشکر مخالف میں جاکر اس کو شتر حضرت عائیشہ پر لگاؤ محمد وہاں پہنچے تو بنی ضبّہ کو جو اونٹ کے گرد تھے سدِّ راہ ہوئے ہر چند سعی کی کہ وہاں تک پہنچیں فائیدہ نہ ہوا رسائی نہ ہوسکی ،ناچار بے نیل ومرام اُداس آئے۔امام حسنؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو سناں محمد حنفیہؓ کے ہاتھ سے لے لیا اور اسکی طرف کا ارادہ کیا۔صف اعداء کو چیرتے دلیرانہ شتر حضرت عائیشہ کے پاس جاپہنچے اور نیزہ شتر کے جسم پر لگا کر حسب خواہش اپنے پدر عالیقدر نوک نیزہ کو اسکے خون میں ڈبو کر واپس آئے۔

محمد حنیفہؓ پر اس سے آثار انفعال ورنج وملال تاصیہ حال مشاہدہ ہوئے جناب امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند ودلبند کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا! اۓ فرزند دلگیر نہ ہو کہ تو پسر علیؑ ہے اور حسنؑ پسر رسولؐ خدا،ان کے اور تمہارے درمیان بڑا فرق ہے۔(الشہید المسموم فی تاریخ،ص ٦٥)

عظمت پدر عالیقدر منظر انور امام حسنؑ

امام حسنؑ منقول ہے کہ ایک بار طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھے کہ کسی نے کہا ھذا ابن فاطمۃ الزہراؑ یہ فاطمۃ الزہراؑ دختر رسولؐ خدا کے بیٹے ہیں۔ حضرت نے یہ کلام اس کے ماں سے کس لئے منسوب کیا۔ فابی خیرٌ من اُمیّ'' میرے باپ میری ماں سے کمتر نہیں بلکہ ان سے بہتر ہیں۔

امام حسنؑ کے اسرارِ امامت

مشارق انوار الیقین، ص ۱۰۰ پر حافظ رجب برسی نے تحریر مولا حسنؑ کے اسرار امامت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب معاویہ نے مولا علیؑ سے جنگ کیلئے فوجیں جمع کرنا شروع کیں تو یہ خبر روم کے بادشاہ کو پہنچ گئی مخبروں نے بادشاہ روم کو بتلایا کہ عرب میں دو آدمی حکومت کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے جنگ کی تیاریاں کررہے ہیں، بادشاہ نے پوچھا عرب میں کس جگہ؟ مخبر نے بتایا کہ ایک کوفہ میں ہے اور دوسرا شام میں ہے۔ بادشاہ نے دونوں کی صفات معلوم کیں پھر اپنے خزانے سے چند بت منگوائے ان کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا کوفی حق پر ہے شامی باطل پر ہے۔ پھر بادشاہ کے حکم سے معاویہ کو خط لکھا گیا جس میں لکھا تھا کہ تیرے گھر والوں میں جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہواُسے میرے پاس بھیج دے اور دوسرا خط امیر المومنینؑ کو لکھا آپؑ کے اہلبیتؑ میں جو سب سے بڑا عالم ہے اسے میرے پاس بھیجو تاکہ میں انجیل کے نسخہ سے مطابقت رکھنے والے کو حکومت اسلامیہ کا حقدار مانوں خط کے جواب میں معاویہ نے یزید کو بھیجا اور امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ مجتبیٰ کو روآنہ کیا۔ جب یزید دربار شاہ روم میں داخل ہوا تو رومی بادشاہ نے اسکے ہاتھوں کو چوما اور جب امام حسنؑ مجتبیٰ داخل ہوئے تو رومی بادشاہ اُٹھ کھڑا ہوا اور آپکے قدموں پر گرا اور قدمبوسی کے آدام بجالائے اسکے بعد امام حسنؑ کرسی پر جلوہ افروز ہوگئے اور اپنی آنکھیں

نیچے رکھیں رومی بادشاہ نے دونوں کو کچھ دیر دیکھا پھر ان سے کہا آپ دونوں باہر تشریف لیجائیں میں ایک وقت میں صرف ایک سے بات کرونگا تاکہ دوسرا نہ سُن سکے دونوں باہر چلے گئے پھر بادشاہ روم نے پہلے یزید کو بلایا پھر جب وہ آ گیا تو اس کے سامنے ایک سو تیرہ ۱۱۳ بت پیش کئے جو کہ انبیاء کے مجسمے تھے، ۳۰ مجسمہ سازوں نے بنائے تھے ان مجسموں کو پوری طرح سے سجا بنا کر رکھا گیا تھا پہلے یزید کو ایک مجسمہ بتا کر پوچھا گیا وہ کون ہے؟ بولا معلوم نہیں پھر دوسرے مجسمے کے بارے میں پوچھا یہ کون ہے؟ یزید بولا معلوم نہیں۔ پھر ایک ایک کر کے تمام مجسمے کے بارے میں اس سے پوچھا گیا اور اس نے ان سب کے بارے میں ایک ہی جواب دیا کہ وہ انہیں نہیں جانتا۔ پھر شاہ روم نے یزید سے لوگوں کے رزق، مومنوں اور کافروں کے روحوں کے بارے میں سوال کئے اور پوچھا روحیں موت کے بعد کہاں جمع ہوتی ہیں۔ یزید بولا مجھے نہیں معلوم پھر اس نے اس امتحانی گفتگو کے بعد امام حسنؑ کو بلوایا اور بولا کہ میں یزید کو پہلے اسلئے بلوایا تاکہ وہ یہ جان لے کہ جو وہ نہیں جانتا وہ آپ جانتے ہیں اور اسی طرح آپ کے بابا جانتے ہیں اور آپ کے بابا اس امت میں عالم ربانی ہے میں نے انجیل مقدس میں دیکھا ہے کہ محمدؐ رسول اور علیؑ وزیر ہیں اور اوصیاء کے بارے میں دیکھا ہے کہ آپ کے بابا محمدؐ کے وصی ہیں۔

یہ سُن امام حسنؑ نے رومی بادشاہ سے کہا " آپ پوچھیں جو کچھ تورات، انجیل وفرقان میں علم ہے میں آپ کو اسکی اطلاع دونگا۔ بادشاہ نے مجسمے منگوائے اور امام حسنؑ کو دکھلا کے پوچھا یہ کون ہے؟ ایک مجسمہ چاند کے مانند تھا امام حسنؑ نے فرمایا! یہ حُسن تو آدمؑ میں ہے دوسرا مجسمہ پیش کیا جو کہ سورج کی طرح تھا مولاؑ نے فرمایا یہ حوّا کی صفت رکھتا ہے۔ پھر تیسرا پیش کیا تو مولاؑ نے بتلایا یہ شیثؑ کا ہے جو آدمؑ کے بیٹے تھے یہ پہلا مبعوث الٰہی تھا۔ اُن کی عمر دنیا میں ایک ہزار پانچ

سو چالیس برس تھی۔ پھر دوسرا مجسمہ بتلایا مولاؑ نے کہا یہ نوحؑ کی صفت رکھتا ہے جنہوں نے کشتی بنائی تھی اور دنیا میں دو ہزار پانچ سو برس زندگی گذاری اور اپنی قوم میں نوسو سال تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیا۔ پھر دوسرا مجسمہ دکھایا گیا تو آپ نے فرمایا! ''یہ ابراہیمؑ کی صفت کا حامل ہے جن کا سینہ چوڑا اور پیشانی طویل تھی پھر ایک اور مجسمہ دکھایا گیا تو آپ نے فرمایا ''یہ موسیٰؑ کی صفت کا حامل ہے جن کی عمر دوسو پینتالیس سال ۲۴۵ تھی ان میں اور ابراہیمؑ میں پانچ سو برس کا عرصہ تھا، پھر دوسرا مجسمہ دکھایا گیا تو مولاؑ نے کہا یہ یعقوبؑ کی صفت ہے جو کہ حزین رہتے تھے، پھر ایک اور مجسمہ دکھایا تو فرمایا یہ اسماعیلؑ کا مجسمہ ہے پھر دوسرا دیکھا کر کہا یہ یوسفؑ کا ہے اور ایک کیلئے فرمایا یہ داؤدؑ کا ہے اسی طرح مجسمے دیکھتے گئے اور بتاتے گئے یہ شعیبؑ کا یہ زکریاؑ کا یہ عیسیٰؑ کا ہے جو کلمۃ اللہ تھے دنیاوی عمر ۲۳ سال تھی پھر اللہ نے ان کو اپنے پاس اٹھالیا وہ پھر دمشق میں زمین پر واپس اتریں گے اور دجّال کو قتل کرینگے پھر اوصیاء کے اور بادشاہوں کے مجسمے دکھائے گئے آپ نے انکے نام بتلائے اسی وقت رومی بادشہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اے آل محمدؐ آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا ہوا ہے تورات، انجیل، صحف ابراہیمؑ ونور رُخِ موسیٰؑ کا علم بھی آپ کے پاس ہے۔ اور ہم نے دیکھا ہے انجیل میں کہ اس میں سب سے پہلے فتنہ اپنے نبیؐ کی امت میں مملکت پر ہوگا اور نبیؐ کی ذرّیت کو آنکھیں دکھائی جائیں گے۔ پھر رومی بادشاہ نے کہا وہ سات افراد کون ہیں جو دنیا میں تو آئے مگر ماں کے پیٹ میں نہ رہے؟ مولاؑ نے فرمایا! وہ سات افراد یہ ہیں ''آدمؑ وحوّا، ابراہیمؑ کی بھیڑ، صالح نبیؐ کی اونٹنی، ابلیس ملعون، کوّا جس نے قابیل کو دفن کی تعلیم دی، اور قرآن میں اسکا ذکر ہے۔

پھر رومی بادشاہ نے پوچھا لوگوں کا رزق کہاں سے آتا ہے؟ مولاؑ نے فرمایا! چوتھے

آسمان سے ضرورت کے مطابق اتر تا رہتا ہے پھر بادشاہ نے پوچھا! مومنین کی روحیں کہاں جمع ہوتی ہیں؟ مولاؑ نے فرمایا کہ ہر شب جمعہ بیت المقدس کے پاس کیونکہ یہ نچلا آسمان ہے اور اللہ اس جگہ کو روحوں کیلئے پھیلاتا ہے اور سکیڑتا ہے اور یہ میدان محشر ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کافروں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟ مولاؑ نے جواب دیا! یمن میں ایک وادی ہے ''حضرموت'' وہاں جمع ہوتی ہیں۔ اللہ کافروں کی روحوں کو میدان محشر میں صخرہ بیت المقدس کی طرف لانے کیلئے مشرق و مغرب سے آگ انکی طرف بھیجے گا، جس کے ساتھ طوفانی ہواؤں کے جھکڑ ہونگے اہل جنت اس چٹان کے دائیں طرف اور اہل نار بائیں طرف جمع ہوجائیں گے زمین کے ساتوں طبق تک اور لوگ اپنے اپنے استحقاق کی بنیاد پر جنت اور جہنم میں چلے جائیں گے قرآن کہتا ہے ایک فریق جنت میں اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

اس آخری سوال کے بعد رومی بادشاہ نے یزید سے کہا یہ انبیاء کی باقی ماندہ نشانیوں میں سے ہے۔ یہ اوصیا کا خلیفہ ہے اوصیاء کا وارث ہے فقہا کا ثانی ہے، اصحاب کسا کا چوتھا فرد ہے زمین و آسمان کا علم رکھتا ہے کیا اس کا مقابلہ کسی ایسے سے ہوسکتا ہے جسکے قلب پر مہر لگی ہوئی ہو؟ اور مہر شدہ گمراہ ہو۔ پھر بادشاہ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں لکھا کہ خلافت اس کا حق ہے جسے اللہ نے حکمت سے نوازا ہے۔ لہذا جو تورات و انجیل اور غیب کی خبروں کے مطابق بات کرتے ہیں حق انکے ساتھ ہے اور خلافت بھی انہیں کی ہے اور جو ان کی برابری کرے ان سے جھگڑا کرے وہ ظالم ہے۔ پھر دوسرا خط امیر المومنینؑ کی طرف لکھا جس میں لکھا کہ حق آپکے ساتھ ہے خلافت آپکی ہے اور آپکی اولاد کی ہے اور قیامت تک آپ لوگوں کی ہی رہے گی۔ جو بھی آپ سے قتل و غارت گری کی زبان میں بات کرے گا آپ اُسے منہ توڑ جواب دیں، خدا آپ کے ہاتھوں اسے عذاب دے گا، اور جو بھی نافرمانی کرے گا

اور آپ سے جنگ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

امام حسنؑ کو امیر المومنینؑ نے اپنا وصی و جانشین مقرر کیا

امام حسنؑ کو ان کے والد گرامی امیر المومنینؑ نے اپنے اہل وعیال اپنی اولاد اور اپنے اصحاب پر اپنا وصی و جانیشن مقرر کیا اور انکو وصیّت کی کہ وہ آپ کے اوقاف وصدقات کی نگرانی کریں۔ آپ کیلئے مشہور عہد نامہ تحریر کیا اور آپ کی وصیّت، دین کے نشانات، حکمت کے چشموں اور آداب واخلاق میں ظاہر و واضح رہے اور اس وصیّت نامہ کو مشہور علماء کرام نے نقل کیا ہے اور بہت سے سمجھ دار لوگ اسکی وجہ سے اپنے دین و دنیا میں بابصیرت ہو چکے ہیں۔

خطبہ امام حسنؑ شہادت امیر المومنینؑ کے بعد

ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اشعث بن سوار نے اس نے ابو اسحاق سبیعی وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں حضرت امام حسنؑ بن علیؑ نے اس رات کی صبح کو خطبہ دیا جس رات کو امیر المومنینؑ کی رحلت ہوئی پس اللہ کی حمد وثناء کی اور رسولؐ اللہ وآل رسولؐ پر صلوات بھیجی پھر فرمایا۔

''بے شک آج کی رات اس مرد کی وفات ہوئی کہ عمل و کردار میں نہ گذشتہ اس سے سبقت لے سکے اور نہ آنے والے اس تک پہنچ سکتے ہیں وہ رسولؐ اللہ سے ملکر جہاد کرتے ہتے خود ان کی حفاظت بھی فرماتے تھے، رسولؐ اللہ نے انہیں یوں اپنا علم دے کر بھیجے کہ جبرائیلؑ دائیں طرف سے میکائیلؑ بائیں طرف سے انکی حفاظت کرتے اور وہ واپس نہیں آتے تھے جب تک کہ خدا ان کے ہاتھوں پر فتح وکامرانی نہیں دیتا تھا، آپؑ کی وفات اسی رات ہوئی کہ جس میں حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اسی رات یوشعؑ بن نون حضرت موسیٰؑ کی قبض روح ہوئی اور امیر

المومنینؑ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے سوائے سات سو درہم کے جو آپ کے حصّہ سے بچ گئے تھے اور آپؑ نے سونے اور چاندی میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی آپ سات سو درہم سے چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کیلئے کوئی خدمتگار خرید کریں' پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہوگیا اور آپؑ رونے لگے پھر آپؑ نے فرمایا!

میں بشارت دینے والے عذاب خدا سے ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے کا بیٹا ہوں، میں سراج مبین کا بیٹا ہوں، میں ان اہلبیتؑ کا بیٹا ہوں کہ جن سے خدا نے رجس و پلیدگی کو دور رکھا ہے اور جنہیں پاک رہا ہے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے، میں ان اہلبیتؑ کا بیٹا ہوں کہ جن کی مودّت اور محبت کو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

''**قل لا اسئلکم علیه اجراً اِلّا المودة فی القربیٰ و من یقترف حسنة نزدله فیها حسنا**'' کہہ دو کہ میں اجر رسالت کیلئے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے مودّت اہلبیتؑ کہ اور جو نیکی کسب کرے تو ہم اس نیکی میں زاید حُسن بھر دینگے، پس حسنہ اور نیکی سے مراد ہم اہلبیتؑ کی مودّت ہے۔ پھر آپؑ بیٹھ گئے تو عبداللہ ابن عباس آپؑ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا! اے لوگو! یہ تمہارے نبیؐ کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی اور جانشین ہیں پس ان کی بیعت کرو تو لوگوں نے اس پر لبیک کہی اور کہتے تھے کہ وہ ہمیں کس قدر محبوب ہیں اور ان کا کتنا حق ہم پر واجب ہے اور جلدی سے آپکی بیعت کرنے لگے۔

امام حسنؑ کا خلافت سنبھالنا اور آپ کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا

شیخ مفیدؒ نے تذکرۃ الطاہرؒ ص ۲۳۱ آپ کی خلافت کی بیعت جمعہ اکیس ماہ رمضان ۴۰

ہجری کا واقعہ ہے پس آپ نے عامل اور گورنر مقرر کئے اور امیر مقرر کئے اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کی طرف بھیجا اور تمام معاملات کی نگرانی شروع کی اور جب معاویہ ابن ابی سفیان کو امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر اور آپؑ کے فرزند امام حسنؑ کی بیعت کرنے کی خبر ملی تو اس نے مخفی طور پر حمیر قبیلہ کا ایک شخص کوفہ کی طرف بھیجا۔ اور بنی قیس کا ایک شخص بصرہ کو روانہ کیا تا کہ یہ دونوں اس کو وہاں کے حالات لکھ بھیجیں اور حالات کو امام حسنؑ کیلئے خراب اور فاسد کریں جب امام حسنؑ کو یہ معلوم ہوا تو آپؑ نے اس حمیری شخص کو جو کوفہ میں تھا ایک گوشت فروش یا حجام کے گھر میں ٹھرا ہوا تھا برآمد کرنے کا حکم دیا اور جب اس کو برآمد کر کے لایا گیا تو آپ نے حکم دیا اسکی گردن اڑا دو اور بصرہ کی طرف لکھا کہ بنی قین کے شخص کو بنی سلیم کے گھروں سے برآمد کیا جائے۔ چنانچہ اسے بھی نکال کر مار دیا گیا اور امام حسنؑ نے معاویہ کو خط لکھا۔

''اما بعد تو نے کچھ آدمی مکروفریب اور دھوکہ دہی کیلئے خفیہ طور پر بھیج کر جاسوس مقرر کئے ہیں گویا جنگ کرنا چاہتے ہو اور یہ کس طرح قریب ہے انشاء اللہ اس کا انتظار اور توقع رکھو اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے ایسی مصیبت عظیم پر اظہار خوشی کیا ہے کہ جس پر کوئی عقل مند خوش نہیں ہوتا اور اس میں تیری مثال وہی ہے جو بقول شاعر۔

ترجمہ: پس کہہ دو اس کو جو اسکے خلاف چاہتا ہے جو گذر چکا ہے، ایسی ہی اور مصیبت کیلئے تیار ہو جا گویا وہ آ چکی ہے۔ پس ہم اور جو ہم میں سے مر چکا ہے مثل اس شخص کے ہے جو چلتا پھرتا رہتا ہے اور پھر وہ رات کو سو جاتا ہے تا کہ صبح پھر کوچ کرے۔

اسکے بعد آپ اور معاویہ کے درمیان خطوط و مراسلات کا سلسلہ جاری رہا اور امام حسنؑ اپنے استحقاق امر خلافت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا کچھ لوگ بلا وجہ خلافت پر آپ کے

والدگرامی سے پہلے تو لڑے تھے اور انہوں نے رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی کی سلطنت ان سے چھین کر اور انہیں چھوڑ کر سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور کچھ باتیں بھی ہوئیں جن کا ذکر طویل ہے چنانچہ معاویہ عراق کی طرف چل پڑا تا کہ آپؑ پر غلبہ حاصل کرے پس جب وہ منبج کے پل پر پہنچا تو امام حسنؑ بھی حرکت میں آئے اور انہوں نے حجر بن عدی کو بھیجا کہ وہ عاملوں کو چلنے کا حکم دیں لوگوں کو جہاد کے لئے آپ نے اظہار کیا تو انہوں نے سستی کی پھر کم ہو گئے اور آپ کے ساتھ گنے چنے لوگ تھے ان میں سے کچھ آپ کے اور آپؑ کے باپ کے شیعہ تھے۔ اور بعض تحکیم کے مخالف تھے جو ہر حیلہ و بہانہ سے معاویہ سے لڑنا چاہتے تھے اور بعض اصحاب فتنہ و مال غنیمت کے لالچی تھے اور کچھ وہ تھے کہ جنہیں شک تھا اور بعض میں تو صرف تعصب تھا جو اپنے قبائل کے روساء کے پیچھے تھے ان کی بازگشت دین کی طرف نہیں تھی۔ پس آپ چلے یہاں تک کہ ''حمام عمر'' پر پہنچے آپ نے دیر کعبہ کی طرف رُخ کیا اور ساباط میں پل کے قریب پڑاؤ کیا اور رات گذاری جب صبح ہوئی تو اپنے ساتھیوں کا امتحان اور اطاعت گزاری میں ان کے حالات معلوم کرنا چاہے تا کہ دوست دشمن سے ممتاز ہو۔ اور آپ معاویہ اور اہل شام سے جنگ کرتے ہیں بابصیرت ہوں پس انہیں اکھٹے ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انہیں خطبہ دیا پس فرمایا۔

خطبہ

''حمد ہے خدا کی جب کوئی حمد کرنے والا اسکی حمد و تعریف کرے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جب بھی کوئی گواہی دینے والا گواہی دے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اسکے بندے اور اسکے رسولؐ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بھیجا اور اپنی وحی پر امین بنایا۔ امّا بعد پس خدا کی قسم میں میں ایسے ہونے کی امید و آرزو کرتا ہوں کہ صبح کروں تو خدا کی حمد و

ثناء سے اللہ کی مخلوق کیلئے اس کی مخلوق سے زیادہ مخلص اور زیادہ ناصح بنوں اور اسی طرح صبح نہ کروں کہ کسی مسلمان کیلئے کینہ بغض لئے ہوئے ہوں اور نہ اس کیلئے برائی کا ارادہ کروں اور نہ اسے دھوکہ دوں۔ یاد رکھو کہ میں جو کچھ تمہارے لئے سوچتا ہوں وہ تمہارے لئے تمہارے خود اپنے نفوس کیلئے غور وخوض کرنے سے بہتر ہے پس میرے حکم کی مخالفت اور میری رائے کو رد نہ کرو، خدا تمہیں اور مجھے بخش دے اور ہدایت کرے اس چیز کی طرف جسکی طرف اسے محبت و پیار اور رضا و رغبت ہے''

راوی کہتا ہے کہ پس لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے تمہاری کیا رائے ہے، جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ اس سے کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہمارا گمان ہے کہ وہ معاویہ سے صلح اور امر خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم! یہ مرد کافر ہو گیا ہے (معاذ اللہ) پھر وہ آپ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے اور اسے لوٹ لیا، یہاں تک کہ انہوں نے وہ مصلی کھینچ لے جو آپ کے نیچے تھا پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جمال ازدی نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی ردا آپ کے کندھے سے کھینچ لی تو آپ ردا کے بغیر تلوار گلے میں لٹکائے بیٹھے رہ گئے۔ پھر آپ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے خواص و شیعہ حضرات آپ کے اردگرد اکھٹے ہو گئے اور ہر اس شخص کو دور کرنے لگے جو آپ کی طرف برے ارادے سے آتا، تو آپ نے فرمایا! کہ قبیلہ ربیعہ اور ہمدان کو میرے پاس بلاؤ پس وہ بلائے گئے اور انہوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور لوگوں کو آپ سے دور بھگایا اور آپ وہاں سے چل پڑے اور آپ کے ساتھ اُن کے علاوہ بھی کچھ ملے جلے لوگ تھے اور جب ساباط کے تاریک مقام پر پہنچے تو بنی اسد کا ایک جراح بن سنان نامی شخص تیزی سے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کی سواری کی لگام پکڑی اس

کے ہاتھ میں ایک مہلک ہتھیار تھا جسکے اندر ایک باریک تلوار تھی اور اسنے کہا اللہ اکبر تو نے شرک کیا اے حسنؑ جس طرح اس سے پہلے تمہارے باپ نے شرک کیا تھا پھر آپ کے ران میں تلوار ماری اور اسے چیر دیا یہاں تک کہ وہ ہڈی میں جا پہنچی۔امام حسنؑ نے اسکے گلے میں ہاتھ ڈالدیئے اور دونوں زمین پر آ گرے۔پس امام حسنؑ کے شیعوں میں سے ایک آدمی کودپڑا کہ جسے عبداللہ بن خطل طائی کہتے ہیں اس نے وہ مہلک ہتھیار اس سے چھین کر اس سے اسکا پیٹ پھاڑ دیا اور اسکے اوپر دوسرا آدمی جسے ظہیان بن عمارہ کہتے تھے اس نے اسکی ناک کاٹ دی' پس وہ لعین اسی سے مرگیا اور دوسرا شخص جو اسکے ساتھ تھا اسے پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور امام حسنؑ کو چارپائی پر اٹھا کر مدائن کی طرف لے گئے۔اور آپ سعد بن مسعود ثقفی کے مہمان ہوئے جو امیر المومنینؑ کی طرف سے مدائن کا گورنر تھا اور امام حسنؑ نے بھی اسے برقرار رکھا تھا۔

ادھر امام حسنؑ اپنے زخموں کے علاج میں مصروف تھے اُدھر روساء قبائل کی ایک جماعت نے معاویہ کو لکھا کہ وہ اسکے ساتھ دینے اور سر تسلیم خم کرنے تیار ہیں اور اسے ابھارا کہ وہ ان کی طرف آئے اور ضمانت دی کہ وہ امام حسنؑ کو جب بھی وہ معاویہ کے لشکر کے قریب ہونگے انہیں اس کے سپرد کر دینگے یا اچانک قتل کر دینگے۔امام حسنؑ کو بھی یہ اطلاع مل گئی آپ کے پاس قیس بن سعدؓ کا خط آیا۔جس کو آپ نے عبیداللہ بن عباس کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا تاکہ معاویہ کا سامنا کرے اور اسے عراق میں داخل ہونے سے روکے،عبیداللہ کو اس جماعت کا امیر بنا کر فرمایا! اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر قیس بن سعدؓ امیر ہوگا' پس اس کا خط آیا جس میں اس نے آپ کو خبر دی کہ وہ معاویہ کے مدمقابل مسکن کے سامنے جو بیہ نامی بستی میں اترے ہوئے ہیں نیز لکھا کہ معاویہ نے عبیداللہ کی طرف پیغام بھیج کر اسے اپنے ہاں آنے کی ترغیب دی اور

اسکے لئے دس لاکھ درہم کا ضامن ہوا ہے۔ جن میں سے آدھے جلدی اور باقی آدھے اس وقت دیگا جب وہ کوفہ میں داخل ہوگا۔ تو عبید اللہ ابن عباس چپکے سے رات کے وقت اپنے مخصوص لوگوں کو لیکر معاویہ کے لشکر میں چلا گیا اور لوگوں نے سعی کی تو اپنے امیر کو نہ پایا۔ قیس بن سعد نے انہیں نماز پڑھائی اور ان کے معاملات کا نگران بنایا۔

امام حسنؑ کی ظاہراً بصیرت میں زیادتی ہوئی کہ یہ قوم آپ کا ساتھ چھوڑ دیگی اور آپ کے بارے میں تحکیم والوں کی نیت بھی خراب تھی، کیونکہ انہوں نے آپ پر سب وشتم کر کے کفر کا فتویٰ لگا کر آپ کا خون حلال سمجھ کر اور آپکا مال لوٹ کر اظہار کیا تھا اور اب آپ کے پاس کوئی ایسا نہ تھا کہ جسکے دھوکہ سے (محفوظ) مامون رہتے۔ سوائے آپ کے والد کے شیعوں اور آپ کے خاص شیعوں کے لیکن وہ ایک مختصر جماعت تھی جو شام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔

اسی دوران معاویہ نے آپ کے پاس معاہدہ صلح کا خط لکھا اور آپ کے ساتھیوں کے خطوط بھیجے جن میں انہوں نے آپ کو اچانک قتل کر دینے اور آپ کو اسکے سپرد کرنے کی ضمانت دی تھی اور معاویہ نے آپ کے حق میں اور اپنے خلاف بہت سی شرائط بھی لکھیں کے آپ صلح قبول فرمالیں اور اسکے لئے عقود و معاہدات بھی کئے جن کے پورے ہونے میں عمومی مصالح تھے لیکن امام حسنؑ نے اس پر پورے طور پر وثوق نہ کیا اور جان لیا کہ یہ بہانے بنانا اور دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ مگر اپنے ساتھیوں کے رویہ وسلوک کی وجہہ سے اسکی بات کے قبول کرنے جنگ کو ترک کرنے اور صلح کو نافذ کرنے کہ چارہ نہ تھا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ آپ ہی کے دوست آپ کے خلاف فساد برپا کرنا چاہتے تھے اور وہ آپ کے مخالف تھے سب سے بڑی بات وہ آپ کا خون حلال سمجھتے تھے، دشمن کے سپرد کرنا چاہتے تھے آپ کا چچازاد تک آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن کے پاس چلا گیا تھا

اور اکثر کا دنیا کی طرف میلان اور آخرت سے روگردانی تھی۔

ان حالات میں آپ نے معاویہ سے حجت و دلیل قائم کرکے اور اس میں جو آپ کے اور اسکے درمیان اللہ کی طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے فرائض عائد ہوتے تھے عذر پیش کرکے اپنے لئے وثوق واطمینان لیا اور اس پر شرط لگائی کہ وہ امیر المومنینؑ پر سب وشتم اور نماز کے خنوت میں ان کے خلاف کہنے سے روگردانی کرے، آپ کے شیعوں کو امن وامان دیگا اور کسی سے برا سلوک نہیں کرے گا اور ان میں سے ہر صاحب حق تک اسکا حق پہنچائے گا، پس معاویہ نے ان سب کو قبول کرتے ہوئے آپ سے اس پر معاہدہ کیا اور اسے نبھانے کی قسم کھائی۔

جب صلح مکمل ہوگئی تو معاویہ چلا چاشت کے وقت نماز پڑھائی اور خطبہ دیا پھر وہاں سے بڑھتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا وہاں کچھ دن رہا اور جب اہل شہر سے بیعت مکمل ہوگئی تو منبر پر خطبہ دیا اور امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کی اور امام حسنؑ کی شان میں کچھ گستاخیاں کہیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ وہاں موجود تھے۔ امام حسینؑ کھڑے ہوگئے تاکہ اس کی تردید کریں تو امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا پھر آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔

''اے علیؑ کا ذکر کرنے والے میں حسنؑ ہوں، میرا باپ علیؑ ہے اور تو معاویہ ہے تیرا باپ صخر ہے اور میری ماں فاطمہؑ اور تیری ماں ہندہ ہے، میرا جد (نانا) رسولؐ اللہ ہے اور تیرا جد (دادا) حرب ہے، میری جدہ (نانی) خدیجہؑ ہیں اور تیری جدہ فتیلہ ہے۔ پس خدا لعنت کرے اس پر کہ جس کا ذکر ہم میں سے زیادہ گمنام جس کا حسب زیادہ کمینہ ہو اور جسکا ماضی زیادہ برا ہو اور جو قدیم زمانہ سے زیادہ کفر ونفاق میں رہا ہو۔ پس اہل مسجد کے کچھ گروہوں نے کہا آمین! آمین''

جب امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح طئے پا گئی جسے ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر امام حسنؑ

مدینہ چلے گئے اور وہیں اپنے غصّہ کو ضبط کرتے ہوئے گوشہ نشینی کی حالت میں اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے قیام کیا۔ یہاں تک معاویہ کی حکومت کے دس سال مکمل ہو گئے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے اور پوشیدہ طور پر جعدہ بنتِ اشعث بن قیس (جو کہ آپ کی بیوی تھی) کی طرف کسی کو بھیجا جس نے اسے آپ کو مہر دینے پر اُبھارا اور اپنے ذمہ لیا کہ اسکی شادی اپنے بیٹے یزید سے کریگا اور اسکی طرف سے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ پس جعدہ نے پانی کی صراحی میں زہر ملا کر پلایا۔ اور آپ چالیس دن تک بیمار رہے اور آپ کی شہادت ۲۸ رصفر ۵۰ ھ میں اور اس وقت آپ کی عمر ۴۸ یا ۴۷ سال تھی۔ اور آپ کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے۔ آپ کے بعد آپ کے وصی و جانشین آپ کے بھائی امام حسین ہوئے (تذکرہ الاطہار ،ص۲۳۵)

آپ نے وصیت فرمائی مجھے نانا کے پہلو میں دفن کرنا اور اگر لوگ مانع ہوں تو جنت بقیعہ میں جدہ ماجدہ فاطمہؑ بنت اسد کے پاس دفن کرنا۔ غسل وکفن ودفن امام حسینؑ نے فرمایا۔

توکل کے متعلق امامؑ کا ارشاد: امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسنؑ سے عرض کی کہ ابوذر غفاریؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے۔ آپ نے فرمایا خدا۔ ابوذر پر رحم کرے ان کا کہنا درست ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضاء وقدر پر توکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیز کو پسند کرے گا۔ جسے خدا اس کیلئے پسند کرے۔

احسان کا بدلہ احسان: ابوالحسن مدائنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ امام حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفر طیار حج کو جاتے ہوئے بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک ضعیفہ کے جھونپڑے میں جا پہنچے اور اس سے کھانے پینے کی چیز طلب فرمائی۔ اس نے عرض کی کہ میرے پاس ایک بکری ہے اس کا دودھ دھو کر پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔ انہوں نے دودھ پی لیا لیکن گرسنگی سے تسلّی نہ ہوئی

تو اس سے فرمایا! کہ کچھ کھانے کا بندوبست بھی ہوسکتا ہے، اس نے کہا میرے پاس تو یہی ایک بکری ہے لیکن قسم دیتی آپ کو کہ اسے ذبح کر کے تناول فرمالیں۔ بکری ذبح کی گئی۔ گوشت بھنا گیا اور سب نے کھالیا اس کے بعد قدرے آرام کر کیے وہ لوگ روآنہ ہوگئے۔ جب شام کو اس کا شوہر آیا۔ تو اس عورت نے سارا واقعہ سنایا، شوہر نے پوچھا وہ کون لوگ تھے کہا معلوم نہیں جاتے وقت صرف یہی کہا تھا کہ ہم مدینہ کے رہنے والے ہیں شوہر نے کہا۔ خدا کی بندی یہ تو بتا کہ اب ہمارا گذارہ کس طرح ہوگا۔ غرض کہ تھوڑے عرصہ میں ان کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو کر بھیک مانگتے ہوئے۔ مدینہ جا پہنچے۔ ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ ناگاہ امام حسنؑ کی نظر اس عورت پر جا پڑی۔ آپؑ نے اسے بلوا کر بکری والا واقعہ یاد دلایا اور اسکو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمادیں اور اسے امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے بھی اسی طرح ایک ہزار بکریاں عطا فرمائیں پھر عبداللہ ابن جعفر کو اطلاع دی گئی۔ انہوں نے بھی اسی کے لگ بھگ اسے دیدیا وہ مالا مال ہو کر اپنے گھر واپس چلی گئی۔ (نور الابصار، ص ۱۲۱، چودہ ستارے، ص ۱۳۸ وغیرہ)

صُلح امام حسنؑ اور اسکے وجوہات واسباب

امام حسنؑ کی حکمت عملی یہی رہی کہ حکم خدا و رسولؐ کی پابندی، انہیں احکام کا اجراء چاہیے۔ اس مقصد کیلئے جو برداشت کرنا پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب عنان حکومت امام حسنؑ کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پُر آشوب تھا۔ حضرت علیؑ جنگی شجاعت کی دھاگ سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دُنیا سے کوچ کر چکے تھے۔ ان کی دفعتاً شہادت کے بعد سوئے ہوئے فتنہ بیدار ہوگئے۔ ساری مملکت میں سازشوں کی آگ بھڑکتی جارہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی کھلم کھلا برسر عناد اور آمادہ فساد نظر آئے۔ معاویہ نے جا بجا جاسوس مقرر

کردیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے اور حضرتؑ کے لشکر میں اختلاف وافتراق کا بیج بوتے تھے اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی علاقیں کیں اور بڑی بڑی رشوتیں دیکر انہیں توڑلیا۔ بحار الانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن حریث، اشعث بن قیس، حجر ابن الجر، شیث ابن اربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہوسکے حسن ابن علیؑ کو قتل کروادو۔ جو منچلا یہ کام کرے گا اسے دولاکھ درہم نقد انعام دوں گا فوج کی سرداری عطا کروں گا اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا یا امام حسنؑ کو اغواء کر کے کسی طرح اس تک پہنچادے۔

حضرتؑ کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہنی شروع کردی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کیلئے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔ معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کئے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کیلئے بھیج دیا۔ جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک چلے آئے تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا۔ حجر ابن عدی کو تھوڑی سی فوج کیساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو کافی نظر آنے لگی مگر سرداران لشکر کچھ تو معاویہ کے ہاتھوں بک چکے تھے کچھ عافیت گوشی میں مصروف تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ امام حسنؑ نے بارہ ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کیلئے روانہ کردی۔ پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت ایک خطبہ دیا۔

''لوگو۔ تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض وعداوت نہیں ہے۔ میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں۔ میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا

ہوں،،

لوگوں نے حضرتؑ کے اس خطاب سے یہ مطلب سمجھا کہ حضرت امام حسنؑ امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں۔ اسی دوران معاویہ نے امام حسنؑ کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہوکر عمرو عاص کے مشورہ سے کچھ لوگوں کو امام حسنؑ کے لشکر میں اور کچھ کو قیس ابن سعد کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف غلط افواہیں پھیلائیں۔ امام حسنؑ کے لشکر والوں میں یہ افواہ پھیلی کہ قیس بن سعد نے معاویہ سے صلح کر لی ہے قیس بن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچہ کردیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی ہے۔ دونوں لشکرں میں بغاوت و بدگمانی کے جذبات ابھرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ امام حسنؑ بھی اپنے باپ حضرت علیؑ کی طرح کافر ہوگئے ہیں۔ بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلّی تک گھسیٹ لیا۔ دوش مبارک پر سے ردا بھی اتار لی اور بعض نمایاں جسم کے افراد نے امام حسنؑ کو معاویہ کے حوالے کردینے کا پلان تیار کیا اسی اثناء میں ایک خارجی نے جس کا نام (بروایت الاخبار الطّول، ص۳۹۳) جراح بن قیصہ تھا آپ کی ران میں کمیں گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس سے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا۔ آپ نے مدائن میں رہ کر علاج کروایا۔

معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت و ماتحتی میں مدائن بھیج دیا۔ امام حسنؑ اس سے لڑنے کیلئے نکلنے والے ہی تھے کہ اس نے عام شہرت کردی کہ معاویہ بہت بڑا لشکر لئے ہوئے آرہا ہے۔ میں امام حسنؑ اور ان کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دیں اور صلح کرلیں۔ اس دعوت صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہوگئیں اور امام حسنؑ کی فوج بھاگنے کیلئے راستہ ڈھونڈنے لگی۔

معاویہ کوامام حسنؑ کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بیوفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی وہ جانتے تھے کہ یہ علیؑ و فاطمہؑ کے پسر پیغمبرؐ کے نواسے ہیں اسی لئے امام حسنؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں اسی شرائط پر صلح کیلئے تیار ہوں۔ امام حسنؑ یقیناً اپنے ساتھیوں کی غدّاری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ آپ کا یہ مقصد تھا کہ صلح بھی ہو تو اسلام کی سربلندی کیساتھ ہو توحید کی بقاء کیساتھ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الٰہی کا اجراء ہو۔ پھر بھی معاویہ کی صلح کی پیشکش کا جواب دینے سے پہلے آپ نے ساتھ والوں کو جمع کرلیا اور تقریر فرمائی۔

''آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کیلئے آج تک رو رہے ہیں اور کچھ مقتول نہروان کے (جس میں صرف ۹ آدمی شہید ہوئے) جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسے پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔''

جواب میں ہر طرف سے لوگوں نے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کر لیجئے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے۔ (ترجمہ ابن خلدون۔ چودہ ستارے، ص ۱۷۲)

شرائطِ صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسبِ ذیل ہیں۔

۱) یہ کہ معاویہ حکومت اسلام میں کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کرینگے۔

۲) یہ کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا

۳) یہ کہ شام، وعراق، وحجاز ویمن سب جگہ کے لوگوں کیلئے امان ہوگی

۴) یہ کہ حضرت علیؑ کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان و مال اور ناموس اور اولاد محفوظ رہیں گے۔

۵) یہ کہ معاویہ حسنؑ ابن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور خاندانِ رسالتؐ میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرینگے نہ خفیہ طور پر نہ اعلانیہ اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکایا ڈرایا نہیں جائیگا۔

٦) یہ کہ جناب امیر المومنینؑ کی شان میں کلمات نازیبا جو آج تک مسجد جامع اور قنوت نماز میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ وہ ترک کردیئے جائیں گے۔ آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طئے پایا کم از کم جس موقع پر امام حسنؑ موجود ہوں اس جگہ ایسا نہ کیا جائے۔ یہ معاہدہ ربیع الاول یا جمادی الاول ۴۱ھ کو عمل میں آیا۔

صلح نامہ پر دستخط: ۲۵ ربیع الاول کو کوفہ کے قریب مقام انبار میں فریقین کا اجتماع ہوا اور صلح نامہ پر دونوں کے دستخط ہوئے اور گواہیاں ثبت ہوئیں (نہایت الارب فی معارفتہ النساب العرب، ص ۸۰) اس کے بعد معاویہ نے اپنے لئے عام بیعت کا اعلان کردیا اور اس سال کا نام سنت الجماعت رکھا۔ پھر امام حسنؑ کو خطبہ دینے پر مجبور کیا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں سے اوّل کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور آخر کے ذریعے سے تمہیں خونریزی سے بچایا، معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کا میں اس سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امر کا ترک کردینا بہتر سمجھا۔ تم رنج و

ملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اس کے نااہل کو دے دی اور اس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا۔ میری نیّت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہے۔ یہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا ''بس اے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے'' (تاریخ خمیس جلد۲،ص ۳۲۵)

تکمیل صلح کے بعد امام حسنؑ نے صبر و استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ برقرار رہے۔ مگر اِدھر یہ ہوا کہ امیر شام نے جنگ کے آثار ختم ہوتے ہی سب سے مُکر گئے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۶۳)۔ امام ابوالحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کیلئے امر سلطنت استوار ہوگیا تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوترابؑ اور اسکے اہلبیتؑ کی فضیلت کی روایت کریگا تو میں اس سے بری الزمّہ ہوں۔ جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشاء معلوم ہوگیا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب وشتم اور منقصت امیر المومنینؑ پر خطبہ دینا شروع کر دیا۔ کوفہ میں زیاد ابن ابیہ جو کئی برس تک علیؑ کے عہد میں انکے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعیان علیؑ کو اچھی طرح پہچانتا تھا مردوں عورتوں جوانوں اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ ہر ایک کی رہائش گاہ اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا۔ اسے کوفہ اور بصرہ دنوں کا گورنر بنا دیا گیا اسکے ظلم کی حالت یہ تھی کہ شیعیان علیؑ کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیتا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا۔

اس ظلمِ عظیم سے سینکڑوں تباہ ہوگئے ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے۔ بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالس حافظ اور قاری قرآن تھے ان پر محبت علیؑ کا جرم عائد کیا گیا حکم یہ تھا کہ علیؑ کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کئے جائیں۔ اور علیؑ کے فضائل

کے بارے میں یہ فرمان تھا کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصت و مذمت تصنیف کی جائیں۔ یہ سب امیر المومنینؑ سے بدلہ لینے کے لئے کئے جائیں۔

اہلسنّت علماء کی کتاب سے چند مختصر فضائل امام حسنؑ رسولؐ اکرم کی زبانی

حدیث مشکوٰۃ الشریف میں منقول ہے باب مناقب اہلبیتؑ النبیؐ کی پہلی فصل میں حاکم نے زبیرین الاحمر سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو بٹھلائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی مجھ کو دوست رکھے وہ حسنؑ کو دوست رکھے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچادے" بخاریؔ و مسلمؔ وابن مانجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا انہوں نے ایک دن میں آپ کے ساتھ چلا تھا بازار قینقاع تک پھر پلٹے حضرت فاطمہؑ کے گھر کی طرف اور وہاں جا کر پوچھا تمہارا لڑکا کہاں ہے۔ دفعتہً امام حسنؑ آئے اور حضرت سے لپٹ گئے آپؐ نے دعا فرمائی۔ کہ الٰہی میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ۔ ابن عباکر نے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ حسنؑ ابن علیؑ اسقدر بزرگی رکھتا ہے کہ کسی کو اولاد آدم سوائے حضرت یوسفؑ بن یعقوب کے نہیں ملی۔ حافظ ابونعیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا انہوں نے کہ ایک دن میں آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں تھا۔ جب آپ سجدے میں گئے تو حسنؑ آکر پیٹھ پر سوار ہو گئے اور گردن پر آگئے۔ آنحضرتؐ نے بہت آہستگی سے اُتارا جب نماز سے فارغ ہوئے لوگوں نے عرض کیا! یا رسولؐ اللہ آپ یہ کام کبھی نماز میں نہیں کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا یہ لڑکا میرا ریحان جنت ہے اور میرا بیٹا سردار ہے اور قریب ہے کہ اسکے سبب سے اللہ تعالٰی دو فرقوں میں مسلمانوں کے صلح کرادے۔

روایت ہے کہ حصرت امام حسنؑ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال و اسباب راہ خدا میں خیرات کیا۔ اور تین بار ضمناً نصف اور اس نصف میں بھی ہے احتیاط فرمائی کہ اگر دو جوڑے جوتی کے تھے اسمیں سے

ایک دیا اور ایک رکھا۔ حیرت کی بات ہے کہ سب کے سب خیرات کر دینا سخت مشکل کام ہے اور اسطرح کی تقسیم علی السویہ نفس پر کمال شاق ہوتی ہے۔

امام حسنؑ کا اندھے کو بینائی عطا کرنا

القطرہ فی البحار (مناقب آل محمد، ص۱۶۱، ج۲ پر امیر المومنینؑ کے غلام نجاد کا بیان ہے کہ میں نے ایک جنگ میں امیر المومنینؑ کو تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے ایک عجیب منظر یہ دیکھا کہ مولاؑ کا تیر جسے بھی گھائل کرتا فرشتے اس کے جسم سے تیر نکل کر امیر المومنینؑ کو واپس کر رہے تھے چنانچہ جیسے ہی میں نے فرشتوں کو دیکھا تو میری نگاہ ختم ہوگئی اور میں اندھا ہوگیا۔

میں نے امام حسنؑ سے اپنے اندھے پن کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا جس سے میری بینائی فی الفور لوٹ آئی۔ (معجزات آل محمدؐ ص۱۶۱)

حضرت امام حسنؑ کا ہوا میں پرواز کرنا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد سے جابر لیس روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حسنؑ مجتبیٰ نے ہوا میں پرواز کی اور آسمان میں غائب ہوگئے اور مسلسل تین ساعت تک وہاں رہے پھر وہاں سے سکون و وقار سے اُترے میں نے ان سے کہا! میرے آباء و اجداد کی روحیں آپ پر قربان ہو جائیں آپؑ نے جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کر لیا۔ (معجزات آل محمدؐ، ج۲، ص۲۸)

اللہ نے حسنؑ مجتبیٰ کے نور سے لوح و قلم اور شمس و قمر کو پیدا کیا

سید رضی علیہ رحمہ اپنی کتاب ''المناقب الفخرۃ فی العترۃ الطاہرہ'' میں رقمطراز ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے حسنؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اسے لوح وقلم اور شمس وقمر کو پیدا کیا۔ اسی لئے حسنؑ لوح وقلم شمس وقمر سے افضل ہیں۔ امام حسنؑ کی بلاغت وشیریں سخنی۔ ایک بار معاویہ نے آپکے جودوکرم کی شہرت ایک خط میں آپ کو لکھا ''لا خیر فی الاسراف'' (فضول خرچی میں نیکی نہیں) آپ نے جواب میں لکھا ''لا اسراف فی الخیر'' (نیکی میں فضول خرچی نہیں)

علم امام حسن علیہ السلام

اخلاق آئمہ، ص۴۶ پر ادیب آعظم ظفر حسن امروہی نے تحریر کیا ہے کہ ایک شامی جو معاویہ کا سکھا پڑھایا تھا، مسلمانوں کے بھرے مجمع میں امام حسنؑ سے پوچھا۔ ایمان ویقین کے درمیان کیا فرق ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب حضرت حسنؑ دونوں کی تعریف کرینگے تو میں بحثیں چھیڑ کر حضرت کی لاعلمی لوگوں پر ظاہر کروں گا اور اسطرح لوگوں کو آپ بدظن کر کے معاویہ گا کی تشہیر کرنے کا موقع پالوں گا۔ حضرتؑ نے سن کر فرمایا! ایمان ویقین کے درمیان چار انگل کا فرق ہے۔ اس نے کہا کیسے؟ فرمایا! کانوں سے جو سنتا وہ ایمان ہے۔ جو آنکھوں سے دیکھا وہ یقین ہے۔ اس نے پوچھا زمین وآسمان کے درمیان کتنا فرق ہے۔ فرمایا نگاہ کی لمبائی۔ اس نے پوچھا مشرق ومغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ فرمایا کے سورج کے ایک دن کی رفتار۔

محیرِ القول سوالات کا جواب

ایک بار ایک شخص نے امام حسنؑ سے سوال کیا کہ یہ بتلایئے وہ کونسی دس چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں۔ آپؑ نے فرمایا پتھر کو خدا نے سخت بنایا ہے اور لوہے کو اس سے زیادہ سخت بنایا ہے کیونکہ یہ پتھر کو توڑ دیتا ہے اور آگ لوہے سے زیادہ سخت ہے کہ اسے پگھلا دیتی ہے اور پانی آگ سے زیادہ سخت ہے جو اسے بجھا دیتا ہے اور ابر پانی سے زیادہ سخت ہے کہ اس کا

حکم پانی پر جاری ہےاور ہوا ابر سے زیادہ سخت ہے کہ اسکو حرکت دیتی ہےاور ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے کہ جس کے ماتحت ہوا ہےاوراس فرشتے سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اسکی روح قبض کریگا۔اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے کہ خود ملک الموت بھی اس سے مریگا۔اور موت سے زیادہ سخت اللہ کا حکم ہے کہ اسی سے موت وارد ہوتی ہےاور دفع ہوتی ہے۔

امام حسنؑ کا زہد

حضرت امام حسنؑ نے تین مرتبہ اپنا کُل مال راہ خدا میں لٹایا اور دو دفعہ آدھا مال اپنے پدر بزرگوار کی طرح آپ بھی فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا مہمانوں کیلئے طرح طرح کے کھانے تیار ہوتے تھے مگر خود جو کی روٹی تناول فرماتے تھے نمک اور سرکہ کے ساتھ آپ کی عبا میں جابجا پیوند لگے رہتے تھے۔راوی کہتا ہے کہ آپ کے عہد سلطنت میں میں ایک روز امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت ایک ٹوٹے ہوئے بوریئے پر بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر آپ نے اپنی چادر بوریئے پر پھیلادی میں نے دیکھا کہ جابجا اس میں پیوند لگے ہیں اور بہت ہی موٹے کپڑے کے ہے۔میں نے عرض کیا یا بن رسولؐ اللہ آپ بادشاہ ہیں کیا سلطنت میں آپؑ کا اتنا حصّہ بھی نہیں کہ آپؑ ایک اچھی چادر خرید کر کے استعمال کریں۔حضرت یہ سُن کر آبدیدہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا۔ائے ابوصالح ہم اہلبیتؑ راحت گزینی اور تن آسانی کیلئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ دوسروں کو راحت پہنچانے اور ان کے حقوقت کی حفاظت کیلئے ہیں۔میری اس چادر سے وہ تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں جو ایک بیش قیمت چادر سے ہوتیں۔پھر کیا ضرورت ہے کہ میں نئی چادر خریدوں۔ائے ابوصالح جو روپیہ میں چادر خریدنے میں صرف کروں اگر وہ فقراء و مساکین کی حاجت برائی میں خرچ کروں تو کیا زیادہ مناسب نہ ہوگا۔میں نے یہ سُن کر کہا امیرالمومنینؑ

بجافرماتے ہیں۔حق یہ ہے کہ اہلبیتؑ رسول کے سوا دوسرا اس منصب کے شایاں نہیں۔

صُلح حضرت امام حسنؑ اور قیام حضرت امام حسین: امام حسنؑ سے بیعت کا سوال نہیں کیا گیا۔امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا گیا۔سیرت آل محمد میں شہید مرتضٰی مطہری،ص ۸۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے حالات میں بہت زیادہ فرق تھا۔امام حسنؑ کے دور میں بیعت کا مطالبہ نہیں کیا گیا بلکہ صلح قرار پائی اور امام حسینؑ سے مسلسل بیعت کا مطالبہ کیا گیا۔

"خذالحسین بالبیعة اخذاشدید لیس فیه خصیة" ''کہ امام حسینؑ کو بیعت کیلئے گرفتار کرلے اور مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے یہاں تک کہ وہ بیعت کئے بغیر کہیں نہ جاسکیں''

وقت کے فاسق وفاجر شخص نے وقت کے سب سے بڑے امام اور معصوم ہستی سے بیعت کا تقاضہ کیا جو کہ ناممکن تھا۔امام عالی مقام نے جو جواب دیا وہ یہ تھا میں اور یزید کی بیعت ہرگز نہیں ہوسکتا۔حق اور باطل کی پیروی یہ ناممکن بات ہے۔کہاں وہ بدترین شخص اور کہاں میں پروردۂ عصمت وطہارت' بھلا رات اور دن بھی کبھی ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں یہ بہت مشکل بات ہے۔امام حسنؑ سے امیر شام نے صلح کی پیشکش تو کی تھی بیعت کا تقاضہ نہ کیا تھا، یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میری خلافت کو تسلیم کرلیں۔یہ بات تاریخ کے کسی کتاب میں نہیں ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ سے بیعت کرنے کہا ہو۔یا امامؑ کے صحابی سے یا ماننے والے سے بیعت کا تقاضہ کیا ہو۔در اصل انکے درمیان بیعت کی بات نہ تھی۔یہی وجہ ہے مسئلہ بیعت نے امام حسینؑ کو قیام کرنے اور علم جہاد بلند کرنے پر مجبور کیا اور یہ مجبوری امام حسنؑ کو درپیش نہ تھی اگر اس طرح کا مسئلہ ہوتا تو امام حسنؑ اسی طرح کرتے جسطرح ان کے بھائی امام حسینؑ نے کیا تھا۔

قیام حسینؑ کی دوسری وجہ! دعوت کوفہ تھی وہاں کے لوگوں نے بیس سال تک امیر شام کے مظالم برداشت کیئے اور بہت بیزار ہو چکے تھے ان کو امام عادل کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا۔ کوفہ کی فضاء کا رنگ یکسر بدل چکا تھا ایک بہت بڑے انقلاب کی پیشنگوئی کی جارہی تھی کوفہ والوں نے امام حسینؑ کی طرف بیس ہزار خطوط ارسال کئے ان سب میں ان لوگوں کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ مولا آپ سرزمین کوفہ پر قدم رکھ کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کیجئے۔ اب ہم سے آپ کا مزید انتظار نہیں کیا جاتا۔

لیکن امام حسینؑ تشریف لائے تو کوفے والے بالکل انجان بن گئے تاریخ نقطہ نظر سے امام عالی مقام اہلیان کوفہ کے خطوط کو اہمیت نہ دیتے تو تاریخ میں آپ پر اعتراض کیا جاسکتا تھا دنیا والے کہہ سکتے تھے کہ کوفہ کی سرزمین انقلاب کیلئے بالکل تیار تھی لیکن امام حسینؑ تشریف نہ لائے حالانکہ حقیقت میں وہ کسی صورت میں بھی انقلاب کیلئے سازگار نہ تھا۔ امام حسنؑ کے دور میں کوفہ والوں نے اپنی بے وفائی دکھادی تھی۔ اور امیر المومنینؑ کے دور میں بھی کوفہ والوں نے اپنی بیوفائی دکھلائی جس کی وجہ سے جنگ صفین میں صلح کرنا پڑا اور جنگ نہروان عمل میں آئی۔ اسی لئے امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ نے کوفہ والوں کی مذمت کی تھی آپ نے خدا سے بدعا کی تھی۔ کہ بارالہا! مجھے ان لوگوں کے درمیان سے اٹھالے اور ان پر ایسا حکمران مسلط فرما کہ جس کے یہ اہل ہیں تاکہ ان کو میری حکومت کی قدر معلوم ہوسکے۔

امام حسنؑ کے دور میں کوفہ کے لوگوں نے بے وفائی دکھلائی اسطرح یہ ظاہر کردیا تھا کہ کوئی ساتھ دینے آمادہ نہیں ہیں۔ کوفی اس قدر بے وفا تھے کہ موقع مل جاتا تھا امام کو پکڑ کر معاویہ کے حوالہ کردیتے۔ آپ گھر آتے جاتے بہت محتاط ہوتے یہاں تک کہ آپ نے اپنے لباس کے اندر

زرہ پہن کر آتے تھے تا کہ خدانخواستہ اگر کوئی شر پسند حملہ کرے تو اپنا تحفظ کر سکیں دوسری طرف آپ کو خوارج اور حاکم شام سے سخت جانی خطرہ تھا۔ایک مرتبہ آپ نماز پڑھنے میں مشغول تھے تو اچانک آپ پر کسی نے تیر پھینکنے شروع کر دیئے چونکہ آپ کے لباس کے اندر زارہ پہن رکھی تھی اسلئے ظالم کا حملہ کارآمد نہ ہوسکا۔

تیسرا محرک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہم ذمہ داری تھی۔آپ کو کوفیوں نے تشریف لانے اور ہدایت کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔اتمام حجت کے طور پر ان کو کوفیوں کے خطوط کا مثبت جواب دینا تھا اگر دعوت نہ بھی دیتے یزیدی حکومت کے خلاف قیام کرنا تھا اگرچہ معاویہ نے ۲۰ سال تک حکومت کی اور اس نے اسلامی تعلیمات کے خلاف بیشمار اقدامات کئے وہ واقعتاً ایک ظالم حکمران تھا۔اسکی بدعنوانیاں اور زیادتیاں سب پر عیاں تھیں اس نے احکام شریعت میں کمی پیشی کی تھی، بیت المال کو ذاتی مقاصد کیلئے استعمال کیا محترم اور قابل قدر لوگوں کا خون بہایا ان تمام وجوہات کے باوجود اس نے ایسا بڑا جرم اور گناہ کبیرہ کیا جس سے بڑھ کر گناہ کبیرہ کیا وہ یہ کہ اس نے اپنے ظالم، بے دین فاسق وشرابی بیٹے کو مسند خلافت پر بیٹھا دیا جبکہ امام حسینؑ جیسی جلیل القدر ہستی موجود ہے۔

امام حسنؑ وامام حسینؑ کے مشترکہ فضائل

حسنینؑ کا پشت اطہر پر سوار ہونا : امام حسن مجتبٰیؑ بچپن میں حضور اکرمؐ سجدے میں ہوتے اور آپ آ کر گردن یا پشت پر سوار ہو جاتے اور جب تک کہ وہ خود نہ اُترتے ۔حضور اکرمؐ ان کو نہ اتارتے۔جب تک کہ وہ خودی سے نہ اُتریں۔ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ صفوں کو چیرتے ہوئے آ کر حضور اکرمؐ کی پشت اقدس پر سوار ہو گئے سجدہ کو کافی طول ہو گیا اور ''سبحان ربّی

الاعلیٰ' 'بہتر مرتبہ تک دہراتے رہے اور اِدھر مصلی سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھتے جاتے بعد نماز لوگوں نے استفسار کیا آپ نے ارشاد فرمائے! کہ جبرائیلؑ آئے تھے اور کہہ گئے کہ جب تک دونوں نواسے خودی سے نہ اُتریں۔ آپ سجدہ سے سر نہ اُٹھایئے (لوگوں نے یہاں تک گمان کیا کہ یا بھول چوک ہوگئی ہے یا کوئی وحی آئی ہے)

اکثر و بیشتر روایان کو ان میں اشتباہ ہوا تقریباً دونوں ہم سن معلوم ہوتے تھے امام حسینؑ، امام حسنؑ سے

نبی اکرمؐ کا منبر سے اُتر کر حسنینؑ کو گودی میں بیٹھالینا: دمعتدالساکبہ ص ۵۰۶ میں ترمذی اور نسائی کی بریدہ سے مروی راویت ہیکہ ایک دن نبی کونین منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ دنوں شہزادے گھر سے برآمد ہوئے کمسنی کی وجہہ سے شہزادوں کے قدم ڈگمگا گئے ۔ آنحضورؐ نے خطبہ چھوڑ دیا۔ منبر سے اترے دونوں کو اٹھایا، گود میں لیا۔ پھر منبر پر آئے ایک کو دائیں زانو پر دوسرے کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ امام حسنؑ کا منہ چوما' امام کا گلا چوما' پھر فرمایا! لوگو! یہ نہ سمجھنا کہ میں نے انہیں نواسے سمجھکر اٹھایا ہے بلکہ یہ دونوں میرے دین کے نگران ہیں۔

لباس عید: صبح ہی صبح بی بیؑ سلام اللہ علیہا نے دونوں بچوں کو غسل کرنے کو فرمایا۔ دونوں شہزادوں نے کپڑے پہن لیئے سرورانبیاء تشریف لائے اور آپ نے پوچھا بیٹی حسنینؑ نے کپڑے پہن لئے ہیں؟ دونوں بچے قریب آئے اور سلام کیا کپڑے دکھائے، آپ نے دونوں کو گلے لگالیا اور پیار کیا۔ شہزادوں نے عرض کیا، نانا جان! کپڑے تو اماں نے منگو دیئے ہیں اب سواری کا انتظام بھی ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا! بیٹے ابھی نماز عید سے فارغ ہوجاتے ہیں وہیں مسجد ہی میں سواری کا انتظام بھی ہوجائیگا۔ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد نبی کونینؐ نے امام حسنؑ کو

دائیں کندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ در مسجد سے در بتولؑ تک آئے امام حسینؑ نے عرض کیا! نانا ہر سواری کی مہار ہوتی ہے۔ آنحضورؐ نے عمامہ اُتارا دائیں جانب کی زلف امام حسنؑ کے ہاتھ میں اور بائیں جانب کی زلف امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیدی امام حسنؑ نے عرض کیا! نانا جان! سواریاں بولتی بھی ہیں۔ آنحضورؐ نے چلتے ہوئے ''العفو۔ العفو'' کی تسبیح پڑھنا شروع کردی۔

جب جناب سیدہ کو معلوم ہوا کہ دونوں بچے نانا کے دوش پر سوار ہیں تو آپ نے جناب علیؑ سے فرمایا، جناب امیرؑ اٹھے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ آپؐ کبھی مسجد میں کبھی در بتولؑ پر تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے شہزادوں سے کہنا چاہا کہ اب بس کرو۔ نانا کو زیادہ تکلیف نہ دو یہ گرمی کا موسم ہے۔ لیکن سرور انبیاءؐ نے پہلے فرمادیا یا علیؑ یہ میرا اور حسنینؑ کا معاملہ ہے۔ تم ہمارے درمیان نہ آؤ یہی تو ان کے ناز کے دن ہے۔

فضائل حسنین علیہ السلام

''فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُم'' (آل عمران ۳:۶۱)

آیہ مباہلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے محمدؐ! انصارائے نجران سے کہد یجئے کہ لاؤ تم اپنے بیٹوں کو اور ہم لائیں اپنے بیٹوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنے نفسوں کو ہم اپنے نفسوں کو۔ قرآن مجید حسنینؑ کو پسران رسولؐ خدا کا لقب دے چکا ہے۔

مناقب میں معجم طبرانی اور اربعین ابن المؤذن اور تاریخ خطیب میں انہوں نے اپنی اسناد سے عبداللہؓ ابن عباس اور جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر نبیؐ کی ذریت خاص اسکی پشت سے پیدا کی ہے۔ سوائے میری ذریت کو پشت

علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے ظاہر ہوئی۔ ہر نبیؐ کی بیٹی کے بیٹے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوئے مگر فاطمہؑ کی اولاد کہ میں ان کا باپ ہوں۔آنحضورؐ حسنؑ وحسینؑ کے لئے بسا اوقات جناب فاطمہؑ سے فرماتے میرے دو بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔آئے تو ان کو اپنے سینے سے لگاتے اور انکی خوشبو سونگتے۔''اولاد نا اکباد نا یمشون فی الارض ''ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہم انہیں سلام بھی کرتے ہیں تو ابن الرسولؐ اللہ کہتے ہیں۔مگر دشمنان دین کو یہ خصوصیت بھی ناگوار گزری اور دیگر مدارج ومراتب کو مٹانے کی طرح اس کے محو کرنے کے درپے ہوئے۔معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں عام طور سے زبان بندی کردی تھی کہ کوئی حسنینؑ کو پسران رسولؐ خدا نہ کہے۔

معاویہ کا غلام ذکوان بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں لڑکوں (یعنی حسنؑ وحسینؑ) کو کس نے جناب رسالتمآب کے بیٹے قرار دیا ہے۔ان کو تو علی علیہ السلام کے بیٹے کہنا چاہیے۔ذکوان کہتا ہے کہ معاویہ نے مجھکو دفتر میں اپنی اولاد کے نام لکھنے کا حکم دیا۔میں نے اس کے بیٹوں اور پوتوں کا نام لکھا۔اور نواسوں کو چھوڑ دیا اور وہ کاغذ معاویہ کے دکھانے کو لایا،معاویہ مجھ سے کہنے لگا تو میرے بڑے بیٹوں کے نام درج کرنا بھول گیا ہے۔میں نے کہا وہ کون ہیں بولا میری فلانی بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں۔میں نے کہا اللہ اکبر تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے ٹھہرے اور جناب فاطمہؑ کے بیٹے آنحضرتؐ کے بیٹے نہ ٹھہرے۔

حسنینؑ کے لئے لباس فاخرہ بہشت سے آنا

ابوعبداللہ نیشاپوری نے اپنی امالی میں روایت تحریر کی ہے کہ امام رضاؑ نے واقعہ بیان کہا

کہ ایک مرتبہ عید آ گئی اور حسنینؑ کے پاس کوئی پارچہ جدید لائق عید نہ تھا اپنی مادر گرامی سے شکایت کی کہ مدینہ کے بچے عید کے روز لباس جدید سے آراستہ ہونگے۔ ہمارے پاس کوئی کپڑا ایسا نہیں ہے۔ اماں ہمکو نئے کپڑے عید کیلئے بنوادو۔ مخدومۂ کونینؑ حیران تھیں کہ کیا کہیں اور ان کو کیونکر تسلی دیں۔ آخر بے ساختہ زبانِ مبارک سے نکلا میرے پیارے بچو! تمہارے کپڑے خیّاط (درزی) کے ہاں ہیں وہ سی کر لائیگا۔ شب عید آئی تو انہوں نے پھر اس کا تقاضہ کیا کہ اماں وہ کپڑے خیّاط کے پاس سے نہیں آئے۔ جناب سیدہ روپڑیں اسی دوران کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا کون ہے۔ عرض کی یا بنتِ رسولؐ اللہ ائے سیدہ میں خیّاط ہوں حسنینؑ کے کپڑے سی کر لایا ہوں، وہ بقچہ سربستہ دیکر چلا گیا۔ اس کو کھولا تو دو قمیص، دو پاجامہ دو چادریں دو عمامے دو موزے ایک سُرخ اور ایک سبز رنگ کے حلّے۔ رسولؐ اللہ تشریف لائے تو دونوں بھائی پارچوں سے مزّین ہو چکے تھے۔ آ نے دونوں کو گود میں اٹھالیا اور پیار کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ائے فاطمہؑ تم نے خیّاط کو پہچانا جس نے یہ کپڑے آپکو لا کر دیا، ائے دختر وہ خیّاط نہیں رضوان بہشت تھا۔ وہ واپس جاتے ہوئے مجھے اسکی اطلاع دی۔

خوش نویسی کا مقابلہ

مروی ہے کہ حسنؑ وحسینؑ دونوں لکھنے کی مشق کیا کرتے تھے۔ ایک بار حسنؑ نے کہا کہ میرا خط تمہارے خط سے بہتر ہے۔ حسینؑ نے کہا نہیں بلکہ میرا خط بہتر ہے اور جناب مادر گرامی سے کہا کہ محاکمہ کریں۔ فاطمہؑ نے احتیاط کی کہ ایک دوسرے پر ترجیح دیں ایک کی رنجیدگی کا باعث ہوگا فرمایا یہ سوال اپنے بابا سے کرو وہ فیصلہ بحق تمہارے درمیان صادر کریں گے۔ حضرت علیؑ مرتضٰی نے احتیاط برتی اور کہا اپنے جد امجد رسولؐ خدا کے پاس بھیجا۔ آنحضرتؐ نے بھی یہی

خیال کر کے کہ ایک کو اچھا کہونگا دوسرے کے رنج وایذا کا باعث ہوگا۔فرمایا! جبرئیلؑ امین کا منتظر ہوں جبرائیلؑ آئے اوران سے کہا گیا تو انہوں نے اسرافیلؑ پراور اسرافیلؑ نے رب جلیل کے حوالے کیا جب یہ مقدمہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوا تو ارشاد باری ہوا اس کا تصفیہ مادر حسنینؑ ،دختر رسول الثقلین ہی فرمائیگی۔

خاتون جنت کے گلے میں ایک گلوبند موتیوں کا تھا اس کو گلے سے کھولکر گوہر بکھرو یئے اورفرمایا جو زیادہ دانے اٹھا کر لائے اسکا خط اچھا ہے۔حامل وحی اس وقت قوائم عرش سے ایک مقام پر قائم تھے ان کو حکم ہوا کہ اس وقت زمین پر جاؤ اوران جواہرات کو حسنینؑ کے درمیان برابر برابر تقسیم کردو کہ کسی کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔جب وہ چُن کرلائے دونوں کے پاس برابر برابر تھے اوراس کرام وعظمت سے یہ قضیہ طئے ہوا۔(الشہید المسموم فی تاریخ حسن،ص۱۹)

قصّہ طفلِ آہو تحفہ برائے حسنین علیہ السلام

بحار میں روایت ہے کہ ایک اعرابی خدمت بابرکت حضرت رسالتمآب میں حاضر ہوا اورعرض کی یارسولؐ اللہ میں نے ایک ہرنی کا بچہ شکار کیا ہے۔حضرتؐ کی خدمت میں حسنؑ وحسینؑ کی خاطر ہدیہ لایا ہوں۔رسولؐ اللہ نے ہدیہ اسکا قبول کیا اور دعائے خیر دی۔حسنؑ نے اس وقت خدمت میں اپنے جدامجد کے حاضر تھے رغبت کا اظہار کیا۔رسولؐ اللہ نے وہ بچہ ان کو عنایت کیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ حسینؑ تشریف لائے،حسنؑ کے پاس بچہ آہو(ہرن) دیکھ کر بولے اےبرادر یہ ہرن کا بچہ تمکو کہاں سے ملا فرمایا کہ نانا جان نے مرحمت کیا،حسینؑ جلدی سے حاضر خدمت ہوئے اورعرض رساں ہوئے نانا جان حسنؑ کو بچہ آہو عطا ہوا مجھکو نہ ملا،باربار اس کلام کو دہراتے تھے،حضرت خاموش تھے کبھی تسلّی کی خاطر کچھ فرمادیتے تھے۔نوبت یہ آئی کہ قریب تھا حسینؑ

رونے لگیں۔اسی درمیان میں دروازہ مسجد کی طرف سے ایک شور وغوغا بلند ہوا دیکھا تو ایک ہرنی اپنا بچہ ہمراہ لئے دوڑے آتی ہے۔اسکے پیچھے ایک بھیڑیا اس کو دبائے آتا ہے حتیٰ کہ ہرنی خدمت اقدس میں پہنچکر بزبان فصیح گویا ہوئی یارسولؐ اللہ میرے دو بچے تھے۔ایک تو شکاری پکڑ کر لے گئے اور یہ دوسرا میرے پاس باقی تھا اس کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک منادی کی آواز آئی ''اے ہرنی جلدی کر اور اپنے بچے کو رسولؐ اللہ کے پاس پہنچا، حسینؑ ان کا قرۃ العین نانا پاس کھڑا قریب ہے کہ اس کیلئے رو پڑے۔تمام ملائکہ اپنی عبادت چھوڑ کر عبادت خانوں سے سر نکالے ان کو دیکھ رہے ہیں حسینؑ روئینگے تو تمام ملائکہ مقربین ان کے ساتھ گریہ وبکا کرینگے، پھر دوسری آواز میرے کان میں یہ آئی بہ عجلت کرائے غزالہ قبل اسکے کہ ایک اشک دیدۂ مبارک حسینؑ سے نکل کر ان کے رخساروں پر رواں ہوں۔نہیں تو ہم اس گرگ کو تیرے اوپر مسلّط کرتے ہیں یہ تجھکو بچہ سمیت کھا جائیگا۔پس میں نے یہ مسافت بعید اس قلیل عرصہ میں قطع نہیں کی بلکہ زمین میرے پاؤں تلے پیچیدہ ہوگئی کہ اتنی جلدی یہاں پہنچ گئی۔شکر خدا کرتی ہوں کہ آنسو صاحبزادے کی چشم مبارک سے نکلنے پائے۔پس صدائے تکبیر مسجد میں بلند ہوئی۔حضرت رسالتؐ پناہ نے ہرنی کو دعائے خیر دیکر رخصت کیا۔اور حسینؑ اس طفل آہو کو لیکر مسرور وشادماں والدۂ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدہ بھی اس سے خوش ہوئیں مگر افسوس کے جن کے ناز برداری نبیؐ اکرم نے کی وہی حسینؑ کربلا میں تشنہ لب لاکھوں مسلمانوں کے درمیان آنسو بہاتا رہا۔

نبیؐ اکرم کا حسنینؑ کو کاندھے پر بیٹھانا

ارجح المطالب،ص ۴۶۵ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ ایک روز جناب امام حسنؑ خطبہ ارشاد فرمانے لگے، اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب

رسولؐ خدا کو منبر پر دیکھا کہ جناب حسنؑ تشریف لا رہے ہیں۔ جب حضورؐ نے ان کو دیکھا ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بیٹھا لیا اور فرمایا! کہ جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اس کو دوست رکھے اور تم حاضرین پر لازم ہے کہ یہ بات ان لوگوں کو پہنچا دیں جو کہ غائب ہے (یہاں موجود نہیں ہے)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ حسنؑ ابن علیؑ اپنے دوش اقدس پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے صاحبزادے یہ اچھا مرکب ہے جس پر کے تم سوار ہو۔ آنحضورؐ نے فرمایا یہ سوار بھی تو عمدہ ہے۔

صفحہ ۴۶۶ ارجح المطالبؒ حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ جناب سرور کونینؐ کو منبر پر تشریف رکھتے ہوئے دیکھا کہ پہلو میں جناب حسنؑ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرتؐ فرما رہے تھے یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے کہ پروردگار اس کی وجہ سے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے۔

باغِ رسالتؐ کے دو پھول

''الولد ريحانه و الحسن و الحسين ريحانتي من الدنيا''

''فرزند درحقیقت انسان کے باغِ زندگانی کا پھول ہوتا ہے اور حسنؑ و حسینؑ میری دنیاوی زندگی کے دو پھول ہیں۔

بحارؒ ص۸۹ ج۱۰ پر شرف النبی خرکوشی و فردوس الاخبارؒ و یلمی میں ابن عمر سے جامع ترمذی ابوہریرہؓ سے و مسند الرضا میں حضرت امام علیؑ رضا نے اپنے آباءِ کرام سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے دو پھول ہیں۔

معوذتین حسنینؑ کے تعویذ ہیں: آنحضرتؐ کی دُعا و تعویذ کی کثرت کی ایک دلیل یہ ہے کہ ابن مسعودؓ وغیرہ کا قول ہے کہ ''معوذتین یعنی سورہ الفلق و سورہ الناس'' یہ دونوں سورہ

درحقیقت امام حسنؑ وامام حسینؑ کے تعویذات ہیں۔

آنحضرت حسنینؑ کی پیاس گوارہ نہ تھی: حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ پانی کا قحط تھا۔مسلمان شدید پیاس میں مبتلا ہوگئے۔جناب سیدہ حسنینؑ کولیکر نبیؐ اکرم کی خدمت بابرکت میں آئیں اور عرض کے یارسول اللہ! یہ دونوں ابھی بہت چھوٹے ہیں اور پیاس نہ برداشت کرسکیں گے،آنحضرتؐ نے حسنینؑ کو بلوایا اور اپنی زبان ان کے دہن میں دیدی وسیراب ہوگئے۔(بحارص۱۹ ج۱۰)

بحارؔ ہی میں مرقوم ہے کہ اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نبیؐ اکرم اپنے پاؤں لحاف میں ڈالے ہوئے تھے کہ حسنؑ نے پانی مانگا آنحضرتؐ خود اٹھے ہماری بکری کا دودھ دوہا اور ایک پیالے میں حسنؑ کو لاکر دیا ان کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ دیکھ کر حسینؑ ان کی طرف لپکے،آپ نے انہیں بھی پلایا۔

تعلیم وضو بطرز نیکو: کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ دونوں شاہزادے ایک ضعیف بزرگ کو وضو کرتے دیکھا کہ وہ صحیح وضو نہیں کررہے تھے تو انہوں نے سوچا کہ اس کو کسطرح تعلیم وضو دیں۔پس دونوں نے کہا!اے شیخ ہم وضو کرتے ہیں تم ہمارے وضو کے طریقے کو دیکھ کر فیصلہ کریں کے ہم میں سے کس کا وضو صحیح ہے،اس نے قبول کیا،حسنینؑ وضو کررہے تھے وہ بزرگ دیکھ رہا تھا فارغ ہوکر پوچھا کس کا وضو صحیح ہے۔اس پیر نے کہا صاحبزادو تم دونوں کا وضو صحیح تھا اور میں جاہل تھا اور غلط وضو کررہا تھا۔

حضرات حسنینؑ کے بارے میں مشترکہ حکایت

ضیاء العین فی تاریخ الحسینؑ ص۲۲۰ پر ملا حسین کاشفی نے صفتہ الشہد امیں لکھا ہے کہ

جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے دفن سے فارغ ہوکر کوفہ کی طرف مراجعت فرمائی قریب در کوفہ ایک ویرانے سے بہت دردناک رونیکی آواز آئی دونوں حضرات اس طرف روآنہ ہوئے دیکھا ایک شخص بہت ضعیف ونحیف ہے ایک ویرانے میں خاک پر تنہا پڑا ہے اور ایک اینٹ سر کے نیچے رکھے ہوئے نالہ وزاری کرر ہا ہے پوچھا ائے شخص تو کون ہے؟ اور کیوں اسطرح رو رہا ہے اس نے جواب دیا۔ میں ایک مرد غریب عزیزوں سے جدا محزون و بیمار عاجز و ناچار ہوں، تمام احباب چھٹ گئے نہ ماں ہے نہ باپ کوئی خویش ہے نہ برادر نہ بی بی ہے نہ فرزند نہ غمخوار ہے نہ ہمنشیں فرمایا۔ پھر تیری بیمارداری کون کرتا ہے عرض کی کہ ایک برس سے میں اس شہر میں ہوں اور ہر روز ایک بزرگ یہاں آتے ہیں اور میرے سرہانے بیٹھتے اور مثل پدر شفیق میری بیمار داری و تیمارداری میں مشغول ہوتے تھے۔ فرمایا کیا تجھے ان کا نام معلوم نہیں۔ اس بیمار نے عرض کی معلوم نہیں فرمایا کیا تو نے کبھی ان کا نام نہیں پوچھا؟ عرض کی میں نے پوچھا تھا مگر اس بزرگ نے کہا تجھے میرے نام سے کیا کام ہے۔ میں تیری خدمت محض خالصتاً للہ کرتا ہوں نہ شہرت اور ریا کیلئے۔ دونوں شہزادوں نے فرمایا! ائے شخص رنگ اور وضع کیسی تھی اس ضعیف نے کہا ۔ میں اندھا ہوں ان کی ہئیت تو نہیں بیان کرسکتا مگر تین روز ہوئے کہ وہ حضرت میرے پاس نہیں آئے اور میری خبر نہ لی نہیں معلوم ان پر کیا واقعہ ہوا۔ پوچھا! ائے شخص کوئی نشانی ان کی بات چیت اور انکی خصلت جانتا ہے تو بیان کر اس فقیر نے کہا۔ انکی نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ تہلیل و تسبیح خدا میں مصروف رہتے اور جب تسبیح کی آواز کے ساتھ ہی گویا آسمان کے دروازے کھل جاتے اور میں تسبیح و تہلیل کی صدا ہر طرف سے سُنتا تھا جب میرے نزدیک بیٹھتے تو فرماتے تھے مسکین جالس مسکین یعنی ایک فقیر ہے کہ فقیر کے پاس بیٹھا ہے۔ غریب جالس غریب ایک غریب ہے کہ غریب کے

پاس بیٹھا ہے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ یہ سُنکر بے اختیار روئے اور اس سے کہا یہ نشان ہمارے پدر بزرگوار امیر المومنینؑ کے ہیں اور آپ کی آواز انکے مشابہ ہے۔امام حسنؑ نے فرمایا وہ میرے بابا تھے۔اس پیر نے عرض کی ان حضرت کو کیا ہوا جو آج تین دن سے تشریف فرمانہ ہوئے فرمایا۔ایک بدبخت نے آپ کے سراقدس پر تلوار لگائی جس سے آپ شہید ہو گئے ہم اسوقت آپ کے دفن سے فارغ ہو کر آرہے ہیں۔اس واقعہ کا سننا تھا کہ وہ مرد پیر ایک چیخ مار کر بے اختیار زمین پر گر پڑا اور تڑپ تڑپ کر کہتا تھا کہ میرا یہ مرتبہ کہ جو امیر المومنینؑ میری خدمت کریں۔ہر چند امام نے اسے تسلّی دی مگر اس کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا کسی طرح قرار نہ آتا تھا آخر عرض کی۔ائے شاہزادو آپ کے جد بزرگوار احمد مختار کا صدقہ اور آپ کے پدر عالیقدر حیدر کرارؑ کا واسطہ مجھے اپنے اولد کی قبر مطہر پر لے چلئے تا کہ میں ان حضرت کی زیارت کرلو۔امام حسنؑ نے اس ضعیف کا داہنا ہاتھ تھام لیا اور امام حسین بایاں ہاتھ تھام کر وہاں لیکر گئے اسنے حضرت کی قبر پر گر کر بے حد گریہ و زاری کی اور کہا ائے پروردگار! اس صاحب مزار مبارک کا واسطہ اسی وقت میری جان لے لے درگاہ خداوندی میں اسکی دعا قبول ہوئی اور قبر مطہر پر اسکا دم نکل گیا۔امام حسینؑ نے جب یہ حال ملاحظہ فرمایا بہت روائے اور اسکی تجہیز و تکفین کر کے حضرت امیرؑ کی قبر مبارک کے قریب دفن فرمایا۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا موازنہ: جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حالات کا موازنہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان دونوں شہزادوں کے حالات کا آپس میں بہت زیادہ فرق ہے پھر حالات بدلے زمانہ بدلہ منبر رسولؐ پر وہ شخص ویراجمان ہوا جو اسلام تو اسلام انسانیت کا دشمن تھا۔اس وقت امام حسینؑ نے جو موقف اختیار کیا قیامت تک آنے والے حق پرست اس جملے کو سلام

عقیدت پیش کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔امام حسینؑ نے فرمایا۔من رای سلطانا جائز استحلالحرام الله کا ن حق علی الله ان مدخله مدخله، اگر کوئی ظالم شخص کی حکومت کو دیکھے کہ وہ ایسے ایسے کام کررہا ہو اور ان کو دیکھ کر وہ چپ رہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گناہگار ہے۔

اس وقت امام حسنؑ نے اسلام کی عظیم تر مصلحتوں اور حکمتوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے مکر وفریب کے مقابلے میں امن وشرافت کی وہ داغ بیل ڈالی کہ انسانیت قیامت تک اس پر فخر کرتی رہے گی۔دراصل امام حسنؑ کی صلح قیام حسینی کیلئے پیش خیمہ تھی ضروری تھا امام حسنؑ ایک عرصہ تک خاموش ہوجائیں تاکہ اموی خاندان کی اصلیت اور حقیقت لوگوں پر آشکار ہوجائے اور اس کے بعد ایسا عالمگیر انقلاب آئے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ انسانی کی بقا کا ضامن ہوجائے۔جب معاویہ نے صلح کی قرار دادوں کی کھلے عام خلاف ورزی کی تو امام حسنؑ کے شیعہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی اب وہ قرارداد خود بخود ختم ہوگئی اسلئے اصولوں کو پامال کردیا ہے لہذا آپ اٹھے قیام فرمایئے فرمایا یہ انقلاب امیر شام کے مرنے کے بعد ہی آئے گا آپ لوگ صبر کریں ایک مناسب وقت کا انتظار کریں یہاں تک کہ صورتحال واضح ہوجائے۔وہی وقتِ قیام ہوگا۔امام حسنؑ امیر شام کے مرنے کے بعد اور یزید کے تخت نشینی ہونے کے بعد تک اگر زندہ رہ جاتے تو آپ وہی کرتے جو امام حسینؑ نے کیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ ایک وقت تک خاموش مصلحت تھی سکوت عبادت تھا اور دوسری جگہ پر کلمہ حق بلند کرنا یزیدیت کے خلاف آواز بلند کرنا عبادت تھا ایک امام سے بیعت طلب نہیں کی گئی اور دوسرے امام سے بیعت طلب کی گئی دراصل بیعت کرنا بذات خود بہت بڑا مسئلہ ہے۔

حسنؑ وحسینؑ سردار جوانان جنت: پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے ہے ''الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ ابوہما منہما'' (ابن ماجہ) صحابی رسولؐ جناب حذیفہؓ یمانی

کا بیان ہے کہ میں ایک دن سرور کائینات کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضورؐ افراط مسرت کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا! اے حذیفہؓ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارکبادی ہے اور کہا ہے۔ ''اِنَّ فاطمۃ سیدہ انساء اھل الجنۃ و اِنَّ الحسن و الحسین سید الشباب اھل الجنۃ''۔ فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنینؑ جنت کے مردوں کے سردار (کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۷، اسد الغابہ، ص ۱۲، اصابہ ج ۲، ص ۱۲، چودہ ستارے ص ۲۲۰)

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا قطع نظر اس کے کہ حضرت علیؑ میں مثل نبیؐ سیادت کا ذاتی شرف موجود تھا۔ اور خود سرور کائیناتؐ نے بار بار آپ کی سیادت کی تصدیق کی سید العرب، سید المتقین، سید المومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علیؑ کا سرداران جنت امام حسنؑ و حسینؑ سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلّم ہی نہیں بلکہ بہت بلند رجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولاد علیؑ سید ہیں یہ اور بات ہے کہ فاطمہؑ کے برابر نہیں۔ (چودہ ستارے، ص ۲۲۰)

بھائیوں کی آپس میں تعظیم

جلاالعیون میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جس محفل میں حضرت امام حسنؑ تشریف فرما ہوتے تھے تو حضرت امام حسینؑ اپنے بڑے بھائی کی تعظیم وادب سے بات نہیں کرتے تھے اور جس مجلس میں امام حسینؑ تشریف رکھتے محمد حنفیہؓ آپ کے ادب سے کوئی بات نہیں کرتے۔

عطائے میراث حسنؑ و حسینؑ

کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں دو سندوں سے مروی ہے کہ جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب سیدہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو ساتھ لئے جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں انہیں کوئی میراث عطا فرمایئے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا!

''اماالحسن فان له هیبتی و سودی و اما الحسین فان له جرأتی و جودی''

یعنی حسنؑ کو تو میں نے اپنا رعب وجلال عطا کیا اور حسینؑ کو اپنی شجاعت اور سخاوت دی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم

حضرت امام حسین علیہ السلام

اسم مقدس	:	حسین ابن علی ابن ابیطالبؑ
والد	:	علی ابن ابیطالبؑ
والدہ	:	فاطمۃ الزہرؑ
القابات	:	غریب، بیکس، بینواء، سید الشہداؑ، مظلوم کربلا
اولادیں	:	تین بیٹے علی ابن الحسینؑ (زین العابدین)، علی اکبر (شبیہہ پیغمبر) علی اصغر (طفل شیر خوار) تین بیٹیاں۔ فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، سکینہ (مدفن زندان شام)
سنہ ولادت	:	۳/شعبان ۴ھ م جنوری A.D.۶۲۶
مقام شہادت	:	کربلا معلٰی سن ۶۱ھ/۱۰ محرم بروز جمعہ، م ۱۰/۱۰ اکتوبر A.D.۶۸۰

اعمشؒ نے کہاہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ دو گراں قدر اشیاء یعنی جن و انس یا دنیاو آخرت سے دو آفتابِ نیم روز ہیں اور دو ماہ کامل شبِ دیجور اور دو کہف تقوٰی اور دو قرت العین ءنبا' اور دو شہر جنگ آور دو تلوار شدت دوانی نیزوں کے واعظؒ نے کہا در دو در حمت کاملہ ہوا خدا کی اُوپر سیدین، سعدین' شہیدین' رشیدین' محمودین' المعصومین' مظلومین' مقتولین' غریبین' امامین' عالیمین' عابدین' شمسین' قمرین' دُرِّتین' فرقدین' الاکرمین' امام حسنؑ وامام حسینؑ

۱) سلیم بن قیس ہلالی حضرت سلمان فارسیؓ سے ناقل ہیں کہ میں ایک دن جنابِ رسالت مابؐ کی

خدمت میں حاضر ہوا' اتنے میں امام حسینؑ تشریف لائے پس انہیں حضرتؐ نے اٹھالیا اور امامؑ کے دہنِ مبارک اور رخسار کا بوسہ لیا اور فرمایا تو سید ابن سید ہے اور سید کا بھائی ہے تو امام ابن امام ہے امام کا بھائی ہے اور تو حجّت خدا ہے' حجّت خدا کا بیٹا ہے' اور حجّت خدا کا بھائی ہے اور نو (۹) حجّتہائے خدا کا باپ ہے جن کا نواں قائم آل محمدؐ ہوگا۔

۲) ابو ہریرہ سے مروی ہے کے ایک بار جناب رسالت مابؐ اس شان سے تشریف لائے کہ ایک شانے پر امام حسنؑ تھے اور ایک شانے پر امام حسینؑ۔ آنحضرتؐ بھی صابزادے کے بوسے لیتے تھے یہاں تک کے آپ قریب آگئے اور فرمایا کہ جو ان دونوں کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے وہ میرا دشمن ہے۔

۳) **''اعیذُ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان ھامۃ مِن کُلِّ عین لامّۃ مکان یقول و کان ابو کما یعوذ اسمٰعیل و اسحٰق لھما''**

ذخائرالعقبیٰ با اسناد نسائی لکھا ہے کہ سعید ابن جبیر ابن عباس کی اسناد میں ناقل ہے کہ جناب رسالتماب نے ان کلمات کا حسنینؑ کے لئے تعویز بنایا تھا کے میں تم دونوں کو ہر پھیرنیوالے شیطان اور ہر نظر لگانے والی آنکھوں کے شر سے بچانے کے لئے خدا کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیمؑ) نے حضرت اسمائیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کے تعویذ میں بھی یہی کلمات لکھے تھے۔

۴) زید ابن زیاد ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ ایک بار جناب عائیشہ کے گھر سے نکل کر جنابِ سیدہؑ کے دروازے سے گذرے اور جناب امام حسینؑ کو روتے ہوئے پایا۔ تو فرمایا! فاطمہ کیا تم نہیں جانتی کہ اسکے رونے سے میرا دل دکھتا ہے۔ اس روایت کو علامہ احمد ابن عبداللہ شافعی نے

بھی انہیں الفاظ کیساتھ اپنی مستند اور معتبر تالیف ذخائر العقبیٰ میں لکھا ہے۔

۵) نبی اکرمؐ کے اشفاق علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسالتمآبؐ مسجد میں وعظ فرمارہے تھے کہ آپکے کان میں کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اتفاق سے اسکی آواز امام حسینؑ کی آواز سے مشابہہ تھی۔ آواز کا آنا تھا کہ قلب ہمایون پر انتشار واضطراب کی کیفیت طاری ہوگئی اور وعظ کو موقوف فرمایا۔ صحابہ کو تفتیش احوال کیلئے بھیجا۔ اور یہاں تک تاکید کردی کہ اگر تم جلد نہ آؤ گے تو پھر میں خود چلا آؤں گا۔ صحابہ نے فوراً تعمیل حکم فرمایا اور خدمت بابرکت میں واپس آکر عرض کی کہ یہ صاحبزادہ کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد میں قریب ایک مدرسہ ہے جسمیں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ ایک لڑکے نے اپنا سبق یاد نہیں کیا۔ معلم نے اسکی تادیب کی ہے وہی روتا ہے۔ مگر آنحضرتؐ کے محبت واخلاق نے معلم کو معہ اس بچے کے بلوایا اور حقیقت حال دریافت کیا اور فرمایا چونکہ یہ میرے بچے سے مشابہہ ہے اسلئے میں تم سے اسکی سفارشش کرتا ہوں کہ آئندہ اس لڑکے کو نہ مارا کرو۔

۶) علامہ دارقطنی عبداللہ ابن عمر کی اسناد سے یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں جناب رسالتمآبؐ عمران ابن حصین سے فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے انسان کے دل میں ایک جگہ ہوتی ہے لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ہے حسنینؑ کی جگہ میرے دل میں جگہ کر سکے۔ عمران نے عرض کی کہ حضورؐ کے دل میں بس انہیں کی محبت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! کہ ہاں عمران مجھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں کی محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات تجھے بھی کچھ معلوم ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخبر صادقؐ ان خاصان جناب باری کیساتھ محبت اور الفت رکھنے کیلئے منجانب اللہ معمور تھے۔ یہی وجہہ خاص تھی کہ آپ ان ذوات مقدسہ کی محبت والفت آرام وآسائش دلجوئی اور خاطر داری میں اس درجہ اہتمام ملیغ

فرماتے تھے۔

۷)مودۃ القربیٰ میں جمال الدین زرندی کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حذیفہؒ یمانی کے پاس آئے اور ربیعۃ السعدی نے چند مسائل دریافت کئے۔ ربیعہ کا بیان ہے کہ مجھ سے وہ فرمانے لگے کہ جو میں کہتا ہوں وہ سُنو اور اسکو یاد رکھو۔ اور تمام لوگوں کو سُنا دینا۔ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے اس وقت امام حسینؑ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ منبر پر تشریف لائے اور حسینؑ آپکے کاندھوں پر سوار ہوگئے پس آنحضرتؐ نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہاالناس! یہ حسین ہے جو باعتبار اپنے نانا اور نانی کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپکے ماموں قاسمؑ، ابراہیم و عبداللہ ہے۔ اور حسینؑ وہ ہے کہ جو اپنی پھوپھی حضرت ہانیؑ اور یہ حسینؑ وہ ہے جو آپکے چچا تو جعفرؑ اور عقیلؑ ہیں اور یہ حسینؑ وہ ہے جو اپنے ماں باپ، بھائی بہن کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہے انکے باپ علیؑ مرتضیٰ، ماں فاطمۃ الزہراؑ، انکے بھائی حسنؑ مجتبیٰ، بہنیں زینبؑ و کلثومؑ ہیں۔ اتنا فرما کر جناب رسالتمآبؐ بیٹھ گئے اور امام حسینؑ کو کاندھے سے اتار کر پہلو میں بیٹھا لیا۔

پھر ارشاد فرمایا! ایہاالناس، یہ وہ حسینؑ ہے جسکا نانا جنت میں ہے اور نانی بھی باپ بھی جنت میں ہے ماں بھی جنت میں ہیں ماموں بھی جنت میں ہیں چچا بھی جنت میں ہیں پھوپھیاں، بھائی بھی جنت میں ہے اور بہنیں بھی اور یہ خود بھی جنت میں ہے۔ ایہاالناس! وہ حسینؑ ہے جسکو پروردگار عالم نے وہ تمام فضائل عطا فرمائے جو انبیاء سابقین کی ذرّیت سے سوائے یوسفؑ ابن یعقوبؑ ابن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ علیٰ نبینا علیہم السلام کے اور کسی کو عنایت نہیں فرمائے۔ ایہاالناس! شرف، منزلت اور ولایت رسولؐ خدا اور ان کی ذرّیت طاہرہ کیلئے مخصوص ہیں پس آئیندہ جھوٹی

خبریں تمکو گمراہ نکردیں۔

امام حسینؑ کی عبادت: علماء و مورخین کا بیان ہے کہ آپ عابدِ شب بیدار، زاہد اور دن بھر روزہ داری کے علاوہ پچیس حج پا پیادہ ادا کئے اور بعض دفعہ بغیر نعلین کے پا پیادہ حج فرمائے ہیں۔

امام حسینؑ کی سخاوت :اسامہ بن زید غلام رسولؐ (صحابی رسولؐ) بیمار تھے۔آپ ان کی عبادت کیلئے تشریف لے گئے آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں۔آپ نے دریافت فرمایا! اے میرے نانا کے صحابی آپ واعماہ کیوں فرمارہے ہیں۔اسامہ نے عرض کی مولیٰ میں ساٹھ ہزار ۶۰۰۰۰ درہم کا مقروض ہوں۔آپؑ نے فرمایا! گھبراؤنہیں میں اسے ادا کردونگا۔چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ان کے قرض کو ادا کردیا۔

۲)ایک دفعہ ایک شخص نے بذریعہ اشعار سوال کیا۔حضرتؑ نے چار ہزار اشرفیاں عطا فرمائیں۔

۳)آپ کے گھرانے کے ایک کمسن فرزند کو عبدالرحمٰن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی آپ نے اسے ایک ہزار اشرفیاں اور قیمتی خلعتیں عنایت فرمائی۔(یہ بھی آپ کی طرف سے ہمیں تعلیم ہے کہ معلّم سے بچوں کو تعلیم قرآن دلوانا اور انہیں عطائے دینا۔

ام الفضل بنت حارث کا خواب: ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ اکرم کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری آغوِ میں آ گیا۔اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسولؐ اکرم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرواز ہوئیں کہ حضورؐ آج ایک بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔حضرتؐ نے خواب سُن کر مسکراتے ہوئے فرمایا! کہ یہ خواب تو نہایت ہی عمدہ ہے۔اے ام الفضل اسکی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہؑ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا۔جو تمہاری آغوش میں پرورش پائے گا۔آپؐ کے ارشاد فرمانے کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ خصوصی مدّت حمل

(صرف چھ ماہ) گزر کر نورِ نظر رسولؐ اکرم امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ ہجری بمقام مدینہ منورہ بحساب عیسوی ۱۰ جنوری ۶۲۲ء مدینہ منورہ اور شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ہجری مطابق ۱۰/۱۱ اکتوبر ۶۸۰ عیسوی کربلائے معلّی عراق۔ عیسوی کے حساب سے ۵۵ سال کی عمر میں شہادت پائی۔

ہندہ مادر معاویہ کا خواب: ابن شہر آشوب نے عباس سے روایت کی ہے کہ ہندہ مادر معاویہ نے عائیشہ سے کہا اور اجازت لی۔ وہ حضرت کے پاس حاضر ہوئی عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب نے میرے سر پر طلوع کیا۔ اس آفتاب سے ایک چھوٹا آفتاب پیدا ہوا اور ایک سیاہ چاند میرے بطن سے نکلا اور اس سے ایک سیاہ ستارہ پیدا ہوا۔ ستارہ سیاہ نے آفتاب خورد پر حملہ کر دیا اور اسکو نگل کیا۔ پس ستارہ ہائے آسمان سیاہ و تاریک ہو گئے۔ اسکے بعد میں نے دیکھا کہ بہت ستارے آسمان پر ظاہر ہوئے اور ستارۂ سیاہ زمین پر نمودار ہوئے اور وہ تمام روئے زمین پر منتشر ہو گئے انہوں نے آفاق کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس خواب کو سُنتے ہی حضرت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے اور دو مرتبہ مادر معاویہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ دُور ہوائے دشمن خدا تو نے میرے غم کو تازہ کر دیا، میرے دوستوں کی سُنانی لیکر آئی ہے۔ ہندہ وہاں سے دفع ہوئی حضرت نے فرمایا خداوند العنت کر اس ملعونہ پر سب نے حضرت سے اسکی تعبیر پوچھی۔ ارشاد کیا! وہ آفتاب جو پہلے طالع ہوا خورشید برج امامت علیؑ ہیں اور آفتاب خورد حسینؑ ہے اور ماہ سیاہ جو اس ملعونہ کے بطن سے نکلا معاویہ ہے وہ ستارہ سیاہ جو ماہ سیاہ سے نکلا اور ماہ خورد کو نگل گیا یزید پسر معاویہ ہے جو حسینؑ سے لڑے گا اور اسے شہید کرے گا۔ جس دن وہ شہید ہوگا اس دن آفتاب سیاہ ہو جائے گا آسمان تیرہ و تار ہو جائیں گا۔ ظلمت کفر و ضلالت تمام جہان کو گھیرے گی ستارہ تاریک جو زمین پر نمودار ہوئے وہ بنی امیہ ہیں۔

امام حسینؑ کا جنگ صفین میں پانی پلانا : بحار ج اص ۱۰۵ پر ہے کہ عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ اس نے کہا جب میں جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ صفین کو گیا ابوالاعور سلمیٰ نے آ کر نہر فرات کو گھیر لیا اور مانع ہوا۔ اصحاب جناب امیرؑ پانی تک نہ جا سکتے تھے۔ پس اصحاب نے شدت تشنگی کی شکایت کی حضرت نے حکم دیا کہ ابولاعور سلمیٰ کو مع اس فوج کے فرات کے کنارہ سے ہٹا دو۔ جب حضرتؑ کے اصحاب بموجب ارشاد گئے اشقیاء کو فرات سے دفع نہ کر سکے اور شکست کھا کر پھر آئے۔ یہ دیکھ کر حضرت کبیدہ خاطر ہوئے۔ اس وقت امام حسینؑ نے عرض کی اے پدر بزرگوار اجازت دیجئے تاکہ میں پانی کی سبیل کروں۔ اجازت ملی آپ اپنے ساتھ چند سوار لیکر منافقوں سے لڑنے کو روانہ ہوئے اور ضرب شمشیر آبدلہ سے ان اشرار کو کنارہ فرات سے بھگا دیا اور بہت سے منافقوں کو واصل جہنم کیا۔ ابوالاعور ملعون نے شکست کھائی۔ اور امام حسینؑ نے اپنا خیمہ فرات کے کنارے برپا کر کے اپنے سواروں کو مقرر کیا۔ خود بہ نفس نفیس جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خبر فتح حضرتؑ کو دی۔ حضرتؑ نے جب خبر فتح سُنی زار و قطار رونے لگے۔ اصحاب نے عرض کیا! یا امیر المومنینؑ یہ وقت خوشی ہے کہ پہلی فتح برکت حسین سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا! اس وقت یاد آیا مجھے وہ دن کہ اسی صحرائے کربلا میں آپ فرات سے حسینؑ اور اسکے چھوٹے سے لشکر کو بے آب تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کرینگے۔ بعد شہادت اسپ وفادار اس کا دوڑتا ہوا آئیگا اور خیموں میں اس قوم جفا کار ہاتھوں شہادت کی خبر دیگا۔

امام حسینؑ کا روئے تاباں: مُلّا جامی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو خداوند عالم نے وہ حُسن و جمال دیا تھا جسکی نظیر کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ کے روئے تاباں کا یہ حال تھا کہ جب آپ جائے تاریک میں بیٹھ جاتے تو لوگ آپ کے روئے روشن سے شمع طریق کا کام لیتے تھے یعنی ہر چیز روشن ہو جاتی تھی اور لوگوں کو تاریکی میں راہروی کی زحمت نہیں ہوئی (چودہ ستارے، ص ۲۱۶، شواہد النبوۃ

رکن ٦،ص ١٧٤)

ہرنی کا بچہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی (بدوی) عرب نے ہرنی کا ایک بچہ آنحضورؐ کو ہدیہ پیش کیا۔ اسی وقت امام حسنؑ آنحضورؐ کے پاس تھے۔ شہزادے نے نانا سے ہرنی کا بچہ مانگا حضورؐ نے اسے دیدیا۔ امام حسنؑ اُسے لیکر گھر گئے۔ امام حسینؑ نے پوچھا! بھیّا یہ ہرنوٹہ (ہرن کا بچہ) کہاں سے آیا ہے۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ نانا نے دیا ہے۔ امام حسینؑ فوراً مسجد میں آئے اور عرض کی۔ نانا مجھے بھی حسنؑ کی طرح ہرنوٹہ چاہیے۔ سرور کونین نے سر جھکا لیا۔ امام حسینؑ اپنے مطالبہ پر اصرار کرتے رہے۔ آنحضورؐ خاموش سر جکائے بیٹھے۔ ہم نے دیکھا امام حسینؑ کا چہرہ مرجھا گیا۔ اب قریب تھا کہ شہزادہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں گلی میں شور بلند ہوا۔ ہم نے دیکھا تو اک ہرنی ہے اس کے ساتھ ایک بچہ ہے اور اسکے تعاقب میں بھیڑیا ہے۔ ہرنی دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے قریب آئی۔ بھیڑیا در مسجد پر رک گیا۔ ہرنی نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ جسے مسجد میں موجود تمام صحابہ نے سُنا۔ آقا میرے دو بچے تھے مدینہ سے کم از کم ایک شب و روز کی مسافت پر دور میرا صحرا میں قیام ہے۔ ایک شکاری نے کل میرا ایک بچہ شکار کر کے آپ کو ہدیہ پیش کیا ہے آج میں اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ کسی ہاتف غیبی نے کہا۔ جلدی دوڑ کر مدینہ جاہ حسینؑ ہرنوٹہ مانگ رہا ہے اور مایوسی سے رونے کے قریب ہے اگر حسینؑ کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑا تو میں اس بھیڑئے کو تجھ پر مسلط کر دونگا جو تجھے بچہ سمیت کھا جائیگا۔ میں نے ایک طرف دیکھا تو یہ بھیڑیا میری طرف آرہا تھا۔ میں نے دوڑ لگا دی اور بھیڑیا میرے پیچھے رہا۔ مجھے یقین ہے کہ میں جس قدر بھی تیز دوڑتی اتنی لمبی مسافت میں چند لمحات میں طئے نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ نے میرے لئے طئے الارض کر دیا۔ میں تیرے حسینؑ کی آنکھ میں آنسو آنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچنے پر

کامیاب ہوگئی ہوں۔شکر ہے کہ میرے دونوں بچے حسنینؑ کو بہلانے کے کام آئے۔

یتیم پروری: بحار میں شعیب ابن عبدالرحمٰن خزاعی سے منقول ہے کہ یوم عاشور جن ظالموں نے آپ کے جسم مبارک سے قمیص اُتارا تھا۔انہیں آپ کی پشت مبارک پر سیاہ گھٹے دکھائی دیئے۔ انہوں نے جناب سجادؑ سے اسکی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مدینہ میں یتیموں اور بیواؤں کو رات کے وقت اپنی پشت پر لاد کر روٹی اور کھانے پہنچاتے تھے۔

حج: مناقب میں ابن عبدر بہ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے پچیس حج پیدل کئے جبکہ سواریاں آپ کے ساتھ خالی چلتی تھیں۔(دمعۃ اسا کبہ ۲۷،ص ۳۵)

غلام آزاد: مناقب ہی مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک غلام کے ساتھ کوچہ سے گذر رہے تھے کہ روٹی کا ٹکڑا پڑا تھا آپ نے غلام سے فرمایا۔ یہ اٹھالے اور گھر واپس پہنچ کر مجھے یاد دلانا میں کھالوں گا۔غلام نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور مٹی جھاڑ کر کھالیا۔جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا۔وہ روٹی کا لقمہ کہاں ہے؟ غلام نے عرض کیا قبلہ وہ تو میں اسی وقت مٹی صاف کر کے کھالیا تھا آپؑ نے فرمایا! جا تو فی سبیل اللہ آزاد ہے۔

کسی نے عرض کیا! قبلہ صرف روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے پر آپ اسے آزاد کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں میں نے اپنے نانا سے سُنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص کسی جگہ روٹی کا گرا ہوا ٹکڑا دیکھے اور صاف کر کے کھالے اللہ اس شخص کو اس ٹکڑے کے ہضم ہونے سے پہلے آتش جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ بھلا تو ہی بتا جسے اللہ آتش جہنم سے آزاد کر دے میں اسے اپنا غلام کیسے رکھوں۔

کنیز آزاد: بحار میں انس سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام حسینؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کی ایک کنیز نے آپؑ کو ایک گلدستہ پیش کیا۔آپؑ نے فرمایا! جا تو آزاد ہے میں نے کہا۔فرزند

رسولؐ! آپؑ نے ایک گلدستہ کے عوض کنیز کو آزاد کر دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں اللہ نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ امام حسینؑ نے فرمایا! اللہ کا ارشاد ہے اگر تمہیں سلام کیا جائے تو ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا ظاہر ہے کہ گلدستہ کے جواب میں عمدہ تو اسے آزاد کرنا ہی تھا۔ (دمعۃ اسا کبہ ج ۲، ص ۳۸)

قرآن کی سورہ یاد کروانے والے کی اہمیت: بحار الانوار میں عبدالرحمٰن سلمٰی سے روایت ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے خانوادہ کے ایک بچے کو سورہ فاتحہ یاد کروائی۔ جب آپ نے سورہ فاتحہ سُنی تو آپؑ نے مجھے ایک ہزار دینار، ایک لباس عطا کر کے میرا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ کسی نے کہا! فرزند رسولؐ! یہ صرف سورۂ فاتحہ یاد کرانے پر؟ امام حسینؑ نے فرمایا! جو کچھ اس نے بچے کو یاد ہے اسکے مقابلے میں میری عطا کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے تجھے معلوم نہیں کہ بخل کرنے سے دولت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خرچ کرنے سے دولت میں کمی نہیں آتی۔ جب زمانہ ساتھ دے خرچ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

اکرم الناس کا جود وسخا: بحار میں مروی ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ مجھے ایک دیت ادا کرنا ہے۔ مگر حالات ساتھ نہیں دے رہے ہیں میں نے لوگوں سے کہا مجھے ایسا اکرام الناس بتاؤ کہ اس کے پاس جانے کے بعد مجھے کوئی دروازہ نہ دیکھنا پڑے۔ تمام لوگوں نے مجھے آپ ہی کا نام بتایا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر ایک بات کو جواب دیا تو ۱/۳ ایک ثلث دونگا۔ اگر دو کا جواب دیا تو دو ثلث ۲/۳ دونگا اور اگر تینوں کا جواب دیا تو جو کہے گا اتنا دوں گا۔

عرب نے عرض کیا! مولاؑ میں آپکے سوالوں کا جواب دوں آپؑ علم لدّنی کے مالک ہیں

اور ایک گنوار عرب ہوں۔آپؑ نے فرمایا! میرے نانا کا راشاد ہے معرفت کے مطابق احسان۔ عرب نے کہا! ٹھیک ہے آپ پوچھیں اگر ممکن ہے تو جواب عرض کروں گا ورنہ آپ سے سیکھ لونگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بتا افضل الاعمال کون سا عمل ہے؟ عرب نے عرض کیا! اللہ پر ایمان امام حسینؑ نے فرمایا! مصائب میں ذریعہ نجات کیا ہوتا ہے؟ عرب نے عرض کیا! اللہ پر ایمان امام حسینؑ نے فرمایا! انسان کی زینت کیا ہے؟ عرب نے کہا حلم کے ساتھ علم۔امام نے فرمایا! اگر یہ نہ ہوتو؟ عرب نے عرض کیا مروت کے ساتھ دولت۔امام نے فرمایا یہ بھی نہ ہوتو؟ عرب نے عرض کیا۔صبر کے ساتھ فقر۔امام نے فرمایا! اگر یہ بھی نہ ہوتو؟ عرب نے عرض کیا! پھر ایسے شخص پر آسمان سے بجلی گرا کر اسے جلا دے۔آپ مسکرا دیئے۔اور ایک ہزار دینار اور ایک قیمتی انگوٹھی دیکر فرمایا۔جا ہزار دینار دیت میں ادا کردے اور انگوٹھی سے اپنے اخراجات پورے کر۔

کافور جنت: بحوالغمہ ،ج ۲،ص ۴۲ پر درج ہے کہ آنحضرتؐ کا جب وقت اخیر آیا جناب سیدہ حاضر خدمت ہوئیں حضرتؐ نے اپنے سینے سے لگالیا اور کچھ باتیں اسرار کی فرمائیں بعد اسکے فرمایا! میرے فرزندوں کو لاؤ تا کہ میں ان سے بھی رخصت ہولوں۔جب حسنینؑ قریب پہنچے حضرت نے ہاتھ پھیلا کر بہ اشتیاق عالم سینہ اقدس سے لگالیا اور بار بار ہر ایک کی خوشبو سونگھتے تھے اور پیار کرتے تھے اور اس قدر روئے کہ حضرتؐ کو غش آ گیا دونوں صاحبزادے بھی نانا کو غش میں دیکھ کر رونے لگے۔جناب امیرؑ نے بخیال اس کے کہ حضرتؐ کو تکلیف نہ ہو چاہا کہ صاحبزادوں کو سینۂ اقدس سے اٹھالیں دفعتہً حضورؐ نے چشم ہائے مبارک کھول دیں اور فرمایا۔ یا علیؑ ! ابھی میرے نور چشموں کو میرے سینہ سے جدا نہ کرتا میں ان کو خوب پیار کرلوں اور انکی خوشبو سونگھ لوں۔ منقول ہے کہ سب اہل بیتؑ گرد رسولؐ خدا کے حلقہ کئے ہوئے رو رہے تھے اس اثناء

میں جبرئیلؑ نازل ہوئے بعد تسلیم عرض کی سبحانہ تعالیٰ نے یہ کافور جنت بطریق ہدیہ آپ کیلئے بھیجا ہے۔ بعد تحفہ سلام و درود فرمایا کہ پہلے آپ اس کافور سے اپنے حنوط کے واسطے لیجئے۔ اور باقی اپنے اہل بیتؑ پر تقسیم کیجئے۔ جناب رسالتمآبؐ نے اس کافور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ اس میں سے واسطے اپنے حنوط کیلئے لیا اور ایک جناب علیؑ اور ایک جناب سیدہؑ اور ایک جناب امام حسنؑ کیلئے اور امام حسینؑ کیلئے اس میں سے کچھ مرحمت نہ فرمایا۔ حسینؑ بہ نظر حسرت و یاس اپنے نانا کی طرف دیکھا اور رو دیا۔ اور عرض کی اے نانا تعجب ہے کہ آپ نے اس کافور جنت سے سب کو مرحمت کیا لیکن مجھے اس میں سے باوجود اس محبت و شفقت کے کچھ نہ دیا۔ آیا میں اس کے لائق نہ تھا۔ رسولؐ خدا نے یہ کلام جگر خراش اپنے فرزند مظلوم سے سُنا تاب ضبط نہ لا سکے بے اختیار گلے لگا لیا اور لب و دندان کے بوسے لینے لگے شہزادہ مچھل کر رونے لگا۔ اپنے نواسے کو روتا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور رو رو فرمایا۔ اے حسینؑ تو وہ مظلوم ہے کہ صحرا کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا مثل گوسفند کے ذبح کیا جائے گا تجھے کافور کی ضرورت نہیں۔ حنوط تیرا صحرا کی ریت ہے اور غسل تیرا تیرے ہی بدن کے خون سے ہوگا۔ فضل بن عباس کہتے ہیں جب ملک الموت قبض روح کو آئے تو رسولؐ خدا نے فرمایا۔ اتنی دیر ٹھہرو کہ میں ایک بار پھر ان دونوں فرزندوں کو گلے لگا لوں۔ اسکے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

حور عین کی جبینوں کی تحریر: معجزات آل محمدؐ ۷۷ (مدینۃ المعاجز) میں جامع الاخبار میں رسولؐ اللہ کی زبانی منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص ''بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم'' پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ۷۰ ہزار یاقوت سرخ کے محل تعمیر فرمائے گا اور ہر محل میں سفید موتیوں کے ۷۰ ہزار گھر ہونگے اور ہر گھر میں سبز زبرجد کے ۷۰ ہزار پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر سندس و

استبرق کے ۷۰ ہزار بستر ہوں گے جن پر حورعین زوجہ بیٹھی ہوگی اوراس کی ۷۰ ہزار مینڈیاں ہوگی جوکہ دُر و یاقوت سے گندھی ہوئی ہوں گی۔اس کے دائیں رخسار پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا۔اس کے بائیں رخسار پر علی ولی اللہ تحریر ہوگا۔اس کی جبین پر لفظ حسن اور اسکی تھوڑی پر لفظ حسین تحریر ہوگا۔ اسکے ہونٹوں پر ''بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم'' لکھا ہوا ہوگا۔میں نے پوچھا یارسولؐ اللہ! یہ عزت وعظمت کسے نصیب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا! یہ مقام اسے نصیب ہوگا جو احترام وتعظیم سے ''بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم'' پڑھے گا(جامع الاخبار ص ۴۲)

عرش پر مرقوم ہے کہ حسینؑ چراغ ہدایت ہے

مدینۃ المعاجز (معجزات آل محمدؐ، ج ۲ ص ۱۷۰) پر امام حسینؑ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اپنے نانا کی پاس گیا وہاں ابی بن کعب بیٹھا ہوا تھا۔مجھے دیکھکر میرے نانا نے فرمایا! آسمانوں اور زمین کی زینت کو خوش آمدید ہو۔

نبی اکرمؐ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنکر ابی بن کعبؓ نے کہا! یارسولؐ اللہ کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی آسمانوں اور زمین کی زینت ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا! ابی بن کعب! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔زمین کی بہ نسبت حسینؑ آسمانوں میں زیادہ معروف ہے اورعرش کے دائیں جانب یہ جملہ مرقوم ہے۔اِنَّ الحُسین مِصبَاحُ الھُدیٰ وَسَفِینَۃُ النَّجَاۃِ'' ''بے شک حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے''اس کے بعد رسولؐ مقبول نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا لوگو! یہ حسینؑ ابن علیؑ ہے۔اسے اچھی طرح سے پہنچان لو اور اسے جس طرح سے خدا نے فضیلت دی ہے تم بھی اس فضیلت کا اقرار کرو۔اس کا نانا یوسفؑ بن یعقوبؑ کے نانا سے خدا کے ہاں زیادہ محترم ہے۔پھر آنحضرتؐ نے فرمایا!

”ھٰذاَ الحُسین جَدّہُ فِي الجنَّۃِ وَجَدّ تۃ فی الجنّۃِ و اُمَّہُ فِي الجنّۃِ وَاَبُوہ فِی الجنّۃِ وَاخوہُ فِی الجنّۃِ وَعَمَّہُ فِی الجنّۃِ وَاعمّتہُ فِی الجنّۃِ وَخَالَہُ فِی الجنّۃِ وَخَالَتُہُ فِی الجنّۃِ وَمحِبُّو ھُم فِی الجنّۃِ وَمُحِبُّو محِبّھِم فِی الجنّۃِ“

یہ حسینؑ ہے اس کا نانا جنتی ہے اور اسکی نانی جنتی ہیے اور اسکی ماں جنتی ہے اور اکا باپ جنتی ہے اور اسکا بھائی جنتی ہے اور اسکا چچا جنتی ہے اور اسکی پھوپھی جنتی ہے اور اس کا ماموں جنتی ہے اور اسکی خالہ جنتی ہے اور ان سے محبت رکھنے والے جنتی ہیں اور ان کے محبوں سے بھی جومحبت کریں وہ بھی جنتی ہیں۔(معجزات آل محمدؐ، ج۲،ص۱۷۲،تجب طرحی ص۲۰۳)

دَرجنت کی تحریر

معجزات آل محمد ص ۱۶۳(مدینۃ المعاجز) پر درج ہے کہ ابن عباس نے کہا رسول مقبول نے فرمایا! جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں جنت کے دروازے پر یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی لا اِلٰـہَ اِلاّ اللّٰـہُ مُـحَـمَّدُ الرسُولُ اللّٰہِ عَلِیٌ حَبِیْبُ اللّٰہِ الحَسَنُ وَالحُسینُ صَفوَۃُ اللّٰہِ فَاطِمَۃُ اَمَۃُ اللّٰہِ علیٰ بَاغِضِیبھُم لَعنَۃُ اللّٰہِ(کشف الغمہ،ج۱،ص۹۶)

ابن شاذان المناقب المائۃ میں رقم طراز ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے آباءطاہرین کی سند سے امام حسینؑ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے یہ حدیث ارشادفرمائی ہے۔

حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمدؐ

چودہ ستارے ۲۲۲صفحہ پرنجم الحسن کراروی نے تحریر فرمایا ہے۔عہد حضرت عمر میں اگر چہ پیغمبرؐ اسلام کی آنکھیں بند ہوچکیں تھیں اور لوگ محمد مصطفیؐ کی خدمت اور تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے لیکن پھر بھی حق برزبان جاری کے مطابق عوام سچی باتیں سُن ہی لیا کرتے تھے۔ایک

مرتبہ کا ذکر ہے حضرت عمر منبر رسولؐ پر خطبہ فرما رہے تھے۔ ناگاہ حضرت امام حسینؑ کا اُدھر سے گذر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر بولے"انزل عن منبر ابی" میرے باپ کے منبر سے اُتر جایئے اور جایئے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھئے۔ آپ نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے۔ اس کے بعد منبر سے اُتر کر امام حسینؑ کو اپنے گھر میں لے گئے اور وہاں پہنچ کر پوچھا کہ صاحب زادے تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے۔ تو انہوں نے کہا میں نے خود کہا ہے مجھے کسی نے سکھایا نہیں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کبھی کبھی آیا کرو۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے تو حضرت عمر کو معاویہ سے تنہائی میں محو گفتگو پا کر واپس چلے گئے۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو انہوں نے محسوس کیا اور راستے میں ایک دن ملاقات پر کہا کہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے فرمایا کہ آپ محو گفتگو تھے اس لئے میں عبداللہ (ابن عمر) کے ہمراہ واپس آیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ فرزند رسولؐ! میرے بیٹے سے زیادہ تمہارا حق ہے"فانما انت ماتری فی روسنا اللّٰہ ثم انتم" اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرا وجود تمہارے صدقہ میں اور میرا رواں تمہارے طفیل اُگا ہے (اصابہ ج ۲، ص ۲۵، کنز العمال جلد ۷، ص ۱۰۷ ازالۃ الخفاء)

تحریرات باب جنت

ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۱۳ طبع لاہور ص ۱۲۵۱ء پر تحریر ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ شب معراج جب میں سیر آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ باب جنت پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے "لا الہ الااللّٰہ محمد حبیب اللّٰہ علی ولی اللّٰہ و فاطمہ امۃ اللّٰہ و الحسن و الحسین صفوۃ اللّٰہ و من ابغضھم لعنۃ اللّٰہ" خدا کی سوا کوئی معبود

نہیں محمد اللہ کے حبیب ہیں علی اللہ کے ولی فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں۔ حسن و حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اوران سے بغض رکھنے پر خدا کی لعنت ہے۔

عبداللہ ابن عمر کا اعتراف شرفِ حسینی :ابن مریب راوی ہے کہ ایک دن عبداللہ ابن عمر خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کررہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسینؑ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ابن عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

امام حسینؑ کی رکاب ابن عباس کے ہاتھوں میں : ایک مرتبہ امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہورہے تھے۔ حضرت ابن عباس کی جونظر آپ پر پڑی تو آپ نے دوڑ کر حضرتؑ کی رکاب تھام لی اور امام حسینؑ کو سوار کروایا۔ یہ دیکھ کر کسی نے کہا کہ ابن عباس تم تو امام حسینؑ سے رشتے میں اور عمر میں بڑھے ہو پھر تم نے امام حسینؑ کی رکاب کیوں تھامی۔ آپ نے غصہ میں فرمایا کہ اے کم بخت تجھے کیا معلوم کہ یہ کون ہیں اوران کا شرف کیا ہے۔ یہ فرزند رسولؐ ہیں انہیں کے صدقہ میں نعمتوں سے بھرپور اور بہرہ ور ہوں۔ اگر میں نے ان کی رکاب تھام لی تو کیا ہوا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۴۵)

نماز کا لطف علیؑ کے پیچھے دستر خوان کی لذّت معاویہ کے ساتھ: کون ہے جو جناب ابوہریرہ کے نام سے واقف نہ ہوں آپ ہی وہ ہیں جو سابق کے حکومتوں کو بڑا اعتماد تھا۔ اور آپ پر اعتماد کی حد یہ تھی کہ امیر معاویہ نے جب حضرت علیؑ کے خلاف واضح احادیث کا منصوبہ بنایا تو انہیں کو اس لائحہ عمل کی روح رواں قرار دیا۔ (میزان الکبریٰ امام شعرانی ص ۲۱) آپ کو حضرت علیؑ سے عقیدت بھی تھی۔ آپ نماز علیؑ کے پیچھے پڑتے تھے اور کھانا معاویہ کے دستر خوان پر کھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عبادت کا لطف علیؑ کے ساتھ اور کھانے کا مزہ معاویہ کے ساتھ ہے مورّخ

طبری کا بیان ہے کہ ایک میت میں امام حسینؑ اور جناب ابو ہریرہ نے شرکت کی اور دونوں حضرات ساتھ ہی چل رہے تھے۔ راستے میں تھوڑی دیر کیلئے رُک گئے تو ابو ہریرہ نے جھٹ رومال نکال کر امام حسینؑ کے پائے مبارک اور جوتیوں سے گرد جھاڑنا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا! اے ابو ہریرہ تم یہ کیا کرتے ہو۔ میرے پیروں اور جوتیوں سے گرد کیوں جھاڑنے لگے۔ آپ نے عرض کی ''**دعنی منک فلو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی عرا تقهم**'' مولاً منع نہ کیجئے آپ اسی قابل ہیں کہ میں آپ کی گرد قدم صاف کروں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر لوگوں کو آپ کے وہ فضائل اور آپ کی وہ کرامت معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو یہ لوگ آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں (تاریخ طبری، ج ۳، ص ۹ا طبع مصر)

امام حسینؑ کا ذرّیت نبیؐ ہونا: حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ذرّیت نبی ہونے پر آیۂ مباہلہ گواہ ہے رسولؐ خدا نے ابنائنا کی تعمیل و تکمیل حسنینؑ ہی سے کی تھی یہ ان کے فرزندان رسولؐ ہونے کی دلیل محکم ہے۔ جس کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی لیکن کور باطنی اور عصبیت کا کیا علاج ہے؟ عاصؔم بد بہدلہ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ ہم لوگ حجاج بن یوسف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسینؑ کا ذکر آ گیا۔ حجاؔج نے کہا کہ ان کا ذرّیت رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں یہ سُنتے ہی۔ یحیٰی بن یعؔمر نے کہا ''کذبت ایھا الامیر'' امیر یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ یقیناً ذرّیت رسولؐ میں ہیں۔ یہ سُن کر اس نے کہا کہ اس کا ثبوت قرآن مجید میں پیش کرو۔ ''**اولا قتلفک قتلا**'' ورنہ تمہیں بری قتل کر دوں گا، یحیٰی نے کہا قرآن مجید میں ہے'' **وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجزِي الْمُحْسِنِين وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ**'' (سورہ

انعام ۸۵-۸۴)اس آیت میں ذریت الاّ وم میں حضرت عیسیٰؑ بھی بتائے گئے ہیں جو اپنی ماں کی طرف سے شامل ہوئے۔بس اسی طرح امام حسینؑ بھی اپنی ماں کی طرف سے ذریت رسولؐ میں ہے۔حجاج نے کہا یہ صحیح ہے لیکن مجمع میں تم نے میری تکذیب کی ہے لہذا تمہیں شہر بدر کیا جاتا ہے۔اس کے بعد انہیں خراسان بھیج دیا(مستدرک صحیین، ج ۳،ص ۱۶۴)

امام حسین کی نصرت کیلئے رسول کریم کا حکم:انس بن حارث کا بیان ہے کہ جو صحابی رسولؐ اور اصحاب صفہ میں سے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ ایک دن رسولؐ خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کررہے تھے اسی دوران فرمایا ’’**ان ابنی هذا یقتل بارض یقال لها کربلاء فمن شهد ذالک منکم فلینصره** ‘‘ کہ یہ میرا فرزند حسینؑ اسی زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔

حضرت عمر کی وصیّت کہ سند غلامی اہلبیتؑ کا نوشتہ میں کفن میں رکھا جائے: علمائے اہلسنت کا بیان ہے کہ ایک دن منزل مناخرت میں عبداللہ بن عمر امام حسینؑ اور امام حسنؑ کے سامنے فخر وافتخار کی باتیں کرنے لگے یہ سُن کر امام حسنؑ نے فرمایا تم تو ہمارے غلام زادے ہو، اتنی بڑھ چڑھ کر کیا باتیں کررہے ہو۔اس پر عبداللہ ابن عمر رنجیدہ ہوکر اپنے باپ کے پاس گئے اور امام حسنؑ جو کچھ کہا تھا اسے بیان کیا یہ سُن کر حضرت عمر نے فرمایا! کہ بیٹا یہ بات ان سے لکھوا لو اگر لکھ دیں تو میرے کفن میں رکھدینا کیونکہ محمدؐ وآل محمدؐ کی غلامی بخشش کا ذریعہ ہے۔یہ روایت اتنی مشہور ہے کہ شعرا بھی اسے نظم کیا ہے(چودہ ستارے،ص ۲۲۶، بحار ج ص ۱۴۸)

شاعر اہلبیتؑ کا مقام:نفس المہموم صفحہ ۵۵ میں شیخ صدوق نے اسناد کیساتھ زید بن شام کہتا ہے امام صادقؑ کے پاس اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ جعفر بن عمان آپ کی بارگاہ میں

حاضر ہوا آپؑ نے اسے قریب بُلایا اس وقت کہا! اے جعفر اس نے کہا۔ بے شک خدا مجھے آپ پر قربان کرے فرمایا! مجھے خبر ملی ہے کہ تو حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہتا ہے اور اچھا کہتا ہے، اس نے عرض کی جی ہاں! خدا مجھے آپ کا فدیہ قرار دے فرمایا! تو پھر پڑھو۔ پس میں نے کچھ اشعار پڑھے تو آپ نے گریہ کیا اور جو لوگ آپ کے گرد بیٹھے تھے انہوں نے بھی گریہ کیا اور ااپ کے چہرہ اور ریش مبارک پر آنسو جاری ہوئے۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا! آئے جعفر خدا کی قسم فرشتے حاضر ہوئے اور حسینؑ کے بارے میں تیرا کلام سنتے رہے اور انہوں نے گریہ کیا جس طرح کہ ہم نے گریہ کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس میں شک نہیں کہ خدا نے اسی وقت جنت تیرے لئے واجب کر دی ہے اور تجھے بخش دیا ہے۔ اے جعفر کیا اس سے زیادہ بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اے میرے آقا و سردار فرمایا! کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو حسینؑ کے بارے میں اشعار کہے اور خود روئے اور دوسروں کو رولائے مگر یہ کہ خدا اس پر جنت واجب کر دے گا۔ اور اسکو بخش دیگا۔ نفس المہموم شیخ عباس قمی تیرہویں حدیث اپنی اسناد کے ساتھ شیخ صدوق سے ان کے اسناد کے ساتھ ابو امارہ منشد سے امام صادقؑ سے آپ نے فرمایا! اے ابو عمارہ کچھ اشعار حسینؑ بن علیؑ کے مرثیہ میں میرے لئے پڑھو راوی کہتا ہے کہ میں نے اشعار پڑھے تو آنحضرتؑ نے گریہ کیا پھر میں نے پڑھے پھر آپ نے گریہ کیا خدا کی قسم! میں مسلسل اشعار پڑھتا رہا اور آنحضرت گریہ کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گریہ کی آواز گھر اندر سے سُنی پس آپ نے فرمایا! اے عمارہ جو شخص حسینؑ بن علیؑ کے متعلق شعر پڑھے اور پچاس افراد کو رولاتے۔ اس کے لئے جنت ہے اور جو شخص حسینؑ کے بارے میں اشعار پڑھے اور تیس افراد کو رولائے تو اس کے لئے تو اسکے لئے جنت ہے اور جو شخص حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھے اور دس افراد کو رولائے تو اسکے لئے جنت ہے اور جو

شخص حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھکر رُلا کی (رونے والے کی شکل بنائے) کرے تو اسکے لئے جنت ہے۔ (نفس المہموم، ص ۵۴)

امام حسینؑ پر گریہ: نفس المہموم میں شیخ عباس قمی نے شیخ صدوق سے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فضیل سے فرمایا کیا تم (ایک دوسرے کے ساتھ) بیٹھتے اور ہماری حدیث کہتے ہو اس نے کہا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں امام نے فرمایا! میں ان مجالس کو دوست رکھتا ہوں پس ہمارے امر کا احیاء کرو۔ اے فضیل خدا رحم کرے اس پر جو ہمارے امر کا احیاء کرے۔ اے فضیل جو جو شخص ہمارا ذکر کرے یا جس کے پاس ہمارا ذکر کیا جائے پس اس کی آنکھ سے مکھی کے پر کے برابر آنسو نکلے خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں نہ ہوں۔

نفس المہموم، صفحہ ۵۳ حدیث (۱۱) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس مومن کی آنکھ سے امام حسینؑ کے شہید ہونے پر آنسو گر کر اسکے رخسار پر جاری ہو تو خدا اسے جنت کے غرفوں اور بالاخانوں میں جگہ دے گا مدتوں وہ وہاں رہیں گے اور جس مومن کی آنکھ آنسو بہائے یہاں تک کہ وہ اس کے رخسار پر جاری ہو اس رنج والم و تکلیف و آزار کی بناء پر جو دشمن کی طرف سے ہمیں پہنچی ہے دنیا میں تو خدا جنت میں سچائی وصدق کی منزل میں جگہ دے گا اور جو مومن ہماری راہ میں رنج والم دیکھے اور اسکی آنکھ گریہ کرے یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے اس زحمت سے اس زحمت کی بناء پر کہ جو ہمارے متعلق اسے پہنچا ہے تو خدا قیامت کے دن کے رنج و زحمت کو اس کے چہرہ سے پھیر دے گا اور خدا اسے اپنے غضب اور جہنم کی آگ سے امن و مامون قرار دیگا۔

شیخ عباس قمی نفس المہموم حدیث پر شیخ فقیہ ابوالقاسم بن قولیہ سے انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے آپ نے فرمایا کہ حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا! میں آنکھ کی آنسو کا قتل کیا ہوا ہوں میں حزن و ملال، غم واندوہ سے مارا گیا ہوں اور خدا پر لازم ہے کہ کوئی غمگین میری زیارت کو نہ آئے مگر یہ کہ اس کو شاداں وخوشی کے ساتھ اسکے خاندان کی طرف پلٹا دے۔

وہ حدیث جو سونے کے پانی سے لکھنا چاہیے: شیخ عباس قمی نے نفس المہموم حدیث ۷ میں شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی سے مفید سے ابن قولویہ سے ان کے باپ سے سعد اسی طرح امام جعفرؑ صادق سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا! کسی غمگین کا آہ کھینچنا اس ظلم وستم پر کہ جو ہم پر ہوا ہے تسبیح ہے اور ان کا غم واندوہ عبادت ہے اور ہمارے راز کو چھپائے رکھنا راہ خدا میں جہاد ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اس حدیث کو سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جانا چاہیے۔

جو خود روئے اور اور دوسروں کو رولائے: نفس المہموم صفحہ ۵۰ پر شیخ جلیل رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی عطر اللہ مرقدہ سے مسنداً ابوالحسنؑ رضا سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا! جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے اور اس چیز پر جوان ظالموں نے ہم پر ظلم کئے ہیں گریہ کرے تو وہ ہمارے ساتھ ہوگا ہمارے درجہ میں قیامت کے دن اور جو شخص ہماری مصیبت دوسروں کو یاد دلائے اور جو خود روئے اور دوسروں کو بھی رُلائے تو اسکی آنکھ اس دن نہیں روئے گی جس دن سب کی آنکھیں رو رہی ہوں گی اور جو شخص اس مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے امر کا احیاء ہوتا ہے تو اس کا دل نہیں مرے گا اس دن کہ جس دن سب دل مرینگے۔

امام حسینؑ کے اصحاب

امام حسینؑ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ایمانی لحاظ سے ایک طاقتور

جماعت تیار کی جو کہ بڑی اور سخت سے سخت مشکل کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔ ''کانّھم بیان مرصوص'' سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند تھے جبکہ بنی امیہ کے بارے میں تفاسیر سورہ قدر میں ہے کہ یہ جو ایک ہزار مہینوں کی حکومت ملی تھی اس میں اگر پہاڑ بھی بنی امیہ سے ٹکرا جاتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

امام حسینؑ کے اصحاب میں آزمودہ جنگ جو کہ نہیں تھے بلکہ ضعیف جن کی پلکیں باندھی گئی تھی اور بچے جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے تھا طفل شیر خوار لیکن مسلسل بھوک اور پیاس اور گرمی کے باوجود آخری دم تک استقامت کے یہ پہاڑ اپنی اپنی جگہوں پر اور اپنے ارادوں پر ڈٹے رہے۔ امام کی پاکیزہ کرداری کی کشش تھی کہ دشمن کی فوج سے منحرف ہو کر بہت سے افراد لشکر امام میں شامل ہو گئے اور ہر ایک جان دینے میں سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

امام حسینؑ کی مناجات

ضیاء العینؔ ،ص ۲۷۳ بحار الانوار میں بروایت صاحب عیونؔ المحاسن انس بن مالکؔ سے منقول ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسین ابن علیؑ کے ہمراہ تھا کہ آپ ام المومنینؑ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر پر تشریف لائے اور وہاں بیٹھ کر بہت روئے۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ اے انس تم یہاں سے چلے جاؤ میں علیحدہ ہو گیا اور تھوڑی دور جا کر بیٹھا میری علیحدہ ہونے کے بعد آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور دیر تک نمازیں پڑھتے رہے اور اسکے بعد میں نے سُنا کہ آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

''یارب یارب انت مولاہ فارحم عبید االیک ملجاہ''

اے میرے پروردگار تو میرا آقا ہے اس بندۂ حقیر پر رحم کر جو تجھی سے پناہ کی امید رکھتا ہے

''یاذا امعالی علیک معتمدی طوبیٰ لمن کنت انت مولاہ''

اے صاحب کبریائی اور بزرگواری تجھی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں۔خوشا حال اسکا جسکا تو آقا و مددگار ہے

"طوبیٰ لمن کان خائفا ارقا پشکو الی ذی الجلال بلو اہ"

خوشا حال اس بندہ کا جو اپنے پرودگار سے خائف ہے اور تمام شب بیدار ہے اور اپنی مصیبتوں اور بلاؤں کی شکایت اس سے کرے

"و مابہ علة و لاسقم اکثر من حبہ لمو لاہ"

اور کسی طرح کی بیماری اور کوئی مرض اس بندے کو سوائے اپنے پروردگار کی محبت کے نہو

"اذاشتکی بنہ و غصة اجابد اللہ شم لباہ"

جب وہ بندہ اپنے اندروہ رنج کی شکایت کرے اللہ تعالیٰ سے تو وہ اسکو قبول فرمائے اور جواب دے لبیک

"اذا ابتلی یا لظلام مبتھلا اکرم اللہ ثم ادناہ"

جب وقت وہ بندہ غم واندوہ کی تاریکیوں میں مبتلا ہو اور بتضرع وزاری دعا کرے تو خلاق عالم اسے اپنے لطف سے بزرگی عطا فرمائے اور اپنے قرب میں اسے جگہ دے۔

انس کہتا ہے کہ جب حضرت اس مناجات سے فارغ ہوئے تو میں نے سُنا کہ آپ کے جواب میں ہاتف غیبی سے یہ آواز آئی ۔

لبیک عبدی و انت فی کنفی و کلما قلت قد علمناہ

یعنی لبیک! اے میرے بندے تو میرے قریب اور میری پناہ میں ہے اور جو کچھ تو نے کہا وہ ہم نے سُنا

صوتک نشناقہ ملائکتی محبک الصوت قد سمعناہ

تیری آواز سننے کے تمام فرشتے مشتاق ہیں تجھے یہ کافی ہے کہ تیری دعا کو ہم نے نہایت محبت سے سُنا

دعاک عدی یجول فی حجب محبک الستر قد سفرناہ

تیری دعا ہمارے پردۂ جلال تک پہنچی پس تجھے کافی ہے کہ ہم نے پردہ تیرے روبرو سے ہٹادیئے

لوھبت الریح فی جوانبه خوصر یعالما تغشاه

اگر میرے جلال کی قسم کسی شخص مقرب کے اطراف چلے تو اسکو تاب استقامت باقی نہ رہے وہ فوراً

سلنی بلارعبة و لارھب ولاتخف انتی انا اللّٰہ

جس چیز کو تیرا جی چاہیے بے رعب و ہراس مجھ سے طلب کر اور خوف نہ کر کہ میری ذات

مجمع تمام صفات وکمال کی ہے (کذافی المناقب لابن شہرآشوب)

امام حسینؑ کا حلم

ضیاءالعین فی تاریخ الحسین، ص ۲۷۶ نے وسیلة النجاۃ میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ مدینہ کے باہر تشریف لے جارہے تھے اور آپ کے ساتھ تقریباً چارسو آدمی تھے راہ میں ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ آپ کون ہیں جنکے سر پر جناب رسولؐ خدا کا عمامہ ہے جسم پر حضرت ہی کا پیراہن ہے تلوار بھی آپ ہی کی حمائل ہے۔ لوگوں نے کہا کیا تجھے نہیں معلوم یہ رسولؐ اللہ کے نواسے حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ چونکہ وہ دشمنان اہل بیتؑ سے تھا آپ کے سامنے آکر نازیبا کلمات اپنی زبان پر جاری کئے آپ نے تبسم فرمایا۔ اور اس سے مخاطب ہوکر کہا۔ ائے شخص کیا تجھے صحرانوردی کی وجہ سے خشکی ہوگئی ہے اگر ایسا ہے تو میرے ساتھ چل کہ میں تیرے علاج میں سعی کروں۔ اگر تجھے بیوی نے تیری ستایا ہے تو لے یہ زرنقد حاضر ہے اس کو یکجا کردے کہ وہ راضی ہو اور اسی طرح بہت سے باتیں تلق آمیز فرمائیں۔ کہ وہ شرمندہ ہوگیا۔ حضرت کیساتھ جو اصحاب تھے ان میں سے کسی نے بڑھکے عرض کی اجازت دیں تو ابھی اسے قتل کردوں آپ نے جواب میں فرمایا۔ ہم حلم وبردبار ہے کہ کوئی چیز ہمیں جنبش نہیں دے سکتی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

اسم مقدس	:	علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ
والد کا نام	:	حسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالب
والدہ کا نام	:	شہر بانو (شاہزنان بنت یزدجرد)
نانا کا نام	:	یزدجرد (شہنشاہ ایران)
ولادت	:	۵؍شعبان ۳۸ھ بروز پنجشنبہ۔شہادت سن ۹۵ھ
کنیت	:	ابومحمدؐ
لقب	:	زین العابدین،سید الساجدین،زکی،امین،ذوالثفنات

کتاب الدّر میں تحریر ہے کہ آپ کی ولادت مدینہ المنورہ ۳۸ھ میں تولد ہوئے۔اپنے جدامجد امیرالمومنینؑ کی وفات سے دوسال قبل۔

حضرت امام زین العابدینؑ

حضرت امام زین العابدینؑ کا نام نامی اسم گرامی روحانی اقدار کے سورما کے طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔زہد وتقویٰ اور عبادت سمیت انسان کی تمام خوبیوں اور اعلیٰ صفات و کمالات کو دیکھا جائے تو وہ ایک ایک کر کے امام سجادؑ میں واضح طور پر موجود ہیں۔جب خاندان رسالتؐ پر نظر ڈالتے ہیں تو امام سجادؑ چودھویں کے چاند کے مانند دمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت کے علم وفضل کے سلسلے میں آپ کا کلام معجز بیان موجود ہے۔معبدؒ،امام زہریؒ،

سعید بن مسیبؒ، ابن حازمؒ، سفیان بن عینہ اور ابوحمزہ ثمالی وغیرہ جو خیر التابعین کہلاتے ہیں۔ اپنے زمانے کے علماء کاملین میں سے تھے۔امام زین العابدینؑ کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب امام کی زبان سے علمی سرچشمے پھوٹتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلزم ذخاء کا ایک پرزور دھارا ہے۔

حضرت کے بیانات کو محفوظ کرنے میں ہماری دماغی قوتیں ناکارہ ثابت ہوئی تھیں جو کچھ فائدہ مسلمانوں کو پہنچا وہ سب حضرتؑ ہی کی تعلیم کا فیض تھا۔امام زہریؒ کہا کرتے تھے علی ابن الحسینؑ سے بڑھکر ہم نے کسی کو عالم وفقیہ نہیں پایا۔امام مالک کہا کرتے تھے علیؑ ابن الحسینؑ ان صاحبان فضیلت میں سے تھے جن کی تعریف کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ وہ بڑے ثقہ اور بڑے امین ہیں۔ ابن عباس آپ کو دیکھ کر فرماتے تھے۔ مرحبا ائے محبوب کے محبوب سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ میں نے علیؑ ابن الحسینؑ سے بڑھ کر کسی کو صاحب علم وزہد وتقویٰ نہیں پایا۔

امام زین العابدینؑ کا مختصر سا تعارف: مطالب السول میں ہے کہ علی ابن الحسینؑ زین العابدینؑ ندوۃ الزاہدین، سید المتقین، امام المومنین، جن کی جبین کی درخشندگی اس بات کی شاہد تھی کہ آپ نسل رسولؐ ہیں۔آپ کا اسلوب زندگی ذات احدیت کا ثبوت، آپؑ کے اعضاء سجدہ پر نشانات کثرت نماز اور تسلسل تہجد کے گواہ تھے۔ دنیا سے کنارہ کشی آپ کے زہد کی ناطق تھی۔آپ کے تقویٰ کے مہک دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔آپ کی صداقت بیان سے واضح تھا کہ آپ کو تائید حق حاصل ہے۔عبادت سے آپ کو محبت تھی۔اطاعت خالق آپ کے وجود سے آراستہ تھی۔شب بیداری آپ کے سفر آخرت کیلئے سواری رہی۔توشہ سفر کیلئے آپ دن کے روزہ زادراہ تھے۔آپ کے معجزات آنکھوں نے دیکھے اور کانوں نے سُنے۔آپؑ کا کردار ہمیشہ اس بات کا اعلان کرتا رہا

کہ آخرت کے سلاطین سے آپ بھی ایک ہیں۔

وجہ تسمیہ زین العابدینؑ: بحار میں عمران بن سلیم سے منقول ہے کہ جب کبھی زہری امام علیؑ ابن الحسینؑ کی روایت بیان کرتے تھے تو یہی کہتے تھے کہ مجھ سے زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا۔ جس پر سفیان بن عینیہ نے کہا کہ آپ انہیں زین العابدینؑ کیوں کہا کرتے ہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے سعد بن مسیّب سے سُنا ہے جسے انھوں نے ابن عابس سے روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا! کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ زین العابدینؑ کہا ہیں؟ گویا میں اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ اہل محشر کی صفوں کو چیرتے اور جھومتے گذر رہے ہیں۔

حسن و جمال: ارباب تاریخ نے معتبر ذرائع سے یہ بات تحریر کی ہے کہ دنیا بھر کے خاندانوں میں بنی ہاشم کے افراد سب سے زیادہ حَسین وجمیل تھے اور خاندان بنی ہاشم میں خاتم الانبیاء اور انکے اہلبیتؑ طاہرین حسن و جمال میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ حضرت امام زینؑ کے حسن و جمال اور شوکت وجلال کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ امامؑ صاحب جمال بھی تھے اور صاحب جلال تھے اور باکمال شوکت کے مالک تھے جس شخص کی نظر بھی آپ کے چہرۂ اقدس پر پڑھتی وہ حضرت کے احترام اور عزت واکرام کرنے پر خود بخود مجبور ہوجاتا۔ قدوقامت کے بارے میں بیشتر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا اوسط قدوقامت کے مالک تھے (امام کیلئے روایت میں ہے کہ اونچے سے اونچے لوگوں میں بھی کھڑے ہوں لاکھوں کے مجمع میں ہوں لیکن ان کے درمیان امام واضح بلند نظر آئے ہیں۔

امام کے حسن و جمال کے بارے میں شیخ مفیدؒ نے ابوجعفر محمد بن اسماعیل کی روایت نقل

کی ہے کہ حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدینؑ حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو بندگان خدا آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر محو حیرت ہوگئے۔ ہر ایک آپؑ کے دیدار کا مشتاق ہو کر گویا آپ کی طرف کھنچا چلا آ رہا تھا۔ (نور الابصار، ص۱۴۶، وسیلۃ النجاہ، ۲۲۹ص)

اشرف الناس: بحار الانوار، ج ۶ ص ۹ پر راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المحافرت میں ابن جوی سے مناقب عمر بن عبد العزیز میں تحریر کیا ہے کہ ایک دن حضرت امام علیؑ بن الحسینؑ عمر بن عبد العزیز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے مجمع سے پکار کر کہا بتاؤ دنیا بھر میں اشرف الناس کون ہے؟ لوگوں نے کہا! آپ اُس نے کہا ہر گز نہیں درحقیقت اشرف الناس یہ ہیں جو اس وقت میرے قریب کھڑے ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں کو تمنا ہے کہ کاش ہم ان کے خاندان میں ہوئے۔ انہیں اسکی تمنا نہیں کہ یہ کسی اور کے خاندان میں سے ہوتے۔ (بحار، ج ۶ ص ۹ مناقب ابن شہر آشور، ج ۲ ص ۳۰۴)

زبور آلِ محمدؐ

کربلا کی عظیم ترین قربانی ظلم وستم کے بدترین سانحہ کے بعد جس پیغمبرانہ غیریت اور روحانی استقامت اور الٰہی سیاست کے ساتھ امام زین العابدینؑ نے اپنے خانوادۂ مقدس کی (بہ الفاظ دیگر اسلام کی) روحانی تحریکات اور تعلیمات کو جاری رکھا اسکو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے۔ اور ایک باشعور انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر شہادت حسینؑ کے بعد علیؑ ابن الحسینؑ نے ایسا رویہ (صبر وضبط وتحمل) نہ اپنائے تو ممکن تھا کہ رسولؐ کے نواسے کی بے مثال قربانی سے جو روحانی نتائج مرتب ہوئے جاتے تھے ان میں تاخیر ہو جاتی۔ لیکن سید سجادؑ کی روحانی بصیرت، اخلاقی تنظیم اور روح پرور سیاست نے اس مہم کو زندہ رکھا جس کی تاسیس وترویج میں رسولؐ اسلام

نے ہر قسم کے مصائب جھیلے تھے اور جس کے احیاء ثانیہ کیلئے آپ کے پدر بزرگوار علیؑ ابن ابیطالبؑ نے وادی نینواء میں ہولناک قربانیاں پیش کی تھیں۔صحیفۂ کاملہ کے مطالعہ وتفحص سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے بنی امیہ کے سیاسی اقتدار کے بدترین دور میں اصلاح امت اور قیام دین کیلئے کیسا نادر نفسیاتی طریقہٗ تبلیغ وتعلیم اختیار کرلیا تھا۔دعاؤں کے ذریعے تبلیغ دین اور تشہیر حق کی ایک وجہہ امام زین العابدینؑ کی وہ سیاسی بصیرت ہے جسنے شہادتِ حسینؑ کے بعد اسلام کو زندۂ جاوید بنادیا۔انھوں نے جس دور میں یہ کام نمایاں انجام دیا وہ ایسا دور تھا کہ زمانہ ان کو اس بات کی اجازت نہ دے سکتا تھا وہ اپنے جدامجد حضرت علیؑ ابن ابوطالبؑ کی طرح خطبات و تقاریر کے ذریعہ دنیا کو علوم و معارف الٰہیات و مادیات ،اقتصادیات، ونفسیات، اخلاق و معاشرت وغیرہ کی تعلیم دے سکتے۔

نہ انکے لئے ایسے مواقع فراہم تھے کہ وہ اپنے بیٹے امام محمدؑ باقر اور پوتے امام جعفر صادقؑ کی طرح شاگردوں کے مجموعے میں علمی و دینی مسائل حل کرسکتے ایسے نامساعد حالات میں انہوں نے ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا جو ایسا پرامن طریقہ کارتھا جسے روکنے کا دنیا کی کس طاقت کو کوئی بہانہ نہیں مل سکتا تھا۔اور وہ یہ تھا کہ تمام دنیا سے منہ موڑ کر وہ اپنے خالق سے مناجات کرتے اور دعائیں پڑھتے تھے یہ دعائیں کیا تھیں۔الٰہیات کا خزانہ، معارف وحقائق کا گنجینہ، خالق ومخلوق کے باہمی تعلق کا آئینہ تھیں۔ان دعاؤں کا مجموعہ صحیفہ کاملہ صحیفۂ سجادیہ زبور آل محمدؐ کے ناموں سے اس وقت تک موجود ہے۔اس سے انسانوں کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو اسے بڑے بڑے خطبوں اور تقریروں میں شائید اتنے پرتاثیر انداز سے نہ ملتا۔

ابن الخیرین: بحار، ج۶ ص۱۰۱ پر زمخشری نے اپنی کتاب ربیع الابرار میں نبی اکرمؐ کی یہ حدیث

نقل کی ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے صرف دو قبیلوں کو منتخب فرمایا۔عرب میں سے قبیلہ قریش کو اور عجم میں سے ابن فارس کو۔اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ فرماتے تھے کہ 'وانا ابن الخیرتین' یعنی میں دو منتخب شدہ قبیلوں کا فرزند ہوں۔ یہ اس لئے کہ آپ کے جد نامدار رسولؐ اللہ قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کی والدہ گرامی بادشاہ یزدجرد (شاہِ عجم) کی دختر نیک اختر تھیں۔

زین العابدینؑ: زین العابدینؑ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک رات آپ محراب عبادت میں نماز تہجد میں مصروف تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں نمودار ہوا تا کہ عبادت سے آپکی توجہ ہٹا دے لیکن امام نے اسکی طرف توجہ نہ دی وہ آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کے قریب آیا اور کاٹ دیا اور انگوٹھا چبانے لگا پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی اور آپ نے نماز کو ترک نہیں کیا۔ جب امامؑ اوراد و ظائف سے فارغ ہوئے آپ نے ہاتف غیبی کی آواز سُنی ''انت زین العابدین'' (کشف الغمہ، ج۱، ص۲۶۰)

سید الساجدین: علل الشرائع شیخ صدوقؒ میں جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا۔ میرے پدر بزرگوار علیؑ ابن الحسینؑ جب بھی خدا کی نعمتوں کو یاد فرماتے تھے تو فوراً سجدہ میں چلے جاتے تھے۔اور جب قرآن مجید کی کوئی آیت سجدہ تلاوۃ فرماتے تو سجدہ میں چلے جاتے اور جب خداوند عالم کسی شر کو آپ سے دور فرماتا اور لوگوں کے مکر سے محفوظ رکھتا تو آپ سجدہ کرتے تھے اور جب نماز فریضہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ میں جاتے تھے اور جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ میں چلے جاتے حال یہ تھا کہ آپ کے مقامات سجدہ پر گٹھے پڑ گئے تھے اور کائینات کا طویل ترین سجدہ شام غریباں میں جو سر بارگاہ ایزدی میں جھکا دیا تو نماز صبح تک سجدہ میں رہے۔

محمد حنفیہ بن علیؑ کا دعویٰ امامت: بحار میں ابو خالد کابلی سے مروی ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت اور امام زین العابدینؑ کی مدینہ کی طرف واپسی کے بعد محمد حنفیہ نے مجھے اپنے پاس طلب کیا اور اس وقت ہم مکہ میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا حضرت علیؑ بن الحسینؑ کے پاس کہو کہ میں اپنے برادران گرامی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد حضرت امیر المومنینؑ کی اولاد میں سب سے بڑا ہوں اور آپ سے امامت کا زیادہ حقدار ہوں لہذا مناسب ہے کہ آپ اس منصب کو میرے سپرد کردیں گے۔ آگر آپ چاہیں تو ایک حکم اور ثالث منتخب کرلیں۔ جسکے سامنے ہم یہ مسئلہ پیش کریں۔ امامؑ نے سُنا اور فرمایا کہ تم ان سے جا کر کہو کہ اے چچا جان خدا سے خوف کیجئے اور اس بات کا دعویٰ نہ کیجئے جسے خدا نے آپ کے لئے قرار نہیں دیا۔ اگر وہ نگاہ کریں تو پھر میرے اور انکے درمیان حجر اسود ثالث بن جائے۔ اب جسکی بات کا حجر اسود گواہی دیدے وہی امام ہوگا۔

محمد حنفیہ نے قبول کیا اور دونوں حضرات کعبہ میں داخل ہوئے۔ امام نے فرمایا چچا آپ پہل کیجئے۔ چنانچہ محمد حنفیہ آگے آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہ الٰہی میں دعائیں کیں اور اسکے بعد حجر اسود سے اپنے لئے امامت کی گواہی کا سوال کیا۔ لیکن اسنے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر امام زین العابدینؑ کھڑے ہوئے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اے وہ پتھر جسے خدا نے اپنے بندوں میں ہر ہر اس شخص کا گواہ بنایا ہے جو خانہ خدا میں آتے ہیں اگر تو سمجھتا ہے کہ میں امامت کا حامل ہوں اور میں ہی وہ امام ہوں کہ مخلوق پر جسکی اطاعت فرض ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ پتھر واضح عربی میں گویا ہوا کہ اے علی ابن ابیطالبؑ کے فرزند محمد! دعویٰ امام حضرت علی بن الحسینؑ کا حق ہے وہی ہیں جسکی اطاعت واجب آپ پر فرض ہے۔ (کہا گیا ہے کہ جناب محمد بن حنفیہ نے یہ سب کچھ لوگوں کے شکوک دور کرنے کے لئے کیا تھا۔

عمرابن عبدالعزیز: بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۳۱ پر عبداللہ بن عطا تمیمی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام علیؑ ابن الحسینؑ کے پاس موجود تھا کہ عمرابن عبدالعزیز ادھر سے گذرے۔ان کے جوتوں پر چاندی کا کام تھا۔ وہ خوشرو نوجوانوں میں شمار ہوتے تھے امامؑ نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا۔ کہ کیا تم نے اس عیش پرست کو دیکھا یہ اپنی موت سے پہلے لوگوں کا حاکم ہوگا مگر یہ تھوڑے عرصہ تک ہی زندہ رہے گا۔ جب یہ مرجائے گا تو اہل زمین اسکے لئے خدا سے مغفرت طلب کرینگے۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی عبادت: ادیب آعظم ظفرحسن امروہی اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ عبادت کے وقت امام زین العابدینؑ پر اس درجہ خوف طاری ہوتا تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا اور شروع سے آخر تک یہی حالت رہتی تھی۔ وضو کرتے وقت بھی یہی کیفیت طاری ہوتی۔ایک بار کسی نے پوچھا تو بتایا میں اس وقت ایسے جلیل القدر شہنشاہ کی حضور میں کھڑا ہوتا ہوں جو تمام عالموں کا پیدا کرنے والا ہے۔تمام مخلوق کی جزاء وسزاء جس کے ہاتھ میں ہے،کون سے تعجب کی بات ہے اگر اس کے خوف سے میری یہ حالت ہوجاتی ہے۔ ایک بار آپ حج کو تشریف لے گئے جب مقام احرام پر پہنچے چاہا کہ تلبیہ کرکے احرام باندھیں یکا یک آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور جسم میں لرزہ پڑھ گیا۔

آخر آپ سے لبیک نہ کہا گیا۔لوگوں نے پوچھا۔آپ نے تلبیہ کیوں ترک فرمایا؟ فرمایا! اس خوف سے زبان نہ کھلی کہ میں لبیک کہوں اور خدا کی طرف سے جواب نہ آئے۔ یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے تمام ارکان حج آپ نے ایسے ہی خوف کیساتھ ادا فرمائے۔ حضرتؑ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ہر نماز میں تھر تھر کانپتے تھے۔ کثرت سجود سے آپ کی پیشانی پر دو گٹھے ایسے پڑ گئے تھے جیسے اونٹ کے گھٹنوں پر ہوتے ہیں۔

خضوع وخشوع: خضوع وخشوع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ گھر میں آگ لگ گئی۔ حضرت نے اس وقت سجدے میں تھے لوگ آگ آگ کا غُل مچانے لگے۔ حضرت نے سجدہ سے سر نہ اُٹھایا یہانتک کہ آگ بجھا دی گئی۔ کسی نے کہا آپ کو آگ لگنے کی خبر نہ ہوئی۔ ایسا غافل کس چیز نے بنا دیا۔ فرمایا! آخرت کی آگ نے۔

امام محمد باقرؑ کا کنویں میں گرنا: ایک بار امام محمد باقرؑ کنوئیں میں گر گئے آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ والدۂ امام محمد باقرؑ نے شور مچایا کہ یا ابن رسولؐ اللہ آپ کا فرزند کنوئیں میں گر گیا ہے۔ آپ بدستور عبادت میں مشغول رہے۔ جب فراغت ہوئی تو کنوئیں پر تشریف لائے اور دست معجز نما کنوئیں میں بڑھا کر امام باقرؑ کو نکال لیا اور اپنی بی بی شہزادی فاطمہؑ بنت حسنؑ سے فرمایا! اگر میں خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا تو خدا اس بچہ کو صحیح وسلامت مجھ تک نہ پہونچاتا۔

امام عالی مقام کا اختیار

بحارالانوار جلد ۷ باب معرفت تورانیہ میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن امام سجادؑ کے سامنے اموی مظالم کا شکوہ کیا! کہ مولاؑ اب شیعیان آل محمدؐ کی زندگی موت سے بھی بدتر ہے۔ حضرت علیؑ پر سب (بُرا بھلا کہنا) دختر رسولؐ کے خلاف ہرزہ سرائی، جوانان جنت کے سرداروں کی کردار کشی، اور آئے دن شیعوں کے زندان میں ڈالنا اور قتل کرنا، ایسا معمول ہو چکا ہے جیسے اسلام بس آل محمد کے شیعوں اور شیعیان آل محمدؐ کے قتل کرنے کا نام ہے۔ حد یہ ہے شیعوں کو مسجد میں بلاتے ہیں اور جب شیعہ جمع ہو جائیں تو حضرت علیؑ پر سب شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی شیعہ صرف اتنا کہہ دے کہ علیؑ برادر رسولؐ ہے۔ بس اسکی شامت آجاتی ہے۔ ابوترابی کہہ کر مارتے ہیں۔ جب خود تھک جاتے ہیں گورنر کے پاس لے جاتے ہیں وہ پہلے جسمانی اذیت دیتا ہے۔ پھر

زندان میں ڈال دیتا ہے۔ چند دن بعد قتل کر دیا جاتا ہے۔

جناب سید سجادؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دست بلند کر کے کہا! بارالہا! تو بھی کتنا حلیم ہے، تو مالک ہے جسے چاہے تجھے کون روکنے والا ہے۔ پھر فرمایا۔ محمدؑ بیٹے جناب باقرؑ نے لبیک کہی، آپ نے فرمایا! بیٹے کل صبح صبح مسجد نبوی میں تبرکات انبیاء میں سے صرف ایک تاگہ لے جانا اور اسے انتہائی خفیف سی حرکت دینا۔ بیٹے خیال رکھنا کہیں جھٹکا نہ آ جائے کرۂ ارض تباہ ہو جائے گا۔ میں دل میں حیران ہوا یہ عجیب مسئلہ ہے تاگے کو بڑی معمولی سے حرکت دینا، جھٹکا زیادہ دینے سے کرہ ارض تباہ ہو جائیگا۔

میں خاموش ہو کر اُٹھ آیا۔ دوسرے دن علی الصبح پھر آ گیا۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا! جابر یہ تیرے آنے کا وقت تو نہیں ہے آج کیسے اس وقت آ گئے۔ میں نے عرض کی قبلہ میں تو اس تاگے کا کمال دیکھنے آیا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا! جابر! اگر ہمارے اغیار کی اصلاب میں ہمارے محبّ اور ہمارے محبوں کی اصلاب میں اغیار نہ ہوتے تو ایک لمحہ میں پورے کرہ ارض کو زیرآب کر دیتا۔ لیکن ہم اللہ کے وہ محترم بندہ ہیں جو قول خدا سے سبقت نہیں کرتے۔ اسی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولاؑ۔ اب آپ کیا کرنے چلے ہیں امامؑ نے فرمایا! کچھ نہیں بس ذرا سے ان کو عذاب خدا سے مرعوب کرونگا۔ میں نے کہا! مولاؑ یہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسجد نبوی میں سے کیسے انہیں مرعوب کرینگے۔ آپ نے فرمایا! اچھا اب چل مسجد میں چلتے ہیں وہاں دیکھ لینا۔

ہم مسجد میں آئے آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی، اپنا رخسارہ زمین پر رکھا، اور انتہائی مختصر دعاء مانگی۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے آستین سے ایک بڑا باریک سا تاگہ نکالا اس سے کستوری کی خشبو مہک رہی تھی ایک سرا مجھے دیا اور فرمایا! خیال رکھنا کہیں ہل نہ جائے۔ اگر بہت زیادہ ہل گیا تو

روئے زمین دھنس جائیگی ۔میں ایک سرالیکر انتہائی احتیاط سے چلنے لگا چند قدم کے بعد آپؑ نے فرمایا۔رُک جا۔میں رک گیا۔آپؑ نے اتنی آہستگی سے اسے ہلایا کہ مجھے احساس تک نہ ہوا اور پھر فرمایا۔اب مجھے دیدے میں نے تاگہ دیدیا۔اورعرض کی قبلہ اب کیا ہوا؟امامؑ نے فرمایا!مسجد میں نہ پوچھ ذرا مسجد سے باہر نکل کر لوگوں سے پوچھ کہ کچھ ہوا ہے یا نہیں؟میں باہر نکلا تو ہر طرف چیخ و پکار دہائی تھی ۔مکان گر رہے تھے۔دیواریں ہل رہی تھیں ۔زمین پر زلزلہ تھا۔دھماکے تھے ،مکانوں کے گرنے سے گرد وغبار تھا،لوگ گلی کوچوں سے دوڑ کر چلے آ رہے تھے۔ ہر شخص کہہ رہا تھا۔اناللہ واناالیہ راجعون اٹھو قیامت آ گئی۔تمام لوگوں کا رُخ مسجد کی طرف تھا ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے بھلا کیسے عذاب نہ آئیں۔ہم نے نافرمانئ الٰہی کی حد کر دی ہے منبر رسولؐ پر وصی رسولؐ کو سب کیا جاتا ہے،ہم خاموشی سے سُنتے ہیں۔فسق و فجور کی انتہا ہوگئی ہے اور ہم خوشی سے نعلین بجاتے ہیں۔خالق کا حق ہے کہ وہ ہمیں جتنا چاہے معذب کرے۔لوگ مسجد میں آئے امام محمدؑ باقر موجود تھے کہنے لگے اے فرزند رسولؐ مدینہ تباہ ہوگیا امامؑ نے فرمایا! توبہ واستغفار کرو۔اللہ سے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ظلم وجور ختم کرو۔

حجر اسود کی گواہی: امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام ماننا شروع کر دیا تھا۔محمد حنفیہ نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا،لوگوں کو منع بھی کرتے تھے مگر لوگ نہ رکتے۔تین مقامات پر محمد حنفیہ نے لوگوں کو جناب امام سجادؑ کی امامت کی رہنمائی کیلئے امام سجادؑ کے سامنے دعوائے امامت کیا،تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے۔

امام زین العابدینؑ کا عفو در گزر: ارشاد مفید میں محمد ابن جعفر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام اپنے عقیدت مندوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ

کوسب وشتم کرنے لگا۔محبّین نے چاہا کہ جواب دیں امام نے منع فرمایا۔اسکے جانے کے بعد اپنے محبّین کولیکر اسکے دروازہ پر گئے۔دق الباب کیا۔جب وہ باہر آیا اور اس نے دیکھا کہ آپ اپنے محبّین کے ساتھ آئے ہیں گھبرا گیا اور اسے یقین ہوگیا کہ آپ مجھے جواب دے ہیں۔آپ نے فرمایا! بندۂ خدا! جو کچھ تو نے میرے بارے میں کہا اگر واقعاً درست ہے تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اگر وہ غلط ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں۔تمام عقیدت مندوں کے منہ لٹک گئے لیکن وہ شخص آگے بڑھا۔اس نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

امام سجادؑ کے بارے میں مختلف علماء وراویان کی رائے

امالی شیخ صدوق میں مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا! کیا تو نے علیؑ ابن الحسینؑ کو دیکھا ہے اس نے کہا وہ کیسے ہیں؟ زہری نے کہا ہر شخص دل میں ان کا دوست ظاہر میں دشمن ہے ۔امالی صدوق میں عبدالعزیز ابن حازم سے مروی ہے کہ میں نے بنی ہاشم میں علی ابن الحسینؑ سے کسی کو افضل نہیں پایا۔شب وروز میں ایک ہزار نوافل پڑھتے تھے۔بحار میں زہری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام سجادؑ کے ساتھ عبدالملک ابن مروان کے پاس گیا عبدالملک نے آپ کا بہت احترام کیا۔اپنے ساتھ تخت پر بیٹھایا، جب عبدالملک نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کے آثار دیکھے تو کہنے لگا اے فرزند رسولؐ! آپ اس اہلبیتؑ سے ہیں جنہیں وارث جنت بنایا گیا ہے پھر اس قدر مشقت کس لئے؟

امام عالی مقام نے فرمایا! یہی چیز تو ہماری مشقت کا سبب ہے کہ اللہ نے ہمیں ان اہلبیتؑ میں فرمایا ہے جو وارث جنت ہیں بھلا خود انصاف کر کیا اللہ کی اس نعمت کا شکر یہ میری عبادت سے ہوسکتا ہے جبکہ توفیق عبادت بھی اسی کی بخشش ہوئی ہے بخدا۔میرے اعضاء عبادت

خدا میں لڑ جائیں تو پھر بھی میں اللہ کی اس نعمت کے عوض شکریہ کو کم ہی سمجھوں گا۔ اگر مجھ پر عوام وخواص کے حقوق نہ ہوتے تو مجھے کوئی شخص بھی وقت محراب عبادت سے باہر نہ دیکھتا۔ اور میری خواہش ہوتی کہ میری روح محراب عبادت ہی میں قفس عنصری کو چھوڑ کر چلی جائے۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی شجاعت

اخلاق آئمہ ۱۶۹صفحہ پر درج ہے کہ امام حسینؑ کے بعد چونکہ پھر کسی بادشاہ نے ہمارے کسی امام سے بیعت کا سوال نہیں کیا۔ نیز یہ کہ سلطنت ظاہری کا تعلق بھی کسی امام سے نہیں رہا۔ امام حسینؑ کے بعد باقی تمام آئمہؑ صبر وسکوت کی زندگی گذارے ہیں لہذا میدان رزم میں جہاد السیف کرنے کا موقع نہیں آیا کیونکہ کسی نے بیعت کا سوال ہی نہیں کیا۔ امام زین العابدینؑ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک اخلاق جرأت اور دلیری دکھانے کے بہت سے مواقع ہمارے آئمہ کے سامنے آئے ان حضرات نے انکے جاہ وحشم صولت وسلطنت یا انکی اکثریت سے متاثر ہوکر امر حق کو نہیں چھپایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز نہیں رہے۔ امام سجادؑ پر واقعہ کربلا کے بعد جو مصائب پڑے اگر پہاڑوں پر پڑتے تو ریزہ ریزہ ہوجاتے مگر آپ پوری قوت ایمانی کے ساتھ ان کو برداشت کیا اور اپنی خاندانی شجاعت کو کسی ایک موقع پر بھی ہاتھ سے جانا نہ دیا۔ آپ ابن زیاد اور یزید کے درباروں ایسے ہی جاتے تھے جیسے عبدالمطلبؑ ابرہہ کے پاس گئے تھے۔ دمشق کی مسجد میں یزید کی اور ۷۰۰ کرسی نشینوں اور اسکے بیشمار حفاظتی دستوں کی موجودگی میں منبر پر جا کر جبکہ آپ طوق وسلاسل میں گرفتار بھی تھے اور اطراف بے نیام تلواریں بھی بڑی ہی بے باکی سے اپنے اور اپنے آبائے طاہرین کے فضائل اور بنی امیہ اور یزید کے معائب ومثالب بیان کئے۔ دوسرا ہوتا تو ایسے سخت بیبا کی مواقع پر زبان کھولنا دشوار ہوجاتا۔

امام سجادؑ کا زُہد: اخلاق آئمہ ۱۹۸صفحہ پر روایت ہے کہ امام سجادؑ کو ایک روز گھر سے اس حالت میں نکلتے دیکھا کہ آپ کے نعلین کا تسمہ ٹوٹے ہوئے تھے جسکی وجہ سے آپ کو راستہ چلنا دشوار تھا۔ عبداللہ دمشقی کہتا ہے کہ ایک روز میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنی قبا میں بیٹھے پیوند لگا رہے تھے۔ میں پانچ ہزار درہم رقم خمس لیکر حاضر ہوا تھا میں نے وہ رقم امام کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی مولاؑ میری خواہش ہے آپ اس میں ایک عبا تیار کرالیں۔ آپ کی یہ عبا بوسیدہ ہوگئی ہے۔ فرمایا! تم یہ رقم کو یہاں رکھدو اور مدینہ میں ندا کرو۔ جو ارباب حاجت ہوں وہ مسجد رسولؐ میں میرے پاس آئیں میں حسب الحکم یہ ندا کی۔ بہت سے ارباب حاجت ٹوٹ پڑے اور حضرت نے وہ ساری رقم ان پر تقسیم کردی۔

حضرت امام سجادؑ کی سخاوت: باوجود تنگدستی کے امام سجادؑ مدینہ میں فقراء کی برابر امداد کرتے رہتے تھے اور اپنے کندھے پر لاد کر خرموں اور روٹیوں کو لیجاتے اوران کے گھروں پر پہنچاتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ میں بہت سے غریب لوگ روزآنہ کھانا پاتے تھے اوران کو پتہ نہ چلتا کہ کون دے جاتا ہے۔ جب امام زین العابدینؑ نے رحلت فرمائی اور غریبوں کو کھانا نہ پہنچا تو پتہ چلا کہ راتوں کو دے جانے والے علی ابن الحسینؑ تھے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت کو غسل میت دینے لگے تو ایک سیاہ داغ آپکی پشت پر نظر آیا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا ہے اہلبیتؑ میں سے کسی نے بیان کیا۔ راتوں کو آٹے کی بوری اٹھا کر فقرائے مدینہ کو تقسیم کرنے جاتے تھے۔ آپ چار سو مساکین گھرانوں کی کفالت کیا کرتے تھے۔ (علل الشرائع ص ۲۳۲)

امام علی بن الحسینؑ کا صبر

واقعہ کربلا شہادت امام حسینؑ کے ساتھ ہی آپ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے شدتِ تپ میں جب امام حسینؑ کا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہوا آپ نے خیمہ سے مظاہرہ کیا اٹھنا چاہتے تھے پھوپیوں نے منع

کیا لیکن دوسرے ہی لمحہ جب کہ اٹھکر ٹھہرنے کی بھی طاقت نہ تھی بدن تھر تھر آ رہا تھا تاراجیٔ خیام کا مرحلہ پیش آیا خیموں کو آگ لگادی گئی، آپ کے نیچے سے بستر چھین کر جلادیا گیا۔امام حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑانے شروع کئے، پھوپیوں کے سروں سے چادریں چھین لئے، معصوم بچی کے کانوں سے گہر چھین کر طمانچے لگائے، ننھی سی لاش قبر کو کھود کر نکالی گئی اور اسکی گردن پر پھر خنجر چلایا گیا یہ تمام مظالم آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے نہ مزاحمت کی نہ بددُعا کی۔

امام کا حلم: امام بڑے حلیم تھے۔طوق و بیڑیاں پہن کر رسول زادیوں کے ساتھ جو بے پردہ تھیں ساتھ ساتھ چلنا انکے تازیانے سہنہ۔ یہ اتنی بڑی بے عزتی ہے کہ ایک معمولی آدمی بھی ہو تو دل پھٹ جائے جبکہ سارے عرب کا سب سے معزز گھرانہ، جو شان و شوکت رعب وجلالت وانبیاء کی وراثت لئے ہوئے۔انکی ذلیل وخوار لوگ ہاتھوں میں بیلچہ لئے پشت پر تلواریں کھینچے پاپیادہ انکی تشہیر کرتے ہوئے تماشائیوں کے بیچ سے گذرنا۔ یہ صرف اور صرف امام زین العابدینؑ کا حق تھا۔اور لوگوں میں یہ منادی کی جاتی کہ حکومت کے باغی ہیں۔اگر کوئی سخت طعن آمیز باتیں کرتا تو آپ انتہائی تحمل سے سنتے رہتے جب وہ کہہ چکا ہوتا تو آپ نہایت نحیف آواز میں فرماتے اے شخص اگر تو جانتا کہ ہم کون لوگ ہیں ہرگز یہ ناسزا کلمات ہماری شان میں نہ کہتا اور ہماری قاتلوں اور ظالموں سے تجھے نفرت پیدا ہو جاتی۔ہم آل محمدؐ ہیں جس کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے ہم اسکی اولاد ہیں اسکے بعد اپنے فضائل بیان فرماتے اور وہ شرمندہ ہو جاتا۔

امام کی عظمت کنیز کی زبانی: معجزات آل محمد، ج ۲ ص ۱۸ پر تحریر ہے کہ آپ کی ایک کنیز سے کسی نے آپ کے بارے میں سوال کیا۔اس نے کہا! آپ کے احوال مختصر بیان کروں یا تفصیل کے ساتھ بیان کروں۔اس نے کہا!''ما الیعم بطھام منھاراً اقط و ما فرشت لہ فراشا بالیل قط''''دن میں

ہرگز میں مولاؑ کے لئے دسترخوان نہ بچھائی اور رات کو ہرگز بستر نہ بچھائی۔

امام سوگھروں کی کفالت فرماتے تھے: حضرت امام سجادؑ ایک سوگھروں کی سرپرستی فرماتے تھے اور پسند کرتے تھے کہ یتیم، نابینا معذور اور بیچارے فقیر اُن کے دسترخوان پر حاضر ہوں۔ وہ اپنے مبارک ہاتھ سے ان کو کھانا کھلاتے اور ان یتیم کے اہل وعیال ہوتے ان کے لئے غذا اور کھانا پانی اور کبھی بھی کوئی کھانا نہ کھائے مگر یہ پہلے اس جیسا کھانا فقراء کو عطا کرتے۔ (معجزات آل محمدؑ، ص ۱۹)

وصیّت

نصوص امامت: الدمعۃ الساکبہ، ج ۲ص ۴۳۸ پر بحار الانوار میں خالدؒ سے مروی ہے کہ جب امام سجادؑ کا زہر کے سبب زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔آپ نے تمام بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا! اللہ کی طرف سے میرا وصی اور تمہارا مقتداء محمد باقرؑ ہے۔اسکے بعد امام باقرؑ سے فرمایا! بیٹے عقل روح کی ہادی ہوتی ہے۔علم عقل کا ہادی ہوتا ہے اور عقل یہی علم کا ترجمان ہوتی ہے۔ بیٹے! علم پائیدار ہوتا ہے اور کثرت گوئی سے لغزش کا خطرہ ہوتا ہے۔ بیٹے حالات دنیا اور اصلاح احوال کا خلاصہ دو باتوں میں ہے اور وہ ہے معیشت کی استواری لیکن یاد رکھنا معیشت کی استواری کے پیمانہ کا دو تہائی ظن ہے اور ایک تہائی خلقت ہوتی ہے۔ بیٹے! وقت کا ہر لمحہ زندگی کو ختم کر رہا ہے۔ بیٹے! کوئی بھی نعمت حاصل کرنا چاہو تو وہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک نعمت کی قربانی کرو گے۔ بیٹے! لمبی امیدوں سے بچ کے رہنا۔ کیونکہ اس کا انجام حسرت کے سواء کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بیٹے! مال کو جمع مت کرنا، کیونکہ جمع کرنے والے کو نصیب نہیں ہوتا اور چھوڑتے ہوئے افسوس ہی افسوس ہوتا ہے۔ بیٹے! باطل سے ہمیشہ دور رہنا۔ بحار الانوارؒ میں مالکؒ بن امین جہنی سے مروی ہے کہ بیٹے! میں نے اللہ کی طرف سے تجھے اپنا وصی اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے

۔جو بھی تیرے مقابلے پر دعوائے خلافت کرے اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں آتشیں طوق ڈالے گا۔ بیٹے !اپنے منعم کا شکر کرتے رہنا اور اپنے شکر گذار پر احسان کرنا۔ جب تک شکر کرتے رہو گے نعمت الٰہیہ کا تسلسل برقرار رہے گا۔اور جب کفران نعمت کیا تو نعمات کا سلسلہ رک جائیگا۔

امام زین العابدینؑ حج کی سواری کے جانوروں سے شفقت

بحار، ج ۶، ص ۸۲ پر امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت امام علی ابن الحسینؑ کی رحلت کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام محمدؑ باقر سے فرمایا کہ میں نے اپنے اس ناقہ پر بیس حج کئے ہیں لیکن کبھی اسکو ایک کوڑا تک نہیں مارا۔ جب یہ ناقہ مرجائے تو تم اسکو دفن کر دینا تا کہ جنگلی جانور اس کا گوشت نہ کھائیں۔(ثواب الاعمال ص ۴۴ مطبوعہ تعداد)

امام زین العابدینؑ کی حیات طیبہ کا اجمالی خاکہ

☆امام زین العابدینؑ ۶ شعبان ۳۸ھ بعض روایات میں ۱۵ / جمادی الاوّل میں ولادت ہوئی

☆۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ کو جب آپ کے جد بزرگوار امام علی ابن ابیطالبؑ کی شہادت ہوئی تو آپ کا سن مبارک دو سال تھا۔

☆۴۱ھ میں جب حضرت امام حسن مجتبیٰؑ حکومت سے دستبردار ہوئے اور صلح ہوئی تو اپنے پدر بزرگوار اور عم محترم کے ساتھ آپ بھی مدینہ منورہ آ گئے

☆۲۸ صفر سن ۵۰ ہجری کو جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی زہر دغا سے آپ کے جسد انوار کو قبر رسولؐ کے برابر دفن ہونے سے روکدیا گیا اور آپ کے جنازہ پر تیر بارانی، تو خاندان بنی ہاشم کیلئے رنج وغم کا ایک اور باب نمودار ہوا اور اپنے والد ماجد حضرت امام حسینؑ کے ساتھ آپ نے بھی صبر سے مشاہدہ کیا۔

☆امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جب امام حسینؑ منصب امامت پر فائز ہوئے تو بنی امیہ کا ظلم وستم اپنے عروج پر تھا۔مگر امام حسنؑ نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی پابندی چھوٹے بھائی نے بھی کی اور امام چہارم اپنے والد بزرگوار کے ساتھ زمانے کے ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔

☆۵۸ھ میں آپ کی شادی حضرت امام حسنؑ کی دختر فاطمہؑ سے ہوئی جو آٹھ اماموں کی ماں ہے۔جس کے بابا امام جسکے خسر امام جسکے دادا امام جسکے شوہر امام جسکے آٹھ بیٹے امام ہیں۔

☆۵۹ھ آپ کے نور نظر حضرت امام محمدؑ باقر کی ولادت یکم رجب کو ہوئی۔

☆۲۲رجب ۶۰ھ میں معاویہ کا انتقال ہوا اور اسکے فاجر و فاسق بیٹے نے حضرت امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔چنانچہ ایک ہی ہفتہ میں امام حسینؑ کو مدینہ سے کعبہ کی طرف ہجرت کا آغاز ہوا۔

☆۲محرم ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے جب تک آپ بیمار نہیں تھے روایتوں میں ہے کہ ۶ محرم کو یزیدی فوج کی طرف سے حملہ ہوا اس میں آپ مقابلہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئے اور آپ کو بخار بھی چڑھ گیا۔ساتویں محرم سے پانی بالکل بند ہو گیا تین دن کی بھوک و پیاس میں امام حسینؑ کی شہادت ہوئی۔

☆۱۰محرم ۶۱ ہجری امام حسینؑ کی شہادت کے بعد منصب امامت پر ممکن ہوئے جب ذمہ داریاں آپ پر پڑھیں آپ پر مرض کی شدت تھی۔ہادیان برحق کی تاریخ میں آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی شخصیت نظر نہیں آئی جس شام غریباں جیسے حولناک حالات میں کار ہدایت کا آغاز کیا۔چانچہ جب عصر عاشورا بعد شہادت مظلوم کربلا خیموں میں آگ لگی اور ایک خیمہ کے بعد دوسرے خیمہ جلنے لگے۔یہاں تک کہ اس آخری خیمہ میں بھی آگ لگی جہاں اہل حرم جمع تھے شہزادی زینبؑ نے آکر

عابد بیمار سے دریافت کیا۔تم امام ہو ہمارے لئے کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا! جان کا بچانا واجب ہے۔پھوپھی خیمہ سے باہر چلئے۔جس کے بعد جناب زینبؑ وام کلثومؑ بیمار بھتیجے کو سہار دیکر جلتے ہوئے خیمہ سے باہر لائیں۔یزیدی افواج نے سب کو قیدی بنالیا۔

☆ ۱۱محرم کو ۶۱ ہجری کو اہلحرم کو قیدی بنالیا گیا اور رسیّوں میں جکڑ کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

☆ ۱۷محرم یا بعض روایت ۱۳محرم کو خاندان رسالت ونبوتؐ کی بہو بیٹیاں قیدیوں کی صورت میں حاکم دربار ابن زیاد لعین کے دربار میں پیش کی گئیں اور حضرت امام سجادؑ نے ابن زیاد کے دربار میں اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔

☆ کوفہ میں چند روز ٹھہرانے کے بعد حاکم وقت کی طرف سے اسیران کربلا کے قافلہ کو شام کی طرف روانہ کردیا گیا امام اونٹ کی مہار کھینچتے ہوئے پا پیادہ پرخار راہوں سے ہوتے ہوئے ۲۸ محرم شام میں پہنچے تین دن اہلحرم کا قافلہ بیرون دربار یزید ٹھہرایا گیا اور یکم صفر ۶۱ ہجری کو دربار یزید میں پیش کیا گیا جہاں آپ نے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔جس نے ارباب اقتدار کے بام و در ہلا دیئے

☆ عرصہ دارز تک اسیران کربلا کو شام کے اس قید خانہ میں رکھا گیا جہاں مورخین کا بیان ہے نہ رات کو سرد ہواؤں سے محفوظ تھے نہ دن میں تمازت آفتاب سے امان تھی۔

☆ زندان شام میں سکینہؑ بنت الحسینؑ کو سپرد لحد کرنے کے بعد لوگوں میں یزید کے مظالم کی خبر پھیلتی گئی چنانچہ ۶۲ ہجری میں بشیر ابن جزلم کے ساتھ اسیروں کے رہا شدہ قافلہ کو مدینہ روآنہ ہوا۔

منہال کی ملاقات

دمشق میں قیام کے دوران ایک روز منہالؔ نے امام زین العابدینؑ سے حالات

دریافت کیا تو آپ نے فرمایا! ہمارے ساتھ ان کا سلوک تقریباً ویسا ہی ہے جیسا فرعونیوں کا سلوک حضرت موسیٰؑ کے پیروں کاروں کے ساتھ تھا کہ ان کے مردوں کو ذبح اور اوران کی عورتوں کو قیدی بناتے تھے۔

اے منہال اہل عرب دوسروں پر یہ فخر کرتے ہیں کہ! حضرت محمد مصطفٰےؐ عرب میں سے تھے۔اہل عرب میں قریش، غیر قریش پر اس لئے فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی قریش لیکن ہم لوگ جو آنحضرت محمد مصطفٰےؐ کے اہلبیتؑ ہیں ہم سے ہر قسم کی دشمنی بھی کی جارہی ہے۔ہمیں قتل بھی کیا جارہا ہے ہمیں اپنے گھروں سے بے گھر بھی کیا جارہا ہے۔بہرحال ہم قضا وقدرالٰہی پر راضی ہیں۔''اناللہ وانا الیہ راجعون''

حضرت امام زین العابدین کے حُسن اخلاق

کتاب سیرت معصومینؑ ۱۶۴ صفحہ پر تحریر ہے کہ یزید کی موت کے بعد انقلاب کے خوف سے حصین ابن نمیر جو کہ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا مضطربانہ اور سراسیمہ اپنے لشکر کو لے کر فرار پر مجبور ہوا اور مدینہ کی راہ سے شام کی طرف روآنہ ہوا۔بنی امیہ سے نفرت اتنی بڑھ چکی تھی کہ کوئی نہ ان لوگوں کو کھانے کا سامان دیتا تھا اور نہ اونٹوں اور گھوڑوں کے لئے چارہ مہیا ہوسکتا تھا۔اتفاق سے امام زین العابدینؑ اپنی زراعت سے غلّہ اور چارہ لے کر واپس جارہے تھے۔حصین نے بڑھکر ملتجیانہ انداز میں کہا کہ یہ غلّہ اور چارہ میرے ہاتھ فروخت کردیں۔آپ نے فرمایا ضرورت مند کی خاطر یہ بلا قیمت حاضر ہے۔اس کرم کو دیکھ کر اس نے تعارف حاصل کیا کہ آپ کون ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ آپ علی ابن حسینؑ ہیں اس نے حیرت کے ساتھ کہا آپ نے پہنچانا بھی ہے کہ میں کون ہوں؟ حضرتؑ نے فرمایا! میں خوب پہنچانتا ہوں مگر بھوکوں اور پیاسوں کی مدد کرنا ہم

اہلبیتؑ کا شعار ہے۔ حصین اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ گھوڑے سے نیچے اُتر کر کہنے لگا۔ یزید تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ ہاتھ بڑھایئے میں اپنے پورے لشکر کے ساتھ آپ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے باانداز تحقیر تبسّم فرمایا اور بغیر کچھ جواب دیئے ہوئے آگے روآنہ ہو گئے۔

واقعہ حرّہ اور امام کا کردار

اہل مدینہ کی مسلسل کوشش جس نے عمال یزید کو وقتی طور سے سہی نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا مگر ایسی حالت میں جبکہ جناب محمد حنفیہ کی وابستگی ان تحریکوں سے کسی حدتک نمایاں ہو سکی۔ امام زین العابدینؑ کا کردار ان تمام مواقع پر اس طرح علحدگی ہی بڑے ضبط نفس کا کارنامہ ہے۔ آپ نے اس موقع پر مصیبت زدوں کے پناہ دینے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ چنانچہ مروان ایسے دشمن اہلبیتؑ کو جب جان بچا کر بھاگنے کی ضرورت پیش ہوئی تو اپنے اہل وعیال اور سامان واموال کی حفاظت کیلئے اگر کسی جائے پناہ پر اس کی نظر پڑی تو وہ صرف حضرت امام زین العابدینؑ تھے۔ اس کردار کا یہ نتیجہ تھا کہ جب پھر فوج یزید نے یورش کی اور مدینہ میں قتل عام کیا جو واقعہ حرّہ کے نام سے مشہور ہے تو آپ کیلئے ممکن ہوا کہ آپ مظلومین مدینہ سے بھی چار سو بے بس خواتین کو اپنی پناہ میں لے سکیں۔ اور محاصرہ کے زمانے میں آپ ان کے کفیل رہے۔ آپ کا مروان کو پناہ دینا بتلا رہا تھا کہ آپ بھی علی ابن ابی طالبؑ کی روایات کے حامل ہیں۔ جنہوں نے اپنے قاتل کو بھی جام شیریں پلانے کی خواہش کی تھی اور حضرت امام حسینؑ کے جنہوں نے دشمنوں کی فوج کو پانی پلوایا تھا۔

امام سجادؑ اور تقسیم رزق: بحار میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں امام سجادؑ کے پاس بیٹھا تھا اور

سامنے دیوار پر چڑیاں بھی چہچہا رہی تھی آپ نے فرمایا! بھلا سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ ہم نے کہا! نہیں مولاؑ آپؑ نے فرمایا ان کے کھانے کا وقت ہے اور مجھ سے اپنا حصّہ مانگ رہی ہیں ابوحمزہ طلوع صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نہ سویا کرو۔ اس وقت اللہ رزق معین کرتا ہے اور پھر ہمارے ذریعہ تقسیم کرتا ہے۔

امام سجادؑ اور کثرت غم: آپ کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت بھی آنکھ سے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے عرض کیا! مولاؑ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا! یعقوبؑ کا ایک بیٹا جدا ہوا تھا انہیں علم تھا کہ وہ زندہ ہیں مگر اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آنکھیں سفید ہوگئیں اور میں نے اپنے ستائیس ۲۷ اہل بیتؑ کے لاشے گرم ریت پر دیکھ کے آیا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک فخر یوسفؑ تھا۔ بھلا میرا گریہ کب ختم ہوسکتا ہے۔ (دمعۃ الساکبہ، ج ۲، ص ۴۲۵)

امام زین العابدینؑ کا گریہ

"ولقد بکی علی ابیه الحسین عشرین سعة و ما وضع بین یلیه"

واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ نے انقلاب کے ہنگامی تقاضوں سے دامن بچانے کے باوجود اُس سرچشمہ انقلاب یعنی واقعہ کربلا کی یاد کو برابر آپؑ نے تازہ رکھا۔ یہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ عمومی مجالس کی بنا ہوسکتی اور عوام میں تقریروں کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کیجاتی اس لئے آپؑ نے اپنے شخص تاثرات غم اور مسلسل اشکباری پر اکتفاء کی جو بالکل فطری حیثیت رکھتی تھی۔ یہ مقادمت مجہول سے زیادہ غیر محسوم ذریعہ تھا ان انقلابی اقدار کے تحفظ کا جو واقعہ کربلا میں مضمر تھے۔ مگر آئینی طور پر کسی حکومت کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ اس گریہ پر پابندی عائد کرسکتی۔

یوں مظالم کربلا کی رو میں کسی آنکھ سے آنسو نکلنے پر نوک نیزہ سے اذیت دی جاتی ہو تو اور بات ہے مگر دورن امن میں کسی انتہائی ظالم وجابر حکومت کیلئے بھی اس کا موقع نہ تھا کہ وہ ایک ایسے بیٹے کو جس کا باپ تین دن کا بھوکا پیاسا پس گردن سے ذبح کیا گیا ہو اور جس کے گھر سے ایک دو پہر میں اٹھارہ جنازے نکل گئے ہوں اور جسکی ماں بہنیں اسیر بنا کر شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرائی گئی ہوں۔ان تاثرات کے اظہار سے روک سکے جو صرف رنج وملال کی شکل میں آنسو بن کر اسکی آنکھوں سے جاری ہوں۔ پھر بلاشبہ اس غیر معمولی مسلسل گریہ جو پینتیس ۳۵ برس تک جاری رہا وہ عظیم تاثیر تھی جسے چاہے تاریخ کی سطحی نگاہ اسباب انقلاب میں شمار نہ کرے مگر واقعیت کی دنیا میں اسکی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس مسلسل گریہ کے واقعات کو تاریخوں میں پڑھنے پر انسان یہی تصور کرسکتا ہے کہ اس غمزدہ اور ہمہ تن گریہ وآہ ہستی سے اس کے بعد یہ توقع رکھنا غلط ہے کہ وہ علوم ومعارف کی کوئی خدمت انجام دے سکے۔مگر نہیں ''معراج انسانیت'' تو اسی نفاذ میں مضمر ہے کہ یہ غرق حسرت و اندوہ ذات بھی اپنے اس فریضہ سے بحیثیت نائب حق ورہنمائے خلق اس کی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہوتی۔ بیشک یہ دور ایسا پرآشوب دور تھا کہ آپ کے گردو پیش طالبات ہدایت کا مجمع نہیں ہوسکتا تھا۔آپ کسی مجمع کو مخاطب بنا کر کوئی تقریر نہیں فرما سکتے نہ اپنے قلم کے ذریعہ لوگوں سے بسلسلۂ مخابرت جاری فرما سکتے تھے۔اس لئے اس دور کے تقاضوں کے ماتحت آپ نے منفرد طریقہ ''دعاءومناجات'' انشاء فرمایا۔ بظاہر یہ عمل قانون کی زد میں آ سکتا تھا۔اسطرح اس کے سننے والوں میں دماغ کیساتھ دل بھی شدت سے متاثر ہوتا ہے۔اس دور میں ذریعہ تبلیغ وتدریس یہی گریہ رہا اور امام زین العابدینؑ اس ذریعہ کو اختیار کرکے اس سخت ماحول میں اپنے فریضہ کے اہم

مقصد کو ادا فرمایا۔

امام زین العابدینؑ کا ہدیہ تشکر قاتلان حسینؑ کے قتل پر

بحار ۶ ج، ص ۶۶ پر تحریر ہے کہ حضرت امام زین العابدین کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ روزآنہ خدا سے دُعا فرماتے تھے کہ ان کے پدر بزرگوار کے قاتلوں کے قتل کی خبر سنائے۔

چنانچہ جناب مختار نے قاتلان امام حسینؑ میں سے عبیداللہ ابن زیاد اور عمر سعد کے سروں کو اپنے قاصد کے ذریعہ امام زین العابدینؑ کی خدمت میں روآنہ کیا اور قاصد کو بتلایا کہ امام رات بھر نماز میں مشغول رہتے ہیں اور نماز صبح پڑھ کر سو جاتے ہیں اور جب سو کر اُٹھتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں اور اسکے بعد آپ کیلئے ناشتہ لایا جاتا ہے۔ تو جب بیت الشرف پہنچے تو اگر امام دستر پر ہوں تو اجازت لیکر ان دو (۲) سروں کو امامؑ کے سامنے رکھ دینا اور کہنا کہ مختار نے سلام کہا ہے کہا ہے کہ فرزند رسولؐ! خدا نے آپ کے بابا کے قاتلوں سے بدلہ لے رہا ہے۔ چنانچہ قاصد نے حکم کی تعمیل کی اور دالان میں ان ملائین کے سر لا کر رکھے۔ امام کی جب نظر پڑی سجدۂ شکر ادا کیا پھر مختار کے حق میں دُعا فرمائی۔

حرملہ ابن کاہل اسدی: کشف الغمہؔ میں کتاب الادلائل سے نقل کیا گیا ہے کہ منہالؔ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے دوران امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا! اے منہال۔ حرملہ ابن کاہل اسدی کس حال میں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مولاؑ میری کوفہ سے روانگی تک وہ زندہ تھا۔

یہ سُن کر امامؑ نے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا۔ پروردگار اسے لوہے اور آگ کا مزہ چکھا وہ کہتے ہیں میں کوفہ کی طرف واپس ہوا تو دیکھا کہ مختار ابن ابی عبیدۂ ثقفی نے وہاں خروج کر دیا تھا۔

میں نے انہیں سلام کیا وہ اپنی سواری کا جانور طلب کئے اور روآنہ ہو گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا یہاں تک کہ وہ محلّہ کناسہ پہنونچے اور اسطرح ایک مقام پر پہونچے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں ۔وہ اصل میں حرملہ ابن کاہل کی تلاش میں تھے۔ بس اتنی ہی دیر میں وہ حاضر کر دیا گیا۔ مختار اسکو دیکھ کر بولے الحمدللہ کہ اس نے مجھے تجھے پر تصرف عنایت فرمایا۔ پھر جلاد کو بلوا کر اسکے ہاتھ اور پیر کٹوا دیئے پھر کہا آگ جلاؤ۔ اس وقت بانس کا ایک گھٹا لایا گیا اور اس میں اسے رکھ کر جلا دیا گیا۔ منہال کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں سبحان اللہ کہا تو مختار میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تم نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا۔ میں نے جواب دیا کہ میں حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں گیا تھا آپ نے اسکے بارے میں مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا مولاؑ میں اسے کوفہ میں زندہ چھوڑ کر چلا تھا۔ آپ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ پروردگار حرملہ کو لوہے اور آگ کا مزہ چکھا۔ میں نے عرض کیا مولاؑ کسی کو نہیں آپ نے حرملہ کو دریافت کیا۔ امام نے فرمایا اس نے بے شیر کے حلق پر نہیں بلکہ ہم اہلبیتؑ کے دلوں پر تیر چلایا ہے۔(بحار ۶، ص ۶۷)

امام سجادؑ کی مناجات: بحار الانوار، ج۶ ص ۸۸ پر روایت اصمعی کہتے ہیں کہ ایک رات کعبہ کے طواف میں مشغول تھا کہ ایک خوبصورت وخوش مزاج نو جوان تشریف لائے جنکے دو گیسو لٹک رہے تھے اور کعبہ کے پردے کو تھام کر کہہ رہے تھے کہ۔

"الهی غایت نجوم سماواتک وهجعت عیون انامک وابوابک مفتیحات للسائلین جئیک یتغفرلی و ترحمنی و تریني وجه جدی محمد صلی اللّٰه علیه وآله فی عرصیات القیامة"

ائے میرے خدا! تیرے آسمان کے ستارے ڈوبنے لگے اور تیری مخلوق نیند کے عالم میں ہے اور

تیرے اجابت دعا کے دروازے سائلوں کیلئے کھلے ہوئے ہیں میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور میدان قیامت میں مجھے میرے جدامجد حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زیارت نصیب فرمائے۔

ایک اور روایت میں یہ مناجات ہے

''آنکھیں سوچکی ہیں ستارے بلند ہوگئے ہیں اور تو وہ بادشاہ ہے جو زندہ اور سارے جہاں کا سنبھالنے والا ہے بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں لیکن تیرا دروازہ سوال کرنے والوں کیلئے کھلا ہوا ہے میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ اے ارحم الرحمین! تو مجھ پر رحمت کی نظر فرما۔

جنت کی حور سے امام کا نکاح: بحارالانوار ص ۲۱۱، ج ۶ پر ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ میں ہر سال حج کے موقع پر حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک سال عادت کے مطابق حاضر خدمت ہوا تو کیا دیکھتا ہوں آپ کے زانو پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک اور بچہ آتا ہوا دکھائی دیا جو دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑا اور اس کا سر زخمی ہوگیا۔ یہ دیکھتے ہی امامؑ اسکی طرف تیزی سے دوڑے اور اس کا خون کپڑے سے صاف کرنے لگے اور فرمایا۔ بیٹے! میں تمہیں خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اسے کناسہ میں سولی پر لٹکایا جائے گا۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو تم اس لڑکے کو دیکھ لوگے یہ کوفے کے مضافات میں قتل ہوگا۔ قبر میں دفن کیا جائے گا پھر قبر کھود کر اس کی لاش کو نکالا جائے گا اور لباس اتار کر اسے زمین پر گھسیٹا جائے گا اور کناسہ میں اسکی لاش صولی پر لٹکا دی جائیگی پھر سولی سے اتار کر وہ لاش جلا دی جائے گی اور ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا پھر وہ جلی ہوئی راکھ ہوا میں اڑا کر منتشر کر دی جائیگی۔ اس نے عرض کیا مولاؑ

اس بچے کا کیا نام ہوگا۔ فرمایا۔ زیدؑ ابن علیؑ۔

اس کے بعد امامؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا کہ میں تمہیں اس فرزند کے بارے میں ایک واقعہ سُنا تا ہوں وہ یہ کہ ایک رات میں رکوع وسجود کی حالت میں تو مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے دیکھا کہ گویا میں جنت میں ہوں اور جناب رسول خداؐ امیر المومنینؑ جناب فاطمۃ الزہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے میرا حوران جنت میں ہے ایک حور کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی جو یہ کہتا ہے کہ زید آپ کو مبارک ہو زید آپ کو مبارک ہو اسکے بعد غنودگی دور ہوگئی۔

جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو دروازے پر دستک ہوئی اور مجھے بتایا گیا کہ کوئی شخص دروازے پر آیا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ سُن کر میں باہر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے جسکے ساتھ ایک لڑکی ہے جس کا تمام جسم کپڑوں میں چھپا ہوا ہے اور دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہے میں نے آنے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا میں مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کا قاصد ہوں انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ عرض کیا ہے کہ میں نے اس کنیز کو چھ سو دینار میں خریدا ہے اور یہ چھ سو دینار بھی بھیجے ہیں تا کہ آپ اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ امام فرماتے ہیں میں قاصد اور اس لڑکی کو اندر بلایا لڑکی سے اسکا نام پوچھا اس نے اپنا نام حوراء بتایا۔ اسی سے یہ لڑکا تولد ہوا جسکا نام زید رکھا۔

کعبہ کی دوبارہ تعمیر اور سانپ: بحار الانوار، ج ۶، ص ۱۲۸ پر ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ جب حجاج بن یوسف ثقفی نے کعبہ کو مسمار کیا تو بہت سے لوگ اس کی مٹی کو اٹھا کر لے گئے جس کی وجہ سے حجاج اس کام کو مکمل نہ کر سکا۔ جب اس نے دوبارہ تعمیر شروع کرنا چاہی تو ایک سانپ نکلا اس نے لوگوں کو اس کی تعمیر سے روکا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، سارے لوگ

خوفزدہ ہوگئے خود حجاج بھی۔ آخر اس مسئلہ کو امامؑ کے روبرو پیش کیا گیا۔ امامؑ نے فرمایا۔ جو شخص بھی اس کی اینٹ یا مٹی یا پتھر اٹھا کر لے گیا ہے وہ واپس لا کر رکھدے۔ چنانچہ جو جو لے گئے تھے واپس لا کر رکھدیا تو پھر تعمیر کر سکے۔

امام سجادؑ نے فرمایا! تو نے جناب ابراہیمؑ و اسماعیل کی رکھی ہوئی بنیاد کے منہدم کرنے کا ارادہ کیا اور اسے کھود کر راستہ بنا دیا۔ گویا تو نے اس کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے کہ تو جو چاہے کرے ۔ چنانچہ جب ساری مٹی اکٹھی ہوگئی تو امام تشریف لائے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے کھود دیں۔ جب بنیاد تک کھدائی ہوگئی تو امامؑ نے لوگوں کو وہاں سے ہٹ جانے کو کہا جب وہ ہٹ گئے تو امامؑ اس جگہ کے قریب آئے اور اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور گریہ کرنے لگے اس کے بعد آپ نے اسکی بنیاد مٹی میں چھپایا پھر تعمیر کی اجازت دی۔ تو امام نے اور مٹی ڈالنے کا حکم دیا یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ بلند ہوا اور سیڑھی لگا کر ذریعہ اس تک پہنچ جاتا ہے۔ (مناقب شہر آشوب، ج ۳، ص ۲۸۱، بحار ج ۶ ص ۱۲۸)

جہاد کی حج سے افضلیت: بحار ج ۶ ص ۱۲۹ منقول ہے کہ ایک مرتبہ عباد بصری کی امام علیؑ ابن الحسینؑ سے مکہ کے راستہ میں ملاقات ہوگئی تو بصری کہنے لگا! اے علی ابن الحسینؑ آپ نے جہاد اور اس کی مشقت کو چھوڑ دیا۔ اور حج کو سہل اور آسان سمجھتے ہوئے اختیار کر لیا۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ التوبہ آیت ۱۱۱، ۱۱۲)

خداوند عالم نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال اس بات پر خرید لئے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کیلئے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (جنگ کرتے ہیں تو کفّار کو قتل کردیتے ہیں اور خود بھی قتل ہو جاتے ہیں۔

امام زین العابدینؑ فرمایا! اگر ہمیں ایسے لوگ مل جائیں جنکی یہ صفات ہوں جن کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے تو ان کے ساتھ رہ کر حق کی حمایت میں جہاد کرنا، حج سے افضل ہے۔ (احتجاج طبرسی، ص ۱۷۱)

زادسفر امام: بحار، ج ۶،ص ۹۶ پر عبید اللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ ایک سال میں حج پر حاجیوں کے قافلے کیساتھ جارہا تھا کہ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جن کا سن مبارک سات یا آٹھ سال ہوگا ان کے پاس نہ کھانے کا سامان تھا اور نہ کوئی سواری تھی۔ وہ حاجیوں کے قافلہ سے کچھ فاصلہ پر اپنے سفر میں مشغول تھے کہ میں معتقدانہ اور مشفقانہ انداز میں ان کے قریب گیا سلام کہا اور عرض کیا۔ صاحبزادے آپ کس کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ انہوں نے برجستہ جواب دیا نیکی کرنے والے (باری تعالیٰ) کے ساتھ۔ اس جواب سے میرے دل میں انکی عظمت پیدا ہوئی میں نے پھر سوال کیا صاحبزادے آپ کا زادسفر سواری کہاں ہے؟ انہوں نے فوراً جواب دیا میرا زاد سفر تقویٰ ہے اور میری سواری یہ میرے دونوں پیر ہیں اور میرا مقصود میرا مولا و آقا ہے۔

ان کے جواب سے میں بیحد متاثر ہوا جسکی وجہ سے انکی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہوگئی میں عرض کیا! صاحبزادے آپ کس خاندان کے چشم و چراغ ہیں؟ انہوں نے فرمایا! مطلبی ہوں، میں نے عرض کیا! ذرا وضاحت فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں علوی و فاطمی ہوں اسکے بعد آپ نے چند اشعار پڑھے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ پھر وہ صاحبزادہ نظروں

سے غائب ہوگئے ۔ یہاں تک کہ حج بجالانے کے بعد دیکھا آپ ایک مجمع سے مخاطب ہیں میں دریافت کیا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا یہ علی ابن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ ہیں)

قدرت امام: بحار الانوار، ج۶ ،ص۱۳۶ پر صاحب مناقب نے حلیۃ الاولیاء ، وسیلۃ الملاء و فضائل ابی سعادت سے نقل کرتے ہوئے ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جس دن عبدالملک بن مروان نے امام زین العابدینؑ کو مدینہ سے شام کی طرف طلب کیا تو میں خدمت امامؑ میں موجود تھا اور صورت یہ تھی کہ آپ کو لوہے میں جکڑ دیا گیا تھا اور ایک مسلح محافظ دستہ کے سپرد کردیا گیا تھا ۔ میں نے ان لوگوں سے اسکی اجازت چاہی کہ میں جناب امامؑ سے ملکر انہیں سلام کروں اور الوداع کہہ لوں ۔ چنانچہ ان محافظوں نے اس کی اجازت دیدی اور میں امامؑ کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ کے پاؤوں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ کاش میں آپ کی جگہ قید میں ہوتا اور آپ صحیح وسالم رہتے ۔

امام نے سُنا اور ارشاد فرمایا! کہ اے زہری! کیا تم میری یہ حال دیکھ کر رنجیدہ ہوتے ہو اگر میں چاہوں تو اس سے آزاد ہوسکتا ہوں ۔ یہ فرما کر امام نے اپنے ہاتھ پاؤں کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے نکل لئے اور فرمایا! زہری میں ان کے ساتھ رہتے ہوئے مدینہ سے دو منزلوں کے فاصلہ پر علحدہ ہوجاؤں گا ۔

زہری کہتا ہے کہ ابھی ہم نے چار راتیں نہ گذاری تھیں کہ امامؑ پر حکومت کے نگران مدینہ میں آپکی تلاش کو پہنچ گئے ۔ انہیں امامؑ کا کوئی پتہ نہ ملا میں بھی ان لوگوں میں تھا جو امام کو دریافت کررہے تھے کہ امام کہاں تشریف لے گئے بعض محافظوں نے کہا کہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ

ان کے پیچھے لوگ جارہے تھےاور وہ بھی چل رہے تھے ہم نے ان کے گرد رات جاگ کر کاٹی اور ان کی نگہبانی کرتے رہے جب صبح ہوئی تو ہم نے ہودج میں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے سواء کچھ بھی نہیں دیکھا اور امام موجود نہ تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبدالملک کے پاس پہنونچا تو اس نے امام زین العابدینؑ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اس سے ساری بات کہہ دی جس پر وہ بولا۔ کہ وہ تو میرے پاس اُسی دن تشریف لائے تھے جب وہ میرے خادموں سے جدا ہوگئےتو وہ یہاں آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ میرے اور تیرے درمیان کیا دشمنی ہے جوتو میرے درپے ایذاء ہوگیا؟ میں نے کہا کہ میرے پاس ٹھہریئے تو انکار فرمایا اور چلے گئے خدا کی قسم مجھے اُن سے ایسا ڈر لگا کہ میرا سارا جسم خوف سے بھر گیا۔

زہرؔی بیان کرتا ہے کہ میں نے عبدالملک سے کہا کہ امام سجادؑ ایسے نہیں ہیں جیسا تو خیال کرتا ہے۔ وہ تو عبادت الٰہی میں مشغول رہنے والے انسان ہیں انہیں تو ہر وقت عبادت کی فکر رہتی ہے۔ جس پر عبدالملک نے کہا کہ ان کا یہ کیا ہی بہترین مشغلہ ہے (مناقب شہر آشوب، ج ۳،ص ۲۷۵، کشف الغمہ، ج ۲،ص ۲۶۳)

مدح امام میں فرزدق کا قصیدہ

بحار الانوار، ج ۶ ص ۱۳۸ پر الارشاد شیخ مفیدؒ اور ابن شہر آشوب حلیۃ الاولیاء دوسری معتمد کتابوں کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے جن میں متقدمین ومتاخرین علماء اور اُمت مسلمہ کے دیگر اہل علم کی کتب شامل ہیں جن میں فرزدق کے اس قصیدے کا ذکر موجود ہے چنانچہ صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک ابن مروان حج کے لئے گیا اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا۔ چنانچہ اس کیلئے منبر رکھا گیا جس پر وہ بیٹھا اور اس کے اردگرد

شامی جمع ہوئے کہ اسی اثناء میں امام زین العابدینؑ تشریف لائے کے آپ ازار اور چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ چہرۂ اقدس روشن وتاباں تھا اور دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی منور پر سجدہ کا نشان تھا آپؑ نے طواف شروع کیا۔ جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو آپ کے رعب سے مجمع پھٹ گیا اور اس نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ حجر اسود کا بوسہ لیا تو ایک شامی کہنے لگا کہ اے امیر! یہ کون ہے؟ یہ سمجھ کر کہ کہیں شامی آپ کے گرویدہ نہ ہو جائیں اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔

فرزدقؔ شاعر وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ اگر امیر نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا تو کیا ہوا میں انہیں پہچانتا ہوں جس پر شامی نے کہا اے بوفراسؔ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے فی البدیہہ مدح امام میں یہ قصیدہ پڑھا جس کے بعض بعض حصوں کا ذکر حلیۃؔ اغانی اور حماسہؔ میں موجود ہے اور بحار میں ۴۰ سے زائد اشعار موجود ہیں اور بحار کی ۶ ویں جلد میں ۴۱ اشعار کا ترجمہ موجود ہے۔

☆ اے جود و کرم کا مقام پوچھنے والے، آمیں تجھے بتاتا ہوں کہ کرم وسخاوت کہاں ہیں یہی تو ہیں کہ جن کے قدم کی جگہ کو مکہ پہچانتا ہے ہے اور خانۂ کعبہ حل وحرم اچھی طرح جانتے ہیں۔

☆ یہ خدا کے بندوں میں افضل ہستی کے فرزند ہیں، یہ پرہیزگار پاک و پاکیزہ اور سردار ہیں یہ وہ ذات ہیں کہ احمدؐ مختار جن کے پدر بزرگوار ہیں اور جن پر روز ازل سے خداوند عالم درود وسلام بھیجتا ہے۔

☆ اگر رکن کعبہ اس آنے والے کو جان لے جو اس کا بوسہ لے رہا ہے تو وہ اس کے نشان قدم کا بوسہ لیتا ہوا گر جائے۔

☆ یہ امام علیؑ ابن الحسینؑ ہیں کہ جن کے پدر بزرگوار حضور ختمی مرتبت ہیں کہ جنکے نور ہدایت سے امتوں نے ہدایت پائی۔

☆ جن کے چچا جناب جعفر طیارؓ اور جناب حمزہؓ شہید ہیں جو رزمگاہ کے شیر ہیں کہ جنکی محبت کی قسم کھائی جاتی ہے۔

☆ یہ وہ ہستی ہیں جو عالمین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے فرزند ہیں اور ان مرد میدان وصیؑ رسولؐ کے لخت جگر ہیں کہ جنکی شمشیر میں دشمنان اسلام کیلئے عذاب ہے۔

☆ جب انہیں قریش دیکھ لیتے ہیں توان میں کا کہنے والا بول اٹھتا ہے کہ ان کی جوانمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے

☆ قریب ہے کہ دیوار کعبہ کا رکن حجر اسود ان کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے جبکہ وہ اسے چومنے کیلئے آئیں۔

☆ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں انہیں ضرر رساں نہیں، سارا عرب وعجم جانتا ہے کہ تو نے کس شخص کی عظمت کا انکار کیا ہے۔

☆ یہ ہستی عزت کی بلندی پر اسطرح چڑھی ہے کہ اس کے حاصل کرنے سے عرب وعجم کے مسلمان قاصر ہیں

☆ وہ حیاء سے نگاہ کو نیچا رکھتے ہیں اور ان کے سامنے ہیبت سے لوگوں کی نگاہ نیچی رہتی ہے ان کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود مسکراتے ہیں۔

☆ ان کے پیشانی کے نور سے اندھیرے میں اجالا آجاتا ہے۔ جسطرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی پھٹ جاتی ہے۔

☆ انہوں نے سوائے تشہد کے ''لا'' کہی نہیں کہا۔ اگر لا الہ الا اللہ میں لا نہ ہوتا تو ان کا 'لا' نعم بن جاتا

☆ ان کے وجود کی کونپل رسولؐ اللہ کے درخت کے وجود سے ہوئی ان کے جسمانی عناصر اور عادت وخصلت پاک وپاکیزہ ہیں۔

☆ یہ قوموں کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں جبکہ وہ قرض کے بوجھ تلے دب جاتی ہیں۔ وہ شیریں عادات رکھنے والے ہیں۔

☆ ان کے پاس ساری نعمتیں شیریں ہی ہوتی ہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہی تو تمام لوگ کہتے ہیں اور جب یہ کلام کرتے ہیں تو ان کے کلمات انہیں زینت بخشتے ہیں۔

☆ اگر تو نہیں جانتا تو سُن! کہ یہ حضرت فاطمہؑ کے بیٹے ہیں اور انہی کے جد بزرگوار پر نبوت کا اختتام ہوا۔

☆ خدا نے ازل سے انہیں فضیلت دی ہے۔ان کے شرف و بزرگی کیلئے قلم کو لوح پر چلایا ہے۔

☆ ان کے جد بزرگوار وہ ہستی ہیں کہ سارے انبیاء کی فضیلتیں انہی کیلئے ہیں اور ان کی امت کی وہ فضیلت ہے کہ تمام امتیں جن سے واقف ہیں۔

☆ انہوں نے احسان سے تمام مخلوق کو گھیر لیا ہے جسکی وجہ سے مخلوق سے رنج و غم محتاجی اور افلاس جاتا رہا۔

☆ ان کے دونوں ہاتھ مخلوق کے فریاد رس ہیں جن کا نفع اور احسان عام ہے اور جو اپنے فیض کو جاری کرنا چاہتے ہیں جن پر افلاس اور محتاجی نہیں آتی۔

☆ یہ نہایت نرم عادت والے ہیں ان کے جلدی کے کاموں سے کوئی خوف نہیں آتی، ان کی دو خصلتوں بردباری اور کرم نے انہیں آراستہ و مزین کر دیا ہے۔

☆ یہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے یہ تو مبارک خیالات والے ہیں۔ان کا صحن وسیع ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو یہ دانا اور عقلمند نظر آتے ہیں۔

☆ یہ اس گروہ میں سے ہیں جنکی محبت دین و ایمان ہے اور جن سے عداوت رکھنا کفر ہے اور جن سے قربت رکھنا نجات کا باعث ہے۔

☆ انہیں سے محبت کی بدولت سخت سے سخت مشکلات اور سختیاں دور ہوتی ہیں اور اسکی وجہ سے نیکیوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

☆ خدا کے ذکر کے بعد فریضہ میں انہی کے ذکر کا درجہ ہے اور انہی کے ذکر پر اختتام ہے۔

☆ اگر متقیوں کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں اگر یہ پوچھا جائے کہ روئے زمین پر بہتر کون ہیں تو وہ یہی نظر آتے ہیں۔

☆ یہ جہاں پہونچتے ہیں وہاں کسی جواں مرد کے پہونچنے کی طاقت نہیں کوئی قوم ان کی برابری

نہیں کرسکتی خواہ وہ سخاوت والے ہی کیوں نہ ہوں۔

☆جب قحط کی تکالیف لوگوں کو بگاڑ دیتی ہے تو یہ باران رحمت ہوکر برستے ہیں، جب جنگ کا معرکہ گرم ہوجائے تو یہ کوہ سلمیٰ کے شیروں کے بیٹے کے شیر ہیں۔

☆مذمت ان کے صحن میں اترنے سے انکار کرتی ہے اور ان کے ہاتھ عطاو بخشش میں بڑھے ہوئے ہیں

☆تنگی ان کے ہاتھوں کی فراخی کو روک نہیں سکتی ان کے سامنے دونوں ہی برابر ہیں خواہ مالدار ہوں یا نہ ہوں۔

☆وہ کون سے قبائل ہیں جو ان کی اس فضیلت کی وجہ سے کہ جن کا آغاز ہی فضل وکرم ہے ان کے غلام نہیں ہیں۔

☆جو خدا کو پہچانتا ہے وہ ان کی فضیلت کو بھی خوب جانتا ہے اور امتوں نے دین کو انہی کے گھر سے پایا ہے۔

☆ان کے گھر قریش میں ہیں کہ جن سے آفتوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور فیصلہ کے وقت یہی ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں۔

☆ان کے جد بزرگوار قریش الاصل ہیں محمد مصطفیٰؐ اور آپ کے بعد حضرت علیؑ مرتضیٰؑ سید و سردار ہیں

☆جن کی شجاعت کی بدر گواہ ہے اور اُحد کی گھاٹیاں شاہد ہیں اور خیبر و خندق نیز فتح کے دن جنہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔

☆معرکۂ خیبر وحنین ان کی شجاعت کی گواہی دیتے ہیں اور فریضہ میں وہ دن گواہ ہے جو سخت تھا اور جنگ کا غبار اُڑ رہا تھا۔

☆اور بہت سے وہ مواقع گواہی دیتے ہیں جو صحابہ پر مصیبتیں لائے ہیں میں ان کو نہیں چھپا سکتا جیسے کہ دوسرے لوگوں نے ان واقعات پر پردہ ڈال دیا ہے۔

اس قصیدہ کو سُن کر ہشام غصّہ میں آ گیا اور اس نے قصیدے کے اشعار کی نشر و اشاعت کو روک دیا اور کہنے لگا کہ کیا تو ہمارے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتا؟

فرزدق نے جواب دیا کہ ان کے جد اور ماں باپ جیسا تو کسی کو لے آؤ میں اس جیسی مدح کرنے کو تیار ہوں۔ نتیجہ یہ کہ ہشام نے مکہ و مدینہ کے درمیان مقام عسفان میں فرزدق کو قید کردیا۔ امام زین العابدینؑ کو اسکی خبر ہوئی تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو دینے کا حکم فرما کر

کہلا بھیجا کہ اۓ ابوفراس ہماری جانب سے عذر قبول کرو اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو ہم اور زیادہ صلہ بھیجتے۔

فرزدقؔ نے یہ کہہ کر واپس کیئے کہ فرزند رسولؐ! میں نے جو کچھ کہا ہے خدا اور اسکے رسولؐ کے غضب سے نجات پانے کیلیئے کہا ہے اور میں اسکے عوض میں کچھ بھی لوں گا۔ امامؑ نے وہ درہم فرزدق ہی کو واپس کر دیئے اور اپنے حق کی قسم دیکر فرمایا۔ انہیں قبول کرو۔ چنانچہ اس نے قبول کر لئے پھر فرزدق نے قید کی حالت میں ہشام کی ہجو لکھ ڈالی جسکے دو شعروں کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس نے مجھے مدینہ اور اس جگہ کے درمیان قید کر دیا کہ جسکی طرف لوگوں کے دل معافی مانگنے اور توبہ کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ وہ سر کو پلٹتا رہتا ہے جو کسی سردار کا نہیں ہے اور آنکھوں کو گردش دیتا رہتا ہے جو بھینگی ہیں کہ جن کے عیب ظاہر ہیں (از دیوان فرزدق جلد ا، ص ۵۱)۔ ہشام کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے فرزدقؔ کو رہا کر دیا۔ ابوبکرؔ ملاف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ہشام نے انہیں بصرہ کی طرف نکال دیا۔ (المناقب جلد ۳، ص ۳۰۶)

ہر ذرّے سے تسبیح کی آواز: ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدینؑ حج کرنے تشریف لے گئے ایک منزل پر نماز پڑھی آپ کی تسبیح کیساتھ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں اور ذرّوں نے بھی تسبیح کی۔ سعید بن مسیّب راوی ہیں کہ میں یہ صورت دیکھکر ڈرا، حضرت نے فرمایا۔ کیا تم ڈر رہے ہو۔ کہا ہاں۔ یا ابن رسولؐ اللہ فرمایا! یہ تسبیح اعظم ہے (مناقب شہر آشوب، ص ۱۳۶)

سعیدؔ بن مسیّب سے مروی ہے کہ جب امام زین العابدینؑ حج کو جاتے تھے تو قاریان مدینہ بھی ساتھ جاتے تھے اور اپنے ساتھ حضرت میٹھے اور نمکین ستو بھی لے جاتے تھے خود نہ کھاتے تھے اوروں کو کھلاتے تھے واللہ میں نے دیکھا کہ جب حضرت سجدہ میں ذکر کرتے تھے تو ہر شئے

سے تسبیح کی آواز آتی تھی (مناقب شہر آشوب)

امام کا خط عبدالملک کو: خرائج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف نے عبدالملک ابن مروان کو لکھا کہ علیؑ ابن الحسینؑ کو قتل کرادے جواب میں عبدالملک نے لکھا کہ خبر دار علیؑ تو علیؑ رہا کسی بھی ہاشمی کے خون سے ہاتھ مت رنگنا۔ آل ابوسفیان کا حشر دیکھ لے۔ ان کی حکومت بنی ہاشم کے خون کے بعد کتنا عرصہ چلی ہے۔

جس وقت عبدالملک نے حجاج کو خط روانہ کیا۔ اسی وقت امام سجادؑ کا خط عبدالملک کو ملا۔ آپ نے لکھا تھا۔ بنی ہاشم کے خون نہ بہانے کے حکم دینے کا شکریہ۔ تیری یہ احتیاط اگر اسی طرح رہی تو تیری حکومت کا زمانہ طویل اور تیری زندگی دراز ہوگی۔ عبدالملک حیرت سے انگشت حیرت کاٹنے لگا۔ کہ ابھی حجاج کا خط آیا ہے۔ میرے اور حجاج کے سواء کسی کو اس تحریر کا علم نہیں پھر سجادؑ کو کیسے پتہ چل گیا ہے۔

امام سجادؑ کی گرفتاری، طوق بیڑیوں کا جدا ہو جانا: الدمعتہ الساکبہ ص ۴۰۹ مطالب السؤل میں زہری سے مروی ہے کہ جب عبدالملک نے امام سجادؑ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں اسکے گورنے نے آپؑ کو گرفتار کر کے عبدالملک کے سپاہیوں کے سپرد کیا۔ میں نے ان سے ملاقات کی اجازت مانگی۔ انہوں نے مجھے اجازت دیدی۔ جس خیمہ میں آپ مقید تھے میں آیا تو دیکھا کہ ہاتھوں میں رسیاں، پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق تھے میں رو دیا۔ آپؑ نے فرمایا! اے زہری! یہ امتحانات ہم خود ہی قبول کرلیں تو اور بات ہے ورنہ ان لوگوں میں یہ ہمت نہیں ہے کہ ہمیں قید کریں۔ اب امتحانات کا وقت گذر چکا ہے اس وقت ضرورت تھی لوگوں کو ایک مرتبہ توحید و رسالت یاد دلانے کی اب اتمام حجت ہو چکا ہے۔ میں ان کا پابند نہیں ہوں۔ مدینہ سے دو منزل

ان کے ساتھ جاؤں گا۔ پھر واپس مدینہ آ جاؤں گا۔ ویسے اب بھی اگر میں چاہوں تو آزاد ہو سکتا ہوں۔ لیکن یہاں آزاد ہو گیا تو پھر یہ لوگ ہمارے محبوں کو مدینہ میں ستائیں گے۔ اس لئے بیرون مدینہ تک ان کے ساتھ جاؤں گا تا کہ یہ کسی کو میری آزادی میں مہیم نہ کرسکیں۔

میں نے دل میں سوچا، خدا جانے یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ پا بہ زنجیر ہے پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ امام سجادؑ نے کہا میری طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا آپ نے زنجیروں کی طرف اشارہ کیا، تمام زنجیر کھل کر ایک طرف ہو گئے۔ پھر فرمایا! کیا اب بھی تجھے شک ہے میں نے قدموں پہ ہاتھ رکھ کر کہا! قبلہ اب کبھی شک نہ کروں گا۔ چار راتیں ہی گذری تھیں کہ شام لے جانے والے عبدالملک کے سپاہی پریشان اِدھر اُدھر مدینہ میں بھاگ رہے تھے اور ایک ایک آدمی سے پوچ رہے تھے کہ کہیں علیؑ ابن الحسینؑ کو دیکھا ہے؟ میں نے پوچھا کیوں کہا ہوا ہے۔ تم تو اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ پھر تم یہاں کیوں ڈھونڈھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آج چوتھی رات ہے نہ دن کو سوتے ہیں نہ رات کو ہر وقت ان کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہماری آنکھوں کے سامنے سے اسطرح غائب ہوتے کہ زنجیر وہیں رہ گئے اور امام سجادؑ نہیں۔

زہریؔ کہتا ہے بعد میں میں شام آیا۔ عبدالملک نے امام سجادؑ کے بارے میں پوچھا میں نے کہا! وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں۔ اس دن آپ کے سپاہی کہہ رہے تھے کہ ہمارے سامنے سے غائب ہو گئے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔

عبدالملک نے کہا بالکل سچ ہے۔ جس وقت کا سپاہی پتہ دیتے ہیں اسی وقت میرے پاس آئے۔ میں دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ میرا پیشاب قطع ہو گیا۔ کپڑے تر بتر ہو گئے۔ مسکرا کر فرمایا! مجھ سے کیا چاہتا تھا میں نے سہمے ہوئے انداز میں عرض کیا۔ چاہتا تھا

آپ یہی رہ جائیں ۔امامؑ نے فرمایا! میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں روضۂ رسولؐ نہیں چھوڑنا چاہتا یہ کہہ کر غائب ہوگئے۔ یقین کر زہری جب میری آنکھوں سے غائب ہوئے تو مجھے ہوش آیا اور میرا ذہن کچھ مطمئن ہوا جب تک وہ کھڑا رہا میں کانپتا رہا۔

امام زین العابدینؑ کی شہادت: آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرمارہے تھے لیکن آپ کے روحانی اقتدار کہ وجہہ سے حاکم وقت ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دیدیا۔ اور آپ 25 محرم 95 ہجری مطابق 714ء کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ امام محمد باقرؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کردیئے گئے۔ (علامہ شبلنجی ؟ علامہ ابن حجر مکی، علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی) تحریر فرماتے ہیں کہ ''وان الذّی سَمہ الولید بن عبدالملک'' جس نے آپ کو زہر دیکر شہید کیا۔ وہ ولید بن عبدالمک خلیفۂ وقت ہے (نور الابصار 128 ص، صواعق محرقہ 130 ص، فصول المہمہ ،تذکرہ سبط ابن جوزی، ارحج المطالب ص 444، مناقب جلد 134 ص۔ ملا جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ وفریاد کرتا ہوا تین روز میں مرگیا۔ (شواہد النبوۃ 179 ص) شہادت کے وقت آپ کی عمر 57 سال تھی۔

امام زین العابدینؑ کی اولاد: علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں (صواعق محرقہ 120 ص، ارحج المطالب ص 444) علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ان کے نام یہ ہیں۔ ۱) حضرت امام محمد باقرؑ جن کی والدہ امام حسنؑ کی صاحبزادی ام عبداللہ جناب فاطمہ بنت حسنؑ ہیں ۔۲) عبد اللہ (۳) حسن (۴) زید (۵) عمر (۶) حسین (۷) عبد الرحمٰن (۸) سلیمان (۹) علی (۱۰) محمد اصغر (۱۱) حسین اصغر (۱۲) خدیجہ (۱۳) فاطمہ (۱۴) علیہ (۱۵) اُم کلثوم (ارشاد مفید فارسی 401 ص، چودہ ستارے ص ۳۰۷)

امام سجادؑ کا جعفر کذّاب کی پیشن گوئی کرنا: معجزات آل محمد، ج دوم ۱۴۱ ص، پر شیخ صدوق نے اپنی سانادیس ابو خالد کابلی لیس روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا! میں اپنے آقا و مولا امام زید العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی فرزند رسولؐ! آپ بیان کریں کہ آنحضورؐ کے بعد وہ ہستیاں کون سی ہیں جن کی اطاعت و مودت کو اللہ نے واجب کیا ہے اور کی اقتدار کو ضروری قرار دیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا! کنکر! ولی الامر جنہیں اللہ نے لوگوں کا امام مقرر کیا ہے اور جن کی اطاعت فرض کی ہے وہ امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ ہیں پھر امام حسنؑ پھر امام حسینؑ ہیں پھر امر امامت ہم تک پہنچا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہوگئے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے آقا ہم تک امیر المومنینؑ کا یہ فرمان پہنچا ہے۔ انہوں نے فرمایا! زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی اب آپ بتائیں کہ آپؑ کے بعد بندگان خدا پر اللہ کی حجت کون ہے اور لوگوں کا امام کون ہے امام سجادؑ نے فرمایا۔ میرے بعد میرا فرزند محمدؑ امام ہے اسکا نام تورات میں باقر ہے۔ یہ علم کو شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد حجت خدا ہے اور محمد باقرؑ اور اس کا فرزند جعفرؑ ہے اور وہ اہل آسمان میں صادقؑ کے نام سے مشہور ہے۔

راوی نے پوچھا۔ مولاؑ آپ تو تمام حضرات ہی صادق ہیں۔ پھر یہ لقب صرف ایک امام کے لئے مخصوص کیوں ہے؟

امام سجادؑ نے فرمایا۔ کہ مجھے میر والد نے اپنے والد کی زبانی خبر دی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا! جب میرا فرزند جعفر بن علیؑ بن حسینؑ ابن علی ابن طالبؑ پیدا ہو جائے تو تم اس کا لقب صادق رکھنا کیونکہ اسکی پشت میں سے پانچویں شخص کا نام بھی جعفر ہوگا اور وہ خدا پر جرأت واختراء کرتے ہوئے امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔ وہ اللہ کے نزدیک کذّاب و مفتری ہوگا اور وہ اس

چیز کا مدعی ہوگا جسکا وہ اہل نہیں ہوگا وہ اپنے باپ کا مخالف ہوگا اور اپنے بھائی سے حسد کرتا ہوگا اور وہ اللہ کے ولی کی غیبت کے وقت اللہ کے راز کھولنے کا ارادہ کرے گا۔

یہ کہہ کر امام زین العابدینؑ نے بہت گریہ کیا اور فرمایا! گویا میں اس وقت جعفر کذّاب کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے اپنے دور کے طاغوت کو ساتھ لے کر ولی خدا کے معاملہ میں تفتیش شروع کر رکھی ہے اور وہ اسے تلاش کر رہا جو اللہ کی حفاظت میں پردۂ غیب میں ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اسکی ولادت سے بے خبر ہے اور جعفر چاہتا ہے کہ اگر اس کا بھتیجا اس کے ہاتھ آجائے تو اسے قتل کرادے کیونکہ اس کی خواہش ہے کہ ناجائز طور پر اپنے بھائی کی میراث پر قابض ہوجائے۔

ابوخالد کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا! فرزند رسولؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا! ہاں مجھے میرے رب کی قسم! ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس میں ان مصائب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو رسولؐ خدا کے بعد ہم پر نازہوں گے اور یہ بات بھی ایسی صحیفہ میں موجود ہے۔ ابوخالد نے کہا! مولاؑ! اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا! رسولؐ خدا کے بارہویں وصی کی غیبت طول پکڑے گی اور یاد رکھو! وہ لوگ جوان کے دور میں ہوں گے تو وہ لوگ تمام اہل زمان سے بہتر ہوں گے کیونکہ اللہ نے انہیں عقول، افہام، اور معرفت عطا کی ہے اور اسی نعمت کی وجہ سے ان کی نظر میں غیبت بھی مشاہدہ کی طرح سے ہوگی اور ان لوگوں کو وہی مقام حاصل ہوگا جو رسولؐ خدا کے سامنے تلوار لے کر جہاد کرنے والوں کا ہوگا۔ وہ لوگ حقیقی مخلص ہیں اور ہمارے کھرے شیعہ ہیں اور ظاہر و باطن میں اللہ کے دین کے داعی ہیں۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا! امام مہدیؑ کا انتظار کرنا افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ (اکمال الدین، ص ۳۱۹۔۳۲۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

اسم مقدس	:	محمد، کنیت، ابوجعفر، لقب باقر العلوم، شاکر، ہادی
والد کا نام	:	علیؑ ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالبؑ
تاریخ ولادت	:	یکم رجب روز جمعہ سنہ ۵۷ھ مدینہ منورہ
کل حیات دنیاوی	:	۵۷ھ سال نقش خاتم :العزۃ اللہ جمیعا''(ارشاد شیخ مفید)
مقام شہادت	:	مدینہ بروز پیر ۷/ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ ایک سو چودہ ہجری
سبب شہادت	:	زہر قاتل زین پر سواری کرنا، مدفن جنت البقیع
ماں کا نام	:	فاطمہؑ بنت الحسن بن علیؑ (ماں باپ کے دونوں طرف سے فاطمی)

آپ کے زمانہ میں حکمران: ولید بن یزید ابن عبدالملک ابن مروان، سلیمان ابن عبدالملک ابن مروان عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان۔ ولید کے بھائی ابراہیم بن یزید نے آپ کو زہر دلوایا تھا۔

نجیب الطرفین: علمائے اہلبیتؑ رضوان اللہ علیہم اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی والدہ گرامی کا نام فاطمہؑ بنت الحسنؑ تھا جن کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ جلاالعیون صفحہ ۲۴۸ آپ کے خصائص میں ہے۔ اوّل علوّی ولد من علویین وھو ہاشمی من ہاشمین آپ اوّل علوی ہیں جو دو علویوں اور ہاشمی جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے۔ (تذکرہ خواص الدمہ فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا، فصول المھمہ ' جلاالعیون)

امام محمدؑ بن علیؑ کا مشہور ترین لقب باقرؑ

علامہ سبط ابن جوزی اس لقب سے ملقب ہونے کی دو وجہیں تحریر کرتے ہیں۔ اوّل یہ ہے "و انما سمّی الباقر من کثرة السجود جبهة ای فقها و وسعها" آپ کا لقب مبارک باقر اس وجہ سے ہوا کہ آپکی جبین مبارک کثرت سجود کی وجہ سے بہت وسیع اور کشادہ ہوگئی تھی۔ دوسرا الغرار علمہ جامعیت علمی کی وجہ سے آپ کا لقب باقرؑ ہوا ہے۔ اپنے اس بیان کے ثبوت میں علامہ موصوف امام جوہری کی جو علم لغت کے مستند اور معتبر امام مانے جاتے ہیں کی روایت نقل کی ہے کہ امام جوہری صراح میں لکھتے ہیں۔ البقرہ کے معنی وسعت علمی کے ہیں وسعت علمی کی وجہ سے باقرؑ کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر صواعق مرقہ میں لکھتے ہیں۔

سمی بذلک من بقر الارض ای شقها و اثار مخبیاتها و مکانها فکذلک هو اظهر من مخبیات کنوز المعلف و حقائق الاحکام و الاطائف مالا یخفی الا علی ممتطی او فاصد الطویه و السرّیره و من تمه قیل هو باقر العلوم و جامعه و شاهره و رافعه وصفا قلبه و ذکا علمه و طهّرت نفسه وشرف خلفه و عمرت اوقانه بطاعة الله وله من الّر سوخ فی مقامات العارفین مانکل عنه السنه الواصیلن وله کلمات کثیره فی السلوت و المعارف لا تحملها هذا العجالة"

یعنی باقر لغت میں بقرالارض سے ماخوذ ہے۔ یعنی زمین کو پھاڑ کر اسکی مخفیات کا ظاہر کرنے والا اور جناب امام علیہ السلام کو اس لئے باقرؑ کہتے تھے کہ وہ حقائق احکام اور حکمت اور لطائف کے سربستہ خزانے ظاہر فرماتے تھے۔ جو بصیرت کے اندھے اور فاسد طبیعت والے پر ظاہر نہیں ہوتے اور اس وجہ سے بھی ان کو باقرؑ کہا جاتا تھا کہ وہ علم کے باقر اور جامع اور مشہور کرنے

والے تھے اور اس کو بلند فرمانے والے تھے۔ جناب امام کا سینہ صاف تھا علم روشن نفس پاک اور خلقت شریف تھی۔ اُن کے اوقات خدا کی عبادت میں معمور تھے ان کے اقوال نہایت کثیر ہیں۔ امام سناوی اپنی طبقات مناوی اپنی طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ کا لقب باقرؑ اس وجہ سے ہوا کہ آپ نے علم کو شگافتہ کیا اور باقر مشتق ہے بقر سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں۔

ولادت سے لیکر سن رشد تک کے حالات

آپ کی ولادت کے متعلق طبقات میں لکھا ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ مدینہ میں غرّہ رجب قبل شہادت امام حسینؑ پیدا ہوئے۔ امام محمد باقرؑ کا سن مبارک واقعہ کربلا کے وقت چار برس سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا۔

واقعہ شہادت امام حسینؑ کے بعد سے آپ ہمیشہ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ کے ہمراہ رہے اور کامل ۳۵ برس تک والد کی زیر سرپرستی علوم کی تحصیل فرمائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؑ کی تحصیل کا زمانہ اگرچہ کسقدر سہولت اور اطمینان سے گذرا مگر تاہم خدشات سے خالی نہیں کہا جا سکتا۔

امام زین العابدینؑ نے تمام امور سے دست بردار ہوکر محض گوشہ نشینی اختیار فرمائی اسی میں اپنی مقدّس حیات کے زمانے کو تمام کر دیا۔ اسی تنہائی وغیر سروکاری کے زمانے میں امام زین العابدینؑ فرائض عبادت کی ادائیگی کے بعد اپنا تمام وقت اپنے نور نظر کی تعلیم و تربیت میں صرف فرماتے تھے۔ ان ذواتِ مقدسہ کو کسی ظاہری تعلیم کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی ان کی تعلیم کے تمام ذریعہ وہبی ہوتے ہیں کسبی نہیں۔ مگر اسکے ساتھ ایک امام کو اپنے نائب اور قائم مقام کی تعلیم بھی ضرور تھی جو خاص کر اسرار ربانی اور موز یزدانی کے متعلق ہوتے ہیں اور جنکے جاننے اور سمجھنے کی

تکلیف عموماً تمام لوگوں کو نہیں دی گئی کیونکہ وہ امور مخصوص طور پر منصب امامت اور درجہ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہمیشہ سے خاصان خدا کے مقدّس دائرہ میں ہمیشہ سے جاری ہے انبیاء مرسلینؑ میں کوئی مقدّس ایسا نہیں گذرا ہے جسنے اپنے نائب اور قائم مقام کو ان امور کی تعلیم نہ پہنچائی ہو۔ خدا کا ہر نبی مرسل اپنے نائب کی تعلیم کو اپنے ذمہ فرض سمجھتا تھا۔

جناب رسالتمآبؐ کے حالات دیکھیں تو پورے طور سے معلوم ہوجائے گا۔ اس تعلیم کی تکمیل آنحضرتؐ نے کس اہتمام اور کس احتیاط سے مختلف اوقات میں متفرق مقامات پر اپنے قائم مقام اور وصی امیر المومنین علیؑ کو ایک ایسی خلوت کی صحبت میں کی جہاں ازواج تک کے آنے کی اجازت نہیں تھی ان امور کی تعلیم دی۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں ایک روز آنحضرتؐ علیؑ کو ہمراہ لئے ہوئے مرے گھر تشریف لائے آنحضرتؐ علیؑ کے پنجہ میں پنجہ ڈالے ہوئے تھے۔ اس دن میرے گھر کی باری تھی اور مجھ سے فرمایا! ام سلمہ تم کوٹھری خالی کر کے باہر چلی جاؤ میں باہر ہوگئی اور دونوں سرگوشی کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور مجھے ان دونوں کی آواز سُنائی دیتی تھی لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی میں نے بڑھکر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی فرمایا! اندر مت آؤ اور اپنی جگہ پر بیٹھی رہو اور ظہر کا وقت آگیا میں اپنے مقام پر بیٹھی رہی جب مغرب کا وقت آیا سورج ڈوبنے لگا میں نے اپنے دل میں سوچا اب نماز کیلئے تشرف لے جائیں گے میں نے اس دن سے زیادہ طولانی دن نہیں دیکھا۔ میں نے بڑھکر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت نے اجازت دی اور میں حجرہ میں گئی اور دیکھا جناب علی مرتضیٰؑ آنحضورؐ کے زانو پہ ہاتھ رکھے ہوئے اور حضرت کے کان کے پاس منہ لگائے باتیں کر رہے ہیں اور حضرتؐ کا منہ علیؑ کے کان سے لگا ہوا ہے اور علیؑ کہہ رہے ہیں میں اسی طرح کروں گا۔ اسکے بعد جناب علی

مرتضیٰؑ باہر تشریف لے گئے آنحضورؐ نے فرمایا ام سلمہؓ شکایت نہ کرو پروردگار کی طرف سے جبرئیل آئے تھے اور یہ حکم لائے تھے کہ علیؑ کو میں اپنے پیچھے وصیّت کر جاؤں۔ میں علیؑ اور جبرائیل کے درمیان واسطہ تھا۔ جبرائیل میری داہنی جانب تھے اور علیؑ بائیں جانب جو کچھ کہ مجھے جبرئیل کہتے تھے میں علی گ کو ان اُمور سے کہ میرے بعد تا قیامت کے روز تک ہونے والے ہیں آگاہ کر رہا تھا ہر نبیؐ کیلئے ایک وصی ہوتا ہے پس میری عترت اور میری اہل بیتؑ سے میری امت میں علیؑ میرے وصی ہیں۔ یہ تو گھر کی بات تھی غزوۂ طائف میں بھی ایک مرتبہ اس راز داری کا ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ جو عام طور سے تاریخ اور حدیث کی تمام کتابوں میں درج ہے۔ صحیح ترمذی اور نسائی کی عبارت ہے کہ جابرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰؑ کو سرگوشی کیلئے بلایا۔ لوگ کہنے لگے کہ حضرتؐ کی سرگوشی نہیں کی بلکہ خدا نے کی ہے۔ لوگوں میں چہ مگوئیاں اور طرح طرح کی باتیں جب آپ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا! جس نے علیؑ سے حسد کیا، اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

فضائل ومناقب امام محمد باقر علیہ السلام

متاثر الباقریہ صفحہ ۲۶ پر امام محمد باقرؑ کے چند واقعات وحالات تحریر ہے کہ تذکرہ اس متبرک ہستی کا ہے جو اس سلسلہ کے پانچویں بزرگ ہے جس کے فضائل ومناقب میں یہ مخصوص وہی مقدس بزرگ ہے جس کو روایت جابر انصاری کے ذریعہ سے حضرت نبی مکرمؐ نے اپنا سلام پہنچایا ہے۔ یہی سلسلۂ نیابت رسالتؐ اور منصب امامت کے سپرد کیئے جانے کیلئے خدا کی طرف سے تجویز ہوا تھا اور جناب رسالتمآبؐ نے حکم الٰہی کے مطابق اسی مبارک خاندان اور مقدس دودمان میں اپنی نیابت اور امامت کا عہدہ تفویض کیا اور انھی حضرات اور ذوات عالیات کو خلیفتی

بعدی اثناءعشر کا اصلی مقصود اور حقیقی مفہوم قرار دیا۔ وھذا فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.

امام محمدؑ باقر کے بچپن کے حالات میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی اس ملاقات کا واقعہ عموماً تمام اسلام کی کتابوں میں معتبر اور مستند تاریخوں میں درج ہے چنانچہ ہم سب سے پہلے صواعق محرقہ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں وہو ہذا ''و کفاہ شرفہ ان ابن المدینی واسطبرانی رویا عن جابرؓ انہ قال لام الباقرؑ و ھو صغیران رسولؐ اللہ علیک مافقیل لہ و کیف ذلک قال کنت جالساً عندہ و الحسینؑ فی حجرہ وھو یقبلہ فقال یاجابرؓ یولد الحسینؑ مولود اسمہ علیؑ و اذاکان یوم القیمۃ نادی منادلبقم زین العابدینؑ فیقوم علی ابن الحسینؑ ثم بولد لعلیؑ ولد اسمہ محمد فان ادرکتہ یا جابرؓ فاقرہ منی السلام''

آپ کے شرف مراتب کیلئے یہی کافی ہے جیسا کہ امام مدینی اور امام طبرانی نے جابرؓ کی زبانی حضرت امام محمدؑ باقر کے طفولیت کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن آپ کی صغیرسنی کے زمانے میں جابرؓ کو امام محمد باقرؑ ملے جابرؓ نے کہا کہ مکہ میں ایک روز آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا ۔آپ اس وقت امام حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے تھے اور آپ کے رخسار کے بوسے لیتے تھے۔ مجھ سے ارشاد فرمانے لگے کہ جابرؓ میرے حسینؑ کا ایک فرزند ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا اور بروز قیامت ایک منادی ندا کرے گا کہ زین العابدینؑ کہاں ہیں۔ تمام اہل محشر میں انکا یہی فرزند علی ابن الحسینؑ زین العابدین اٹھ کھڑے ہونگے۔ پھر ان سے ایک فرزند ہوگا جس کا نام محمدؑ ابن علیؑ ہوگا۔ اے جابرؓ تم اس سے ملنا تو میرا اسلام اسکو پہنچانا۔

یہی روایت بجنہ علمائے علمائے اہلبیتؑ رضوان اللہ علیہم بھی درج فرمائی ہے۔ چنانچہ ملا

مجلسی علیہ رحمہ جلا العیون میں لکھتے ہیں جسکا ترجمہ ذیل میں تحریر ہے۔

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ جابر ابن عبداللہ الانصاری جو اصحاب رسول اللہ میں کبیر السن تھے اکثر مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر کہا کرتے تھے یا باقرؑ العلم اہل مدینہ یہ سُنکر کہا کرتے تھے کہ جابر مجنون ہو گئے ہیں۔ ہذیان بکتے ہیں۔ جابرؓ کہتے تھے کہ واللہ میں ہذیان نہیں بکتا بلکہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے۔ اے جابرؓ تم ہمارے فرزندوں میں سے ایک سے ملاقات کرو گے جو نسل امام حسینؑ سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام ہوگا اور اسکی سیرت میری سیرت ہوگی وہ باقرؑ علوم نبیّن ہے یعنی پھاڑنے والا اور ظاہر کرنے والا علوم انبیائے مرسلین علیہم اجمعین کا جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو تم اس کو میرا اسلام کہنا پس یہی باعث ہے جو میں اسطرح سے پکارتا ہوں۔ ایک مقام پر امام محمد باقرؑ جابرؓ کو مل گئے جابرؓ نے کہا اے میرے صاحبزادے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آئے تو کہا پیچھے جاؤ۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو کہا واللہ یہی چال ڈھال پیغمبرؐ خدا کی تھی پھر پوچھا کہ اے صاحبزادے تمہارا نام کیا ہے۔ کہا میرا نام محمدؑ ہے جابرؓ نے کہا آپ کس کے صاحبزادے ہیں آپ نے فرمایا! کہ میں علی ابن الحسینؑ کا بیٹا ہوں۔ جابرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمہیں باقرؑ ہو۔ آپؑ نے کہا ہاں میں ہی باقرؑ ہوں۔ جابرؓ نے یہ سُنکر آپکے سر کا بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جناب رسولؐ خدا نے جیسا کہا تھا ویسا پایا۔ جب جابرؓ جانے لگے تو امامؑ نے فرمایا! اے جابرؓ تم نے وہ امانت نہیں پہنچائی جو میرے جد نے تمہیں دی تھی۔ جابرؓ کو یاد آ گیا اور فرمایا میرا بھی سلام ہو نبیؐ پر آلہ الطاہرین پر۔ جابرؓ اور امام محمد باقرؑ کی ملاقات کا واقعہ ایسا مشہور اور متواتر بین الجمہور ہے کہ متقدمین سے لیکر متاخرین تک ہر طبقہ کے محدثین اور ہر زمانہ کے مورخین نے اس واقعہ کو اپنی اپنی تالیفات میں قلمبند کیا ہے۔

بعض علماء کی تصانیف سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے جابرؓ انصاری کا یہ روزانہ معمول ہو گیا تھا کہ امام علیہ السلام کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوتے تھے اور شرف زیارت سے مشرف ہو کر اپنے گھر واپس جاتے تھے۔ اس عرصہ میں اس واقف ربانی اور اس کا شف رموز یزدانی نے اکثر ایسے حقائق کی تعلیم اُن کو پہنچائی جو سوائے نبیؐ یا امامؑ کے کسی دوسرے سے معلوم ہونا قطعی طور پر ناممکن تھا۔

مگر زمانہ کی ناقدری اور اہل زمانہ کی عدم توجہی ان دنوں کچھ ایسی بڑھی ہوئی تھی جس نے بدقسمت اہل اسلام کے بہت بڑے حصہ کو ایسے باکمال اور جامع بزرگوار کی فیوض تعلیم سے محروم رکھا اور ان کی بدقسمتی کچھ ایسی ترقی کر گئی کہ وہ حضرت جابرؓ کے اس خلوص وعقیدت پر بتانے لگے اور ان کو امام عالی مقام کی خدمت میں آنے جانے سے روکتے رہے۔ یہاں تک تو نوبت پہنچ گئی کہ جب امام محمد باقرؑ جب بواسطہ اپنے آبائے طاہرینؑ کے کوئی روایت یا حدیث آنحضرتؐ سے بیان کرتے تھے تو لوگ اُسے نہیں مانتے تھے اور جب آپ فرماتے تھے کہ جابرؓ نے رسولؐ خدا سے یوں روایت کی ہے تب اسکو فوراً قبول کر لیتے تھے۔

نتیجہ: مگر استغفر اللہ ربی۔ اس ناتوجہی اور بااتفاقی نے شانِ امام کی کوئی منقصت نہیں کی بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ کے یہی بدقسمت اور محروم ازلی بادیہ ضلالت میں ہمیشہ کیلئے سرشتہ اور پریشان رہے اور ہدایت ورشادت کی حبل المتین اور صراط مستقیم ہاتھ نہ آنے والی تھی وہ نہ آئی نہ آئی۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کا زمانہ

امام زین العابدینؑ نے ۹۵ھ میں انتقال کیا۔ یہ تو فریقین میں امر مسلم ہو چکا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے بعد حضرت امام محمد باقرؑ منصب امامت پر فائز ہوئے جسکے ثبوت میں ہم کو کسی

شہادت کے درج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے صواعق محرقہ میں بذیل ذکر اولاد جناب زین العابدینؑ تحریر ہے کہ ''وخلف احد عشر ذکر واربع ایات وارر ثہ منھم علماء و عبادۃ وزھدا ابو جعفرؑ ''امام زین العابدینؑ نے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں پیچھے چھوڑیں۔ان کے علم وعبادت وزہد کی رو سے جناب امام محمد باقرؑ آپ کے وارث۔اصلی میں آپ کا بچپن ۴ سال تک امام حسینؑ کی زیر سرپرستی گذرا معرکۂ کربلا میں بھی امام حسینؑ شریک رہے اور راستہ کی صعوبتیں قید وزندان ودربار ہر ایک مقام پر امام محمد باقرؑ نے والد امام علی بن حسینؑ کے ساتھ ساتھ رہے۔کربلا کے لحہ لحہ کا زندان شام ودربار شام کو ہنگی کا پل پل مشاہدہ کیا اور شریک صعوبت رہے۔بہرحال آپ کے امامت کے زمانے میں بھی وہی مشاغل رہے جو آپ کے والد بزرگوار کے مشاغل تھے۔عبادت الٰہی اور ادوار و وظائف سے فراغت پا کر جسقدر وقت بچتا تھا وہ علوم دین اور احکام شرعیہ کی تعلیم وتدریس میں صرف فرماتے تھے اور جن سعادت مندوں کو مبداء الٰہی سے انعمات الٰہی کے حاصل کرنے کی توفیقات عنایت ہوئی تھیں وہ حاضر خدمت ہوکر آپ کی خدمت بہ فیوض حاصل کیا کرتے تھے۔ان علوم کی تعلیم سے مستفید ہوتے تھے۔علمائے اہلبیتؑ کی کتب رجال میں ان مقدس بزرگواروں کے نام نامی نہایت تفصیل سے علیحدہ علیحدہ مندرج ہیں۔ان ذوات مقدسین کے علاوہ بہت سے اہلسنت کے محدثین اور تابعین بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہکر چشمۂ علوم سے سیراب اور فیضیات ہوا کرتے تھے جن میں عطاء ابن جریح ابوحنیفہ ۔زُہری اور امام رزاعی کے نام خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے متقدر اور معتبر پیشواء کہلاتے ہیں جن کی اقتداء میں ایمان اور جن کی عقیدت عین اسلام تسلیم کی جاتی ہے۔

امام محمد باقرؑ کا کوئی تعلق سلطنت یا کاروبار ملکی کے ساتھ نہیں پایا جاتا جس طرح امام زین العابدینؑ نے کربلا سے معاودت فرمانے کے بعد امور ملکی میں کسی قسم کی مداقلت نہیں فرمائی۔اسی طرح امام باقرؑ نے اسکی طرف کسی قسم کی توجہ نہیں کی اس میں شک نہیں کہ سلاطین اموی کے پورے عروج واختیار کے زمانے میں آپ نے بھی اپنا زمانہ پایا ہےاوران کی پوری قوت واختیار کے وقت میں آپ نے اپنی حیات کے ایام بھی گذارے ہیں مگر انکی دنیاوی ہیبت و نموداری اور سطوت و جہانداری کی وجہ سے آپ خاطر فیض مآثر پر کبھی کسی قسم کے خوف یا دہشت کا احساس نہیں ہوا۔اوراطمینان سے جوامور کہ آپکی ذات قدسی بابرکات سے مخصوص تعلق رکھتے تھے۔ان کی تعلیم فرماتے تھےاورانکے اجراءاورقائم رکھنے میں سلطنت نے سخت مزاحمتوں سے کام بھی نہیں لیا۔

سلطنت کوامام کی مشورت کی ضرورت

ہم کواسلامی تاریخوں میں اُس زمانہ کا کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے امام محمد باقرؑ کی مداخلت کسی امور ملکی میں ثابت ہوتی ہو۔صرف ایک موقع پرعبدالملک یا ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں آپ کا ذکر پایا جاتا ہےجس کی اجمالی کیفیت یوں ہے کہ قیصر روم نے مخالفت اسلام یا غرور سلطنت کے باعث سے عبدالملک کولکھ بھیجا تھا کہ اب جوسکہ ہمارے ملک میں ڈھالے جائیں گےاس میں مخالف اسلام کلمات منقوش کرائے جائینگے۔

اُس نے یہ دباؤاس وجہہ سے دکھلایا تھا کہ اس وقت تک بلاداسلامیہ میں ضرب دینار کا رواج قائم نہیں ہوا تھااوررومی سکوں کا چلن جاری تھا۔اہل اسلام مجبور ہوکرآخر کارانہی سکوں سے اپنا کام نکالتے تھے۔عبدالملک نے یہ اعلان پڑھکر ایک بہت بڑے شورے کی مجلس قائم کی جس

میں نامی اکابر وضادید عرب جمع ہوئے۔ان حاضرین میں جناب امام محمد باقرؑ بھی تھے۔ضرب دینار کی تجویز منظور ہوکر جب اس امر کے تصفیہ اور تنقیح پر بات آگئی کہ اب اسلامی دینار کی کیا صورت ہونی چاہیے۔تو امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا! کہ اسلامی سکہ کے ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری جانب محمدؐ رسول اللہ ہونا چاہیے۔چنانچہ یہی امر تسلیم کیا گیا اور اسی دن سے اسلامی سکہ اجمالی نے رواج پایا۔

ایسا ہی ایک واقعہ ہشام ابن عبد الملک کے زمانے سلطنت میں پیش آیا جس میں فرمانروائے عصر کو امام زمانہ اور حجت خدا کی استمداد و استعانت اور ارشاد و ہدایت کی سخت ضرورت واقع ہوئی۔اسکی تفصیل یہ ہے کہ ہشام کے زمانے میں شام وعراق کے آنے والے حجاج کو مکہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت مصیبت کا سامنا ہوا کرتا تھا۔غریب حجاج اس منزل کی بے آبی اور اپنی اضطراب و بیتابی کا خیال کر کے منزل دو منزل پہلے سے اپنا سامان جمع کرلیا کرتے تھے کہ اس منزل تک کفایت کر سکے۔مگر بعض اوقات یہ انتظامات بھی ناکافی ثابت ہوجاتے تھے۔اور بہت سے غریب حجاج پانی نہ ملنے سے اس منزل پر جاں بحق تسلیم ہوجاتے تھے۔اس مصیبت کی شکایت اہل اسلام میں ہمیشہ بنی رہتی تھی۔ وہاں کی زمین بھی حجاز کی تمام زمینوں سے ایسی سنگلاخ تھی کہ وہاں زمین سے پانی نکالنا گویا آسمان سے پانی لانا تھا۔آخرکار حجاج کی اس ناقابل برداشت مصیبت پر سلطنت نے توجہ کی اور وہاں ایک بہت بڑے کنوئیں کھودے جانکا حکم دیا۔ہشام نے اس کنوئیں کی تعمیر کا اہتمام خود اپنے ذمہ لیا اور اپنے میر عمارات کو مزدوروں اور کام کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اس مقام پر بھیجا غرض کہ محکمہ عمارت کا سلطانی عملہ اس مقام پر پہنچکر اپنے کام میں مصروف ہوا۔خدا خدا کر کے کام کرنے

والے پانی کی سطح سے قریب پہنچے تو پھراس دشواری سے سامنا ہوا جس کا دفیعہ انسانی قوتوں سے قطعی محال تھا۔

اسکی صورت حال یہ ہوئی کہ جب یہ کام کرنے والے کام کرتے ہوئے سطح آب کے قریب پہونچے تو یکا یک اسکی ایک جانب سے سوراخ ہوگیا اور ایک ایسی گرم اور جھلسا دینے والی ہوا پیدا ہوئی جس سے تمام کام کرنے والوں کے بدن جلنے لگے اور شدت حرارت سے قریب تھا کہ ان کے بدن پر آبلے پڑ جائیں۔ان کے دم رکنے لگے اور بدن جلنے لگے۔آخر یہ نوبت پہنچی کہ وہ جماعت کی جماعت دم کے دم میں بیدم ہوکر وہیں ٹھنڈی ہوگئی اوران میں سے کوئی بھی جانبر نہ ہوسکا۔اوپر کے لوگ دیر تک ان نیچے کام کرنے والوں کا انتظار کرتے رہے۔جب کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی تو تفحص احوال کی غرض سے اُن میں سے اکثر کنوئیں کے اندر اُترے ان کی بھی وہی حالت ہوئی۔غرض کہ جو اُترا وہیں فنا ہوا اور جو گیا وہیں رہا اور پھر لوٹکر اس کی آواز تک اوپر نہ آئی۔جب تمام عملہ کے لوگ دوثلث سے بھی زیادہ ضائع ہوگئے اورانکی ہلاکت کی کوئی وجہ نہ معلوم ہوسکی تو میر عمارت نے مجبور ہوکر اپنے کار متعلقہ سے ہاتھ اٹھایا اور ہشام ابن عبدالملک کے دربار میں آکر سارا ماجرا کہہ سنایا۔

اس خبر وحشت اثر کے سُنتے ہی تمام دربار میں سناٹا چھا گیا اور ہر شخص اپنی اپنی استعداد اور حیثیت کے مطابق اسکے اسباب و باعث ڈھونڈنے لگا۔بہر حال صاحبان عقل وحکمت عُلماءو فضلاء قوی دل والے پُر ہمت بہت سے اجل رسیدہ آدمی بھی کئی بار بٹھلا گئے۔مگر کوئی حل نہ نکلا مگر چونکہ کنویں کی ضرورت لازمی اور ناگزیر تھی ہشام نے اس مہم کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ وہ دمشق سے مکہ آیا اور ایک بہت بڑی جماعت تشکیل دی اوراس میں ہر طبقہ کے لوگوں کو جمع کیا۔انہی

لوگوں میں امام محمد باقرؑ بھی تھے ہشام نے ان سب کے سامنے صورت واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ کہہ سنایا امامؑ نے تمام واقعہ سنکر فرمایا۔ بے شک یہ ایک ایسے سرّ خداوندی کے بارے میں ہوگا جسے جاننے اور پہچاننے سے عقل انسانی بالکل مجبور ہے اور عاری ہے ۔لوگ تو خاموش ہوگئے مگر ہشام نے اصرار کیا تو امام نے ارشاد فرمایا میں مشاہدہ کرکے جواب دونگا۔ ہشام نے منظور کیا ۔آپؑ نے وہ مقام دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اہل احقاف کے رہنے کی جگہ ہے اور اہل احقاف وہ گروہ ہے جو امم سابقہ کے قدیم زمانے میں معذب بہ عذاب الٰہی ہو چکا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں انکی آبادی تھی ۔یہیں وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔امتداد ایام کی وجہ سے انکی زمین ہمارے زمانے میں اتنی نیچے پڑ گئی ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ تعداد ایام اس قادر توانا کے کسی فعل میں کوئی تغیر نہیں پیدا کرسکتا اس لئے اگر چہ اہل احقاف کے واقعات کو ایک مدت مدید گزر چکی ہے مگر اس وقت تک ان کے اس عذاب کے جس میں وہ گرفتار تھے آثار ابھی تک ویسے ہی قائم و باقی ہے یہ گرم اور جھلسا دینے والی ہوا جو اتنے لوگوں کی ہلاکت کا باعث ہوئی ہے وہ وہی ریح عقیم ہے جو خدا کی طرف سے اس قوم زبوں افعال کے تباہ و برباد کرنے کے لئے مسلط ہوئی تھی جسکا ذکر تمہارے خدا نے کتاب مقدس میں بھی کیا ہے تم نے اسے کئی بار پڑھا ہوگا مگر اسکی ماہیت سے واقف نہ ہوسکے میں نے تم کو اسکی پوری ماہیت بتلادی اور پوری کیفیت دکھلادی۔مناسب ہے کہ تعمیر چاہ کا کام اس مقام پر رکادیا جائے اور یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہٹ کر کنواں کھودا جائے وہاں کوئی دشواری تمہیں نہ ہوگی اور آسانی سے پانی نکل آئے گا۔ چنانچہ ہشام نے ایسا ہی کیا گیا اس کنویں کو بھر دیا گیا اور دوسرے مقام پر کنواں کھودا گیا۔(حیات القلوب ج ۲، بیان ریح عقیم سورہ احقاف)

ہشام کا امام محمد باقرؑ سے مناظرہ

ہشام نے کہا! میں نے سُنا ہے حضرت علیؑ اپنے کو عالم غیب کہتے تھے حالانکہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے میرے سواء کوئی علم غیب نہیں جانتا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا نے کہا! یہ تو تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ پر جو کتاب نازل کی اس میں ازل سے ابد تک کا تمام علم ہے۔ ارشاد قدرت ہے۔ **نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ** (النحل ۱۶:۸۹) ''ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ ہشام نے کہا! ہاں قرآن میں تمام علم موجود ہے۔ بابا نے فرمایا۔ پھر کوئی ایسا عالم تو ہونا چاہیے۔ جس کے پاس قرآن کا تمام علم ہو۔ ہشام نے کہا! ہاں ایسا عالم ہونا چاہیے۔ بابا نے فرمایا! **كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ** (یٰس ۳۶:۱۲) ''ہم نے امام مبین کو ہر شئے کا علم دیدیا ہے'' پھر ارشاد رب العزت ہے۔ **مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ** (الانعام ۶:۳۸) ہم نے کتاب میں کسی چیز کی غفلت نہیں کی۔'' ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔ وَمَا من غَائِبَةٍ فی السَّماء والارضِ اِلَّا فی کتاب مبین'' آسمان و زمین میں جو بھی آیت ہے وہ کتاب مبین میں موجود ہے (النحل ۷۵:۲۷)

جب کتاب خدا میں سب کچھ ہے تو عالم کتاب کے پاس کیسے نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے وصیت فرمادی تھی کہ علیؑ کے سواء مجھے کوئی غسل و کفن نہ دے یہ بھی سُنا ہوگا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی اور علیؑ تاویل قرآن پر جنگ کریگا اگر علیؑ تاویل قرآن نہیں جانتے تھے تو پھر تاویل قرآن پر جنگ کرنے کے کیا معنیٰ ہونگے۔ یہ بھی سُنا ہوگا کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ ''علی اقضاکم'' تم میں سب سے عادلانہ فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔

پھر تم نے عمر ابن خطاب کا یہ اقرار بھی سنا ہوگا ''لولا علی لھلک عمر'' ہشام کافی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر کہا۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ بابا نے فرمایا! جب سے تیرا حکم گیا ہے اور میں نے مدینہ چھوڑا ہے اس دن سے تمام اہل بیتؑ گھبرائے ہوئے ہیں۔ میری صرف یہی ضرورت ہے کہ ہمیں واپس جانے دے۔ (دمعۃ اساکبہ ۴۸۶ص)

حضرت امام محمد باقرؑ کے فضائل علمیہ

اسلام کی تمام مورخین ومحدثین کا اتفاق ہے کہ جتنے علوم دین دنیا میں امام محمد باقرؑ سے ظاہر ہوئے وہ اولاد امام حسینؑ اور اولاد امام حسینؑ میں سے کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے اسی وجہ سے حضرت کا لقب باقرؑ ہے۔ احکام شرع اور علم فقہ وغیرہ نے آپ سے بہت رواج پایا۔

محمد بن سلم کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں رہ کر تیس ہزار حدیثیں یاد کی۔ جابر بن عبداللہ انصاری جو حضرت رسولؐ خدا کے خاص صحابی میں ایک خاص رتبہ رکھتے تھے برابر حضرت کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور مسائل دین پوچھا کرتے تھے۔ ذیل میں اہم واقعات حضرت کی تعلیم کے متعلق درج کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ عمر بن عبید جو فرقۂ معتزلہ کا امام مانا جاتا تھا اسنے امامؑ سے دریافت کیا اس آیت کا مطلب کیا ہے۔ ''أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا '' (سورہ انبیاء۲۱:۳۰) یعنی کیا کفر والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین دونوں پہلے بستہ تھے ہم نے انکو شگافتہ کیا امام نے فرمایا آسمان بند تھا یعنی کوئی قطرہ پانی آسمان سے زمین پر نہیں برستا تھا اور زمین بستہ تھی یعنی کسی قسم کی گھاس اس سے نہ اگتی تھی۔ جب اللہ نے آدم کی توبہ قبول کی تو زمین شگافتہ ہوئی اور نہریں جاری ہوئیں درخت لہلہائے اور پھل

پھول لائے۔آسمان سے پانی برسا پس رتقاً اور فتق کا یہی مطلب ہے۔

طاوس یمانی کے سوالات: طاوسؔ یمانی نے امام محمد باقرؑ پوچھا کہ بنی نوع انسان کی ایک تہائی آبادی کب ہلاک ہوئی۔امامؑ نے فرمایا ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ تم کو یہ پوچھنا چاہیے کہ تمام انسانوں کا چوتھا حصہ کب ہلاک ہوا۔امامؑ نے فرمایا! ایسا اس روز ہوا جب ہابیلؔ کو قابیلؔ نے قتل کیا اس وقت چار آدمی تھے۔آدمؑ،حوا،ہابیل،قابیل۔پس ہابیل کے قتل سے ایک چوتھائی کم ہو گیا۔

طاوسؔ یمانی نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو تھوڑی تو حلال تھی اور بہت حرام؟ فرمایا وہ نہر طالوت تھی جس کا زیادہ پانی پینا حرام تھا۔اس نے پوچھا وہ کونسا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز ھتا۔فرمایا وہ صوم صمت تھا جو حضرت مریمؑ نے رکھا تھا یعنی انہوں نے اس روزہ میں کسی سے کلام نہ کیا تھا۔طاوسؔ نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو کم ہوئی ہے زیادہ نہیں ہوتی؟ امامؑ نے فرمایا! وہ عمر ہے ۔اس نے پوچھا کونسی چیز ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔امام نے ارشاد فرمایا وہ سمندر ہے۔پھر پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو ایک مرتبہ اڑی تھی پھر نہ اڑی؟ امامؑ نے فرمایا! وہ کوہ طور ہے جو اٹھکر بنی اسرائیل کے سروں پر سایہ کی طرح آ گیا تھا۔اس نے کہا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچی گواہی دی اور خدا نے اسکو جھوٹا سمجھا؟ امام نے فرمایا! وہ منافقوں کی گواہی تھی جو انہوں نے حضرت رسولؐ خدا کی رسالت کی گواہی دی تھی مگر خدا نے اسکو جھوٹا قرار دیا۔یعنی رسولؐ خدا کی رسالت تو سچی تھی مگر منافقوں کا کہنا اس لئے جھوٹا تھا کہ وہ دل سے نہیں مانتے تھے۔بلکہ زبان سے کہتے تھے۔

ایک شخص نے مرنے وقت وصیت کی کہ میرے مال سے ایک ہزار درہم خانۂ کعبہ کیلئے بھیج دینا۔مرنے کے بعد اسکا وصی یہ رقم لیکر مکہ آیا۔مگر حیران تھا کہ اسکو کیونکر صرف کرے لوگ اسکو ابن شیبہ کے پاس لے آئے۔اس نے کہا تم یہ روپیہ ہمکو دیدو۔تم بری الذمہ ہو جاؤ گے وہ اس

پر راضی ہوا۔ امام محمد باقرؑ کی خدمت حاضر ہوکر یہ مسئلہ دریافت کرنے لگا امامؑ نے فرمایا! خانہٴ کعبہ ان لوگوں کا محتاج نہیں بلکہ ایسے حاجی تلاش کرو۔ جنکے پاس زادراہ نہیں اور وہ اپنے گھر نہ پہنچ سکتے ہوں۔ پس یہ روپیہ انکو دیدینا۔

عبدالغفار نصرانی: عبدالغفار نصرانی ایک مرتبہ امام کی خدمت میں حسب ذیل سوالات کیئے پوچھا سچا مسلمان کون ہے؟ فرمایا جس کی زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ پوچھا کون سی عادت بہترین ہے۔ امامؑ نے فرمایا صبر پوچھا کون مومن کامل ہے؟ امام نے فرمایا جس کا خلق سب سے اچھا ہو۔ پوچھا کون جہاد سب سے بہتر ہے۔ فرمایا جس میں مجاہد کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے گئے ہوں اور اس کا خون بہا دیا گیا ہو۔ پوچھا کونسی نماز بہتر ہے؟ فرمایا جسکا قنوت طولانی ہو۔ پوچھا کونسا صدقہ زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا حرام چیزوں سے دور رہنا پوچھا بادشاہوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا تمہارے لئے بہتر نہیں۔ پوچھا میں دمشق میں ابراہیم بن ولید بادشاہ شام کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہوں کوئی خاص خرابی تو نہیں امام نے فرمایا بادشاہوں کے پاس جانا تین باتوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ محبت دنیا، فراموشیٔ مرگ اور الٰہی تقدیر پر کم راضی ہونا۔ اس نے کہا چونکہ میں اہل وعیال رکھتا ہوں۔ اس لئے کچھ نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ترک دنیا کیلئے نہیں کہتا بلکہ گناہوں کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

امام محمد باقرؑ کے بارے میں علمائے اہلسنت کے اعترافات

امام محمد باقر علیہ السلام کی تعلیم وارشادات کچھ آپ کے متابعین اور مخلصین کے دائرہ ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ فرقہ، مخالفین کے متقدین محدثین نے بھی جو تابعین کے معزز اور مقتدر القاب سے آج تک یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کے فیضان علوم سے برابر مستفیض ہوئے ہیں۔ ان

میں سب سے پہلے تو امام آعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت کوفی ہیں۔ جو طریقۂ حنفیہ کے مقتدا اور پیشواء ہیں اہل اسلام میں سب سے زیادہ لوگ انہیں کی تقلید کرتے ہیں امام صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا وہ جناب امام محمد باقرؑ کی خدمت سے جیسا کہ عام طور سے تمام اسلامی تاریخوں میں ان کی تحصیل علوم کے متعلق پایا جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی شبلی نعمانی سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑھ بھی اس امر کا اعتراف سیرۃ النعمانؔ اور المامونؔ میں نہایت فخر ومباہات کے ساتھ کرتے ہیں علامہ سبطؔ ابن جوزی۔ تذکرۃ الاخواصؔ الامۃ میں قاضی ابو یوسفؔ کی اسناد سے امام ابوحنیفہؔ کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ اُن کی اصلی عبارت یہ ہے۔

"قال ابو یوسف قلت لیبی حنیفه بقیت محمد ابن علیؑ قال نعم سئیالته یوما اراد اللّٰه المعاصی فقال انعصے اللّٰه مهرا قال ابو حنیفه فمادائت جو ابا افخم" (تذکرۃ خواص الامتر)

ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ نے جناب امام محمد باقرؑ کو دیکھا تھا انہوں نے کہا! ہاں میں نے ایکبار پوچھا آیا خدا امعاصی کا ارادہ کرسکتا ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو کام کہ آدمی معاصی سے کرتا ہے وہی کام خدا بالعوض اس معاصی کے قہر سے کرسکتا ہے۔ ابوحیفہ کہنے لگے کہ میں نے آج تک کوئی جواب اس جواب سے بڑھکر شاندار نہیں دیکھا ہے۔

صاحب ارجح المطالب صاحب ارشاد کا قول نقل کرتے ہیں "لم یظهر عن احد من علم الدّین و السنین و علم القرآن و السّر و الفنون و الادب مآظهر عن ابی

جعفر محمد الباقر علیه و آبائه السلام

صاحب ارشاد کا قول ہے کہ جسقدر علم دین سنن، علم القرآن، سیر اور فنون ادب وغیرہ ابو جعفر محمد باقرؑ سے ظاہر ہوئے ہیں اور کسی سے بھی نہیں ہوئے۔ علامہ سبط ابن جوزی امام محمد باقرؑ کے ذکر میں تحریر کرتے ہیں۔ **قال عطا ابن واصل مارائت العلمآء عند احد صغیر منظم کعند ابی جعفر بقدر رائت الحکم عنده کان مغلوبا''**

عطا ابن واصل کہتے ہیں کہ میں نے علماء کو از روئے علم کے کسی کے پاس اسقدر اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جسطرح کہ وہ اپنے آپ کو جناب امام جعفر محمد باقرؑ کے روبرو سمجھتے تھے میں نے حکم کو انکے سامنے مغلوب پایا ہے۔

طبقات میں امام ذہبی ان لوگوں کی تفصیل میں جن لوگوں نے آپ سے اخذ علوم کیا ہے لکھتے ہیں ''**وعنه ابنه جعفر صادق علیه السلام و عطا ابن الجریح و ابن حنفیه والاوناعی والدهری** ''ان لوگوں میں امام زہری اور امام ابوحنفیہ مخصوص وہ حضرات ہیں جنکی ذات پر سواد اعظم اہلسنت کے علم الحدیث وعلم الغیضہ کا دارومدار منحصر ہے۔ امام زہری تو وہ ہیں جو علم الحدیث کے اوّل متبدوں اور ابوحنیفہ کے متعلق جو امام اعظم کا مرتبہ ہے وہ میرے لکھنے کا محتاج نہیں سب کو معلوم ہے۔

امام بخاری کے استاد حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء'' میں امام محمد باقرؑ کا تذکرہ یوں کیا ہے''**انه علیه السلام الحاضر الذاکر الخاشع الصابر ابو جعفر محمد بن علیؑ الباقر علیه السلام و قالوا الکریم ابن الکریم ابن اکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراهیم کذالک السید ابن السید ابن السید محمد**

ابن علی ابن حسین ابن علی ''
حاضر دماغ، ذکر خدا میں مصروف، مصائب پر صابر اور خوف خدا کے مالک ابوجعفر محمد ابن علی تھے جسطرح کہا جاتا ہے کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم اسی طرح امام باقرؑ کیلئے میں کہوں گا سید ابن سید ابن سید ابن محمد ابن علی۔ فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا آپ کے سلسلہ ذکر میں تحریر فرماتے ہیں ''امام بارع مجمع جلالہ وکمالہ'' آپ امام روشن تھے یعنی آپ مجمع فضل وکمال تھے۔ آپ کے کلام صداقت انضمام کی ذیل میں لکھتے ہیں ''ومن حلہ سلاح الایّام فتح الکلام'' ایضاً یا بنّی ایاک والکسل والضجر فانھما مفتاح کل شر۔
عطاء ابن واصل کہتے ہیں کہ میں نے علماء کو ازروئے علم کسی کے پاس اسقدر اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح کے وہ اپنے آپ کو جناب امام محمدؑ باقر کے روبرو سمجھتے تھے۔ میں نے حکم کو ان کے سامنے مغلوب پایا ہے۔

زید ابن حسن بن حسنؑ کی مخالفت

دنیا بہت بُری شئے ہے۔ ہشام تو غیر تھا اسلئے ان کے فضائل اور کمال علمی کو اپنی آنکھوں نہ دیکھ سکا۔ قیامت ہوئی کہ خود غرض طمع دنیاوی اور نفسانیت نے گھر والوں میں بھی ان حضرات کی مخالفت پیدا کردی اور آپ کے وہ قدیم دشمن (سلاطین بنی امیہ) جو ہمیشہ ان حضرات کے استعمال اور نام مٹانے کی فکروں میں لگے رہتے تھے۔ یہ خبر پا کر اپنے ارادوں میں اور قوی ہوگئے اور ان کو اچھی طرح اپنی سازش اور قابو میں لا کر انہیں کے ذریعہ سے جو ان کے دلی مقصود تھے۔ اس کی تعمیل پر آخر کار قادر ہوگیا۔
اگر تحقیق سے کام لیا جائے تو یہ مخالفت بھی کوئی نہیں تھی منصب امام کو بھی خوامخواہ دنیا کی

نموداری اور ثروت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ لیا تھا اور ہر شخص اہلبیتؑ ہونے کے ساتھ منصب امامت کا دعویدار ہوتا تھا۔ عام اس سے کہ امام ہونے کی قابلیت امام ہونے کی حیثیت اور امام ہونے کی صلاحیت ان میں ہو نہو مگر وہ امامت کا دعوٰے ضرور کرینگے۔ حقیقت میں خودغرض اور نفسانیت نے انکی طبیعتوں تو جادہ اعتدال سے علیحدہ کر دیتا تھا۔ وہ نہ امام کو پہچانتے تھے اور نہ صفات امام کو جانتے تھے۔

زیدؔ ابن حسن اور اوقاف علیؑ

کتاب کافی کی شرح صافی میں لکھا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے ۱۰۰ ہجری یا ۱۰۱ ہجری میں حامل مدینہ کو جس کا نام ابی حزم تھا لکھ بھیجا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے موقوفات کی فہرست جمع کر کے بھیجدو۔ ابن حزم نے موقوفات علیؑ کی تیاری کے وقت اسنے زید ابن حسن کو جو اس وقت باعتبار سن تمام بنی ہاشم میں بزرگ تھے بلایا اور ان سے فہرست مطلوبہ طلب کی انہوں نے اسکے جواب میں کہا کہ میرے پاس کیا ہے جو کچھ ہے وہ علیؑ کے بعد حسنؑ اور انکے بعد حسینؑ اور اب انکے بعد محمد باقرؑ کو ملا ہے۔ یہ سنکر بنی حزم نے تو ان کو رخصت کیا اور امام محمد باقرؑ سے فہرست طلب کی۔ آپ نے دیدی۔

زید کی چھیڑ چھاڑ اسی وقت سے شروع ہوگئی۔ جیسا کہ صافی میں تحریر ہے کہ بعض اصحاب نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زیدؔ جانتے تھے لیکن حسد اپنی جگہ سے ابھارتا تھا۔ وہ دنیا کو باطل کے ساتھ طلب کرتے ہیں یعنی امامت کی آڑ میں دنیا طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح زید نے ہشام کے زمانہ سلطنت میں انہوں نے کھل کر قاضی مدینہ کے پاس ان اوقاف خاندانی کی نسبت اپنا پورا دعوٰی پیش کر دیا۔

امام محمد باقرؑ سے زید ابن حسنؑ ابن حسنؑ کا محاکمہ

مآثر الباقریہ صفحہ ۹۱ پر تحریر ہے کہ زید حضرت امام محمد باقرؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چلئے قاضی شہر کے پاس چلیں۔ جب آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے زید کو کھڑا کر کے نصیحت کرنی شروع فرمائی اور فرماؤ اس دعویٰ ناحق سے باز آؤ اور دوستان خدا سے بے سبب مخاصمہ نہ کرو۔ اگر تم چاہو تو تمہیں معجزہ دکھلا دیں۔ اچھا لو تمہارے ہاتھ میں ایک چھری ہے جسے تم مجھ سے پوشیدہ کئے ہو اور ہو میرے استحقاق پر گواہی دیگی۔ چنانچہ اس چھری نے گواہی دی۔ پھر آپ نے اس پتھر سے شہادت دلوائی جس پر آپ اور زید کھڑے ہوئے تھے۔ پھر ایک درخت سے بھی آپ نے ایسی ہی گواہی دلوائی۔

زید ان متواتر اعجاز کو دیکھ کے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا یہ حالت دیکھ کر امام محمد باقرؑ نے ان کو زمین سے اٹھایا مگر برا ہو اس موذی نفس کا جس نے اتنے معجزات کے مشاہدہ کرنے پر بھی زید کے قلب پر کوئی اثر نہ ہونے دیا۔ بلکہ برعکس اسکے آتش حسد و نفسانیت اور مشتعل ہوگئی۔ (مآثر الباقریہ فوق بلگرامی، ص ۹۱)

زید کا شام جانا اور ہشام سے حضرت امام باقرؑ کے خلاف میں سازش

اس واقعہ کے بعد زید ابن حسن اسی دن مدینہ سے اٹھے اور ہشام کے پاس شام میں پہنچ گئے اور پہنچتے ہی ہشام سے کہنے لگے کہ میں ایک ایسے جادوگر کے پاس سے آ رہا ہوں کہ اس کا زندہ چھوڑنا تمہارے لئے کبھی حلال نہیں ہو سکتا پھر ساری روداد کہہ سنائی

استغفر اللہ ربی واتوب الیہ دنیا کی دولت چاہے وہ مقدار میں کتنی ہی کیوں نہ ہو مگر اس کی طمع ایسی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ انسان سے جو نہ کرائے وتھوڑا ہے۔ زید کے گھر میں زمانہ

کے خانہ براندازوں نے چھوڑا ہی کیا تھا جسکا شمار املاک واقطاع دنیاوی میں کیا جاتا۔ دو چار زمین کے ٹکڑے باقی رہ گئے تھے جو موقوفات میں داخل تھے اور انپر بھی چاروں طرف سے مخالفوں کے دندان آز تیز تھے۔

اس میں شک نہیں کہ ان موقوفات کا انتظام امام وقت سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ حضرات خدا کی عدالت مجسم تھے اسکے محاصل کو کبھی اپنے ذاتی مصارف میں نہیں اٹھاتے بلکہ اپنے متعلقین و متوسلین اور سائر بنی ہاشم کی خبر گیر پرورش اسی سے ہوتی تھی مگر یہاں تو زید ابن حسن کا نفس مطلب دوسرا تھا وہ تو یہ کہتے تھے کہ امام حسنؑ کی اولاد ہم ہیں۔ اسلئے ہم کو امر امامت کے ساتھ تمام موقوفات کا بھی ولی بالتصرف ہونا چاہیے نہ کہ اولاد امام حسینؑ۔

ہشام نے زید شام پہنچنے کے بعد خوب آؤ بھگت کی اور ان کے کہنے کے مطابق عامل مدینہ کو لکھ بھیجا کہ امام محمد باقرؑ کو گرفتار کر کے شام بھیجدو۔ ہشام نے ایک دن خلوت میں زید سے پوچھا کہ میں نے جناب امام محمد باقرؑ کو بُلا بھیجا ہے اور وہ آ گئے اور میں نے تم کو انکے قتل کا حکم دیا تو تم کیا ان کو قتل کرو گے؟ زید نے کہا! ہاں میں ان کو قتل کروں گا۔ اس واقعہ سے زید کی نفسانیت اور ہشام کی نیت پورے طور سے معلوم ہوگئی۔ زید کی آمادگی دیکھ کر ہشام نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ امام محمد باقرؑ کو بلا کر انھی کی ہاتھوں سے قتل کرائیں۔ ہم علیحدہ ہو جائیں۔ گھر کا خون گھر ہی کے سر جائے۔ خیریت ہوگئی کہ ہشام کا یہ ارادہ ظاہری طور پر پوراہ ہوسکا۔ ورنہ زید کی موجودہ نفسانیت اور مخاصمت سے اس امر عظیم کا ارتکاب اسوقت مقام استعجاب نہیں تھا۔ جب ہشام کا یہ فرمان عامل مدینہ کے نام پہنچا۔ تو وہ ہشام کی اس تحریر کو پڑھکر سخت متعجب ہوا۔ اسنے ہشام کے نام فوراً اس مضمون میں جواب لکھا۔

خط کا جواب: اے ہشام میں جو اس وقت لکھ رہا ہوں وہ از روئے مخالفت و نافرمانی نہیں ہے بلکہ محض نصیحت و خیر خواہی سے لکھتا ہوں۔ جن کو ذلت رسانی کا حکم تو نے دیا ہے اور جن کو تو نے طلب کیا ہے۔ وہ ایسے بزرگ ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص عفت نفس، زہد و ورع اور عبادت میں ان کا مقابل نہیں ہوسکتا۔ جب وہ جناب محراب عبادت میں صدائے تلاوۃ و قرآن بلند کرتے ہیں اس وقت وحشیان، مرغان ہوا اُن کی آفریں سنکر آتے ہیں۔ ان کی تلاوت مثل داؤدؑ علیٰ نبینا ع کے ہے جبکہ وہ زبور پڑھتے تھے اور وہ جناب دانا ترین مردم اور بہت نرم دل اور تفرع و زاری و عبادت میں سعی کنندہ ترین مردم ہیں۔ خلیفۂ وقت کے لئے میں کسی طرح مناسب نہیں جانتا کہ ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگ سے معترض ہو کے اسکے ایذاء رسانی کیجائے۔ اسلئے کہ مجھے خوف ہے کہ دولت و عمر خلیفہ کو مبادا کوئی گزند پہنچے کیونکہ حق سبحانہ اپنے بندوں پر اپنی نعمت کو کبھی متغیّر نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے حالات کو اس کے شکر نعمت سے خود متغیّر نہیں کر لیتے۔

عامل مدینہ کا خط جب ہشام کے پاس پہنچا تو اسکو خوف ضرور پیدا ہوا اور وہ آپکے علانیہ قتل کرنے سے تو باز رہا۔ مگر در پردہ اپنی کوششیں عمل میں لاتا رہا جیسا کہ آئیندہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام محمد باقرؑ سے اسلحۂ رسولؐ کی طلبی

ہشام کی چالیں ملاحظہ ہوں عامل مدینہ کا خط پڑھکر پھر زید سے ہشام نے پوچھا کہ آیا کوئی بہانہ دوسرا تمہارے ذہن میں ایسا آتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے میں جناب امام محمد باقرؑ سے انتقام لوں۔ زید نے کہا ہاں اُن کے پاس شمشیر رسول اللہ اور جمیع اسلحہ و زرہ و انگشتری و عصا و دیگر اشیاء از قبیل متبرکات آنحضرتؐ تا ایندم موجود ہیں کسی کو بھیج کر یہ چیزیں ان کے پاس سے

منگا بھیجو۔ اگر وہ نہ بھیجیں اس وقت ان کے قتل کی راہ مل سکتی ہے اور طعن مردم سے تم محفوظ رہ سکتے ہو۔

ہشام تو خود ان تدبیروں میں مستغرق تھا اُس نے زید کی تجویز سے اتفاق کیا عامل مدینہ کے نام پر خط لکھا گیا کہ ایک لاکھ درہم امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بھیجا کر اور اسلحۂ جناب رسالتمآبؐ ان سے لیکر ہمارے پاس بھیجدو۔ عامل مدینہ نے امام محمد باقرؑ کو ہشام کا یہ خط دکھایا۔ آپ نے وہ تحریر ملاحظہ فرما کر تھوڑی دیر تک سکوت کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم کو چند روز کی مہلت دو۔ ہم انشاءاللہ اتنے دنوں میں ہشام کی فرمائیش کی پوری تعمیل کر دینگے۔ عامل مدینہ نے اسکو منظور کر لیا۔

امام محمد باقرؑ نے اپنے وعدے کے مطابق یہ تمام چیزیں مہیا فرما کر بلکہ ان چیزوں کے علاوہ چند اور چیزیں اپنی طرف سے ملا کر عامل مدینہ کے حوالے کر دیں اور اس نے بحفاظت تمام ان چیزوں کو مدینہ سے تخت گاہ دمشق میں بھیج دیا۔

جب یہ چیزیں دمشق میں پہنچیں تو ان کو دیکھ کر ہشام بہت خوش ہوا۔ مگر جب زید کو بلا کر دکھلائی گئیں تو انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ امام محمد باقرؑ نے تمہیں دھوکہ دیا ان میں سے کوئی شئے متاع رسولؐ اللہ سے نہیں ہے۔ یہ سنکر ہشام نے پھر امام محمد باقرؑ کو لکھ بھیجا کہ ہمارا فرستادہ مال تو آپ نے لے لیا مگر جو کچھ کہ میں نے طلب کیا تھا وہ نہ دیا۔ حضرتؑ نے اسکے جواب میں لکھ بھیجا کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تمہارے لکھنے کے مطابق میں نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ اب تم کو اختیار ہے چاہے اسپر اعتبار کرو نہ کرو ظاہراً تو ہشام نے امام محمد باقرؑ کی تحریر کی تصدیق کی اور تمام اہل شام کو بلا کر یہ وہ تمام اشیاء دکھلائیں اور کہا کہ یہ سب امتعہ رسولؐ ہے اور

میرے لئے جناب امام باقرؑ نے بھیجی ہیں۔

خلاصہ کلام ہشام کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اس نے اب ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور وہ یہ تھا کہ حسب ظاہر تو امامؑ سے موافقت ظاہر کی اور زید سے یہ ٹھرائی کہ میں ایک زین میں زہر قاتل تعبیہ کر کے تمہارے ہمراہ کرتا ہوں تم اسکو میری طرف سے امامؑ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کرنا اس کے استعمال سے وہ سم قاتل ضرور ایک نہ ایک دن انکی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ آخر وہی نتیجہ دکھلائیگا جو تمہارا مقصود ہوگا۔

زید کی سفارش میں امام محمد باقرؑ کے نام ہشام کا خط

ملا محمد باقر مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ ہشام نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ میں آپ کے ابن عم (زید ابن حسن) کو آپ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آپ ان کو ادب تعلیم کریں اور وہ آپ کی خدمت میں رہیں اور ایک گھوڑے کا زین حضرت کو ہدیہ کے طور پر بھیجتا ہوں کہ آپ اس پر سوار ہوا کریں۔

بہرحال زید حاضر خدمت امام باقرؑ ہو کر وہ خط اور زین امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ نے وہ خط لیکر پڑھا اور زید کو مخاطب کر کے فرمایا اور وہ کیسا امر شنیع ہے جو تمہاری وجہ سے اور تمہارے ہاتھ سے ہونے والا ہے تمہارے گمان میں یہ ہے کہ میں اس سے واقف نہیں ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ یہ زین جس کو ہشام نے تمہارے ہاتھ میرے پاس بھیجا ہے کس درخت کی لکڑی کا بنا ہے اور اس میں کیا چیز پنہاں کی گئی ہے لیکن افسوس میری موت یوں ہی مقدر ہوئی ہے اور میرے لئے یونہی لکھا گیا ہے کہ اسی ترکیب سے میری شہادت ہو۔ اب میں دانستہ اس پر سوار ہوتا ہوں (آثار الباقریہ، ص ۹۶)

امام محمد باقرؑ اور عمر ابن عبدالعزیز کا زمانہ

دمعۃ الساکبہ ۴۷۸ صفحہ پر ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوالمقدم ہشام سے روایت کی ہے کہ جب عمر ابن عبدالعزیز مسند اقتدار پر آیا تو اس نے والی مدینہ ابوبکر بن عمر ابن حزم کو لکھا کہ چونکہ فدک نبی اکرمؐ کی ذاتی اور شخصی ملکیت تھا جو دختر رسولؐ سے غلط طور پر لے لیا گیا تھا اب فدک اولاد زہراؑ کو واپس کر دے۔ ابن حزم نے ٹالنے کی غرض سے چند سوالات کئے۔ عمر نے اسے لکھا کہ اگر میں تجھے لکھتا کہ ایک گائے قربان کر دے تو کیا تو مجھ سے اس کا رنگ عمر اور قد پوچھتا۔ میں نے تجھے صاف لکھا ہے کہ اولاد فاطمہؑ و علیؑ کو فدک واپس کر دے۔

جب بنی امیہ نے دیکھا تو انہیں برا محسوس ہوا چنانچہ کوفہ سے ایک وفد صرف اس غرض سے عمر کے پاس آیا کہ اسے ایسا کرنے سے روک دے۔ عمر نے انہیں کہا! تمہیں معلوم ہے کہ نبیؐ اکرم نے یہ فرمایا تھا۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جو بات فاطمہؑ کو ناراض کرتی ہے میں بھی اس سے ناراض ہوتا ہوں۔ سب نے کہا ہمیں معلوم ہے۔ عمر نے کہا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ فدک سرور کونینؐ کی شخصی ملکیت تھی۔ انہوں نے کہا معلوم ہے۔ عمر نے کہا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ نبی کونینؐ نے اپنی زندگی میں فدک فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا معلوم ہے۔ عمر نے کہا تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ وفات نبیؐ کے بعد شیخین نے فدک بیت المال کے نام پر بنت رسولؐ سے لیلیا تھا۔ انہوں نے کہا معلوم ہے۔ عمر نے کہا تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ فاطمہؑ نے اس کے بعد شیخین سے تادم آخر تک بات نہ کی تھی۔ انہوں نے کہا معلوم ہے۔ عمر نے کہا تم یہ بھی جانتے ہو کہ عثمان کے زمانہ میں فدک بیت المال کی بجائے میرے دادا مروان کے پاس آ گیا تھا اور پھر معاویہ نے اسے میرے دادا کی ملکیت قرار دیدیا تھا۔

انہوں نے کہا معلوم ہے۔عمر نے کہا تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ میرے دادا مروان نے فدک میرے باپ عبدالعزیز کو دیدیا تھا انہوں نے کہا معلوم ہے۔عمر نے کہا! میں بنت رسولؐ کی ناراضگی اپنے سر نہیں لے سکتا۔ میں نے بعض بھائیوں سے فدک کا حصّہ خریدا ہے اور بعض نے ہبہ کر دیا ہے اور اب میں نے پورے فدک کو اسکے حقداروں جو اولا دعلیؑ و فاطمہؑ سے میں تقسیم کر دیا ہے۔ میں نے بنی امیہ کی کوئی جائیداد اولا دعلیؑ کو نہیں دی بلکہ اولا دفاطمہؑ کی اپنی وہ جائیداد جو بنی امیہ کے پاس آ گئی تھی واپس کر دی ہے۔

شیخ صدوق کی روایت فدک کے بارے میں: شیخ صدوقؒ نے ہشام ابن معاذ سے روایت کی ہے۔ ہشام کہتا ہے کہ میں عمر کا ہم نشین تھا۔اقتدار کے بعد عمر نے منادی کرائی کہ جس کا کوئی حق ہو وہ آ کر لے لے۔

ایک دن عمر سے دربان کہا! محمد ابن علیؑ آئے ہیں۔عمر نے کہا انہیں جلدی لے آؤ جناب امام محمد باقرؑ تشریف لے آئے۔عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔امام نے پوچھا عمر کس بات سے رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔اے فرزند رسولؐ آپ لوگوں پر اموی مظالم نے رولا دیا ہے امام نے فرمایا عمر دنیا بھی دیگر بازاروں کی طرح کا ایک بازار ہے کچھ لوگ ایسا سودا لے کے جاتے ہیں جوانکے لئے سودمند ہوتا ہے اور کچھ ایسا سودا لے کے نکلتے ہیں جوان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔

کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ چیز فریب دیتی ہے جو اس وقت تجھے حاصل ہے اور وہ اس فریب میں مبتلا رہ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی زندگی پر پشیمان ہوتے ہیں کہ جو کچھ انہیں آخرت کیلئے چاہیے تھا وہ فرصت کے اوقات میں حاصل نہ کر سکے۔اور نہ ہی جس چیز سے بچنا چاہیے تھا۔اس سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

اس وقت وہ سوچتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ جمع کیا ہے ایسے افراد کیلئے کیا ہے جو ان کی تعریف تک نہیں کریں گے۔اب ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ جو چیزیں ہم ان کے دور میں چاہتے تھے کہ وہ کریں اور جن چیزوں کیلئے چاہتے تھے کہ وہ نہ کریں نہیں کرنا چاہیے اللہ سے ڈر،اور دو چیزیں بالخصوص مدنظر رکھنا چاہیے۔

اوّل: جو چیز تو چاہتا ہے کہ جب دربار خالق میں پیش ہو تو تیرے پاس ہونا چاہیے اسے حاصل کر۔

دوّم: اور جس چیز سے تجھے خوف ہے کہ دربار خالق میں اسے میرے اعمال میں نہیں ہونا چاہیے تھا اس سے دور رہ۔ اے عمر آنے والوں کیلئے دروازہ کھلے رکھ دربان ہٹادے مظلوم کی مدد کر ظالم سے انتقام لے۔عمر یاد رکھ جس شخص میں تین چیزیں ہونگی وہ کامل الایمان ہوگا۔عمر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا اے اہلبیتؑ نبوت وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا (۱) عمر انسان خوشی میں اس حد تک نہ جائے کہ خوشنودیٔ خدا کا خیال نہ رہے (۲) غصہ میں اس حد تک نہ جائے کہ حق سے تجاوز کر جائے (۳) قدرت کے وقت کسی سے ایسی چیز نہ چھینے جو اس کی نہ ہو۔

یہ سنکر عمر ابن عبدالعزیز نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا پھر ابوبکر ابن حزم والی مدینہ کے نام وہ خط لکھا جو سابقاً ابن ابی الحدید کی روایت سے پیش کیا جا چکا ہے۔

سب وشتم حضرت علیؑ اور عمر ابن عبدالعزیز: ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں عمر سے روایت کی ہے کہ میں بچپن میں عتبہ ابن مسعود کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ایک دن ظہر کے وقت میں بچوں میں کھیل رہا تھا۔اور ہم حضرت علیؑ پر سب کر رہے تھے۔میرا استاد ہمارے قریب سے گذرا میں نے کھیل چھوڑ دیا اور قرآن پڑھنے کی خاطر مسجد میں چلا آیا میرے استاد نے نماز کو معمول سے زیادہ طول دیا۔اگرچہ میں سمجھ تو گیا کہ آج استاد مجھے پڑھانا

نہیں چاہ رہا ہے لیکن وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی میں بیٹھا رہا۔ جب استاد نے دیکھا کہ میں چمٹ گیا ہوں تو اس نے نماز ختم کی لیکن منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

میں نے عرض کیا! حضور خیریت تو ہے۔ استاد نے آبدیدہ ہو کر کہا تو بھی آج تک داماد نبیؐ پر سب کرتا رہا ہے۔ میں نے کہا ہاں کرتا ہوں۔ استاد نے کہا! بھلا تجھے معلوم ہے کہ علیؑ کے شریک بدر ہونے کے بعد اللہ کب علیؑ سے ناراض ہوا ہے؟ میں نے حیرت سے استاد کی طرف دیکھا اور پوچھا! کیا علیؑ شریک بدر سے تھا؟ استاد نے کہا تجھے کیا معلوم ایک بدر پر کیا موقوف ہے۔ اسلام کی ہر جنگ تنہا علیؑ ہی نے تو لڑی ہے۔ بشمول بدر اگر علیؑ اسلامی جنگوں میں نہ ہوتا تو آج اسلام نہ ہوتا میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا! حضور! مجھے یہ علم نہ تھا۔ آج کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں میں اس خباثت میں حصّہ نہیں لوں گا اور اس کے بعد میں نے کبھی یہ جرأت نہ کی۔

میرا باپ والی مدینہ تھا۔ بڑا اچھا خطیب تھا۔ جمعہ کے دن وہ خطبہ دیتا تو میں بھی زیر منبر ہوتا تھا۔ میں اس وقت حیران ہوتا تھا۔ میں اس وقت حیران ہوتا تھا۔ جب آخری خطبہ میں میرا باپ حضرت علیؑ پر سب کرتا تھا۔ تو اس کی زبان میں لکنت اور بیان میں ایسی واضح کمزوری آجاتی تھی کہ میری طرح ہر سننے والا اسے محسوس کرتا تھا۔

آخر ایک دن میں نے پوچھ لیا کہ بابا جان آپ اپنے وقت کے بے مثال خطیب ہیں تمام خطبہ آپ اس طرح دیتے ہیں کہ سننے والے عش عش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب آپ سب حضرت علیؑ پر پہنچتے ہیں تو آپ کی زبان میں نہ صرف لکنت آجاتی ہے بلکہ آپ کا بیان بھی بودا بے مزہ ہو جاتا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے والد نے جواب دیا۔ بیٹے یقین رکھ یہ ہم ہی ہیں کہ ایسا کر رہے رہیں۔ یہ شخص

جتنے فضائل وکمالات کا حامل تھا اگر ان لوگوں کو پتہ چل جائے تو ہمیں کہیں ٹھکانہ تک میسّر نہ آئے۔ استاد سے تو میں پہلے ہی سن چکا تھا اپنے والد کی یہ بات سننے کے بعد میں نے دل میں عہد کرلیا کہ اگر اللہ نے اس حکومت میں میرا بھی حصّہ رکھا ہے اور مجھے اقتدار دیتا ہے تو اپنے اقتدار کے اولین اوقات میں سب سے پہلے سب علیؑ بند کردوگا۔

واقعۂ کربلا میں امام محمد باقرؑ کا حصّہ: امام محمد باقرؑ کی عمر ابھی ڈھائی سال کی تھی کہ آپ کو حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ وطن عزیز مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا۔ پھر مدینہ سے مکہ میں عمرہ ادا کرنے کے بعد کربلا کی صعوبت سفر اور سب کے برابر بھوک و پیاس تین دن کی برداشت کئے تمام مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کربلائے معلٰی میں جنگ صفین کی طرح تین آئمہ معصومینؑ موجود تھے۔ روز عاشور کے چشم دید گواہ ہیں اور اسکے بعد قید اور درباروں کی صعوبتیں سر برہنہ پھوپھیوں ماؤں کے ہمراہ رہے۔

امام محمد باقرؑ کے ارشادات

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں جابر جعفی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام محمد باقرؑ سے ملا تو آپ نے فرمایا! اے جابر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں کیونکہ جسکے دل میں دین خالص ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا چھوڑی ہوئی سواری اُتارا ہوا کپڑا اور استعمال کی ہوئی عورت ہے۔ مومن دنیا کی بقاء سے مطمئن نہیں ہوتا اور اسکی دیکھی ہوئی چیزوں سے نور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ مومن کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے۔ سُنو دنیا ایک سرائے فانی ہے "نزلت بہ وارحلت منہ" اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے، آج آئے اور کل گئے اور دنیا ایک خواب ہے جو کمال کے مانند دیکھی جاتی ہے اور جاگ

اُٹھے تو کچھ بھی نہیں۔

☆ آپ نے فرمایا تکبّر بہت بری شئے ہے یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا اسی قدر عقل گھٹے گی۔

☆ کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہوتا ہے۔

☆ ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔

☆ ایک ہزار عابدوں سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائیدہ پہنچا رہا ہو۔

☆ میرے چاہنے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں۔

☆ آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رُخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا

☆ سُستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے

☆ خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے

☆ انسان کو چاہیے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں

☆ دُعا سے قضاء بھی ٹل جاتی ہے

☆ نیکی بہترین خیرات ہے

☆ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے۔ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دکھائی دے (یعنی دوسروں کے عیوب اُسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کریں)

☆ جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگدستی میں دور رہے وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں

☆ تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں (۱) اپنی رضا اپنی معصیت میں (۲) کسی گناہ کو معمولی نہ جانو شائد خدا اسی سے ناراض ہوجائے (۳) مخلوقات میں کسی کو حقیر نہ سمجھو

☆ عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا ان علماء پر رحم و کرم

فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقویٰ کو فروغ دیتے ہیں

☆علم کی زکوۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دیجائے

☆قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اسکے جواب میں خاموش ہو جائے۔

☆علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاؤ۔ اسلئے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے

☆معلّم اور متعلّم کا ثواب برابر ہے۔ جسکی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ علماء سے بحث کرے یا جُہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے۔

☆خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو ورنہ حیران ہو جاؤ گے۔

☆اجل کی دو قسمیں ہیں ایک اجل محتوم، دوسرا اجل موقوف دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں

☆زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی

☆امت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلّہ کی ہے جس کا کوئی نگران نہ ہو۔

☆جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمد اللہ اور جب کوئی تکلیف ہو پہنچے تو کہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ جب روزی تنگ ہو تو کہو استغفر اللہ

☆دل کی دل سے راہ ہوتی ہے جتنی محبت تمہارے دل میں ہو گی اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں۔

تشیع جنازہ: معجزات آل محمد صفحہ ۶۵۹ زرراہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے امام محمد باقرؑ کسی قریشی کے جنازہ میں تشریف لے گئے وہ جہاں قاضی عطا بھی موجود تھا کسی عورت کی گریہ وزاری پر قاضی عطا چلا گیا آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ رہو ہم جنازہ کے ساتھ جائیں گے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا! تشیع جنازہ اس مرد مسلمان کا حق ہے وہ اس عورت کی چیخ و پکار کرنے سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ یہ

کام تو اس فضل و اجرت کیلئے ہے کہ جسکو ہم طلب کرتے ہیں کیونکہ جتنی مقدرا انسان تشیع جنازہ کرتا ہے اتنا ہی اسے اجر ملتا ہے۔ مولف کہتا ہے اس حدیث سے تشیع جنازہ کی بہت فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اگر یہ دیواریں ہماری نگاہوں کیلئے حائل ہیں اور مانع ہیں جس طرح تمہاری نگاہوں کیلئے حائل ہیں تو پھر تم میں اور ہم میں فرق ہی کیا رہا۔

حاجیوں کی حالت

دمعتسہ الساکبہ ۴۵۵ص پر اعلام الوریٰ میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک سال حج کے موقعہ پر کثرت حجاج سے متاثر ہو کر میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا! حاجیوں کی کتنی کثرت ہے اور آوازیں کس قدر زیادہ ہیں۔ امام نے فرمایا! اگر یوں کہہ تو بہتر ہے حجاج بیت اللہ کتنے کم ہیں اور شور و غل کتنا زیادہ ہے۔ کیا تو انہی آنکھوں سے میری بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے؟ پھر آپؑ نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا تو مجھے تمام میدان عرفات نظر آنے لگا۔ کہیں کہیں کوئی انسان تھا ورنہ اکثریت اپنے اعمال کے مطابق مختلف شکلوں میں تھے۔

پھر امامؑ نے پوچھا! کیا دیکھا لیا ہے۔ میں نے عرض کیا! آقا آپ نے سچ فرمایا حاجی کم ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا! اے ابو بصیر جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے اگر ہم اس کا اظہار کریں تو لوگ ہمیں خدا سمجھنے لگیں۔ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی عبادت سے کبھی تکبر نہیں کرتے، اطاعت خدا سے کبھی نہیں اکتاتے ہم اللہ کی توحید کے قائل اور معترف ہیں۔

خرائج میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ بنی امیہ سے جو بھی مرے گا چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو کر مرے گا۔ جب عبد الملک ابن مروان ہلاک ہوا تو بصورت چھپکلی مسخ ہو گیا۔ جب اسکے

بیٹوں نے دیکھا تو ڈر کے دوسرے کمرے میں چلے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ چھپکلی بھی غائب تھی۔

آخر انہوں نے لکڑی کا بت بنایا اسے کفن پہنا کر دفن کر دیا۔ اس راز سے اولاد عبد الملک کے علاوہ اللہ اور وصی رسولؐ ہی واقف ہیں (دمعتسہ الساکبہ، ج ۲،ص ۴۵۵)

منصور دوانقی کو حکومت کی پیشگوئی

دمعتسہ الساکبہ خرائج ۴۵۹ میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد نبوی میں امام محمد باقرؑ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ منصور دوانقی اور داؤد آئے۔ داؤد نے آکر پہلے سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔ البتہ منصور قریب نہ آیا۔ آپؑ نے فرمایا! یہ منصور کو کیا ہوا ہے۔ وہ یہاں کیوں نہیں آیا؟ داؤد نے کہا آپؑ تو جانتے ہیں ذرا تکبر سا ہے امامؑ نے فرمایا! ایک دن وہ بھی آئے گا۔ جب منصور تخت نشین ہوگا لوگوں کی گردین اڑائے گا۔ مشرق ومغرب پر اس کا قبضہ ہوگا کافی لمبی زندگی ملیگی اتنی دولت جمع کرے گا کہ اس سے قبل کسی نے نہ کی ہوگی۔ داؤد اٹھا منصور کے پاس گیا۔ اسے تمام بات بتائی۔ منصور آیا سلام کیا! اور آپ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہنے لگا خدا جانتا ہے میں صرف آپ کی عظمت کے پیش نظر آپ کے پاس کم آتا۔ منصور نے کہا! ہماری حکومت آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا! ہاں۔ منصور نے کہا! میری اولاد میں سے بھی کوئی حکمران ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں منصور نے پوچھا حکومت بنی امیہ کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری حکومت؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا! تمہاری حکومت کی مدت بنی امیہ کی حکومت سے بہت زیادہ ہوگی۔ تمہارے بچے حکومت سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح بچے گہند سے کھیلتے ہیں۔ جب منصور حکمران بن گیا تو اکثر امام محمد باقرؑ کی ان پیشنگوئیوں کو یاد کر کے حیران ہوتا تھا۔

خرائج میں عبداللہ ابن معاویہ سے مروی ہے کہ ایک دن مجھے آل مروان میں سے حاکم مدینہ نے بلایا۔اور کہنے لگا! مجھے تم پر اعتماد ہے اس لئے میں نے تجھے بلایا ہے کہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جو کام میں تیرے ذمہ کروں گا تو یقیناً پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔

مری خواہش ہے کہ تو امام محمد باقرؑ اور زید ابن حسنؑ سے ملاقات کر اور انہیں میرا یہ پیغام دے کہ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو وہ اچھا نہیں ہے۔ مجھے جتنی بھی اطلاعات موصول ہو رہی ہے وہ یہی ہیں کہ تم اموی حکومت کے خلاف محاذ آرائی کیلئے میدان ہموار کر رہے ہو۔ میں حاکم مدینہ سے رخصت ہو کر واپس آیا تو امام محمد باقرؑ مسجد نبوی میں تشریف لا رہے تھے راستہ میں میں ملاقات ہوگئی۔ جب میں آپ کے قریب ہوا تو مسکرائے اور فرمایا! کیا تجھے اس طاغیہ نے یہ کہکر بھیجا ہے کہ امام محمد باقرؑ اور زید ابن حسنؑ کو میرا فلاں پیغام پہنچا کے آ۔ جتنی باتیں امیر مدینہ نے کی تھیں ایک ایک بات آپ نے اسی طرح بتائی جیسے ہمارے ساتھ ہوں۔ پھر فرمایا! تو نہ گھبرا کل تک اسکی گورنری ختم ہو جائیگی۔

امام محمد باقرؑ کی دارالسلطنت دمشق میں طلبی: آپ کا تشریف لے جانا آثر الباقریہ، ص۸۷ پر علامہ فوق بلگرامی تحریر کرتے ہیں کہ علامہ مجلسی علیہ رحمہ سید ابن طاؤس علیہ رحمہ امام جعفر صادقؑ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال ہشام ابن عبدالملک حج کی غرض سے مکہ میں آیا۔ اس سال میں بھی پدر بزرگوار کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میں نے اسی روز اس مجمع عام میں بیان کیا۔

مکہ معظّمہ میں بروز حج امام جعفر صادقؑ کا خطبہ:

"الحمد لله الذی بعث محمدآبالحق نبیا و عزنابه و اصطفانه من خلقه و اختیارناقدسعد من اطاعنا وشقی من اعدتی بنا"

ایک اور روایت میں یہی واقعہ ذرا سے الفاظ کی ردوبدل سے موجود ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ہشام کو میرے اس خطبہ کی اطلاع مل گئی۔ وہاں تو اسنے کچھ نہ کہا۔البتہ جب ایام حج گذر گئے ہم واپس مدیہ آ گئے اور ہشام شام پہنچ گیا تو اس نے والی مدینہ کو حکم بھیجا کہ محمد باقرؑ اور اسکے بیٹے کو شام بھیج دے ہم شام آئے تین دن تک تو ہمیں دربار میں جانے کی اجازت نہ ملی چوتھے دن ہمیں بلایا گیا۔ جب ہم دربار میں پہنچے تو ہشام نے اپنی طرف سے دربار کو بڑا بارعب بنا رکھا تھا۔ ہر طرف مسلح سپاہی کھڑے تھے۔ ایک طرف اموی نوجوان تیراندازی کر رہے تھے۔

میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے محمد مصطفٰےؐ کو براستی وصدق مبعوث برسالت کیا اور اپنا نبی بنایا اور ہم کو بہ سبب آنحضرتؐ کے گرامی بنایا۔ پس ہم برگزیدگان خلق اور پسندیدہ گان خدا ہیں۔ روئے زمین پر خلیفۃ اللہ ہیں۔ پس وہ شخص سعادتمند ہے جو ہماری متابعت کرے اور جو شخص ہم سے مخالفت کرے یا دشمنی کرے وہ شخص شقی اور بدبخت ہے۔ ہشام کے بھائی نے خبر ہشام کو پہنچائی مگر ہشام نے اس وقت اس امر میں کسی قسم کی تحریک کو مصلحت نہ سمجھا اور ہم سے کچھ بھی معترض نہ ہوا۔

اس واقعہ کے بعد ہشام ابن عبدالملک اپنی تخت گاہ شہر دمشق میں پہنچا تو اس نے عامل مدینہ کو لکھ بھیجا کہ امام محمد باقرؑ کو مع ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ ہمارے پاس بھیج دو۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان حضرات کو ہشام کے پاس بھیج دیا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق میں پہنچے تو تین دن تک ہشام نے ہم کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی چوتھے دن ہم کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔ جب ہم نے

اسکے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھا ہوا ہے اور اپنے تمام لشکر کو اپنے یمن و یسار مسلح اور مکمل کر کے صف بستہ کھڑا کیا تھا اور وسط دربار میں ایک تو وہ تیراندازی تیار کرایا تھا اور روسائے سلطنت اسکے سامنے کھڑے شرطیہ تیر لگاتے تھے۔

دمعتسہ الساکبہ ۴۶۴ص پر اصول کافی کی روایت ابوبکر خضیری سے مروی ہے کہ جو امام باقرؑ کو ہشام نے شام میں بلایا اور تین دن بعد دربار میں آنے کی اجازت دی جب آپ دربار میں پہنچے تو ہشام نے اپنے دربار میں موجود بنی امیہ سے کہا! جب محمد باقرؑ آکر میرے پاس بیٹھ جائے تو سب سے پہلے میں سیاسی اختلاف پر اسے تنبیہ کرونگا جب میں خاموش ہو جاؤں تو تم لوگ یک بعد دیگر باری باری خوب سنانا۔ اس کے بعد ہاشم نے آپؑ کو دربار میں داخلہ کی جازت دی۔ جب آپ اندر تشریف لائے تو آپ نے بلا امتیاز السلام علیکم کہا اور بیٹھ گئے۔ ہشام یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ کیونکہ آپ نے نہ تو اسے مخصوص خلات سے سلام کہا اور نہ ہی آپ نے بیٹھنے کی اجازت مانگی۔ ہشام نے کہا اے آل محمدؑ! آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ تم لوگوں نے ہمیشہ کسی کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا اسی طرح جو اس کے منہ میں آتا وہ بکتا رہا۔ جب وہ تھک کے چپ ہو رہا تو دربار میں موجود امویوں نے باری باری سُننا شروع کیا۔

آپ خاموشی سے سُنتے رہے جب تمام لوگ خاموش ہو گئے تو آپ نے اس دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا! لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ دین وہی دین ہے جو محمد مصطفیٰؐ لیکر آئے تھے بعد اللہ وہی اللہ جس نے محمدؐ کو تبلیغ دین دین کیلئے مبعوث کیا تھا۔ جس طرح تمہارے آباء کو ہمارے آباء کے ذریعہ ہدایت دی تھی اسی طرح تمہیں بھی اللہ دین کی ہدایت ہمارے ہی ذریعہ دیگا۔ یاد رکھو! بنی امیہ یہ چندروزہ حکومت واقتدار فانی ہے۔ اگر تمہارے اوائل اس اقتدار پر ہمیشہ کیلئے ہی

براجمان نہیں رہ سکے اور آج اللہ کے ہاں ہیں۔اسی طرح تمہیں بھی ہمیشہ کیلئے نصیب نہیں ہوگا نہ تو اللہ کو کسی قسم کی جلدی ہے اور نہ ہی ہمیں جلدی ہے۔ایک دن یہ اقتدار ہمارے پاس آئے گا اور پھر کسی کے پاس نہ جائیگا۔

ہشام نے حکم دیا کہ امام محمد باقرؑ کو مع ان کے فرزند اور اصحاب کے زندان میں ڈال دیا جائے۔ جب آپؑ زندان میں گئے تو تمام قیدی آپ کے قدموں پر گر گئے اور بنی امیہ پر نفرین کرنے لگے۔ دارغۂ زندان نے ہشام کو اطلاع دی کہ اگر امام محمد باقرؑ چند دن زندان میں رہے گئے تو تمام اہل شام تیرے خلاف اُٹھ کھڑے ہونگے۔ ہشام نے حکم دیا کہ انہیں زندان سے باہر نکال کے مدینہ واپس بھیج دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ منادی کرادی کہ کوئی دکاندار فرزند رسولؐ اور انکے ساتھیوں میں سے کسی کے ہاتھ کسی قسم کی کھانے کی چیز فروخت نہ کرے۔

ملک شام کی ساری دکانیں بند ہوگئیں۔آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیرون شام آئے راستے میں شام سے ایک منزل دور عیسائیوں کی ایک بستی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ان بستی والوں نے بستی کے دروازے بند کر دیئے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ شام سے مدینہ تک تمام راستوں میں آنیوالی بستیوں میں ہشام کا شاہی حکم پہنچ چکا ہے کہ فرزند رسول محمدؐ ابن علیؑ اور اسکے ساتھیوں کو نہ رہائش کی جگہ دی جائے اور نہ کھانے کی کوئی اشیاء فروخت کیا جائے۔آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا قبلہ اب بھوک اور پیاس سے چلنا محال ہے۔

وہ بستی پہاڑ کے دامن میں تھی۔آپ اس پہاڑ پر چڑھے اور بآواز بلند فرمایا۔''یا اھل القریه الظالم اھلھا .انا بقیة اللّٰہ قال اللّٰہ تعالیٰ بقیة خیر لکم ان کنتم مومنین. بس اللّٰہ علیکم لو کیل'' ''اے بستی کے ظالم باسیوں! میں بقیۃ اللہ ہوں۔اللہ کا ارشاد ہے

اگر تم مومن ہو تو بقیۃ اللہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں تمہارا محافظ نہیں ہوں'' آپ کی یہ آواز بستی میں پہنچی تو بستی کے ایک بوڑھے شخص نے بستی والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا! یقین کرو یہ وہی دُعا ہے جو شعیبؑ نبی نے کی تھی اگر تم لوگ اس دعا پر کان نہ دھرے تو عذاب خدا کے مستحق ہو کر عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے اگر میری بات مانتے ہو تو بستی کے دروازے کھول دو۔ اس شخص کی مہمان نوازی کرو۔ میں نے آج تک تمہیں کوئی غلط بات نہیں کہی۔ لوگوں نے بستی کے دروازے کھول دیئے، امام محمد باقرؑ اپنے ساتھیوں سمیت بستی میں آئے۔ بعد میں جب ہشام کو پتہ چلا تو اس نے بوڑھے کو گرفتار کر کے اپنے پاس بلایا اور اسے سزائے موت دیدی۔

دمشق سے امام محمد باقرؑ راہ میں راہب سے ملاقات

مآثر الباقریہ ص ۸۹ پر اور خرائج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب لوگ ہشام سے رخصت ہو کر شہر سے باہر نکلے تو ایک میدان میں بہت بڑا آدمیوں کا مجمع نظر آیا۔ دریافت کیا تو معلوم کہ رہبوں اور عیسائیوں کی ایک جماعت اپنے عالم نصرانی کی زیارت کیلئے جمع ہوئی ہے جو سال میں ایک مرتبہ اس مقام خاص پر آ کر اُن کو موعظت اور ہدایت کیا کرتا ہے جناب امام محمد باقرؑ نے اپنے روئے مبارک کو ردا سے اس وجہ سے چھپا لیا تھا کہ آپ کو کوئی نہ پہنچانے اور نصرانیوں کی جماعت کیساتھ اس کوہ پر چڑھ گئے جہاں اس عالم نصرانی کا مقام تھا ہم بھی وہیں بیٹھ گئے۔ جب تمام خلقت جمع ہو گئی تو وہ عالم نصرانی اس طرح باہر لایا گیا کہ بوجہ ضعیف پیری اور نقاہت اعضاء کے اس کو ہاتھوں ہاتھ تھامے ہوئے تھے یہ شخص اتنا بوڑھا تھا کہ اس نے اپنے ابرو پٹی سے اوپر باندھ رکھے تھے۔

ایک منبر رکھا تھا (بعض روایت میں مسند بھی ہے) اس بوڑھے کو اس مسند پر بٹھا دیا گیا

بوڑھے نے خطبہ شروع کیا۔اس کی زبان میں لکنت آ گئی ۔ چند بار جب ایسا ہوا تو تمام حاضرین حیران رہ گئے وہ خود بھی پریشان ہو گیا۔اس نے پوچھا ہماری اس محفل میں آج کوئی اجنبی ہے تمام لوگوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر ہماری طرف اشارہ کیا۔ وہ بوڑھا عالم فوراً پوچھنے لگا کہ آپ ہم لوگوں میں سے ہیں یا امت مرحومہ کے لوگوں سے۔

میرے بابا نے فرمایا! امت مرحومہ سے بوڑھے پادری نے کہا! کیا آپ اس امت کے علماء سے ہیں۔ میرے بابا نے فرمایا! میں اس امت کے جہلا سے نہیں ہوں۔ یہ سُن کر اسکو تردد ہوا پھر اس نے پوچھا کہ میں سوال کروں یا آپ خود سوال کرینگے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا نہیں تو ہی سوال کر۔اس پادری نے کہا ہم کو ایسے وقت کا نام بتلایئے جو نہ دن میں شامل ہے اور نہ رات میں داخل۔آپؑ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ بین الطلوعین ہے اور وہ وقت اوقات بہشت سے ہے اور وہ ایسا وقت ہے جس وقت بیماروں کو ہوش آ جاتا ہے اور تمام درد ساکن ہو جاتے ہیں اور جسکو رات پھر نیند نہ آئی ہواُ سے اس وقت نیند آ جاتی ہے۔

نصرانی نے کہا! آپ نے سچ فرمایا! پھر نصرانی نے کہا! کہ تم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اہلِ بہشت نہ پاخانہ کرینگے اور نہ پیشاب کرتے ہیں۔ آیا ان لوگوں کی نظیر دنیا میں بھی ہے یا نہیں؟ میرے بابا نے ارشاد فرمایا! کہ ہاں دنیا میں ان لوگوں کی نظیر ان بچوں کی سی ہے جو اپنی ماؤوں کے شکم میں رہتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ وہ ماں کے شکم میں کھاتے پیتے ہیں اس کا فضلہ جدا نہیں کرتے اور جو کچھ پیتے ہیں اسکا پیشاب نہیں ہوتا۔

اب تو وہ نصرانی سخت پریشان اور پشیمان ہوا اور متعجب ہو کر پوچھنے لگا کہ آپ تو کہتے تھے کہ ہم علماء امت سے نہیں ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ میں جاہلین امت سے نہیں ہوں اس عالم

نصرانی نے پوچھا اچھا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ بہشت کے میوہ کھانے سے کم نہیں ہوئے، آیا اسکی نظیر آپ دنیا کی کسی چیز میں دکھلا سکتے ہیں آپ نے فرمایا! اسکی مثال چراغ کی ہے کہ اگر اس سے سو ہزار چراغ روشن کئے جائیں تب بھی اس چراغ کے نور میں کوئی کمی نہیں آئیگی۔

نصرانی نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر اس نے کہا! آپ مجھے ایسے دو جڑواں بھائی بتائیں جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن فوت ہوئے لیکن وقت وفات ایک کی عمر ڈیڑھ سو برس اور دوسرے کی پچاس برس تھی۔ آپ نے اسکے جواب میں فرمایا! کہ وہ عزیرؑ اور عزیرؑ پیغمبر تھے۔ یہ دونوں بزرگوار دنیا میں ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ساتھ ہی ایک ہی دن رحلت فرمائے۔ تیس برس تک یہ دونوں حضرات فی القائم رہے۔ بعد تیس برس کے خداوند تبارک تعالیٰ نے عزیزؑ کو مارڈالا اور سو برس کے بعد زندہ فرمایا اور وہ حضرت پھر اپنے برادر مقدس کے ساتھ بیس برس تک زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز انتقال کر گئے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں میرے بابا کے یہ کلام صداقت الیام سنکر اس عالم نصرانی کے تو ہوش و حواس اُڑ گئے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ حضرت نے وہاں سے مراجعت فرمائی اتنے میں اسکو ہوش آیا تو پادری کی طرف سے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے میرے بابا سے کہا۔ ہمارا پادری آپ کو بلاتا ہے۔ میرے بابا نے فرمایا! مجھے تو آپ کے پادری سے کوئی کام نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی کام مجھ سے ہے تو خود آجائے جب انہوں نے جا کر بتایا تو پادری چل کر ہمارے پاس آیا اور آپ کے قریب آ کر پوچھنے لگا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا! محمدؐ پادری نے کہا کیا آپ محمدؐ نبی ہیں۔ میرے بابا نے فرمایا! میں محمدؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ پادری نے کہا! آپ کی والدہ کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ فاطمہؑ اسنے کہا آپؑ کے والد بزرگوار کا کیا نام

ہے۔آپ نے فرمایا!علیؑ پادری نے کہا کہیں آپ اسکے پوتے تو نہیں جسے عربی میں علیؑ اور عبرانی میں ایلیا کیا جاتا ہے۔آپؑ نے فرمایا!ہاں۔پادری نے کہا آپ شبیرؑ ہیں یا شبرؑ آپ نے فرمایا میں شبیرؑ کا بیٹا ہوں۔یہ سنتے ہی وہ عالم نصرانی نے ہاتھ بڑھایا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

ہشام کو اس واقعہ کی اطلاع مل گئی اور پورے دمشق میں یہ بات پھیل گئی۔اتنے میں ہشام کا ایک قاصد آیا جسکے پاس بہت سے تحائف تھے اسنے ہمارے سامنے رکھ کر ہشام کا پیغام دیا کہ آپ ابھی ابھی اور اسی وقت دمشق سے چلے جائیں۔آپ اہل دمشق کے ذہن خراب کردینگے۔راستے میں مدین نامی بستی پڑتی تھی۔جب ہم مدین میں آئے تو ہشام کا پیغام پہلے سے پہنچ چکا تھا۔پیغام یوں تھا" تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ابوتراب کی اولاد سے دو افراد ایک بزرگ اور دوسرا بچہ آرہے ہیں جو بڑے جادوگر ہیں یہ دونوں اسلام کے مدعی ہیں لیکن اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔مجھے ڈر ہے کہیں یہ لوگ اپنے جادو کی وجہ سے اہل مدین کو ہمارے خلاف نہ کردیں اس لئے سارے شہر میں منادی کردے کہ انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے انہوں نے تمام شہر کے دروازے بند کردیئے اور فصیل پر چڑھ کر ہم پر سب وستم کرنے لگے۔حضرت علیؑ پر سب ہونے لگا۔بابا نے ہزار منت کی لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔

امام محمد باقرؑ سے تیراندازی کی خواہش

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا آگے تھے میں انکے پیچھے تھا۔ہشام نے ہمیں دور سے کہا!اے محمدؑ!ذرا ان جوانوں کے ساتھ تیراندازی کرو۔میرے بابا نے فرمایا!ہشام اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں معذرت خواہ ہوں ہشام نے کہا! آج میں تو معذرت قبول نہیں کرونگا۔آپ تیراندازی کریں۔پھر ایک شخص سے کہا تو اپنی کمان محمدؑ ابن علیؑ کو دے دے۔

دراصل اس کا مقصد امام کا مذاق اڑانا تھا اس کا منصوبہ ہی یہ تھا کہ امام ناواقف ہوتا ہے کبھی انہیں یہ شغل کا موقع نہیں ملا۔

امام فرماتے ہیں کہ میرے بابا نے کمان لی اس میں تیر رکھا اور نشانہ پر لگایا نشانہ کے عین وسط میں تیر لگا دوسرا تیر لیا وہ پہلے تیر کو چیر کر نشانہ پر بیٹھا پھر تیسرا تیر دوسرے کو چیر کر نشانہ پر جالگا۔ اسی طرح یک بعد دیگر (۹) تیرا یکدوسرے کو چیر کر نشانہ پر بیٹھے تو ہشام کو پسینے چھوٹ گئے۔ پہلو بدلنے لگا۔ حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور وہ کہنے لگا۔ واہ واہ کیا کہنے! اے محمدؑ! آپ تو پورے عالم کے مقابلے میں واحد تیر انداز ہیں میں نے آج تک کسی کا ایسا نشانہ نہیں دیکھا۔ آپ نے تو حد کردی۔

یہ تیراندازی کی تعلیم آپ کو کس نے دی ہے: امام باقرؑ نے فرمایا! پورے مدینہ سے پوچھ لے جو کسی نے میرے ہاتھ میں کمان دیکھی ہو۔ تیرے اصرار پر آج ہی کمان کو ہاتھ لگایا ہے۔ ہمیں یہ کمالات وراثت میں ملتے ہیں۔ "**ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفيناه من عبادنا**" تمام نعمت اور کمال دین ہماری وراثت ہے اور تا قیامت اس کمال کا حامل ہم ہی ہیں لامحالہ ایک رہے گا (سورہ فاطر ۳۲:۳۵) ہشام نے کہا! کیا نصب میں ہم اور آپ ایک نہیں ہیں؟ آپ بھی عبد مناف کی اولاد ہیں اور ہم بھی عبد مناف کی اولاد ہیں۔

امام محمد باقرؑ کی وصیتیں

قریب وفات جب آپ کو کسی قدر ہوش آیا تو امام جعفر صادقؑ کو طلب فرمایا آپ آئے تو ارشاد کیا کہ ایک جماعت اہل مدینہ کو حاضر کرو۔ جب وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے تب آپؑ نے امام جعفر صادقؑ سے فرمایا کہ اے بیٹا! جب میں بعالم بقاء حلت کروں تو مجھے غسل دینا اور تین

کپڑوں میں کفن کرنا کہ اس میں سے ایک ردائے حیرہ تھی۔ جسے آپ اوڑھکر نماز جمعہ پڑھتے تھے ۔دوسرا وہ پیراہن جسے آپ ہمیشہ پہنے رہتے تھے اور فرمایا کہ میرے سر پر عمامہ باندھنا۔مگر اس عمامہ کا حساب جامہ ہائے کفن میں نہ کرنا اور مقام لحد پر زمین کو میرے لئے کھود دینا کیونکہ میں جسیم ہوں۔زمین مدینہ میں میرے لئے لحد نہیں ہوسکتی۔میری قبر کو زمین سے صرف چار انگل اونچا کرنا اور میری قبر پر پانی چھڑکنا۔پس اہل مدینہ کو رخصت کیا اور گواہ کیا جب وہ لوگ باہر چلے گئے تو میں نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار جو کچھ آپ نے فرمایا تھا! میں خود اس کی تعمیل کرتا ہوں گواہوں کی کیا احتیاج تھی۔حضرت امامؑ نے فرمایا! اے فرزند اس لئے میں نے ان لوگوں کو گواہ کیا کہ وہ لوگ سمجھ جائیں کہ تم میرے وصی ہو اور امر امامت میں تم سے تنازعہ نہ کریں۔

کتاب کافی میں آپ کے متعلق یہی وصیتیں درج ہیں مگر ایک وصیت کا اضافہ فرمایا جاتا ہے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے پدر بزرگوار کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے مجھ سے ارشاد کیا کہ میں تمہیں اپنے اصحاب کے ساتھ یہ محاسن سلوک پیش آنے کے لئے وصیت کرتا ہوں۔میں نے عرض کی! کہ میں ان لوگوں میں سے کسی شخص کو کسی غیر کی ہدایت کا کبھی محتاج نہ چھوڑوں گا۔

جلا العیون میں ملا مجلسیؒ کتاب بصائر الدرجات کے اسناد سے آپکی وصایا کی ذیل میں یہ وصیت بھی درج فرمائی تھی کہ میرے مال میں سے مجھ پر رونے والوں کے لئے کچھ وقف کر دینا کہ وہ دس برس تک بمقام منےٰ موسم حج میں وہ مجھ پر ندبہ و گریہ کریں اور ہر سال ماتم داری میں تجدید کریں اور میری مظلومیت پر رویا کریں۔

مختصر یہ کہ تمام وصیتیں امام جعفر صادقؑ سے فرمانے کے بعد امام محمد باقرؑ نے ستاون (۵۷) برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ ۷ تاریخ ۱۱۴ھ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون کل شی ہالک الا وجھہ۔

امام محمد باقرؑ کی شہادت

بہر حال وہ زین رکھوالیا گیا۔ زید چلے گئے آپ اس زین پر سوار ہوئے اس میں اس قیامت کا زہر تعبیہ کیا ہوا تھا کہ فوراً تمام بدن میں سراہت کر گیا۔ جب آپ سواری سے اُتر کر آئے تو اسی سم قاتل کی تاثیر سے سارا جسم مبارک ورم کر گیا اور آثار موت ظاہر ہوئے اور نہایت شدت سے درد پیدا ہو گیا۔ تین دن اسی کیفیت سے گذرے۔ امام جعفر صادقؑ کو نزدیک بلوا کر وصیتیں فرمائیں اور آپ کی حالت اور متغیّر ہونے لگی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرحمنِ الرحِیم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

اسم مقدس : جعفرؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ

والدہ کا نام : اُم فروہ بنتِ قاسم بن محمد تھیں جو اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی بیٹی تھیں

تاریخ ولادت : ۱۷ربیع الاوّل ۸۳ھ ہجری بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۷۰۲ عسیوی

شہادت : ۱۵ رشوال ۱۴۸ھ ہجری مطابق ۱۴ دسمبر ۷۶۵ء عسیوی وقت وفات عمر ۶۵ سال تھا

مدفن : جنت البقیع

امام زین العابدینؑ کے اور امام محمد باقرؑ کے ساتھ ۱۲ برس گذرے یعنی امام زین العابدینؑ کی شہادت کے وقت آپکی عمر ۱۲ سال تھی۔

دادا امام زین العابدینؑ کے بعد والد محترم امام محمد باقرؑ کے زیر سایہ ۱۹ برس گذارے یعنی امام محمد باقرؑ کی شہادت کے وقت آپکا سن مبارک ۳۱ برس تھا۔

کنیت : ابوعبداللہ، ابواسماعیل، ابوالخاص، ابوموسیٰ

القاب : صادق، طاہر، کامل، ملتجی، صابر، فاضل

نقش انگشتری : فروع کافی کے مطابق آپ کی انگوٹھی کا نقش ''ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ''

والد محترم امام محمد باقرؑ کے بعد اپنا زمانہ امامت ۳۴ برس نصیب ہوا۔ آپ کے زمانہ کے حکمران

۱)ہشام ابن عبدالملک کا آخری زمانہ ۲)یزید ابن عبدالملک ابن مروان ۳)ولید ابن یزید ابن عبدالملک بن مروان ۴)ابراہیم بن ولید ابن یزید ابن عبدالملک بن مروان ۵)مروان عمار ابن محمد	یہ اموی حکمران تھے
۶)ابوالعباس سفاح ۷)ابوجعفر منصور دوانقی	یہ دونوں عباسی حکمران تھے۔منصور ہی نے آپ کو زہر دلوایا تھا جس سے شہادت ہوئی۔

نص امامت : اصول کافیؔ میں ابوابراہیم کنانی سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ امام صادقؑ چلتے ہوئے آئے،آپ نے فرمایا!ابوابراہیم میرا یہ بچہ ان افراد سے ہے جنہیں اللہ نے وارث کتاب ہونے کا اور امام بنانے کا وعدہ فرمایا ہے بحارؔ میں محمّد ابن مسلم سے مروی ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں امام صادقؑ بھی آگئے۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔اےئ ابن مسلم یہ ہے تیرا وہ امام جسے نبی اکرمؐ نے صادقؑ فرمایا ہے۔اس کے شیعہ دنیا اور آخرت میں منصور ہوں گے اور اس کے دشمن دنیا و آخرت میں ملعون ہوں گے۔میرے بعد اسکی اقتداء کرنا جو پوچھنا ہو اس سے پوچھ لینا۔

امام جعفر صادقؑ نے غربت کے خاتمہ کیلئے دُعا تعلم فرمائی: رجال کشی میں محمد ابن زید شحام سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا!مولاً غربت نہیں جا رہی ہے کوئی دعا تعلیم فرمائیے۔آپ نے فرمایا!لکھ لے آپ نے یہ دُعا لکھوائی۔

بسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیم

یَا مَنْ أَرْجُوهُ لِكُلِّ خَيْرٍ وَآمَنُ سَخَطَهُ عِنْدَ كُلِّ شَرٍّ يَا مَنْ يُعْطِي الْكَثِيْ بِالْقَلِيلِ يَا مَنْ يُعْطِي مَنْ سَأَلَهُ يَا مَنْ يُعْطِي مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُتَنّنا مِنْهُ وَرَحْمَةًأَعْطِنِ بَسْأَلَت اِيَّاكَجِيعَ خَيُ الدُّنْيَا وَجِيعَ خَيُ الْخِرَةوَاصْرِفْ عَنِّ بَسْأَلَتِإِيَّاكَ جِيعَ شَرِّ الدُّنْيَا وَشَرِّ الْخِرَةِ فَإِنَّهُ غَيُ مَنْقُوصٍ مَا أَعْطَيْتَ وَزِدْنِ مِنْ فَضْلِكَ يَا كَرِيم يَا ذَا الْلَالِ وَالِاكْرَامِ يَا ذَا النَّعْمَاِ وَالْوُدِ يَا ذَا الْنّ وَالطَّوْلِ حَرِّمْ شَيْ بتْ عَلَى النَّار

امام جعفر صادق علیہ السلام اور علم غیب: ابن شہر آشوب نے صفوانؔ بن یحیٰی سے روایت کی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔ بخدا! ہمیں اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ مولاؑ کیا آپ علم غیب بھی جانتے ہیں امام نے فرمایا! اللہ تجھ ہدایت دے میں مردوں کے صلب میں موجود نطفوں سے جنم لینے والے افراد اور عورتوں کی رحم میں پرورش پانے والے بچوں کو بھی جانتا ہوں بخدا! اگر میں چاہوں تو تمہیں کوہ تہامہ پر موجود ایک ایک پتھر کو گن کر بتادوں میں تمہیں تا قیامت شب و روز میں پیش آنے والے تمام واقعات بتا سکتا ہوں میرے بعد تم میں اتنی جنگیں ہونگی کہ ایک دوسرے کو کھا جاؤ گے۔

بحارؔ میں ابن بکیرؔ سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھا اور فرمایا! ائے بکیر بخدا! یہ جلد جلد رسولؐ ہے۔ یہ گوشت گوشتِ رسولؐ ہے۔ یہ استخوان استخوانِ رسولؐ ہیں۔ بخدا! جو کچھ آسمانوں میں ہے میں جانتا ہوں جو کچھ زمینوں میں ہے میں جانتا ہوں جو کچھ دنیا میں ہے میں جانتا ہوں جو کچھ آخرت میں ہوگا میں جانتا ہوں۔ آپ نے دیکھا کچھ لوگوں کے چہرے بدل گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بکیر یہ نہ بھولنا کہ یہ سب کچھ میں کتاب خدا سے جانتا

ہوں ارشاد قدرت ہے قرآن میں ہرشئی کا بیان ہے 'و کل شئیً بکتابٍ المبین'۔

علم نجوم: بحار میں ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ ایک دن ایک یمنی شخص امام صادقؑ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا! اے سعد مرحبا۔ اس نے عرض کیا! یہ نام میرے اور میرے والدین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں نے یہی نام رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا! اے سعد المولیٰ تو نے ٹھیک کہا ہے۔ اس نے کہا! سعد المولیٰ میرا لقب تھا لیکن اسے تو کوئی بھی نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا! لقب اچھا نہیں ہوتا۔ قرآن میں ارشاد قدرت ہے ''وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ'' (الحجرات ۱۱:۴۹) ایک دوسرے کو القاب کی طعنہ زنی نہ کیا کرو۔ اے سعد تو کیا کام کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اس موروثی طور پر علم نجوم میں ماہر ہوں امامؑ نے فرمایا! اگر تو موروثی طور پر علم نجوم جانتا ہے تو پھر تو تجھے علم نجوم میں کافی دسترس ہوگی میں نے عرض کیا! آپ درست فرما رہے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا! اچھا یہ بتا کہ چاند سورج سے کتنے درجے روشنی حاصل کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا مولاؑ مجھے معلوم نہیں امام نے فرمایا! اچھا یہ بتادے کہ زہرہ، چاند سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ میں نے عرض کیا! مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا! اچھا یہ بتا کہ عطارد، مشتری سے کتنی روشنی حاصل کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا! یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا! اچھا اس ستارے کا نام بتادے جب وہ طلوع کرتا ہے تو گائیں جنسی خواہشات میں مبتلا ہوجاتی ہیں میں نے عرض کیا۔ مولاؑ آپ ایسے سوال کررہے ہیں جن سے میں موروثی طور پر لاعلم ہوں امامؑ نے فرمایا! اے یمنی کیا آپ کے یمن میں علماء رہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا! قبلہ بہت بڑے بڑے جید علماء ہیں۔ ایک پل میں گھوڑے کے ایک دن کا سفر طئے کرلیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! پھر تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ مدینہ کا ایک عالم ایک پل میں پوری کائینات کا چکر لگا سکتا ہے۔ گویا مدینہ کا

عالم یمنی علماء کی نسبت زیادہ علم ہے۔

علم طب: اصول کافی میں سالم خرّیر سے مروی ہے کہ ایک نصرانی طبیب نے امام صادقؑ سے اپنے جسم کی تفصیل پوچھی تھی۔ امام صادقؑ نے فرمایا! اللہ نے انسان کے بارہ جوڑ اور دوسو چھیالیس (۲۴۶) ہڈیاں پیدا کی ہیں۔ جسم انسانی میں ساٹھ رگیں ہیں۔ رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں۔ ہڈیاں ان تمام رگوں کو باہم متصل رکھتی ہیں اور اِدھر اُدھر بھٹکنے نہیں دیتی۔ گوشت ہڈیوں کو باہم ملائے رکھتا ہے۔ پٹھے گوشت کو تحفظ دیتے ہیں۔

انسان کے ہاتھوں میں بیالسے ہڈیاں ہیں۔ اکتالیس (۴۱) ایک ہاتھ میں ہتیلی میں اڑتیس (۳۸) ہڈیاں ہوتی ہیں۔ کلائی میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ پاؤں میں چونتیس (۳۴) پنڈلی میں دو، گھٹنے میں تین، ران میں ایک اور کولہوں میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔

صلب میں بارہ منکے ہوتے ہیں

ہر پہلو میں نو پسلیاں ہوتی ہیں

سینہ میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں

منہ میں اٹھائیسے ہڈیاں اور بتّیسے دانت ہوتے ہیں

کافی میں ابو دہقان اور ابن ماسوریہ سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے انسانی مزاج چار اقسام کے ہوتے ہیں

۱) دموی: یعنی خونی یہ مزاج غلاموں کی قسم ہے اور بعض اوقات غلام بھی اپنے مالک کو قتل کر دیا کرتا ہے۔

۲) ریحی: یعنی ہوائی مزاج کی یہ قسم دشمن کی طرح ہوتی ہے ایک طرف سے روکنے کی کوشش کریں تو دوسری طرف سے حملہ آور ہوگی۔

۳) بلغمی: مزاج کی یہ قسم بادشاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔جس میں مروت اور مدارت ہوتی ہے۔
۴) سودادی: مزاج کی یہ قسم زمین کے مانند ہے۔جب زمین میں زلزلہ آتا ہے تو روئے زمین پر رہنے والے تمام لرز جاتے ہیں۔

ابن دہقانؒ نے عرض کیا! اۓ فرزند رسولؑ مزاجوں کا یہ تجزیہ بخدا! آج تک کسی بھی حکیم کی کتاب میں نہیں دیکھا۔

سردی اور گرمی کا فلسفہ: کافی میں سلیمانؒ ابن فاسد سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سردی اور گرمی کا فلسفہ پوچھا۔

آپ نے فرمایا! اۓ سلیمانؒ گرمی اور سردی کی وجہ صرف دو ستارے مریخ اور زحل ہیں ان دونوں کی ارتقائی اور غیر ارتقائی حرکت ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہے۔مریخ جب مائل بہ ارتفاع ہوتا ہے تو گرمی شروع ہو جاتی ہے اور سردی کم ہونے لگتی ہے اور جب زحل مائل بہ ارتفاع ہوتا ہے تو سردی شروع ہونے لگتی ہے جب کبھی گرمیوں میں سردی آجائے تو یہ چاند کے عمل کے وجہ سے ہوتا ہے۔اور جب کبھی سردیوں میں گرمی آجاتی ہے تو یہ سورج کی وجہ سے ہوتا ہے۔

روئے ارض پر سب سے پہلا معاہدہ: فروع کافی میں عبداللہ ابن سنان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ عیسیٰ ابن موسیٰ کے پاس جا رہے تھے راستہ میں قاضی ابن شبرمہؒ سے ملاقات ہوگئی۔آپ نے قاضی سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ابن شبرمہ نے کہا۔آپؑ کی طرف آرہا تھا۔اللہ نے میرا سفر کوتاہ کردیا ہے۔آپ نے فرمایا! کیوں خیریت تو تھی؟ ابن شبرمہ نے عرض کیا۔والی کوفہ نے ایک سوال کیا ہے۔مجھے اس کا جواب نہیں آتا تھا آپ کے پاس آرہا تھا۔آپؑ نے فرمایا کونسا سوال ہے۔ابن شبرمہؒ نے کہا! سول یہ ہے کہ روئے ارض پر سب سے پہلا معاہدہ

کس نے لکھا تھا۔ آپ نے فرمایا! یہ کوئی اتنا مشکل سوال تو نہ تھا۔ اس نے عرض کیا! جس بات کا جواب نہ آتا ہو ہو مشکل ہو جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا! جب ذات احدیت نے جناب آدمؑ کے سامنے آپ کی ذریت پیش کی اور جناب آدمؑ نے ذریت کے ایک ایک نبی کو دیکھا۔ جب جناب داؤدؑ پر رک تو دیکھا۔ انتہائی دلکش نوجوان ہے اور بڑی دلفریب آواز ہے۔ آپ کو بڑا پسند آیا۔ لیکن جب عمر کو دیکھا تو بہت کم تھی۔ جناب آدمؑ نے عرض کیا بارالٰہا تو نے اسے اتنی جوانی دے کر عمر صرف چالیس برس رکھی ہے۔ یہ تو کم ہے۔ ذات احدیت نے فرمایا! آدمؑ اگر چہ میں نے تیری اولاد کی عمریں اور رزق مقدر کر دیئے ہیں لیکن چونکہ ام الکتاب میرے پاس ہے اس لئے اس میں کمی پیشی ہوسکتی ہے۔ جناب آدمؑ نے عرض کیا۔ اگر اس میں تبدیلی ہوسکتی ہے تو میں اپنی عمر میں سے ساٹھ برس اپنے اس بیٹے کو دیتا ہوں تاکہ اسکی عمر سو برس ہو جائے۔

ذات احدیت نے جبرائیلؑ کو حکم دیا۔ جبرائیلؑ نے یہ معاہدہ لکھ لیا۔ جناب آدمؑ سے دستخط لے لئے اور سربمہر کر دیا۔ جناب آدمؑ کے پاس ملک الموت آیا تو آپ نے فرمایا! ابھی تک تو میرے ساٹھ برس باقی ہیں۔ ملک الموت نے عرض کیا۔ آپ وہ ساٹھ برس داؤدؑ کے کھاتے میں ڈال چکے ہیں۔ میرے پاس وہ معاہدہ موجود ہے جس پر آپ کے دستخط ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے روئے ارض پر سب سے پہلا جو معاہدہ لکھا گیا وہ یہ ہے۔

ہندوستانی طبیب: خصائصین اور علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ رحمہ نے منصور کے ہم پیالہ ربیع سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ منصور کے دربار میں بیٹھے تھے وہاں ایک ہندوستانی طبیب بیٹھا فن طب میں موشگانیاں کر رہا تھا۔ امام صادقؑ خاموشی سے سُن رہے تھے۔ جب وہ طبیب اپنے موضوع سے فارغ ہوا تو اس نے امام صادقؑ سے کہا! جو کچھ میرے پاس ہے اگر

چاہیں تو میں آپ کو پیش کرسکتا ہوں ۔آپؑ نے فرمایا! نہیں مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو آپ کے پاس ہے۔

طبیب نے کہا! آپ کے پاس کیا ہے۔آپؑ نے فرمایا! میں گرم کا علاج سرد سے سرد کا گرم سے خشک کا تر سے،تر کا خشک سے کر کے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں اور اس سلسلہ میں وہی دوائیں استعمال کرتا ہوں کہ جنکی ہدایت نبیؐ کریم نے بھی فرمائی ہے میں سمجھتا ہوں کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔ بخار کو دوا کی حیثیت حاصل ہے۔اپنے جسم کو اسکی اپنی عادات پر باقی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔طبیب نے کہا یہی تو طبابت ہے۔آپ نے فرمایا! تو کیا سمجھتا ہے یہ اصول علاج وصحت میں نے طب کی کتابوں سے لئے ہیں۔طبیب نے کہا! میرا خیال نہیں ہے مجھے یقین ہے کیونکہ جو کچھ آپ نے کہا! کتب طب کے علاوہ کہیں نہیں ملتا۔امام نے فرمایا! بخدا آج تک میں نے طب کی ایک کتاب بھی نہیں دیکھی ۔ مجھے جو کچھ ملا ہے اللہ کی طرف سے ملا ہے۔اچھا یہ بتا۔طب میں میں عالم ہوں یا تو؟ ہندوستانی نے کہا! میرا خیال میں اس وقت دنیائے طب میں مجھ سے زیادہ عالم کوئی بھی نہیں امام صادقؑ نے فرمایا! کیا مجھے چند سوالوں کی اجازت دیگا۔طبیب نے کہا! طب کے سلسلہ میں آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔امام صادقؑ نے فرمایا! یہ سر میں چھوٹے چھوٹے خانے کیوں ہوتے ہیں؟ طبیب نے کہا! مجھے معلوم نہیں۔

۱)امام صادقؑ نے فرمایا! سر پر بال کیوں ہوتے ہیں؟ طبیب نے کہا میں نے اسکی وجہ نہیں پڑھی

۲)امام صادقؑ نے فرمایا! پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟ طبیب نے کہا کسی کتاب میں اسکی وجہ نہیں دیکھی

۳)امام صادقؑ نے فرمایا! پیشانی میں لکیریں اور جھریاں کس لئے ہوتی ہیں؟ نہیں معلوم

۴)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ ابرو آنکھوں پر کیوں ہیں؟ طبیب نے کہا! بھگوان جانتا ہے اسکی کیا وجہ ہے
۵)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ آنکھیں بادامی شکل میں کیوں بنائی گئیں؟ طبیب نے کہا کہیں نہیں پڑھا
۶)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ ناک کو آنکھوں کے درمیان کس لئے رکھا گیا ہے؟ طبیب نے کہا کسی جگہ نہیں پڑھا
۷)امام صادقؑ نے فرمایا! مونچھیں منہ کے اوپر کیوں ہیں؟ طبیب نے کہا نہیں جانتا
۸)امام صادقؑ نے فرمایا! دانت لمبے اور داڑھ چوڑے کیوں بنائے گئے؟ طبیب نے کہا علم طب کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا
۹)امام صادقؑ نے فرمایا! ناک کے سوراخ کا رخ نیچے کی طرف کیوں ہے؟ نہیں معلوم
۱۰)امام صادقؑ نے فرمایا! مردوں کو داڑھی کیوں ہوتی ہے؟ طبیب نے کہا! کسی استاد نے نہیں بتایا
۱۱)امام صادقؑ نے فرمایا! اچھا یہ بتا کہ ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟ طبیب نے کہا! بھگوان قسم اُسے نہیں دیکھا
۱۲)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ بتا کہ ناخن اور بال زندگی سے کیوں خالی ہوتے ہیں؟ طبیب نے کہا! نہیں معلوم
۱۳)امام صادقؑ نے فرمایا! دل تخم صنوبر کی طرح کیوں بنایا گیا ہے؟ طبیب نے کہا میں نے کہیں نہیں پڑھا
۱۴)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ بتا پھیپھڑے دو کیوں ہوتے ہیں اور یہ اپنی جگہ متحرک رہتے ہیں۔ اسنے کہا میں نے کہیں نہیں دیکھا
۱۵)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ بتا جگر کناروں سے پتلا اور درمیان سے موٹا کیوں ہے؟ طبیب کسی نے اسکی وجہ نہیں لکھی
۱۶)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ گردے تخم لوبیا کی طرح کیوں ہوتے ہیں؟ طبیب نے کہا! نہیں پڑھا

۱۷)امام صادقؑ نے فرمایا! یہ گھٹنے صرف پیچھے کی طرف کیوں مڑتے ہیں؟ طبیب نہیں معلوم امام صادقؑ نے فرمایا! تو تصدیق کرر ہا ہے کہ میرے ان تمام سوالات کا تعلق فن طب سے ہے؟ طبیب نے کہا! جی ہاں۔ امام نے فرمایا تو تسلیم کرتا ہے کہ آج تک فن طب پر لکھی گئی کتب میں کسی بھی کتاب میں ان سوالوں کا جواب مومود نہیں ہے؟ اس نے کہا میں تسلیم کرتا ہوں موجود نہیں ہے ۔امام نے فرمایا! میں جانتا ہوں کیونکہ میرا علم علم الٰہی ہے۔جس ذات نے انسان کو خلق فرمایا ہے اسی ذات نے نبی کونین کے ذریعہ ہم اہلبیتؑ کو اس علم سے نوازا ہے۔

طبیب نے عرض کیا! اگر نوازش ہو تو ان سوالوں کے جوابات بھی مرحمت فرمادیں۔امام صادقؑ نے فرمایا! اللہ نے سر میں خانے اس لئے رکھے ہیں چونکہ سر گول ہے اگر اس میں خانے نہ ہوں تو صداع فوراً حملہ آور ہو جاتا ہے۔ یہ ان خانوں کی وجہ سے کہ صداع کا حملہ نہیں ہوتا۔

۲)بال سر پر اس لئے پیدا کئے ہیں کہ بالوں کے ذریعہ دماغ میں روغنیات پہنچائے جاسکیں سر میں موجود بخارات ان ہی بالوں کے سوراخوں کے ذریعہ خارج ہوتے رہتے ہیں۔سر پر بالوں کی موجودگی سے سر سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے۔

۳)پیشانی کو بالوں سے اس لئے خالی رکھا گیا ہے کہ پیشانی آنکھوں میں روشنی پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اس میں روشنی اس طرح جمع رہتی ہے جس طرح دریاؤں میں پانی جمع رہتا ہے۔دماغ سے آنکھوں تک آنے والی دریدیں اس روشنی کو جمع رکھتی ہیں۔

۴)ابرو آنکھوں کے اوپر اس لئے پیدا کئے گئے ہیں تا کہ (ریگولیٹر) نگرانی کرنے والا آلہ کارتا کہ حسب ضرورت روشنی آنکھوں کو پہنچتی رہے۔

۵)ناک کو دونوں آنکھوں کے درمیان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اسلئے آنکھوں میں روشنی کو

مساوی تقسیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ پیشانی کی وریدوں میں جمع ہونے والی روشنی ناک میں موجود موعضلات کے ذریعہ آنکھوں میں آتی ہے اور ناک دونوں آنکھوں کو برابر روشنی تقسیم کرتا ہے۔

۶) آنکھوں کو بادامی صورت میں اس لئے بنایا ہے تاکہ سرمچو پھیرنے میں آسانی ہو (یعنی سرمہ کی سلائی) اور آنکھوں کی بیماری زائل ہو۔ اگر یہ آنکھیں گول یا مربع ہوتیں تو سرمچو پوری آنکھ میں نہ پھرایا جاسکتا۔ جسکی وجہہ سے دوا آنکھ کے گوشے میں نہ جاتی اور نہ بیماری پوری آنکھ سے نکلتی۔

۷) ناک کے سوراخ نیچے اس لئے رکھے گئے ہیں تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات بآسانی خارج ہوسکیں اور بیرونی ترو تازہ ہوا اور خوشبو بآسانی اوپر دماغ تک پہنچ سکے

۸) مونچھیں اور لب منہ کے اوپر اس لئے بنائے گئے تاکہ دماغ سے خارج ہونے والے فضلہ جات منہ میں نہ پڑیں اسی جگہ رک جائیں اور انسان کھاتے پیتے وقت بدمزہ نہ ہو۔

۹) مردوں کے داڑھی اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے کہ یہ مرد ہے یا عورت۔ پہلی نظر میں دیکھنے والا یہ امتیاز کرلے کہ یہ مرد ہے یا عورت

۱۰) دانتوں کو لمبا اور داڑھوں کو چوڑا اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ انسان جو کچھ کھائے دانت اسے کاٹ کر باریک کریں پھر داڑھوں کے حوالہ کریں اور داڑھ اسے پیسے کر معدہ کے حوالے کرے۔

۱۱) ہتھیلوں کو چھونے کی خاطر بالوں سے صاف رکھا گیا ہے۔ اگر ہتھیلوں پر بال ہوتے تو انسان کسی چیز کو چھو کر معلوم نہ کرسکتا کہ نرم ہے یا گرم سخت ہے یا ٹھنڈی۔

۱۲) ناخنوں کو اور بالوں کو زندگی سے اس لئے محروم رکھا گیا ہے کہ ان کا حد سے بڑھ جانا بُرا ہوتا ہے اور ان کا کاٹنا باعث حُسن ہوتا ہے۔ اگر ان میں روح حیات ہوتی تو کوئی بھی نہ ناخن اترواتا اور نہ بال کٹواتا۔

۱۳) اللہ نے دل کو اسلئے تخم صنوبر کی مانند بنایا ہے کیونکہ اسے الٹا لٹکانا تھا۔ اس کا منہ پتلا اور نچلا حصّہ موٹا

رکھا ہے تا کہ پھیپھڑے کی ہوا اس میں پہنچ کر سرد کرتی رہے اور دماغ کی حرارت سے جلا نہ دے۔

۱۴) پھیپھڑے دو اس لئے بنائے گئے تا کہ دل کو ہر پھیپھڑے سے ہوا پہنچتی رہے

۱۵) جگر کے کنارے باریک اور درمیان کو اسلئے موٹا رکھا گیا ہے تا کہ معدہ پر وزن پڑتا رہے اور معدے کے بخار کو نچوڑتے رہیں

۱۶) گردے کو تخم لوبیا کی طرح اس لئے بنایا ہے کیونکہ ریڑھ کی ہڈی سے منی گردوں میں قطرہ قطرہ ٹپکتی ہے اور ہر دوسرا قطرہ پہلے قطرہ کو آگے ڈھکیلتا ہے۔ اگر گردے گول یا مربع ہوتے تو دوسرا قطرہ پہلے کو آگے نہ دھکیل سکتا اور انسان وقت مباشرت کوئی لطف نہ اٹھا سکتا۔ بلکہ بعض اوقات منی کے چند قطرات گردوں کے کسی گوشے میں رک جاتے جس سے انسان مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

۱۷) گھٹنوں کو اس لئے پیچھے موڑا ہے تا کہ انسان کو چلنے میں تکلیف نہ ہو۔ انسان آگے چلتا رہے۔ اگر گھٹنے آگے مڑتے تو انسان چلتے چلتے گر جاتا۔

طبیب نے اٹھکر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا یہ علم آپ کو انسانوں کے خالق نے عطا کیا ہے واقعاً یہ علم الٰہی ہے آپ وارث نبی ہیں (مناقب جلد ۵، طبع بمبئی وسوانح چہاردہ معصومینؑ ص ۲۵-۲۲)

اشهد ان لا الله الا الله وحدهٗ لاشریک لهٗ و اشهدان محمد رسول الله وانک حجة الله فی الارض

طبیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام کے اہل وعیال کیساتھ احراق مکان کا حکم

طبیب ہندی سے گفتگو کے بعد امام صادقؑ کا عام شہرہ ہو گیا اور لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہو گئے دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے یہ دیکھ کر منصور کے دل میں آگ لگ گئی اور وہ اپنی شرارت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر یہ منصوبہ بنانے لگا کہ اب جلد سے جلد انہیں ہلاک کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اس نے ظاہر قدر و منزلت کے ساتھ آپ کو مدینہ

روآنہ کرکے حاکم مدینہ حسین بن زید کو حکم دیا۔''ان احرق جعفر بن محمد فی دارہ''امام جعفر صادقؑ کو بال بچوں سمیت گھر کے اندر جلا دیا جائے۔ یہ حکم پا کر والی مدینہ نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے رات کے وقت جبکہ سب محوخواب تھے آپ کے مکان کو آگ لگوادی اور گھر جلنے لگا۔آپ کے اصحاب اگرچہ اسے بجھانے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن بجھنے کو نہ آتی تھی۔ بالآخر آپ انہیں شعلوں میں کہتے ہوئے نکلے۔''انا ابن عراق الشریٰ انا ابن ابراھیم خلیل'' اۓ آگ میں وہ ہوں جسکے آباؤ اجداد زمین کی بنیادوں کے سبب ہیں اور میں خلیل خدا ابراہیمؑ نبی کا فرزند ہوں نکل پڑے اور اپنی عبا کے دامن سے آگ بجھادی۔(تذکرۃ المعصومین ص۱۸۱،اصول کافی شیخ یعقوب کلینی علیہ رحمہ)

قبر امیر المومنینؑ کی نشاندہی: منصور نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ ابو مسلم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ حضرت علیؑ کی قبر کی نشاندہی فرمادیں مگر آپ نے توقف فرمایا اس نے کہا کہ آپ کو بھی اسکا علم ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا! کتاب علیؑ میں تحریر ہے کہ آپؑ کی قبر مطہر عبداللہ بن جعفر ہاشمی کے عہد میں ظاہر ہوگی۔ یہ سُن کر منصور بہت خوش ہوا۔اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کی قبر کی نشاندہی فرمادی۔اور اسکی خبر رصافہ میں منصور کو پہنچی تو اس نے کہا جعفر صادقؑ بن محمدؑ صادقؑ ہیں۔لہذا اس کے بعد ہر مومن کو اس قبر کی زیارت کرنی چاہیے۔

آپ کو خدا اور رسولؐ کی طرف سے صادقؑ کا لقب: ابوحمزہ ثمالی نے امام سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے امام حسینؑ کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا جب میرا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب کی ولادت ہو تو اس کا نام صادقؑ رکھنا کیونکہ اسکی اولاد میں سے ایک اسکا ہمنام پیدا ہوگا جو کہ ناحق امامت کا دعویٰ کرے گا اور اسے کذاب کہا جائے گا۔(بحار جلد۸،علل الشرائع ص۳۳۴)

آپؑ کے ہاتھوں کی قوت: معجزات آل محمد ص ۲۱ قیس بن خالدؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے منارہ النبیؐ کو بائیں ہاتھ سے اور روضۃ الرسولؐ کی دیوار کو دائیں ہاتھ سے اتنا بلند کیا کہ وہ آسمان سے ٹکرانے لگے پھر آپ نے فرمایا ''میں جعفر ہوں، میں گہری نہر ہوں ، میں روشن معجزات رکھنے والا ہوں اور میں شبیرؑ وشبرؑ کا بیٹا ہوں'' (معجزات آل محمد ص ۲۱، دلائل الائمہ ۱۱۳،۱۱۲)

اہلبیتؑ کے گھرانے کی لڑکیاں غیر اہلبیتؑ کا کفو نہیں: بحار میں مروی ہے کہ ایک خارجی نے امام صادقؑ کے شاگرد ہشام ابن حکم سے پوچھا۔ کیا غیر عرب عربوں میں شادی کر سکتے ہیں؟ ہشامؒ نے کہا! ہاں خارجی نے کہا! کیا عرب قریش میں شادی کر سکتے ہیں ہشام نے کہا! ہاں خارجی نے کہا! کیا قریش بنی ہاشم میں شادی کر سکتے ہیں؟ ہشام نے کہا! ہاں خارجی امام صادقؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہشام نے اسطرح کہا ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہشامؒ نے درست کہا ہے۔

خارجی نے کہا! اگر یہ درست ہے تو پھر میں آپ سے خواستگاری کرتا ہوں۔ امام صادقؑ نے فرمایا تیرا کفو تیری قوم ہے۔ ذات احدیت نے ہمارے لئے صدقہ جو ہاتھوں کا میل ہے ہم اہلبیتؑ پر حرام کیا ہے۔ اس بنیاد پر ہم اللہ کے اس امتیاز کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو امتیاز اس نے ہمیں دوسروں سے دیا ہے اور ہم اپنی اس فضیلت میں جو اللہ نے ہمیں عنایت کی ہے کسی ایسے کو شریک نہیں کر سکتے جو اس فضیلت میں شریک نہیں (دمعتہ الساکبہ ص ۵۴۴)

ابوحنیفہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں: علل الشرائع شیخ صدوق میں عبداللہؒ قرش سے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ابوحنیفہ امام صادقؑ کے پاس آئے۔ امام نے فرمایا میں نے سُنا ہے تم اپنے قیاس کے مطابق حکم دیتے ہو۔ ابوحنیفہؒ نے کہا آپ نے سچ سُنا ہے امام نے فرمایا! قیاس اچھا نہیں ہے ۔ انسان کے قیاس میں غلطی ہو جاتی ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا! غلطی کیسے ہو جاتی ہے۔ امامؑ نے فرمایا!

آپ کو معلوم ہے کہ ابلیسؔ کتنا زیرک تھا ابوحنیفہؔ نے کہا بہت زیرک تھا میں جانتا ہوں ۔امام نے فرمایا جب اس زیرک کا قیاس غلط ہوا تو پھر کسی اور کا قیاس کیسے درست ہوسکتا ہے۔ابوحنیفہ نے کہا ابلیسؔ کا خیال کیسے غلط تھا۔اور کہا تھا کہ آگ کی طبیعت بلندی پسند ہے اور مٹی کی طبیعت پستی پسند ہے۔ابوحنیفہ ظاہراًتو بات درست ہے۔آپؑ نے فرمایا ظاہراً بھی غلط ہے اور یہی غلطی ابلیسؔ کو لے ڈوبی تھی۔

ابوحنیفہؔ نے کہا۔ظاہراً کیسے غلط ہے۔امام صادقؑ نے فرمایا۔آگ خائن ہے اور مٹی امین ہے۔آگ میں جو چیز ڈال دو تو واپس نہیں ملے گی اور مٹی میں جو چیز ڈال دو کئی گناہ زیادہ ہوکر ملے گی۔ابوحنیفہ نے کہا! میں اس پہلو پر کبھی نہیں سوچا تھا۔امامؑ نے فرمایا! ذرا قیاس کر کے بتائیں۔اللہ نے کانوں میں کڑواہٹ،آنکھوں میں نمکینی،ہونٹوں میں شیرینی اور ناک میں سردی کیوں پیدا کی ہے۔ابوحنیفہ! مجھے نہیں معلوم اسکی وجہ کیا ہے؟ آپ ہی فرمادیں۔امام صادقؑ نے فرمایا! اگر کانوں میں کڑواہٹ کا زہر نہ ہوتا،تو حشرات الارض میں سے جو بھی چیز کان میں جاتی انسان مرجاتا۔اب جو چیز کان میں داخل ہوتی ہے وہ کڑواہٹ کے زہر کی وجہ سے خود مرجاتی ہے۔آنکھوں میں نمکینی اس لئے پیدا کی ہے کہ ان میں چربی ہے۔اگر نمکینی نہ ہوتو آنکھوں کے ڈھیلے پگھل جاتے یہ نمکینی ہے جو انہیں پگھلنے نہیں دیتی۔اللہ نے ہونٹوں میں اس لئے شیرینی رکھی ہے تاکہ انسان میٹھی اور کڑوی چیز میں امتیاز کرسکے۔اللہ نے ناک میں سردی رکھا ہے۔تاکہ دماغ سے گرنے والے فضلہ جات ناک میں آکر ٹھنڈے ہوجائیں اور پھر باہر آئیں۔

امام ہر زبان میں بات کرسکتا ہے: بصائر الدرجات میں عمار سباطی سے مروی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ نے نبطی زبان میں مجھے گفتگو کی ہیں سنکر حیران رہ گیا میں نے عرض کیا! مولاؑ میں نے بنی نبط میں بھی ایسا فصیح السان نہیں دیکھا۔امامؑ نے فرمایا! عمار صرف نبطی میں نہیں میں حجت خدا ہوں اور ہر حجت

خدا روئے ارض کی تمام زبانوں میں اہل زبان سے فصیح اور بلیغ ہوتا ہے (دمعۃ الساکبہ ص ۵۵۱)

حجت خدا تمام حیوانات اور پرندوں کی زبان سمجھتا ہے: خرائج میں صفوان ابن یحییٰ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے ایک بکرے کو ذبح کرنے کی خاطر گرایا۔ بکرے نے عجیب انداز میں آواز نکالی۔ امام صادقؑ نے اس شخص سے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جا، وہ رک گیا۔ آپؑ نے فرمایا کتنے میں لیا ہے۔ اس نے عرض کیا چار درہم میں۔ آپ نے چار درہم دے دیئے اور فرمایا۔ اسے یہیں چھوڑ جا۔ پھر ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے ایک باز نے تیتر پر حملہ کیا۔ تیتر اُڑ کر آپ کے ہاتھ پر آبیٹھا۔ آپ نے باز سے کچھ فرمایا۔ باز واپس چلا گیا۔

میں نے عرض کیا۔ مولاؑ! آج دو باتیں بڑی عجیب دیکھی ہیں۔ پہلے آپ نے بکرے کی قیمت دیکر اسے ذبح ہونے نہیں دیا۔ اب باز کا شکار ہوئے تیتر نے آپ کا سہارا لیا آپ نے باز کو کچھ فرمایا۔ وہ چلا گیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ صفوان اللہ نے جناب سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان سمجھنے کے علم سے نوازا تھا۔ اور ہمارا نبی سلیمانؑ سے افضل تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اللہ نے ہمارے نبیؐ کو اس علم سے محروم رکھا ہو؟ (دمعۃ الساکبہ ج دوم ۱۶۱۵ ص)

منصور دوانقی کی بار بار قتل جعفر صادقؑ کی کوششیں: خرائج میں علیؑ بن میسرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں منصور دوانقی کے پاس بیٹھا تھا اس نے اپنے غلام سے کہا۔ میں اسی وقت امام صادقؑ کو بلاتا ہوں۔ جب وہ میرے پاس آجائے تو تو تلوار برہنہ رکھنا میں اشارہ کروں گا تو اس کو قتل کر دینا۔ پھر منصور نے امام صادقؑ کو بلایا۔ جب آپ داخل دربار ہونے لگے تو میں نے سُنا آپ نے یہ دُعا پڑھی۔ "**یامن یکفی خلقه کله و لا یکفیه احد اکفنی من شره**" "اے وہ ذات جو اپنی تمام مخلوق کی حفاظت کرتی ہے اور اسے کسی محافظ کی ضرورت نہیں مجھے اسکے شر سے

بچا'' آپ آگے آگئے منصور کا غلام آپ کے عقب میں تھا میں نے اسے محسوس کیا جیسے غلام کو منصور نظر نہ آتا تھا اور منصور کو غلام دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب کافی دیر گذر گئی۔ امام صادقؑ کے ساتھ منصور کھڑا ہوا اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا اور دائیں بائیں بھی دیکھتا رہا۔ جب اسے غلام نظر نہ آیا تو تنگ آ کر اس نے امام صادقؑ سے کہا۔ ایک ضروری کام کیلئے آپ کو اس گرمی میں تکلیف دی تھی۔ لیکن میرے خیال میں ابھی قبل از وقت ہے آپ جائیں آرام کریں۔ جونہی آپ دربار سے باہر گئے۔ منصور نے غلام سے کہا تو کہاں دفع ہوگیا تھا میں تجھے اشارہ کیلئے تلاش کرتا رہا۔ آپ مجھے نظر ہی نہیں ائے۔ منصور نے کہا! اب اگر یہ واقع تو نے کسی سے بتایا تو تیری خیر نہیں۔

امام صادقؑ اور منصور: شیخ صدوق نے امالی میں محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السول میں اور علی ابن موسیٰ نے نہج الدعوات میں منصور کے وزیر ربیع سے روایت کی ہے۔ ایک سال منصور حج پر آیا تھا۔ دشمنان آل محمدؐ نے اسکے کان بھرے وہ امام صادقؑ سے کافی ناراض تھا اس نے مجھے حکم دیا کہ جعفرؑ ابن محمدؑ کو میرے پاس بھیج میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ انہیں تمام حالات بتائے اور عرض کیا۔ آپ اہل خاندان کو وصیت کر کے جائیں اب کے مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کو شہید کر دیا جائے گا۔

جب امام منصور کے پاس آئے میں اس وقت منصور کے پاس بیٹھا تھا۔ منصور غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ جونہی امام صادقؑ سامنے آئے اس نے جسارت سے کہا۔

ائے جعفرؑ! آپ کو معلوم ہے کہ آنحضورؐ نے آپ کے دادا علیؑ سے کہا تھا کہ اگر میں تیرے وہ فضائل بیان کروں جو اللہ نے تجھے دیئے ہیں تو میری امت کے لوگ اس طرح تیرے قدموں کی خاک کو چاٹیں گے جس طرح نصاریٰ عیسیٰؑ کے قدموں کی مٹی کو آنکھوں سے لگاتے تھے اور اگر عیسیٰؑ اس عقیدہ کے جواب میں خاموش ہو جائے جو نصاریٰ نے ان کے سلسلہ میں اپنا

رکھا تھا تو یقیناً اللہ انہیں اس خاموش کی سزا دیتا۔ گذشتگان تو اسطرح کریں اور آج تیرے متعلق شیعہ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہے ہیں اور تو خاموش بیٹھا سن رہا ہے گویا تو شیعوں کے اس عقیدہ پر راضی ہے کہ جب عوام اور جاہل شیعہ کہتے ہیں کہ جعفر صادقؑ زمانہ کا بہترین فرد اور زمانہ کی عزّت ہے۔

حضرت جعفر صادقؑ روئے ارض پر حجت خدا ہے، جعفر صادقؑ احکام الٰہی کا ترجمان اور علم خالق کا خزانہ ہے۔ جعفر صادقؑ اللہ کا میزان عدل ہے۔ جعفر صادقؑ اللہ کا وہ نور ہے جسکی روشنی میں چلنے والے تاریکی سے نکل کر مقامات نور میں پہنچتے ہیں۔ جو شخص جعفرؑ صادقؑ کے دادا علیؑ کی ولایت کا قائل نہ ہو اللہ اسکے اعمال قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی میزان پر تولے گا لوگ تیری طرف وہ باتیں منسوب کر رہے ہیں جو تجھ میں نہیں۔ لوگ تجھے حد سے زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تو خاموش بیٹھا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا! منصور میں شجرۂ نبویہ کی شاخ ہوں۔ میں بیت النبوۃ کی ایک روشن کرن ہوں میں سفرائے خالق میں سے ایک ہوں۔ میں شریف گود کا پروردہ ہوں۔ میں ان چراغوں میں سے ایک ہوں جنہیں اللہ نے روشن کیا ہے۔ میں اللہ کا کلمۂ باقیہ ہوں۔ منصور نے اپنے ہم نشینوں سے کہا! خدا معلوم اس شخص میں کیا ہے کہ جب بھی اس سے بات کرتا ہوں مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ایسا سمندر ہے جس کی نہ گہرائی کا علم ہے اور نہ وسعت کا۔ سوائے دیانت، شرافت، علم، حلم، اور کرم کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا! منصورؔ تجھے جو بھی اپنے رشتوں کے خلاف آمادہ کرے یقین سمجھ لے وہ تیرے وقار، تیرے اقتدار، تیری عزّت، تیری حکومت اور تیرے منصب کا مخالف ہے کیا تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں پڑھا۔ جب کوئی فاسق اطلاع لے کر آئے تو پہلے اس اطلاع کی صداقت پر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو جذبات کی رو میں قدم اٹھا بیٹھو۔ جسکے بعد ندامت ہو۔ تیرا تو حق تھا کہ اگر

کوئی قطع رحمی کرتا تو خود صلہ رحمی کرتا۔ صلہ رحمی کیا کرے۔

منصور اٹھا۔ امام صادقؑ کو گلے لگا لیا۔ اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور کہنے لگا آپؑ نے مجھے بہت بڑی نصیحت کی ہے۔ آپ نے میرے خوابیدہ ذہن کو جگا دیا ہے۔ پھر ربیع سے کہا۔ امامؑ کو زادِ راہ دے۔ جب آپ منصور کے پاس سے اُٹھے تو میں نے پوچھا۔ حضور منصور آپ کے آنے سے پہلے کس طرح کھول رہا تھا۔ پھر آپ آنے کے بعد موم ہو گیا۔ آپؑ نے کیا دُعا پڑھی تھی۔ امامؑ نے فرمایا۔

"اللھم احفظنی بعینک التی لاتنام واکنفتی برکتک الذی لابرام اللھم انت اکبر واجل لمااخاف واحذر اللھم بک و دفع فی نحرہ، واستعیذ بک من شرہ "'' اے اللہ اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میرا تحفظ فرما۔ مجھے اس طاقت سے تحفظ دے جسکا کوئی بھی ارادہ تک نہیں کرسکتا۔ اے اللہ! جن سے میں گھبراتا ہوں تو ان سے کہیں اکبر ہے اے اللہ میں تیرا نام اسکے سینے پر مارتا ہوں اور اسکے شر سے پناہ مانگتا ہوں (دمعۃ الساکبہ ص ۶۲۰)

آپ کے مخالفین کے اعترافات

ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے کہ امام صادقؑ کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد جسے بھی آپ کے مخالف تھے۔ وہ اپنی تمام تر مخالفت کے باوجود کہا کرتے تھے۔

الامام الصادق و العلم الناطق	امام صادق تھے آیت ناطق تھے
بالمکرحات سابق باب السئیات	ہر اچھائی میں سابق تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے گناہوں کے دروازے بند کر رکھے تھے
راتق وباب الحسنات خاتق لم	ان کے سامنے نیکی کا ہر دروازہ کھلا رہتا تھا
یکن عیابا ولا سباباولا صحابا	نہ عیب جو تھے نہ عیب گو تھے

وما طماعا ولا جدّاعدالا	نہ حریص تھے نہ لالچی تھے
نما ما ولا زماماولا	نہ گھبراتے تھے نہ چغلخوری کرتے تھے نہ کسی کی خدمت کرتے تھے
اکولا وما عجولا ولا	نہ چغلخوری کرتے تھے نہ کسی کی مذمت کرتے تھے
جلولا ولا ترثارا	نہ چغلخور تھے نہ جلد باز نہ اکتا جانے والے تھے
ولا مهذار ولا طعنا ولا	نہ انتقام لیتے تھے نہ فضول گو تھے نہ طنز کرتے تھے
لعانا ولا همازا ولا لمازا	نہ لعنت کرتے تھے نہ ترش رو تھے نہ بداخلاق تھے
ولا کنازا	اور نہ دوفطرت تھے

آپ کا حلم اور عفو: بحار میں مروی ہے کہ ایک حاجی مدینہ میں آیا اور مسجد نبوی میں سو رہا تھا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے اپنا سامان سنبھالا۔ اسے اشتباہ ہوگیا کہ میری ہمیانی چوری ہوگئی ہے۔ وہ باہر دوڑا دیکھا تو امامؑ صادقؑ جا رہے تھے وہ آپ کو پہنچانتا نہ تھا۔ آپ کے دامن سے چمٹ گیا اور کہنے لگا۔ آپ نے میری ہمیانی چرائی ہے۔

آپؑ نے فرمایا! چرائی ہے یا نہیں اس بات کو رہنے دو یہ بتا کہ اس میں تیری کتنی رقم تھی اس نے کہا ہزار دینار۔ آپؑ نے فرمایا آ میرے ساتھ آپؑ اسے گھر لائے، اسے بیٹھایا پانی پلایا۔ اور غلام سے فرمایا اسے ایک ہزار دینار دیدے۔

جب وہ واپس آیا اور اس نے دوبارہ سامان تلاش کیا تو اسے اپنی ہمیانی مل گئی وہ شرمندہ ہو کر واپس آیا اور آپؑ کی خدمت میں ہزار دینا واپس کئے اور معذرت کی آپؑ نے فرمایا! جو ہم دیتے ہیں واپس نہیں لیتے اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جب اسے بتایا گیا کہ فرزند رسولؐ

صادق آلِ محمدؐ ہے تو اور شرمسار ہوا کہنے لگا۔ ان کا حق بھی یہی ہے جو انہوں نے کیا ہے۔

ہر ایک کے سامنے اپنی تنگدستی کا شکوہ نہ کرو! فروع کافی میں مفصل بن قیس سے مروی ہے کہ میں انتہائی تنگدست تھا امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور انہیں اپنی حقیقت سے آگاہ کیا۔ آپؑ نے غلام سے پوچھا تیرے پاس کتنے پیسے ہیں۔ اس نے عرض کی چار سو دینار آپ نے فرمایا مفصل کو دیدے۔ جب غلام نے دیدئے تو میں نے عرض کیا قبلہ میں آپؑ سے مانگنے نہیں آیا تھا۔ مجھے خجالت محسوس ہو رہی ہے۔ میرا مقصد تو یہ تھا کہ آپؑ میرے حق میں دعا فرمادیں تاکہ اللہ میرے رزق میں بھی کچھ وسعت فرمادے۔ امامؑ نے فرمایا! دعا تو میں کروں گا انشاءاللہ یہ پیسے رکھ لے اور ہر ایک کے سامنے اپنی تنگدستی کا شکوہ نہ کیا کرو۔ دیتا کوئی نہیں ہے لیکن انسان کی قیمت گر جاتی ہے۔

آپؑ کے صدقات: فروع کافیؔ میں ہشامؔ ابن سالم سے مروی ہے کہ ہر شب جب رات تاریک ہو جاتی تو امام صادقؑ روٹیوں کی گھٹڑی پشت پر اٹھا کر منہ کو کپڑا لپیٹ لیتے غربائے مدینہ کو در پر جا کر خاموشی سے تقسیم کرتے کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کون ہے۔ جب آپؑ کی شہادت ہوگئی اور وہ سلسلہ منقطع ہو گیا تو غربائے مدینہ کو معلوم ہوا کہ ہمیں کھلانے والا فرزند رسولؐ ہی تھا۔

موسیٰؑ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب صدقہ کرتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں دینے کے بعد ایک مرتبہ واپس لیتے تھے۔ پھر اس کی خوشبو سونگتے اور بوسہ دیکر آنکھوں پر لگاتے پھر سائل کو دے دیتے تھے۔ آپؑ امام صادقؑ فرماتے تھے کہ رات کا صدقہ غضب الٰہی کو خاموش کرتا ہے۔ گناہان عظیم کو محو کرتا ہے اور حساب قیامت کو آسان کرتا ہے۔ جبکہ دن میں صدقہ دولت اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔

امام صادقؑ کی شان میں عبداللہ ابن مبارک کے اشعار: سوق العروسؒ میں ہے کہ عبد اللہؒ ابن مبارک جب بھی آپ سے ملتے تھے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

انت یا جعفر فوق المدح المدح عناء	اے جعفر! آپ ہر تعریف سے بالا ہیں اور ہر تعریف آپ کے مقابلے میں ہیچ ہے
انما الا شراف ارض ولهم انت السماء	کرّہ ارض کا ہر شرف زمین ہے اور آپ اس زمین کے آسمان ہیں
جاز حد المدح من قدولدنه الانبياء الله اظهر دينه	اولا د انبیاء مدح کی حدود سے آگے ہی رہتے ہیں
واعزه بحمد و الله اكرم بالخلافة جعفر ابن محمدؑ	اللہ نے محمدؐ کو معزز کر کے اس کے ذریعہ اپنے دین کو غالب کیا
والله اكرم بالخلافة جعفر ابن محمدؑ	اور جعفر ابن محمدؑ کو خلافت سے مکرم فرمایا ہے

امام صادقؑ کی درسگاہ: سلیمان ابن داؤد سے مروی ہے کہ غیاث ابن حفص نے جب کبھی امام صادقؑ کے سلسلہ سند سے حدیث بیان کی تو حدثنی خیرال جعفر کہہ کر بیان کرتا تھا۔ بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود امام صادقؑ سے چار ہزار محدثین نے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

ابن عقدہ نے ایک الگ کتاب لکھی ہے جس میں اس نے صرف شاگردان امام صادقؑ کے اسماء کی فہرست دی ہے اکثر سربراہان مذاہب (مسلک) نے آپ ہی سے کسب فیض کیا ہے۔۱) امام مالک (۲) شعبہ ابن حجاج (۳) سفیان ثوری (۴) ابن جریح (۵) عبد اللہ ابن

عمر(٦)روح ابن قاسم(٧)سفیان ابن عینیہ(٨)سلیمان ابن بلال(٩)اسماعیل بن جعفر(١٠)حاتم ابن اسماعیل(١١)عبد العزیز ابن مختار(١٢)وہب ابن خالد(١٣)ابراہیم صہبیان(١٤)امام شافعی(١٥)امام احمد ابن حنبل(١٦)ابوایوب سجانی وغیرہ نے براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی آپ سے احادیث نقل کی ہیں۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ آپ سے ملنے آئے۔آپؑ نے ہاتھ میں عصاء رکھا تھا۔ابوحنیفہ نے کہا! اے فرزند رسولؐ ابھی تک تو آپ جوان ہیں اور عصاء کے بغیر نہیں چلتے امام صادقؑ نے فرمایا! اگر انسان عصاء کے بغیر چل بھی سکتا ہو تو بھی ہاتھ میں عصاء رکھنا سنت ہے علاوہ ازیں یہ عصاء میں نے تبّرک رکھا ہوا ہے۔کیونکہ یہ عصائے رسولؐ ہے۔

ابوحنیفہ تیزی سے آگے دوڑے اور عصاء کو ہاتھ میں لیا اور چومے امام صادقؑ نے فرمایا! کیا کرر ہا ہے۔ابوحنیفہ نے کہا چونکہ عصائے رسولؐ ہے اس لئے بوسہ لیا ہوں۔آپؑ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا! ابوحنیفہ تعجب کی بات ہے لکڑی کے اس عصاء کا بوسہ لیتا ہے۔جسے آنحضورؐ نے اپنی زندگی میں ہاتھ میں لیا تھا۔اور اب اسے ایک صدی سے اوپر گذر چکا ہے میرے اس ہاتھ کا بوسہ کیوں نہیں لیتا۔جس میں خون رسولؐ ہے۔

ولایت اہلبیتؑ میں تقویٰ الٰہی ضروری ہے: امام جعفر صادقؑ ولادت سے شہادت تک میں مہزم سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم نے مدینہ منورہ میں ایک گھر میں قیام کیا۔صاحب خانہ کی ایک لڑکی تھی جو مجھے بہت اچھی لگتی تھی میں نے دروازے پر آکر دستک دی اس نے دروازہ کھولا تو میں نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا۔

شام کو جب میں امام صادقؑ کی خدمت میں گیا۔امامؑ نے مجھ سے پوچھا۔آج دن کا

آخری حصّہ تم نے کہاں گزارا؟ میں نے جواب دیا۔ میں مسجد میں تھا اس پر امامؑ نے فرمایا! کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا امر (ولایت) صرف تقویٰ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے ۳۰ گواہ اسماعیل کے مردہ ہونے پر قائم کیئے: امام جعفر صادقؑ کے ایک فرزند تھے جو جوانی ہی میں امام صادقؑ کی زندگی میں انتقال فرما گئے (اور یہی وہ فرزند ہیں جنکے بارے میں فرقہ اسماعلیہ والے رجعت کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ سے عقیدت رکھتے ہیں)

امام صادقؑ نے اپنی اولاد میں سے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر کافی زور دیا اور بار ہا اپنے جانشین اور حجت خدا کے طور پر تعارف کرایا اس وجہ سے امام صادقؑ اپنے بزرگ ترین اصحاب کو اپنے بیٹے اسماعیل کی وفات پر بلایا تا کہ کاظمؑ کی جانشینی سب پر ثابت ہو جائے کسی کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

زرراہ ابن عین سے منقول ہے کہ امام صادقؑ کے پاس گیا تو امام موسیٰ کاظمؑ ان کے دائیں جانب تشریف فرما تھے۔ اور ان کے سامنے ایک تابوت پڑا تھا۔امام نے مجھے فرمایا! داؤ درقی، ابوبصیر فضل بن عمر کو میرے پاس حاضر کرو۔ میں ان سب کو امام کے پاس حاضر کیا۔امامؑ نے ایک ایک کو بلایا یہاں تک کہ تیس ۳۰ اصحاب جمع ہو گئے پھر امام نے فرمایا! داؤد اسماعیل زندہ ہے یا مردہ جواب دیا۔ مر چکا ہے اسی طرح سب سے فرمایا سب نے جواب میں کہا مردہ ہے۔ یہاں تک کہ حاضرین سب نے اعتراف کیا کہ اسماعیل مر چکا ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا۔ خدایا گواہ رہنا اسکے بعد غسل وکفن دینے کا حکم دیا۔ پھر امام نے فضل سے فرمایا اس کا چہرہ ظاہر کرو فرمایا زندہ ہے یا مردہ مفضل نے کہا مردہ۔امام نے فرمایا! خدایا گواہ رہنا کہ جلد ہی گمراہ اور باطل لوگ اسکے بارے میں شک وتردد میں پڑیں گے پھر میت پر خاک ڈالی پھر ہم سے امام نے پوچھا کس کی قبر

ہے؟ ہم نے کہا اسماعیل کی فرمایا! خدایا گواہ رہنا۔

بحاؔر کے مطابق عباسی سیاست نے شیعہ میں تفرقہ پیدا کرنے اور شیعہ قوت کو تقسیم کرنے کی خاطر اپنے تنخواہ دار شیعوں (نام نہاد شیعوں) کے لباس میں چھوڑے۔ جنہوں نے لوگوں میں یہ نشر کرنا شروع کر دیا کہ امامت بڑے بیٹے کا حق ہے۔ اگر امام صادقؑ کسی وجہ سے ناراض ہوکر بڑے بیٹے کو اس کا حق نہیں دے رہے ہیں تو ہمارا حق ہے کہ ہم اسے اس کا حق دیں چنانچہ اسی لئے امام صادقؑ نے وفات اسماعیل پر اپنے دونوں بیٹوں اسحاق اور علی کے علاوہ سرکاری اور شیعہ اور غیر شیعہ میں سے تیس افراد کو بلایا اور غسل سے لیکر دفن تک انہیں ساتھ رکھا ۔داؤدرقی جیسے جاسوسوں کو منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھنے کو فرمایا۔

امام صادقؑ اور دربار منصورؔ

ہم پہلے بھی تذکرہ کر چکے ہیں کہ منصور نے امام صادقؑ کو بار بار قتل کرنے کی غرض سے دربار میں بلاتا رہا ہے۔ مدینہ سے شام یا پھر بغداد بہر حال امام کو بار بار صعوبتیں مشقتیں اُٹھا کر جانا پڑتا اور وہاں یہ منصوبہ بنایا ہوا ہوتا کہ وہ آئیں تو قتل کر ڈالیں۔ یہی نہیں بلکہ اس قدر طیش و غضب میں ہوتا کہ امام کی جیسے کوئی قدر و منزلت ہی نہ ہو۔

امام صادقؑ دوسری مرتبہ دربار منصور میں: نہج الدعوات میں ربیع سے مروی ہے! مجھے منصور کے ساتھ حج پر آنے کا اتفاق ہوا تو منصور نے کہا۔ جب مدینہ پہنچیں تو مجھے جعفر ابن محمدؑ یاد دلانا میں سمجھتا ہوں میرے سواء کوئی بھی اسے قتل نہیں کریگا۔ کیونکہ جب تک جعفرؑ زندہ ہے ہماری حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہوگا۔ چنانچہ منصور نے حکم دیا کہ جا اور اسے لے کے آ۔ لیکن اسے یوں نہ لانا پکڑ کے کھینچ کے لے آنا۔ ربیع آیا اور کہا! مولاؑ منصور نے بلایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا! ٹھیک ہے میں

چلتا ہو۔ اسنے کہا! مولاؑ منصور نے کہا تھا کہ پکڑ کے کھینچ کے لانا۔ آپؑ نے فرمایا! پھر تجھے تعمیل کرنا چاہیے۔ میں نے آپکے دامن عبا سے پکڑلیا اور اس طرح چلنے لگے جیسے میں انہیں لے جارہا ہوں۔ میں دیکھ رہا تھا امام کے لب ہل رہے تھے۔ جب منصور کے پاس پہنچے تو اس نے جلاد کو پہلے ہی بلایا ہوا تھا۔

جونہی امام صادقؑ منصور کے سامنے گئے وہ اٹھا آپ کو گلے لگا لیا۔ اپنے قریب مسند پر بٹھایا اور احوال پرسی کی۔ پھر مجھے کہا! ربیع (یہ اسکا وزیر تھا) ایک تھیلی ایک خلعت اور کچھ دوسرے لباس جعفرؑ کو دے۔ میں حیران تھا جب سامنے نہیں ہوتے تو قتل کے منصوبے بناتا ہے۔ جب سامنے آجائیں تو انعام واکرام دیتا ہے۔ عجب معاملہ ہے۔ آپ واپس جانے کیلئے اٹھے منصور نے مجھے کہا! جا جعفرؑ ابن محمدؑ کو ان کے گھر تک چھوڑ کے آ۔ میں ان کے ساتھ ہولیا راستہ میں میں نے عرض کیا! مولاؑ منصور کے ارادے سے ہم سب واقف تھے کہ وہ قتل کئے بغیر آپ کو واپس نہیں جانے دیگا۔ میں نے دیکھا آپ کے لب ہل رہے تھے تو آپ کیا پڑھ رہے تھے۔ مولاؑ نے فرمایا! ''حسبی رب من المربوبین. حسبی الخالق من المخلوقین'' پڑھ رہا تھا۔

امام صادقؑ تیسری مرتبہ دربار منصور میں: نہج الدعوات میں ابراہیم بن جبلہ سے مروی ہے کہ ایک سال جب امام صادقؑ ایذہ میں تھے۔ منصور نے بھی چند دن ربذہ گذارنے کا فیصلہ کیا۔ جب ربذہ میں قیام ہوگیا تو کہنے لگا کوئی ہے جو جعفرؑ ابن محمدؑ سے میری جان چھڑا دے۔ اگر وہ مارا گیا تو میں محفوظ ہوں۔ اسے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

چنانچہ اس نے حکم دیدیا کہ اے ابن جبلہ جا اور جعفرؑ کے گلے میں رسی ڈال کر لے آ۔ میں گیا آپ مسجد کے دروازے پر تھے۔ آپ نے کہا میں تیرے انتظار میں تھا مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دے آپ باہر تشریف لائے مجھے فرمایا تو منصور کے حکم کی تعمیل کر جیسے اسنے کہا

ہے مجھے ویسے لے چل میں نے عرض کیا مولاؑ آپ فرزند رسولؐ ہیں مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔ جب میں دروازہ میں داخل ہونے لگا آپ کا ایک جملہ سنا یارب جبرائیلؑ ومیکائیلؑ جب منصور نے امام کو دیکھا لیٹا ہوا تھا اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا کیا یہ سچ ہے کہ عبداللہ ابن حسنؑ کو آپ اسلئے آگے بڑھا رہے ہے اگر وہ کامیاب ہوگیا تو حکومت آپ کو ملے گی اور اگر وہ ناکام ہوگیا تو آپ محفوظ رہیں گے ۔آپ نے فرمایا منصور میں پہلے بھی تجھے کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں چغلخوروں سے بچ کے رہنا وہ لوگ تمہاری حکومت پسند نہیں کرتے اور تمہیں آپس میں لڑا کر کمزور کرنا چاہتے ہیں میں نے اس قسم کی بات پہلے کی اور نہ ہی آئندہ ایسا ارادہ ہے۔

امام صادقؑ چوتھی مرتبہ دربار منصور میں: نہج الدعوات میں ربیع نے ابراہیمؑ بن جبلہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ منصورؔ نے مجھے مدینہ سے گرفتار کرکے لانے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم کی خاطر مدینہ گیا۔امام صادقؑ کو واقعہ بتایا۔آپ تیار ہوگئے اور میرے ساتھ چلے جب بغداد درِ دربار پر پہنچے میں نے امام صادقؑ کو باہر ٹھہرایا خود اندر آیا۔منصورؔ کو بتایا۔

منصورؔ نے مسیبؔ ابن زہیر کو بلایا۔اسے تلوار دی اور کہا جب جعفرؑ اندر میرے سامنے آئے اور میں تجھے اشارہ کردوں تو اسے قتل کردینا۔ میں واپس آیا۔آپؑ سے عرض کیا۔ یہ ظالم آپؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بہت غصّہ میں ہے اگر کوئی وصیت ہو تو مجھے کردیں۔امامؑ نے فرمایا! ذرا مجھے اس کے سامنے جانے دو اگر ٹھنڈا نہ ہوا تو میں اس سے وصّیت کی اجازت مانگ لوں گا اور آپؑ اٹھے اور زیرلب کوئی دعا پڑھی جسے میں نہ سمجھ سکا۔ میں دیکھ رہا تھا جیسے جیسے آپ منصور کے قریب ہوتے گئے۔اس کا غصّہ ماند پڑ گیا۔جب آپؑ اسکے بالکل قریب گئے ایسے معلوم ہوا جیسے بھڑکتی آگ پر منوں پانی ڈال دیا ہو۔

منصور نے انتہائی انکساری سے کہا۔ اے جعفرؑ میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپؑ سے چند گلے کرلوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ کے چچازاد اولاد حسنؑ میرے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور حکمران ہوتا تو یہ لوگ خاموشی سے اسکے مطیع ہوتے۔ امام نے فرمایا! منصور مجھے اپنے آباء کے ذریعہ سرورؐ انبیاء سے چند احادیث موصول ہوئی ہیں جن کا تعلق صلۂ رحمی سے ہے اگر تو کہے تو سنادوں۔ منصور نے کہا ضرور سنائیں۔

☆ امام صادقؑ نے فرمایا! میرے نانا نبیؐ اکرم کا ارشاد ہے نیکی اور صلۂ رحمی سے عمر میں اضافہ دولت میں ترقی ہوتی ہے

☆ میرے نانا نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ملک الموت اسے بھول جائے اور بیماری قریب نہ آئے تو صلۂ رحمی کرنے

☆ میرے نانا نے شب معراج ایک شخص کو عرش الٰہی سے چمٹ کر قطع رحمی کرنے والے کا شکوہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا اسکے اور جسکا شکوہ رکررہا ہے اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ جبرائیلؑ نے بتایا۔ سات پشتوں کا منصور نے ابراہیم کو حکم دیا جعفرؑ کو اچھی سواری اور چار ہزار دینار دے کر واپس کردو۔ بعد میں میں نے امامؑ سے عرض کیا! وہ ظالم تو بڑے غصّہ میں تھا وہ کیسے ٹھنڈا پڑ گیا۔ آپؑ نے فرمایا! میں نے تمام معاملات اللہ کے سپرد کردیئے تھے۔

امام پانچویں مرتبہ دربار منصور میں: نہج الدعوات میں محمد ابن ربیع سے مروی ہے کہ منصور ہفتہ میں ایک دن یوم ذبح کے نام سے مقرر کر رکھا تھا۔ اس دن منصور اپنے محل کے سرخ قبہ کے نیچے بیٹھتا تھا اور اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کرتا تھا اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب محمد ابن عبداللہ ابن حسنؑ اور ابراہیم ابن عبداللہ ابن حسنؑ منصور کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے تھے۔ منصور کے حکم کے مطابق امام جعفرؑ صادق مدینہ سے بغداد آئے ہوئے تھے پورا دن اور رات کا کافی وقت منصور

نے اسی مندرج میں گذارا۔

جب رات کا کافی حصّہ گزر چکا تو میرے پاس بُلایا اور کہا! میرے سیاسی مخالفین بڑھتے جارہے ہیں اوراس سلسلہ میں مجھے تیرے تعاون کی ضرورت ہے میرے باپ نے کہا! آپ کا حکم بلا تعمیل نہ پہلے چھوڑا ہے نہ اب چھوڑوں گا۔منصور نے کہا تجھے معلوم ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو مدینہ سے بلایا ہوا ہے۔ مجھے چند ایسے خطوط ملے ہیں جو جعفر صادقؑ نے اپنے خراسان کے موالیوں کو لکھے ہیں اورانہیں میری بغاوت پرآمادہ کیا ہے۔میں چاہتا ہوں آج جعفرؑ کا قصہ تمام کردوں۔

میرے باپ کا بیان ہے کہ میں نے دل میں انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور منصور سے کہا اگر جعفر صادقؑ ان خطوط سے انکار کردے تو؟ منصور نے کہا وہ انکار نہیں کرسکتا کیونکہ اسی کی طرف سے لکھے گئے ہیں میرے باپ نے کہا! یہ بھی تو ممکن ہے کہ بنی امیہ کے خیر خواہ میں سے جو سازشی روپوش ہیں انہوں نے یہ شرارت کی ہو۔

منصور نے کہا بہرصورت جو بھی ہو۔خواہ سازش ہے یا کچھ اور ہو تو جعفرؑ کے نام سے رہی ہے میں ابھی اس قصّہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ آئیندہ نہ کوئی سازش کامیاب ہو۔اور نہ جذباتی شیعوں کو بھی ایسا موقعہ ملے۔میرے باپ نے کہا! جیسے آپ کی مرضی منصور نے کہا اس وقت رات کافی گذر چکی ہے۔اسی وقت جا گھر پر دق الباب نہ کرنا دیوار پھاند کر اندر جانا اور جس حال میں ہو اسی حال میں گرفتار کر کے لانا۔

محمد ابن ربیع کہتا ہے میرا باپ اٹھا۔اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا۔بیٹا میں اس وقت دوراہے پر کھڑا ہوں۔ایک طرف فرزند رسولؐ کی زندگی ہے اور دوسری طرف میری اور تمہاری زندگی۔اگر منصور کا حکم مان کے جعفرؑ کو گرفتار کر کے لاتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ وہ امام جعفرؑ کو قتل

کر دیگا۔آخرت چلی جائیگی اور اگر گرفتار نہیں کرتا ہوں تو منصور نہ صرف مجھے بلکہ تم سب بھائیوں کو بھی تختہ دار چڑھا دیگا کافی دیر سوچنے کے بعد بابا نے کہا! بیٹے دنیا گزارنا بھی بڑا مشکل ہے۔جا جعفرؑ کو گرفتار کر کے لا۔ہاں یاد رکھنا جس حال میں ہو اسی حال میں گرفتار کر کے لانا۔میں نے آٹھ دس سپاہی لئے انہیں سیڑھی لانے کو بھی کہا! ہم گئے سیڑھی پھاندی دیوار پھاندی میں نے دیکھا تو امام صادقؑ ڈھیلا ڈھالا کرتا پہن رکھا تھا اور لنگ باندھے ہوئے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں رک گیا جب انہوں نے نماز ختم کی تو میں نے کہا! آپؑ کو منصور نے یاد کیا ہے۔امام صادقؑ نے کہا! ٹھیک ہے میں کپڑے پہن لوں میں نے کہا! مجھے حکم یہی ہے کہ جس حالت میں آپ ہوں اسی حالت میں آپ کو لایا جائے امام صادقؑ نے یہ شکوہ تک نہ کیا کہ تم نے دق الباب کیوں نہیں کیا دیوار کیوں پھاند کر آئے۔خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگے۔میں نے دیکھا آپ کا سن (۷۰) ستر برس سے اوپر تھا اور ہمارے ساتھ چلتے ہوئے تکلیف محسوس کر رہے تھے مجھے ترس آ گیا میں نے ایک سپاہی سے کہا! امام صادقؑ کو اپنے گھوڑے پر بٹھا دے تو کسی اور کے ساتھ بیٹھ جا جب ہم دارالامارہ پر پہنچے میرا باپ منتظر تھا۔

امام صادقؑ نے کہا تیرے بیٹے نے مجھے کپڑے بھی تبدیل کرنے نہیں دیئے۔اگر اجازت دے تو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں میرے باپ نے کہا منصور اس وقت غصّہ میں ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔اسنے اجازت دی

چنانچہ امامؑ نے اختصار سے نماز پڑھی پھر ایک طویل دعا بھی مانگی اور اٹھ کھڑے ہوئے میرے بابا آگے چلے ہم پیچھے درمیان میں امام صادقؑ تھے جب منصور کے سامنے ہوئے تو انہوں نے زیر لب کچھ پڑھا۔

جب منصورؔ کے روبرو جا کے کھڑے ہوئے تو منصور نے کہا! اے جعفرؑ! آپ کیوں

لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں؟ امام صادقؑ نے فرمایا! میں قبل ازیں چار مرتبہ تجھے بتا چکا ہوں کہ سیاسی لحاظ سے میں گوشہ نشین ہوں۔ اگر کوئی میرے نام سے کرتا ہے تو اس کا جواب دہ میں نہیں ہوں۔ منصور نے کہا! میرے پاس آپ کے لکھے ہوئے خطوط ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا! منصور میں نہیں سمجھتا کہ کیوں تو اس قدر احساس عدم تحفظ میں مبتلا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں خراسان کے شیعوں کو خط لکھوں اور پھر وہ خط تجھے بھیج دیں تو کیوں اس پہلو پر غور نہیں کرتا در اصل جو تمہارے اپنے خاندان کے خلاف بر سر پیکار رہے ہیں وہی از خود خط لکھتے ہیں اور پھر تم کو دیدیتے ہیں۔

منصورؔ نے بالشت بھر تلوار نیام سے نکالی اور کہا! آپ درست نہیں کہہ رہے ہیں یہ خط جعلی نہیں ہیں۔ پھر تلوار کو میان میں ڈال لیا۔ امام صادقؑ نے فرمایا! اگر جعلی نہیں ہیں تو پھر جن کو میں نے لکھے ہونگے وہ بھی تو تمہارے پاس انعام کی خاطر آئے ہونگے۔ منصور نے پھر تلوار میان سے پہلے کی نسبت زیادہ نکالی اور کہنے لگا کیا آپ مجھے جھٹلا رہے ہیں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ لیکن پھر تلوار کو نیام میں ڈال لیا۔ امام صادقؑ نے فرمایا! کیوں تو جذباتی بن رہا ہے۔ خط میں نے تیرے ذریعہ تو نہیں لکھے تاکہ جھٹلاؤں میں تو تجھے سوچنے کی ایک راہ بتا رہا ہوں اور ان دروغ باتوں کو جھٹلا رہا ہوں۔ جن کا تعلق نہ خراسان سے ہے نہ تیری خیر خواہی سے ہے۔ ان کا تعلق تو صرف اور صرف تجھے کمزور کرنے سے ہے اور یہیں بیٹھ کر جعلی خط بنائے ہیں اور پھر تجھے دیکر کہتے ہیں کہ یہ خط ہم نے خراسان سے حاصل کیا ہے۔

منصور نے کہا! ایسے افراد میرے اردگرد نہیں ہیں۔ ان سب پر مجھے پورا پورا اعتماد ہے امام صادقؑ نے فرمایا! جس طرح محبت اور عداوت اندھے اور بہرے ہوتے ہیں اسی طرح اقتدار

بھی اندھا ہوتا ہے اور بہرا ہوتا ہے۔ تو اس وقت غصّہ سے آپے سے باہر ہے۔ ذرا یہ سوچ کہ بنی امیہ جو نہ صرف میرے بلکہ تیرے بھی دشمن تھے۔ جب میں نے تیرے سامنے کسی منصوبہ میں شریک ہو کر بنی امیہ کے خلاف کبھی کسی کو کچھ نہیں کیا تھا تو اب تیرے خلاف میں کسی سے کیوں کچھ کہنے لگا ہوں۔ میری عمر ستّر تک پہنچ رہی ہے میری زندگی تیرے سامنے ہے۔

منصور نے پھر پوری تلوار میان سے نکالی اور کہا! میں تیرا قصّہ ہی پاک کر دینا چاہتا ہوں۔ پھر فوراً تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ امام صادقؑ نے کہا! موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ جب وہ نہیں چاہے گا تو میں ایک لمحہ میں زمین پر نہیں گزار سکونگا خواہ لاکھ لشکر میرے محافظ ہوں اور جب تک وہ زندہ رکھے گا۔ مجھے کوئی نہیں مار سکتا خواہ ساری دنیا ہی مخالف ہو جائے۔ اگر میری زندگی ہی ختم ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

منصور نے بابا سے کہا! ربیع ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جعفرؑ سچ کہہ رہے ہیں۔ ایسا کر میری اپنی سواری کا گھوڑا اور دس ہزار دینار دیکر انہیں ساتھ جا کر مکان پر پہنچا دے اور ان سے پوچھنا اگر ہمارے ہاں رہنا چاہیں تو ہم سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ اگر مدینہ جانا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ربیع کہتا ہے کہ میں حیران و پریشان کبھی امام جعفرؑ کو دیکھتا تھا اور کبھی منصور کو جب میں امام صادقؑ کو ان کے مکان پر چھوڑ کے واپس آیا تو منصور اسی طرح بیٹھا تھا۔ میں نے منصور سے کہا حضور! آپ کو یاد ہے قبل ازیں چار مرتبہ آپ نے امام صادقؑ کو قتل کے ارادے سے بلا چکا ہے لیکن جس طرح آج تو غصّہ میں تھا۔ اس طرح پہلے کبھی نہ تھا اور آج جسطرح کا تو نے امام صادقؑ سے سلوک کیا ہے اسطرح پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ تین مرتبہ تو نے تلوار نکالی۔ میں تو یہی سمجھا کہ آج تو کسی جلاد کی خدمت بھی حاصل نہیں کریگا۔ اور ہر مرتبہ تو نے تلوار نکالی اور میان میں کر لیا پھر تو نے

پہلے سے زیادہ احترام کے ساتھ امام جعفرؑ کو واپس بھیج دیا؟

منصور نے کہا! ربیع میں تجھے بتاتا ہوں لیکن اگر اسکی بھنک بھی باہر نکل گئی تو میں نہ صرف تجھے بلکہ تیری نسل میں سے بھی کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے کہا جب تک زندہ ہے کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ منصور نے کہا! اور خطرہ تو نہیں ہے بنی فاطمہؑ اور چوڑے ہو جائینگے بنی فاطمہؑ کے علم و فضل اور کمال سے کوئی جاہل ہی انکار کر سکتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اقتدار نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے۔

میں نے کہا! ایسی کونسی بات ہے؟

منصور نے کہا! جب میں نے پہلی مرتبہ تلوار کھینچی نبی اکرمؐ میرے اور جعفرؑ کے درمیان حائل ہو گئے اور مجھے فرمایا! خبردار میں نے تلوار میان میں ڈال دی۔ جب میں نے دوسری مرتبہ تلوار کھینچی تو پھر رسولؐ اکرم میرے اور جعفرؑ کے درمیان آ گئے۔ اب کے انہوں نے طمانچہ سامنے کیا اور کہا۔ منصور اگر تو نے ذرا بھی حرکت کی تو تجھے واصل جہنم کر دوں گا۔ میں نے خوف کے مارے تلوار میان میں ڈال لی اور یہ سمجھا کہ میرا وہم ہے۔ لیکن جب تیسری مرتبہ میں نے تلوار نکال لی تو اس وقت میرے اس قدر قریب آ گئے کہ میں کانپنے لگا اور اب رسالتمآبؐ کا ہاتھ میں ایک آتشی چابک تھا انہوں نے فرمایا! میں تجھے تیسری مرتبہ روک رہا ہوں اگر اب جسارت کی اور میرے بچے سے کچھ کہا تو پھر اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔

ربیع کہتا ہے کہ پھر میں امام صادقؑ کو ملا اور عرض کی مولاؑ! آپ نے دو دعائیں پڑھیں تھیں امام صادقؑ نے فرمایا! اگر مجھے تیری جان کا خطرہ نہ ہوتا تو جو کچھ منصور نے مجھے دیا ہے وہ میں تجھے دیدیتا۔ ہاں تو مدینہ میں میری زمین مجھ سے مانگی تھی اب وہ زمین میں تجھے ہبہ کر دیتا ہوں اور امام نے ہبہ کی تحریر اور وہ دونوں دعائیں لکھ کر دیدی۔ (دمعۃ الساکبہ، ج دوم صفحہ ۶۲۵۔۶۲۹)

امام صادقؑ آل محمدؑ چھٹی مرتبہ اور بعض میں دوسری مرتبہ دربار منصور میں:

نہج الدعوات میں صفوان ابن مہران سے مروی ہے کہ مدینہ کے ایک مخزومی نے منصور اس وقت شکوہ کیا جب محمد وابراہیم ابن عبداللہ ابن حسنؑ ،منصور کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔خفیہ اطلاع دی کہ جعفرؑ صادق کا غلام معلیٰ ابن خنسے آج کل موالیان آل محمدؐ سے پیسے جمع کر رہا ہے اور امام صادقؑ یہ تمام رقم عبداللہ کی اس مہم میں خرچ کرے گا جو آپ کے خلاف چلائی جارہی ہے۔یہ اطلاع بھیجنے کے بعد یہ مخزومی بھی بغداد چلا گیا۔منصور یہ اطلاع ملتے ہی دانت پیسنے لگا! اوراس نے والی مدینہ داؤد ابن علی کو حکم بھیجا کہ جعفر ابن محمدؑ کو فوراً بغداد بھیجا جائے۔داؤد نے امام صادقؑ کو منصور کا حکم سنایا۔امام نے فرمایا! میں انشاءاللہ کل صبح روانہ ہو جاؤں گا۔

دوسرے دن آپ اونٹ پر سوار ہو کر عازم بغداد ہو گئے بغداد پہنچنے کے بعد آپ نے منصور کو اطلاع بھیجوائی۔منصور نے فوراً آپ کو بلالیا جب آپ منصور کے سامنے گئے تو آپ نے ایک دعا پڑھی اور فرمایا! میں نے سنا ہے کہ تو نے مجھے یاد کیا ہے۔

منصور نے کہا! آپ نے ٹھیک سُنا ہے اور میں نے سُنا ہے کہ آپؑ میرے خلاف عبداللہ کی مہم جوئی میں مالی امداد کر رہے ہیں۔امام نے فرمایا! تو نے غلط سُنا ہے منصور نے کہا! میں نے درست سنا ہے پھر منصور نے مخزومی کا وہ واقعہ آپ کے پیش کیا۔آپ نے فرمایا! اس مخزومی نے مجھ پر الزام لگایا ہے اور جھوٹ بکا ہے۔

منصور نے کہا! کیا آپ قسم دینگے آپؑ نے فرمایا! میں اپنی صداقت کی قسم ضرور دوں گا لیکن اس سے پہلے مخزومی موجود ہے تو اسے میرے روبرو کریں تاکہ میں بھی اس سے ایک دو سوال کرلوں۔ منصور نے مخزومی کو بلایا۔مخزومی حاضر ہو گیا۔امام صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! یہ خط تو نے لکھا تھا؟ مخزومی

نے کہاں میں نے لکھا تھا امامؑ نے فرمایا! تو نے جو کچھ لکھا ہے تجھے ذاتی طور پر یقین ہے یا سُنی سُنائی ہے؟ مخزومی نے کہا مجھے ذاتی طور پر یقین ہے۔صادقؑ آل محمدؐ نے کہا! جو کچھ تو نے لکھا ہے اسکی صداقت پر قسم کھائے گا۔مخزومی نے کہا! دس بار قسم کھاؤں گا۔آپؑ نے منصور سے فرمایا تو اس سے قسم لے لے۔منصور نے مخزومی سے کہا قسم کھا۔مخزومی قسم کھانے لگا۔واللہ الذی صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! اس طرح نہیں بلکہ اسطرح قسم کھاؤ''ابرءالی اللہ من حول اللہ وقوۃ والتجاءالی حولی وقوتی''جو کچھ میں نے لکھا ہے سچ ہے۔مخزومی نے پس وپیش کی۔منصور نے برہم ہوکر کہا! جو جعفرؑ قسم دے رہا ہے تجھے یہی کھانا ہوگی۔مخزومی نے ناچار یہی قسم کھائی ابھی قسم پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ گرا اور گر کر مر گیا۔اسکے بعد اسنے جانے کی اجازت دیدی۔(الدمعتہ الساکبہ،ج دوم،ص ۶۳)

امام صادقؑ ساتویں مرتبہ دربار منصور میں: نہج الدعواتؔ میں محمد ابن عبداللہ اسکندری سے روایت ہے کہ مجھے منصور سے وہ تقرب حاصل تھا جو اور کسی کو نہیں تھا۔میں منصور کی ہر خلوت اور جلوت میں اسکا رازدان رہتا تھا۔ایک دن منصور کہنے لگا! محمد میں نے سادات بنی فاطمہؑ میں سے کم وبیش سو سے زیادہ سرکردہ افراد توقتل کردیئے ہیں لیکن تا حال جعفرؑ نے مجھے اسیا کوئی موقع نہیں دیا۔اور جب تک جعفرؑ زندہ ہے اس وقت تک مجھے اطمینان نہیں آئے گا۔

محمد ابن عبداللہ نے کہا! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت امام صادقؑ عمر کے اس مقام پر ہیں جہاں خواہش اقتدار ختم ہوجاتی ہے۔وہ آپ کیلئے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہیں وہ تو ہر وقت مصلہ ئے عبادت پر ہی بیٹھے رہتے ہیں۔منصور نے کہا! مجھے معلوم ہے تو شیعان آل محمدؐ سے ہے لیکن تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اقتدار بانجھ ہوتا ہے۔میں نے آج قسم کھائی ہے کہ جعفرؑ ابن محمدؑ کو آج رات ہی قتل کردوں۔محمد کہتا ہے میں نے انا اللہ پڑھا۔منصور نے جلاد کو بلوایا۔اور کہا جب جعفر ابن

محمدؑ میرے پاس آکر بیٹھ جائے اور میں انہیں باتوں میں لگالوں اسی دوران میں سر سے ٹوپی اتاروں گا جونہی میں ٹوپی اتاروں تو جعفرؑ کو قتل کر دینا۔ پھر منصور نے امام صادقؑ آل محمدؑ کو لانے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا جب امام صادقؑ تشریف لائے تو ان کے دو ہونٹ ہل رہے تھے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پورا محل اس طرح لرز رہا ہے جس طرح موجوں میں گھری کشتی لرزتی ہے۔ منصور امام صادقؑ کے قریب گیا اور آپ کے کندھے کا اسطرح سہارا لیا جس طرح ایک گرنے والا شخص کسی کا سہارا لیتا ہے۔ نہ منصور کے سر پر شاہی تاج تھا اور نہ پاؤں میں جوتے تھے اس کا چہرہ زرد تھا۔ تمام جسم کپکپا رہا تھا۔ منصور کا چہرہ لمحہ بہ لمحہ بدل رہا تھا۔

منصور نے امامؑ کو تخت پر بٹھایا خود اسطرح دوزانو ہو کر بیٹھا آپ کے سامنے جس طرح مجرم غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے کہنے لگا! فرزند رسولؐ اس وقت کیسے تشریف لائے؟ آپ نے مسکرا کے فرمایا! مجھے پیغام ملا ہے منصور بلا رہا ہے۔ منصور نے کہا قاصد نے غلط کہا ہے میں کیسے اس وقت آپ کو تکلیف دے سکتا ہوں۔ آپ آرام فرمائیں کوئی ضرورت ہو تو فرمائیں۔ صادقؑ آل محمدؑ نے فرمایا! میری صرف یہ ضرورت ہے کہ تو بلا ضرورت مجھے ہر وقت بلانا چھوڑ دے منصور نے کہا میری توبہ میں آپ کو کیوں بلاؤں گا امام صادقؑ تشریف لے گئے۔ منصور نے خواب آور دوا منگوائی اور سو گیا۔ میں بیٹھا رہا نصف شب کے بعد منصور بیدار ہوا۔ مجھے بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہنے لگا میں رفع حاجت سے فارغ ہولوں پھر تجھے آج کا واقعہ بتاؤں گا۔

کچھ دیر بعد منصور نے کہا! جب جعفرؑ نے میرے صحن میں قدم رکھا تو میں نے ایک اتنا بڑا اثر دہا دیکھا کہ میرے اوسان خطا ہو گئے۔ اس اژدہے نے منہ کھول رکھا تھا۔ اژدہے کا نچلا ہونٹ زمین پر اور اوپر والا جبڑہ میرے محل کے بلند کنگرے تک پہنچ رہا تھا اژدہے کی زبان

انگارے اُگل رہی تھی۔ اس نے فصیح عربی میں مجھے کہا اگر جعفرؑ ابن محمدؑ کو کچھ بھی ہوا تو میں اس پورے محل کو مع مکینوں کے نگل لوں گا۔

محمد کہتا ہے۔ میں نے کہا آپ کو معلوم ہے آل محمدؑ میں سے ایک فرد ایسا رہتا ہے جو آدمؑ تا خاتم تک تمام علوم انبیاء وکمالات مرسلین کا وارث ہوتا ہے میرا خیال ہے جعفرؑ انہیں میں سے ہے۔ اگلے سال میں نے منصور سے امام صادقؑ کی زیارت کی دعا مانگی منصور نے بخوشی اجازت دیدی۔ میں حاضر خدمت ہوکر قدمبوسی کی اور عرض کیا آپ کو آپ کے جدامجد کا واسطہ ہے آپ مجھے وہ دعا تعلیم کریں جو آپ نے منصور کے پاس جاتے ہوئے پڑھی تھی۔ آپؑ نے اسے تعلیم دی اور فرمایا! محمد اتنا پریشان کیوں ہوتا ہے ہم آل محمدؑ بخیل نہیں البتہ نااہلوں سے بچتے ہیں تو اسکا اہل ہے یہ دعا لے لے۔

منصور کے دربار میں امام کی طلبی اور جادوگروں کا بلایا جانا

شرح شافیہ میں ربیع سے منقول ہے کہ منصور نے بابل کے جادوگروں میں سے ستّر معروف جادوگروں کو بلایا اوران سے کہا۔ میں نے سنا ہے تم ان جادوگروں کی اولاد ہو جنہوں نے حضرت موسیٰؑ سے مقابلہ کیا تھا۔ آج دیکھ رہے ہو یہ جعفرؑ ابن محمدؑ تمہاری طرح کا جادوگر ہے۔ اس نے میرے ناک میں دم کر رکھا ہے اگر اسے زیر کردو تو منہ مانگا انعام دوں گا۔

ان جادوگروں نے کہا! اگر وہ جادوگر ہوا تو آپ یقین کریں اس وقت روائے ارض پر ہم سے بڑا کوئی جادوگر نہیں زیر ہو جائے گا۔

وہ دربار میں آئے ہر ایک نے ایک درندہ کی بت بنا کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جو دیکھنے والوں کو زندہ معلوم ہوتے تھے۔ دربار منصور میں ہر طرف بیٹھ گئے اور ہر جادوگر اپنے درندہ کے ساتھ بیٹھ گیا جب دربار آراستہ ہوگیا تو منصور نے امام صادقؑ آل محمدؑ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے

جب آپ نے جادوگروں کے درندوں کو دیکھا آپ کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا۔شاید تم بھی مجھے نہیں پہنچانتے فخر موسیٰ کا فرزند ہوں اور حجت خدا ہوں۔آج کے بعد پھر کبھی تم کسی کو دھوکہ نہیں دے سکو گے۔موسیٰ کے عصاء نے سانپوں کو کھایا تھا لیکن آج میں تمہارے تخلیق کردہ بے جان درندوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ جاندار بنکر تمہیں نگل لیں۔

پھر کیا تھا ہر درندہ اپنے بنانے والے پر جھپٹا اور آن کی آن میں انہیں ہڑپ کر گیا۔یہ دیکھ کر منصور غش کر گیا۔جب اسے افاقہ ہوا تو ہاتھ جوڑ کے کہنے لگا۔اۓ وارث رسولؐ مجھے معاف فرمادیں۔آپ نے فرمایا گھبرامت یہاں تو تجھے معاف کیا تیرا حساب قیامت میں ہوگا۔منصور نے کہا! اور وہ جادوگر؟ آپؑ نے فرمایا جس دن موسیٰ کا عصاء جادوگروں کے سانپ واپس کرے گا اسی دن یہ درندے جادوگر واپس کر دینگے۔(دمعتہ الساکبہ،ج دوم،ص ۶۳۳)

ایک مومن کا سالانہ محصول: بحار میں محمد بن سعید سے مروی ہے کہ میرا سالانہ ٹیکس بڑا زیادہ تھا اور میرے پاس ادائیگی کے لئے کچھ نہ تھا۔مجھے چند ہفتوں کے مہلت چاہیے تھی ٹیکس وصول کرنے والے محمد ابن سماء موالیان آل محمدؐ سے تھا میں امام صادقؑ کے پاس آیا اور عرض کیا! مولاؑ محمد بن سماء کے نام ایک رقعہ دیدیں تا کہ کچھ دنوں تک ٹل جائے۔آپؑ نے فرمایا! جا محمد سے کہہ دے کے جعفرؑ ابن محمدؑ کہہ رہے ہیں۔

☆جس نے ہمارے موالی کا احترام کیا اس نے کرم خدا پایا

☆جس نے ہمارے موالی کی توہین کی اس نے غضب خدا کو دعوت دی

☆جس نے ہمارے شیعہ پر احسان کیا اس نے گویا امیر المومنین علیؑ پر احسان کیا۔جس نے امیر المومنینؑ پر احسان کیا اسنے گویا نبی کونین کو ممنون کیا اور جس نے نبی کونین کو ممنون کیا اسنے گویا اللہ

کو ممنون کیا۔ جس نے اللہ کو ممنون کیا وہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ میں محمد کے پاس آیا اسے بتایا اسنے تین مرتبہ محمد سے قسم لی کیا واقعاً امام صادقؑ نے یہ فرمایا ہے۔ میں نے جب تین مرتبہ قسم اٹھائی تو اس نے اپنے ماتحت کو بلایا اور اسے کہا کہ دیکھ ابن سعید کا کتنا لگان ہے۔ اس نے دیکھ کر بتایا۔ ساٹھ ہزار دینار۔ محمد بن سماء نے کہا! اسے مٹا دے پھر محمد بن سماء نے مجھے ایک تھیلی ایک کنیز اور گھوڑا مع ساز وسامان کے دیا۔ میں امام صادقؑ آل محمدؐ کے پاس آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ میں سناؤں یا تو خود سنائے گا۔

ابوحنیفہ سے چند سوال: احتجاج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابوحنیفہ امام صادقؑ آل محمدؐ کے پاس آئے۔ ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں بھی ابوحنیفہ کے ساتھ تھا۔

امام صادقؑ نے پوچھا! میں نے سُنا ہے آپ اہل عراق کے مفتی ہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا! ہاں آپؑ نے فرمایا۔ اگر آپؑ اور لوگ یہ نہ کہتے کہ جعفرؑ ابن محمدؐ نے بے اعتنائی کی ہے اور کوئی گفتگو نہیں کی تو میں قطعاً آپ سے یہ باتیں نہ کرنا۔ صادقؑ آل محمدؐ نے کہا! آپ کس بنیاد پر فتوی دیتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا! قرآن سے صادقؑ آل محمدؐ نے کہا! گویا آپ کو قرآن کے ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور تاویل وتنزیل کا علم ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا! ہاں صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا۔ آیت ہے "**سِيْرُوا فِيْهَا لَيَالِيَ وَأَيَّاماً آمِنِيْنَ** "(سورہ صباء ۱۸:۳۴) شب وروز امن سے رہو اس سے کیا مراد ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا! مکہ ومدینہ کے مابین کا علاقہ مراد ہے۔

☆ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! اپنے علم وانصاف سے بتاؤ کیا مکہ ومدینہ کے درمیان کبھی کوئی قافلہ نہیں لٹا۔ ابوحنیفہ نے کہا! کئی قافلے لٹے ہیں۔ اب یا اللہ نے غلط کہا یا آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ امام صادقؑ نے فرمایا! دوسری آیت ہے "**مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً**" (سورہ آل عمران

۳:۹۷) جو بھی آ گیا وہ محفوظ ہو گیا اس سے کونسی جگہ مراد ہے۔ابوحنیفہ نے کہا ! بیت اللہ مراد ہے۔صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! کیا عبداللہ ابن زبیر بیت اللہ میں قتل نہیں ہوا تھا۔ابوحنیفہ نے کہا! وہیں قتل ہوا تھا۔صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! پھر اللہ کا وعدہ کیا ہوا۔ابوحنیفہ نے کہا! قرآن کا تو مجھے زیادہ علم نہیں ہے۔البتہ قیاس میں میری دسترس وسیع ہے اور میرے اکثر فتاوے کی بنیاد قیاس ہی ہوتی ہے۔

☆ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! جب قتل زیادہ جرم ہے تو ازروئے قیاس قتل کے لئے گواہ زنا کی نسبت زیادہ ہونا چاہیے تھے جب کہ حکم شریعت اور آپ کے قیاس میں تضاد ہے۔

☆ اچھا ازروئے نجاست پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

ابوحنیفہ نے کہا! پیشاب۔آپ نے فرمایا! اگر پیشاب زیادہ نجس ہے تو ازروئے قیاس پیشاب کے بعد غسل اور خروج منی کے بعد صرف وضو کافی ہونا چاہیے تھا۔جبکہ شریعت آپ کے قیاس کے برعکس ہے۔ابوحنیفہ نے کہا! مجھے اپنی فکر پر زیادہ اعتماد ہے اور قرآن و قیاس کے نسبت زیادہ فتویٰ میں اپنی فکر سے دیتا ہوں۔

☆ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! آپکی فکر اس مسئلہ میں کیا فتویٰ دیگی جب ایک غلام اور آقا ایک وقت میں شادی کریں۔ایک رات مباشرت کریں۔دونوں نطفہ ایک وقت میں منعقد ہو جائے دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں رہتی ہوں۔نو ماہ بعد دونوں کی بیویاں ایک کمرہ میں دو بچے جنیں مکان کی چھت گر جائے۔دونوں مائیں دب کر فوت ہو جائیں اور دونوں کے بچے زندہ رہیں۔ اب آپ کی فکر کے مطابق ان دونوں بچوں میں مالک کون ہوگا؟ غلام کون ہوگا۔وارث کون ہوگا؟ اور ترکہ کون ہوگا؟

ابوحنیفہ نے کہا حضور میرے پاس زیادہ مسائل حدود وتعزیرات کے آتے ہیں۔ان میں تو میں طاق ہوں۔ان دیگر مسائل میں میں نے کبھی زیادہ فکر نہیں کی۔

☆صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! اگر ایک نابینا۔ بینا کی آنکھ پھوڑ دے اور ایک ہاتھوں سے محروم شخص صحیح شخص کا ہاتھ کاٹ دے تو ان پر حد کس طرح جاری ہوگی؟ ابوحنیفہ نے کہا! میرا زیادہ مطالعہ بعثت انبیاء کا ہے۔

☆امام نے فرمایا! اچھا یہ بتا کہ حضرت موسیٰؑ وہارونؑ سے اللہ نے فرمایا! **اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولَا لَهُ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى** (سورہ طہٰ ۲۰: ۴۳، ۴۴) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ ممکن ہے وہ ڈر جائے اس میں "لعل" شک کے لئے ہے۔ کہا اللہ کو بھی شک تھا؟ ابوحنیفہ خاموش ہوگئے۔صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! ابوحنیفہ آپ نے قرآن سے لاعلمی ظاہر کی۔قیاس بنیاد دین نہیں۔حدود کا تو وارث نہیں۔ بعثت انبیاء سے خاتم الانبیاء واقف تھے اور نقص رائے کا تم خود اعتراف کرتے ہو۔ابوحنیفہ نے کہا! آج کے بعد قیاس اور رائے سے فتویٰ نہیں دوں گا۔صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! جسطرح ہوس اقتدار میں ایسا نہیں کرسکتے ویسے تم بھی ایسا نہیں کرسکو گے۔

امام جعفر صادقؑ کے حکیمانہ ارشادات

احسن المقال ۲۰۷ صفحہ پر شیخ عباس قمی علیہ رحمہ نے تحریر کیا ہے امام صادقؑ آل محمدؐ نے عبداللہ ابن جندب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا! اے جندب کے بیٹے رات کو تھوڑا سویا کرو۔اور دن کو باتیں کم کرو۔جسم میں آنکھ اور زبان سے زیادہ ناشکرا کوئی عضو نہیں ہے۔ جناب سلیمانؑ کی والدہ نے جناب سلیمانؑ سے کہا تھا اے بیٹا! سونے سے بچو یعنی زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ یہ تمہیں محتاج بنادے گا۔اس دن جس دن لوگ اپنے اعمال کے محتاج ہونگے اس پر قناعت کرو جو خدا نے

تمہاری قسمت میں لکھا ہے اوراس چیز کی طرف نہ دیکھو جوتمہارے پاس نہیں اور چیز کی خواہش نہ کرو کہ جس تک نہیں۔ کیونکہ جس نے قناعت کی وہ سیر ہوا اور جو قناعت نہیں کرتا وہ سیر نہیں ہوتا اور آخرت میں اپنا حصّہ لے لو اور غنی اور تونگری کے وقت تکبر اور ناشکری نہ کرو اور فقر و فاقہ کے وقت جزع وخزع واضطراب و بے تابی نہ کرو اور تندمزاج اور بدخو نہ بنو کہ لوگ تمہارے نزدیک جانے کو ناپسند کریں اور سستی نہ کرو کہ تمہیں حقیر و ذلیل سمجھیں وہ شخص جو تمہیں پہنچاتا ہے اس سے مخاصمہ اور جھگڑا نہ کرو جو تم سے اونچا ہے اور استہزاء اور تمسخر نہ اڑاؤ جو تم سے پست ہے اور اس کے امر و فرمان میں نزاع نہ کرو جو اس کا اہل ہے اور بے وقوف اور بے عقلوں کی اطاعت نہ کرو اور خوار و ذلیل نہ ہو کہ ہر شخص تمہیں ماتحت سمجھے اور کسی کی کفایت پر اعتماد نہ کرو اور ہر کام کے وقت رک جاؤ جب تک اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ تمہیں معلوم نہ ہو۔ اس سے پہلے کہ تم اس میں داخل ہو اور پھر پشیمان ہو۔

امام جعفر صادقؑ اور آپکی حکیمانہ گفتگو

امام جعفر صادقؑ کو تبلیغ دین کیلئے زیادہ موقع فراہم ہوا کیونکہ بنی امیّہ اور بنی عباس کی حکومت کیلئے رسہ کشی نے کچھ موقع فراہم کیا لیکن اس میں بھی نبی عباس کے اقتدار سنبھالنے کے بعد ابوجعفر سفاح کے بعد منصور دوانقی کی خلافت کے دور میں امام صادقؑ آل محمدؑ کو بار بار مدینہ سے شام اور کبھی بغداد کبھی ربذہ طلب کیا گیا اور ہر مرتبہ یہی کوشش رہی کے آپ کو قتل کر دیا جائے۔ حالانکہ آپ نے بار بار یہ اعلان فرمایا کہ مجھے سیاست اور حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں مجھے تیری حکومت سے کوئی تعلق نہیں لیکن خلفائے بنی عباس بار بار امام کو زحمتیں اذیتیں دیتے تھے آپ ظاہری خلافت کے محتاج نہیں تھے۔ آپ چونکہ الٰہی خلافت کے حامل تھے طلباء کو بڑے بڑے علماء

فقہا جو آج جن کے مسلک ہیں ان سب نے امام سے تعلیم حاصل کی امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو کچھ علوم نشر کرنے کے مواقع مل گئے لیکن خلفائے بنی عباس جنہوں نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کی قبر مطہر سے خوف کھائے ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے قبروں پر ہل چلائے، کربلائے معلیٰ میں کھیتی باڑی کی تو یہ لوگ امام صادقؑ آل محمدؐ کے علوم کی اشاعت کو کیسے برداشت کرسکتے تھے چنانچہ امام محمد باقرؑ کو ہشام ابن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا اور امام جعفر صادقؑ کو منصور دوانقی زہر سے شہید کیا اور یہ سلسلہ امام حسنؑ عسکری تک جاری رہا۔

امام جعفر صادقؑ آل محمدؐ کی گفتگو کیا تھی صرف وعظ و پند و نصیحتیں، بھٹکے ہوئے کو راہ دکھلانا۔ جو بات کرتے تھے جو جملہ منہ سے نکلتا تھا وہ ایک سبق تھا۔ چنانچہ یہ تاریخ کی کتابوں میں احادیث کی تمام کتابوں میں آپ ہی سے یا آپ کے شاگردوں سے چاہے وہ جو بھی مسلک کے ہوں آپ ہی سے روایتیں ہیں۔ افضل نامور عظیم القدر سنی اور شیعہ دونوں کے ہاں بلند مقام رکھتے تھے۔ لوگوں نے آپ سے اتنے علوم نقل کئے ہیں کہ جن کو لیکر قافلے چلے اور شہر بہ شہر آپ کا ذکر پھیلا۔ علماء نے آپ کے خاندان سے کسی سے اتنے علوم نقل نہیں کئے جتنے آپؑ سے نقل کئے۔ آپؑ سے روایات لینے والے مختلف ادیان و مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور محدثین کے اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد چار ہزار تھی (اعلام الوریٰ)

صادقؑ آل محمدؐ کے بارے میں کمال الدین محمد بن طلحہ نے فرمایا۔ امام صادقؑ اہلبیتؑ و سادات میں سے ایک ایسی ہستی ہیں جو بہت سے علوم وفنون جانتے تھے عبادت و اذکار الٰہی کرنے والوں میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ بہت بڑے زاہد تھے اور اکثر تلاوۃ قرآن میں مصروف رہتے لوگوں سے اس کی تفسیر و معانی بیان کرتے۔ اس کے بحر سے موتی نکالی کر پیش کرتے اور اسکے عجائبات و

رموز سے پردہ اٹھاتے۔ جو آپ کو دیکھتا تھا اسے آخرت یاد آجاتی تھی جوان کا کلام سنتا تھا وہ دنیا سے بے رغبتی کرنے لگتا اور جو آپ کی پیروی وتاسی کرتا وہ یقیناً جنت کا حق دار بنتا تھا۔

آپؑ کے چہرۂ انور کے نور سے پتہ چلتا تھا کہ آپ ذریت انبیاء میں سے ہیں۔ بہت سے مذاہب کے آئمہ واعلام نے آپ کے علم سے فیض حاصل کیا۔ آپ میدان علوم کے شاہسوار، مفہوم ومنطوق بحروں کے غواص تھے۔ بہت سے لوگوں نے باوجود اختلاف مذاہب (فرقوں) کے آپ سے اتنے علوم نقل کئے گویا علم کے کاروان بن گئے۔

صادقؑ آل محمدؐ کا علم اس پایہ کا تھا کہ اسکی شہرت سُن سُن کر دور دور سے لوگ حضرت کی زیارت کو آیا کرتے تھے کافروں، مشرکوں، ملحدوں اور زندیقوں سے آپنے بہت سے مباحثہ اور مناظرے کئے۔ اگر ان سب کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے بلکہ کئی جلد درکار ہوں۔

اسلام میں آپ ہی کہ زمانہ میں مختلف فرقے وجود میں آگئے تھے جو آج تک اہلسنت کا بنیادعقیدہ ہے۔

۱	حنفی	۸۰ہجری سے ۱۵۰ہجری	امام ابوحنیفہؒ	امام بخاری۔۱۹۴ہجری سے ۲۵۶ہجری امام مسلم۔۲۰۴ہجری سے ۲۶۱ہجری
۲	مالکی	۹۳ہجری سے ۱۷۹ہجری	امام مالکؒ	امام ابوداؤد۔۲۰۲ہجری سے ۲۷۵ہجری
۳	شافعی	۱۵۰ہجری سے ۲۰۴ہجری	امام شافعیؒ	امام ابن ماجہ۔۲۰۹ہجری سے ۲۷۳ہجری
۴	حنبلی	۱۶۴ ہجری سے ۲۴۱ ہجری	امام احمد ابن حنبلؒ	امام ترمذی۔۲۰۹ہجری سے ۲۷۹ہجری امام نسائی۔۲۱۵ہجری سے ۳۰۳ہجری

☆امام ابوحنیفہ جس سال فوت ہوئے امام شافعی اس سال پیدا ہوئے۔

☆امام احمد ابن حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے

☆امام بخاری، امام مسلم، اور امام ابوداؤد تینوں امام احمد ابن حنبل کے شاگرد تھے۔

☆امام احمد ابن حنبل کی کتاب ''مسند احمد'' احادیث کی تعداد کے لحاظ سے سب سے بڑی کتاب ہے صحیح بخاری سے چار کتابیں ہے

شیعہ کو فرقہ فقہ جعفری یا فرقۂ جعفری کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جتنے احادیث، تفاسیر، واقعات کی تفصیل، زیارتیں، دعائیں، احکام شریعت، حلال وحرام غرض ہر ایک مسائل کی توضیح اپ ہی نے فرمائی ان تمام فرقوں کے آئمہ نے آپ ہی سے کسب علم حاصل کیا۔ کیمیاء، طب وغیرہ بھی آپ ہی کے بتلائے ہوئے ہیں آپ ہی کے ایک شاگرد جابرؓ جنھوں گبّر Gibber کے نام سے جانا جاتا ہے جنہیں Father of Chemistry کہتے ہیں آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔

ابوشاکر دیصانی سے مناظرہ: ابوشاکر دیصانی جو وجود خدا کا منکر تھا ایک مرتبہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ مجھے خدا کے وجود کا ثبوت دیجئے حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ذرا بیٹھ جا اتنے میں ایک لڑکا ایک مرغی کا انڈا ہاتھ میں لئے ادھر سے گذرا۔ حضرتؑ نے اسے بلایا اور انڈے کو اس سے لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھا پھر ابوشاکر سے فرمایا۔ دیکھو یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ اسکے اوپر بھی پتھر جیسی جلد ہے اور اسکے نیچے نرم و باریک جھلی ہے اور اسکے اندر سونے اور چاندی کے دو دریا بہہ رہے ہیں لیکن نہ زردی سفیدی سے مل سکتی ہے نہ سفیدی زردی سے نہ تو کوئی اصلاح کرنے والا اسکے اندر داخل ہوتا ہے اور نہ کوئی بگاڑنے والا اس سے باہر نکلتا ہے یہ بھی کسی کو نہیں معلوم کہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ نر ہوگا یا مادہ۔ پھر دیکھو یہ دفعتاً شق ہو جاتا ہے اور ایک خوشنما بچہ اس سے نمودار ہوتا ہے۔ کیا تمہاری عقل اس بات کو مانتی ہے کہ یہ سب بغیر کسی مدبر یا مانع کے ہو رہا ہے۔ یہ سُنکر ابوشاکر نے اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا میں آج سے اپنے

خیالات سے توبہ کرتا ہوں اور دین اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی شجاعت

حضرت امام جعفر صادقؑ کا زمانہ منصور دوانقی کا تھا جس نے حسنیؑ سادات کو تباہ کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ امام صادقؑ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالے۔ مگر امامؑ کے مقابلے میں اس کور ہنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکتی تھی۔ جب اسنے کہا کہ حضرت کسی طرح اسکے قابو میں نہیں آتے تو اس کا غصّہ بڑھنا شروع ہوا۔ ایک روز حضرت سے کہنے لگا میرے لئے آپ کی مثال اس ہڈی کی سی ہے جو گلے میں اٹک جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا تیری بدگمانی فضول ہے میں تیرے امور سلطنت میں کوئی دخل نہیں دیتا تو میری ہدایت و تعلیم کو کیوں برا سمجھتا ہے اور کیوں میرے درپئے آزار ہے اسنے کہا! میں آپ کی تعلیم کو امور ملکی کے خلاف جانتا ہوں لہذا میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آئیندہ آپ اس درس و تدرسے کا سلسلہ بند کر دیں۔

آپ نے فرمایا استغفراللہ! کس کی طاقت ہے کہ مجھے امر حق کی تبلیغ سے روک سکے۔ اس نے کہا اگر آپ باز نہ رہیں تو میں قتل کرادوں گا۔ آپ نے فرمایا! مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ حالانکہ ہم اہلبیتؑ ہمیشہ امر حق کی تبلیغ میں قتل اور قید ہوتے آئے ہیں۔ منصور نے کہا! میں خلیفہ وقت ہوں آپ پر میری اطاعت فرض ہے۔ آپؑ نے فرمایا! ہم اہلبیتؑ پر کسی کی اطاعت فرض نہیں بلکہ ہماری اطاعت سب پر فرض ہے۔ یہ ہے اخلاقی شجاعت جب خراسان اور یمن وغیرہ میں شیعوں کو معلوم ہوا کہ منصور امامؑ کے درپے آزار ہے تو ان کے وفد امام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے۔ اگر حضور! حکم دیں تو ہم شیعوں سے میدانوں بھر دیں اور منصور کی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ امام صادقؑ نے کہا! میں جنگ کرنا مصلحت نہیں سمجھتا۔

اگر اس نے مجھے اطاعت پر مجبور کیا اور میری ہدایت وتبلیغ کو روکا تو البتہ میں اس سے جہاد کروں گا یہ ہے شجاعت اگر بے سوچ سمجھے کوئی اقدام کر بیٹھے اور فتنہ وفسادات کی آگ بھڑکا دے تو یہ تہور ہوگا نہ کہ شجاعت۔

امام جعفر صادقؑ کی عبادت

صادق آل محمدؐ کی عبادت کی شان دیکھکر لوگ حیران رہ جاتے تھے چنانچہ ایک بار ابو حنیفہ نے جو آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو سکتہ سا ہوگیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا! اے ابوعبداللہ آپ کی نماز کس قدر سخت عبادت ہے۔ امام نے فرمایا! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نماز تمام عبادتوں سے زیادہ قرب الٰہی کا باعث ہے۔

حضرت صادق آل محمدؐ رکوع وسجود کے ذکر کو اس قدر طول دیتے تھے کہ بعض اوقات ساٹھ ساٹھ بار سے زیادہ ذکر فرماتے تھے۔ راوی کہتا ہے ایک روز میں امامؑ سے ایک مسئلہ دریافت کیلئے آیا۔ آپ مسجد رسولؐ میں سجدہ میں پڑے تھے۔ میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ آپ نماز سے فارغ ہوں تو دریافت کروں۔ اپ نے ذکر سجدہ کو اس قدر طول دیا کہ میں بیٹھے بیٹھے اُکتا گیا سوچا کہ کسی تدبیر سے اپنی موجودگی کا احساس دلاؤں یہ ترکیب ذہن میں آئی کہ میں بھی سجدہ کروں اور ذکر سجدہ کو باآواز بلند پڑھوں شائد میری آواز سُن کر آپ اپنی نماز تمام کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے نماز شروع کی اور سجدہ میں جا کر زور زور سے ذکر سجدہ کرنے لگا۔ جب تین سو ساٹھ مرتبہ سے زیادہ کر چکا تب مجھے ہوا کہ حضرتؑ نے اپنی نماز تمام کر دی ہے۔ میں نے بھی نماز کو ختم کیا۔ اور امامؑ کی خدمت میں عرض کی حضور اگر نماز کی یہی صورت ہے تو ہماری نمازیں تو اس کے مقابل کچھ بھی نہیں فرمایا۔ ہمارے شیعوں سے قلیل وکثیر سب قبول ہے۔

ایک روز حضرتؑ کوفہ کے باغوں کی طرف سے گذر رہے تھے چلتے چلتے ایک درخت خرما۔ کے نیچے بیٹھ کر آپ نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہوئے اور ذکر سجدہ کو اتنا طول دیا کہ میں نے پانچ سو مرتبہ اس ذکر کو سُنا۔

شیخ صدوقؒ نے فعالؒ میں محمدؐ ابن زیادؒ ازدی سے روایت کی ہے کہ میں نے مالک بن انس فقیہہ اہل مدینہ سے سُنا وہ کہہ رہا تھا۔ میں جب کبھی جعفر صادقؑ کے پاس گیا ہمیشہ انہیں تین میں سے ایک حالت میں دیکھا ہے یا وہ کھڑے ہوئے مصروف عبادت ہوتے یا بحالت روزہ ہوتے اور یا ذکر خدا میں مصروف ہوتے۔

امام جعفر صادقؑ کا زہد

اخلاق ائمہ صفحہ ۱۹۹ پر تحریر ہے اکثر اوقات آپ کا لباس موٹے کپڑے یا کمبل کا ہوتا تھا جس سے آپ کے بدن کو سخت اذیت پہنچتی تھی۔ اس کمبل کے لباس میں بھی پیوند لگے رہتے تھے۔ آپ کے ایک صحابی یہ لباس دیکھ کر کڑھنے لگے۔ فرمایا! یاد رکھو! جو حیادار نہیں اسکے پاس ایمان نہیں جو اندازہ آمد وخرچ نہیں رکھتا وہ فارغ البال نہیں ہوسکتا جو پرانا نہیں پہنتا وہ اپنے غرور کو داد دے رہا ہے۔ کہتا ہے میں نے ایک روز امام جعفر صادقؑ کو خاک پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! وہ فرش آپ کا کیا ہوا جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے فرمایا ایک شخص کو میں نے سردی میں ٹھٹھرتے دیکھا اس سے پوچھا! اگر یہ فرش تجھ سے بچا سکتا ہے تو حاضر ہے۔ اس نے کہا! بے شک ! میں نے اسی وقت وہ فرش اس کو دیدیا۔ میں نے عرض کی مولاؑ پھر آپ کب تک زمین پر بیٹھیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ اگر عمر بھر مجھے زمین پر بیٹھنا پڑے تو میں نہ اکتاؤں گا۔ اے شخص آنحضرتؐ اکثر مع اصحاب زمین پر بیٹھا کرتے تھے اگر میں بیٹھا ہوں تو تجھ کو کیوں تعجب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا صبر

اخلاق آئمہ صفحہ ۲۳۱ میں اعشٰی سے منقول ہے کہ ایک روز میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کے صاحبزادوں میں سے ایک بیمار تھے ان کی عیادت مجھے منظور تھی میں نے دیکھا کہ حضرت رنجیدہ دروازہ پر کھڑے ہیں۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر وہاں قیام کیا اب جو باہر تشریف لائے تو حالت بدلی ہوئی تھی یعنی وہ سابق پریشانی آپ سے ظاہر نہ ہوئی تھی میں سمجھا شائید صاحبزادے کو آرام ہے حضرتؑ سے حال پوچھنے لگا۔ فرمایا! اس نے قضاء کی ہے۔ میں نے کہا حضور زندگی میں تو پریشان تھے لیکن مرنے کے بعد وہ پریشانی کیسے جاتی رہی۔ ارشاد فرمایا۔ ہم اہلبیتؑ کا یہی قاعدہ ہے کہ نزول بلا سے پہلے مضطرب و پریشان نظر آتے ہیں لیکن جب وہ نازل ہو جائے تو قضائے الٰہی پر راضی ہو کر صبر سے کام لیتے ہیں اور جو امر اس کی طرف سے آتا ہے اس کو خوشی سے تسلیم کر لیتے ہیں۔ رِضًا بقضائہٖ وتسلمًا لِامرہ۔ ہم اہلبیتؑ کا قاصہ ہے ہم خدا سے جو دُعا کرتے ہیں ہو اسکو قبول فرماتا ہے۔ لیکن اگر اس کی مصلحت اس دعا کو قبول کرنے میں نہیں ہوتی تو ہم اس پر بھی راضی ہو جاتے ہیں اور کبھی اپنی زبان سے اسکی شکایت نہیں کرتے۔

امام جعفر صادقؑ کی تواضع

امام جعفر صادقؑ کے عزیزوں میں کسی کا لڑکا مر گیا ماتم پرسی میں تشریف لے گئے راستے میں جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ جوتا ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھے کسی صحابی نے عرض کی سواری لے آؤں۔ فرمایا نہیں صاحب مصیبت کیلئے صبر اور قناعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

آپ کا ایک غلام بیمار ہوا۔ آپ دونوں وقت اسکی عیادت کیلئے تشریف لاتے اور دوا وغیرہ اپنے ہاتھ سے پلاتے۔ اس نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ میری اس بیماری نے آپ کو زحمت میں

ڈالا۔فرمایا خدا تجھ کو جلد صحت عطا کرے مجھے کوئی زحمت نہیں بلکہ تیری عبادت اور خدمت سے مجھے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی شفقت

امام جعفر صادقؑ ایک روز گھوڑے پر سوار کہیں جارہے تھے راہ میں آپ نے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا اس نے حضرت کو سلام کیا اور حسرت بھری نظر آپ پر ڈالی آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور اس کا حال دریافت فرمایا! اس نے کہا یابن رسولؐ اللہ میں مرد مسافر ہوں پیادہ چلتے چلتے تھک گیا ہوں اب چلنے کی طاقت نہیں آپ مجھے گھوڑے پر سوار کر لیجئے اور فلاں قبیلہ تک پہونچا دیجئے۔ وہاں میرے کچھ رشتے دار ہیں۔ان سے سواری لیکر اپنے گھر تک چلا جاؤں گا۔آپؑ نے فرمایا! یہ گھوڑا موجود ہے شوق سے سوار ہو اور جہاں دل چاہے چلا جا۔اس نے شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا میں بہت جلد اس کو واپس بھیجدوں گا فرمایا واپس کرنے کی ضرورت نہیں یہ میں نے تجھی کو دیدیا۔

امام جعفر صادقؑ اور خز خالص کا جبّہ: مطالب السؤل میں سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس گیا دیکھا تو آپ خُز خالص کا جبّہ پہن رکھا ہے میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔اور حیرت کے مارے میری نگاہ آپ کے جبّہ سے اٹھنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

آپ نے فرمایا! ثوریؔ کیا بات ہے تو مسلسل میرے جبّہ کو دیکھ رہا ہے۔میں نے کہا! حضور میں آپ کے جبّہ میں کھو گیا ہوں۔کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ نہ تو یہ آپ کا لباس ہے اور نہ ہی آپ کے آباء واجداد کا لباس ہے۔امام نے فرمایا! سفیانؔ بھلا اُس وقت (نبی اکرمؐ کے زمانے میں) کیا ملتا تھا،غربت ناداری کا زمانہ تھا اولاً تو مزدوری ملتی نہ تھی اگر ملتی بھی تھی تو اس قدر کہ اس سے تن ڈھانپا جاسکتا تھا اور نہ پیٹ بھر کھانا میسر آسکتا تھا۔

آج اللہ کا فضل ہے امت مسلمہ کے پاس وافر ذرائع آمد ہیں۔ اگر آج ملتا ہے تو نعمت ذرا سمجھ کر اس سے فائیدہ اٹھالیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اگر آج صحابہ کرام اور نبی کریمؐ ہوتے تو یقیناً وہ بھی اللہ کی اس نعمت سے مستفید ہوتے۔

پھر آپ نے خز خالص کا جبّہ ایک طرف کر کے مجھے بتایا کہ یہ بھی دیکھ لے میں نے دیکھا تو سخت اون کا لباس تھا۔ جو جبّہ کے نیچے تھا آپ نے فرمایا! ثوری! یہ لباس اسکے لئے ہے اور یہ خز خالص آپ لوگوں کیلئے ہے۔ ہمارا اصلی لباس یہی ہے جو میں نے نیچے پہن رکھا ہے۔ جو اللہ کیلئے ہے اسے چھپا رکھا ہے جو آپ لوگوں کیلئے ہے اسے ظاہر کر رکھا ہے اب ذرا اپنا لباس بھی دیکھ لے جو اپنے لئے پہن رکھا ہے اسے چھپایا ہوا ہے اور جو لوگوں کیلئے ہے اسے ظاہر کر رکھا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی مہمان نوازی

امام صادقؑ آل محمدؐ اپنے مہمانوں کی خاطر اس قدر فرماتے تھے کہ لوگ حیرت میں رہ جاتے تھے۔ آپ کا دسترخوان کبھی مسافروں اور مسکینوں سے خالی نہ رہتا تھا اور حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کی طرح بغیر مہمان کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک لقمہ جو برادر مومن میرے ساتھ کھائے میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام جعفر صادقؑ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے طرح طرح کے لذیذ کھانے موجود تھے اسکے بعد عمدہ اور تازہ خرمے آئے ہم نے وہ بھی کھائے ایک صاحب بول اٹھے یہ قسم قسم کی نعمتیں جو اس وقت کھا رہے ہیں روز قیامت ان کا حساب دینا پڑیگا۔ حضرت صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! خداوند عالم کی ذات اس سے کہیں بزرگ و برتر ہے اور غنی ہے کہ جو طعام تمہارے حلق سے اتر رہا ہے اس کا حساب لے انہوں نے کہا خدا

ہی فرماتا ہے ''وَسَئلُنُ یومئذٍ عنِ النعم (سورہ تکاثر) یعنی روز قیامت سوال ہوگا نعمتوں کے متعلق فرمایا اس آیت میں نعمت سے مراد ہم اہلبیتؑ کی محبت ہے یعنی روز قیامت سوال ہوگا تم نے اس نعمت کی کہاں تک قدر کی اور ان کے ساتھ کیسے کیسے سلوک کیا۔ دیکھو اسی نعمت کا دوسرے مقام پر ذکر ہے۔ الیوم اکملتُ لکُم دینکُم و اتممتُ علیکُم نعمتی ''اس نعمت سے وجود امام مراد ہے۔

حضرت صادقؑ آل محمدؐ کا صلۂ رحم

کتاب کافی میں منقول ہے کہ جناب عب اللہ محض کے ایک بار صبح کے وقت کچھ سخت کلامی کی آپ نے صبر سے کام لیا۔ ان کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ شام کو جب پھر ان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ارشاد فرمایا۔ اے ابو محمد تم جانتے ہو کہ صلۂ رحم کرنا باعث تخفیف عذاب ہے انہوں نے کہا! تم ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہو جن کو ہم قبول نہیں کرتے فرمایا! میرے اس قول پر خدا شاہد ہے۔ پھر یہ آیت تلاوۃ فرمائی۔'' وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ أَن یُوصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوءَ الحِسَاب''(سورہ رعد ۲۱ : ۱۳) عبداللہ محض یہ سن کر قائل ہو گئے اور کہنے لگے آپ مجھے کبھی قطع رحم نہ پائیں گے۔

حضرت صادقؑ آل محمدؐ کی سخاوت

ابو جعفر خشعمی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ امام صادق آل محمدؐ نے فرمایا! فلاں مرد ہاشمی کو دے آؤ اور ایک فرض نام بتا کر فرمایا اس سے کہہ دینا اس شخص نے بھیجے ہیں میں نے رقم پہنچا دی۔ وہ فرضی نام کا بہت شکر گذار ہوا اور کہنے لگا خدا اجراء خیر دے کہ وہ ہمیشہ ہمیں اتنا مال بھیجتا ہے کہ اگلے سال تک خرچ کیا کرتے ہیں لیکن امام جعفر صادقؑ باوجود کثرتِ مال کے ہمارے

ساتھ کوئی سلوک نہیں کرتے۔

فضل بن ابی مرہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ اپنی ردائے مبارک بچھائے ہوئے ہیں اور اس پر روٹیوں کی بہت سی تھیلیاں رکھی ہوئی ہیں۔آپ اپنے ہاتھ سے ایک ایک تھیلی اٹھاتے جاتے تھے اور خادم کو دیکر کہتے تھے یہ فلاں کو دینا یہ فلاں کو اور یہ کہہ دینا یہ مال تمہارے لئے عراق سے آیا ہے۔جب وہ خادم تقسیم کر کے واپس آئے تو کہتے کہ وہ سب لوگ آپ کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ سجدہ میں گئے اور فرمانے لگے خداوندا میری گردن کو میرے باپ کی اولاد کیلئے جھکا دے کہ ان کی زبان سے اپنی مذمت سنوں اور دم نہ ماروں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا موقوف

حضرت امام جعفر صادقؑ کا دور انقلابی دور تھا۔ بنی امیہ سے نفرت کے جو بیج حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور اہلبیتؑ کی قید و بند و بازاروں میں پھرایا جانا جو عام لوگوں کے دماغوں میں بودیئے تھے وہ پورے کے پورے اب بار آور ہو رہے تھے، اموی تخت سلطنت کو زلزلہ تھا اور اموی طاقت روز بروز کمزور ہو رہی تھی اس دور میں بار بار ایسے مواقع آتے تھے جن میں اگر کوئی جذباتی آدمی ہوتا تو فوراً ہوا کے رُخ پر چلا جاتا اور انقلاب کے وقتی فوائد سے متمتع ہونے کیلئے خود بھی انقلابی جماعت کے ساتھ منسلک ہو جاتا۔

زید ابن علی ابن الحسینؑ حضرت امام جعفر صادقؑ کے چچا تھے خود بھی علم و ورع و اتقا میں ایک بلند شخصیت کے حامل تھے۔ یہ بنی امیہ کے خلاف کھڑے ہوئے اور وہ بھی حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے اعلان کے ساتھ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ امام جعفر صادقؑ بھی چچا کے ساتھ اس مہم میں شریک ہو جاسکتے تھے لیکن آپ نے اپنے آپ کو اس مہم سے علیحدہ رہ ہی رکھا۔ پھر اس

کے بعد زید کا شہید کیا جانا اوران پر وہ ظلم کے دفن کے بعد لاش کو قبر سے نکالا گیا اور سر کو قلم کرنے کے بعد بے سر لاش کو ایک درخت پر سولی کیلئے لٹکا یا گیا قدرت خدا کی مکڑی کے جالے نے آپ کی ستر پوشی کی کوئی چار برس سولی پر لٹکانے کے بعد لاش کے ٹکڑے کر کے جلایا گیا اور راکھ دریا میں ڈالدیا گیا۔ اس کے اثرات عام انسانی طبیعت میں کیا ہیجان پیدا کر سکتے ہیں؟ اور پھر عباسیوں کے ہاتھوں انقلاب کی کامیابی اور سلطنت بنی امیہ کی اینٹ سے اینٹ بج جانا۔ اس تمام دور انقلاب میں ہر دن نئے نئے محرکات اور گوں ناگوں نفسانی ہیجات ہیں جو ایک انسان کو متحرک بنانے کیلئے کافی ہیں۔ خصوصاً اسلئے کہ بنی عباس کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھانے والا جو ابوسلمہ اولاد فاطمہؑ زہرا کی محبت کے ساتھ اتنا مشہور تھا کہ برسر اقتدار آنے کے بعد وزیر آل محمدؐ کہا جاتا تھا۔ اس نے کرسی اقتدار پر آنے کیلئے امام جعفر صادقؑ کے پاس تحریری عرضداشت بھیجی مگر آپ نے اس سے نہ صرف یہ کہ بے اعتنائی برتی بلکہ اس کاغذ کو اسی قاصد کے سپرد کر دیا۔ اور قاصد سے فرمایا کہ اس تحریر کا بس یہی جواب ہے اور پھر اس پورے طویل دور انقلاب میں ایک دن ایسا نہیں آتا جو حضرت صادقؑ میں کوئی حرکت بیدار کر سکا ہو۔ سوائے علوم اہلبیتؑ کے تحفظ و اشاعت کی الٰہی مہم کے جسکی کُھل کر ابتداء آپ کے والد ماجد نے کر دی تھی اور اب اسی کو اپنی نسبتاً طویل عمر اور اس وقت کے انقلابی حالات کے وقفہ سے فائدہ اٹھا کر پورے طور سے فروغ دینے کا موقع حضرت صادقؑ آل محمدؐ کو ملا جسکے نتیجہ میں مذہب اہلبیتؑ عوام میں ملت جعفری کے نام کے ساتھ یاد کیا جانے لگا۔

بنی عباسؔ کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد کچھ دن تو اولاد رسولؐ کو سکون رہا۔ مگر منصور دوانقی کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد پھر فضا مکدر ہوگئی اور چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ بنی امیہ جنکو ہم نے شکست دی ہے وہ اولاد فاطمہؑ سے ملکر ہمدردی سے فائدہ اٹھائیں گئے۔

بنی امیہ کے زوال کے آثار واضح ہونے کے بعد جب بنی ہاشم نے مدینہ میں جمع ہو کر ایک مجلس مشاورت منعقد کی کہ انقلاب کی تکمیل کے بعد تخت سلطنت کس کے سپرد کیا جائے تو سب نے حسن مثنٰی فرزند امام حسنؑ کے پوتے محمد ابن عبداللہ کو اس منصب کا اہل قرار دیا تھا اور سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اسکے بعد سیاسی ترکیبوں سے اس کاروائی کو الٹ پلٹ کر کے بنی عباس تخت خلافت پر قابض ہو گئے۔ اسلئے بہت بڑا کانٹا منصور کے دل اور آنکھ میں کھٹک رہا تھا وہ محمد ابن عبداللہ کا وجود تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کر برترا اقتدار آنے کے بعد خصوصیت سے اولاد امام حسنؑ کے خلاف ظلم وتشدّد شروع کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن الحسن جو عبداللہ ابن محض کے نام سے مشہور تھے امام زین العابدینؑ کے بھانجے یعنی فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے صاحبزادے تھے۔ محمد ان کے بیٹے جو اپنے ورع وتقوے کی بنا پر نفس ذکیہ کے نام سے مشہور تھے۔ فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے پوتے تھے۔ منصورؔ تمام سادات حسن کو قید کر دیا اور خصوصیت سے عبداللہ محض کو پیرانہ سالی کے عالم میں اتنے سخت تشدد و مظالم کے ساتھ قید تنہائی میں محسوس کیا کہ الحفیظ الامان۔ اسکے بعد طوق اور پیروں میں بیڑیاں پنہا کر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکالا گیا اور یہ قافلہ اس حال میں مدینہ کی گلیوں سے گذرا تو امام جعفر صادقؑ اس منظر کو دیکھ کر تاب ضبط لا سکے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے اور اسکے بعد ۲۰ دن تک شدت سے بیمار رہے۔

عبداللہ کے دونوں بیٹے محمد اور ابراہیم کچھ دنوں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپے رہے۔ پھر تنگ آمد جنگ آمد کے مصداق ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لیکر مقابلہ پر آمادہ ہوئے اس موقع پر یہ واقعہ یاد رکھنے کا ہے کہ رائے عامہ محمد کے ساتھ اس حد تک محسوس ہو رہی تھی۔ امام ابوحنیفہ اور

امام مالک نے نفس زکیہ کی حمایت ونصرت کیلئے فتویٰ دیا مگر حضرت صادق آل محمدؑ اپنی خداداد بصیرت کی بناء پر باوجود تمام جذباتی تقاضوں کے اس مہم سے علیحدہ رہے اور آپ نے اپنے دامن کو اس کشمکش سے بالکل ہی بچائے رکھا۔ آپ جانتے تھے کہ یہ وقتی حالات کی بنا پر اضطراری فعل کے طور پر شروع کی گئی ہے جسکے پس پشت کوئی بلند مقصد نہیں ہے نہ اس کا کوئی نتیجہ نکلنے والا ہے لیکن میں نے اگر اس کا کسی طرح بھی ساتھ دیا تو اس تعمیری خدمت کا بھی جو میں نے معارف آل رسولؐ کی اشاعت کے طور پر انجام دے رہا ہوں دروازہ بند ہو جائیگا۔ یہ بے پناہ ضبط وصبر وہی ہے جو ان کے آباء واجداد میں نظر آ تا رہا تھا اور وہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

امام جعفر صادقؑ کی نصیحتیں عبداللہ ابن حسنؑ کو: حضرت امام صادقؑ نے نفسِ ذکیہ کے والد حضرت عبداللہ بن حسنؑ کو لوگوں سے اپنے بیٹے کی بیعت لینے اور عباسیوں کے خلاف قیام کی تباہی سے منع فرمایا۔

مگر یہ بھی واضح رہے کہ آپ کے اس منع فرمانے کا مقصد آل عباسؑ کا دفاع کرنا اور انکی حکومت کا اعتراف کرنا نہ تھا بلکہ آپ علم امام کے ذریعے سے جانتے تھے کہ خداوند عالم نے بنی حسنؑ کا حکومت میں کوئی حصّہ نہیں رکھا آپ جانتے تھے جلد ہی میرے چچا کے بیٹے اور کچھ دوسرے لوگ جنگ کی بے رحم چکّی میں پس جائیں گے۔ چنانچہ آپ انہیں اس قیام سے جسکا سراسر نتیجہ ہلاکت پر مبنی تھا نصیحت فرماتے رہے مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے اور امامؑ کی ان نصیحتوں کو حدورقابت کا نتیجہ سمجھتے رہے۔

پھر جب محمد بن عبداللہ ابن حسن نے پرچم جہاد بلند کیا تو امامؑ نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور مکہ ومدینہ منورہ چھوڑ دیا اور مکہ ومدینہ کے درمیان ''فُرع'' نامی ایک مقام پر چلے گئے۔ آپ اسی جگہ رہنے لگے حتیٰ کہ محمد کو قتل کر دیا گیا۔ اسکے بعد جب لوگوں میں پھر سے امن وامان کی فضاء قائم

ہوگئی اور امام بھی واپس مدینہ تشریف لائے۔

امام جعفر صادقؑ فقہ جعفری اور اہل سنت کی فقہی بنیادیں

آئمہ اہلسنت کی فکر و سیاسی زندگی ۳۵۷ پر تبصرہ کرتے ہوئے حجت الاسلام رسول جعفر لکھا ہے کہ تشیع کا فقہی مکتب بعض پہلوؤں سے اہل سنت کے فقہی نظریہ سے مختلف ہے۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے دور میں علم فقہہ وسعت اختیار کر رہا تھا اور جدید مسائل پر کلی احکام کی تطبیق کے بارے میں مختلف دلیلیں اور حجتیں وضع کی جارہی تھی۔ امام جعفر صادقؑ کی رائے بھی یہ تھی کہ رسولؐ خدا کے مکمل آثار صرف اہل بیتؑ کے پاس ہیں۔ کیونکہ جب دوسرے انہیں ضائع کر رہے تھے تو انہوں نے ان آثار کو ہر فتنہ کی دست بُرد سے بچا کر مکمل طور پر اپنے پاس محفوظ رکھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ! کیا رسولؐ خدا اپنے زمانے میں وہ سب کچھ لوگوں کو پہنچا دیا تھا جن کی ان کو ضرورت تھی؟ آپؑ نے فرمایا! ہاں انہیں روز قیامت تک جس چیز کی بھی ضرورت تھی وہ سب آپ نے ان تک پہنچا دیا تھا۔ میں نے عرض کیا! کیا اس میں سے کوئی چیز ضائع ہوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا! نہیں آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کے پاس موجود ہے۔

زید شہید ابن علیؑ ابن الحسینؑ کے بارے میں روایت: ایک روایت میں ہے کہ امام صادقؑ آل محمدؐ نے ابوالسود کا بلی سے زید بن علیؑ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا! میں نے انہیں پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے کچھ لوگ انہیں برا بھلا کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ ان کی تعریف کر رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا ان کی تعریف کرنے والے ان کے ساتھ جنت میں ہونگے اور انہیں بُرا بھلا کہنے والے ان کے خون میں شریک ہونگے۔

زیدیہ فرقہ: زیدیہ فرقہ، زید ابن حسن کے قیام اور خصوصاً بنی عباس کے اقتدار میں آجانے کے بعد

''بنی حسن''،''بنی حسین'' سے جدا ہوگئے اور زید اور ان کے بیٹے یحییٰ کا نام لے کر محمد ابن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ ابن علیؑ نے ''بنی حسن'' کے ایک فرد کو حکمران بنانے کیلئے کمربستہ ہوکر میدان میں اُتر گئے۔ان لوگوں نے رفتہ رفتہ شیعوں کے ایک گروہ کو بھی پنے گرد جمع کرلیا۔جن کو زیدیہ کہا جانے لگا۔جیسا کہ آگے حالات تاریخ بتلاتی ہے کہ جعفریوں اور زیدیوں کے درمیان شدید اختلاف اور جنگ وجدال کا آغاز ہوا جس کے دوران زیدیوں نے امام جعفر صادقؑ کو اپنے الزامات کا نشانہ بنایا۔

امام جعفر صادقؑ کے علم کی وسعت

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا! میں آپ پر قربان ہوجاؤں۔ابلیس کو کتنا تسلط حاصل ہے؟ امام نے فرمایا! اُسے یہی تسلط حاصل ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکتا ہے۔میں نے عرض کیا! ملک الموت کو کتنا تسلط حاصل ہے؟ آپؑ نے فرمایا! وہ لوگوں کی ارواح قبض کرسکتا ہے۔میں نے کہا۔ان دونوں کو تو مشرق ومغرب پر تسلط حاصل ہے لیکن آپؑ کو خدا نے کیا کچھ تسلط وتصرف عطا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا! میں مشرق و مغرب کی باتیں جانتا ہوں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین اور بحر وبر میں ہے اس کی تمام تر تعداد کو جانتا ہوں جبکہ یہ چیز نہ تو ابلیس کو میسر ہے اور نہ ہی ملک الموت کو میسر ہے۔(دلائل الآئمہ ص ۱۲۵،معجزات آل محمدؐ ج ۳ ص ۱۱۵)

ہارون مکی کا واقعہ: بہار میں مامون مکی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے حضور بیٹھا تھا کہ خراسان سے ایک شیعہ آیا۔سلام دعا کے بعد اس نے عرض کیا ! مولاؑ کب تک نرم رویہّ اختیار کیے رہیں گے۔حق آپ کا ہے اور قابض دوسرے ہیں کم از کم خراسان میں ایک لاکھ شیعہ کو تو میں جانتا ہوں۔جو آپ کے قدموں پر سر کٹوائے آپ نے فرمایا - خراسانی اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔خراسانی نے دو یا تین مرتبہ پھر اصرار کیا۔بالآخر آپ نے کنیز کو تندور جلانے کا حکم دیا۔نے کا حکم دیا، جب تندور جل گیا اس

وقت آپ نے فرمایا۔خراسانی اس تندور میں کود جا۔خراسانی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی مولا آپ کو اپنی جد کا واسطہ مجھے اس حکم سے معاف فرمائیں۔آپ نے فرمایا۔ تجھے معاف کر دیا۔اسی اثنا میں ہارون مکی جوتے ہاتھ میں لیے آپ کی خدمت میں آ رہا تھا آپ نے ہارون مکی سے فرمایا۔ ہارون جوتے رکھدے تندور میں کود جا۔ہارون نے انتہائی اطمینان سے جوتے رکھے اور تندور میں کود گیا۔آپ خراسانی سے محو گفتگو ہو گئے۔کافی دیر بعد خراسانی از خود عرض کیا ! قبلہ وہ ہارون تو جل گیا ہوگا۔آپ نے فرمایا۔ ہارون کو نکالیں۔جب ہم تینوں تندور پر آئے دیکھا تو ہارون بیٹھا انگاروں سے کھیل رہا تھا۔خراسانی کا حیرت سے منہ کھل گیا۔امام صادقؑ نے پوچھا بتا خراسان میں ایسے کتنے ہیں شیعہ اس جیسے۔خراسانی نے کہا! مولاؑ ایسا تو ایک بھی نہیں۔ہمیں ایسے شیعوں کی ضرورت ہے اور ایسے شیعہ جب ملیں گے اس وقت کا بھی ہمیں علم ہے۔

ذکر مصائب اہلبیتؑ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ: امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے ینابیع المودۃ ۳۹۸ص ،حوالہ واقعات کربلا کی یاد نے فرمایا کہ جو شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کریگا یا ان مصائب کا ذکر کرائے گا جو ہم پر گزری ہیں ان کو سن کر اپنی آنکھوں میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی آنسو گرائے گا تو خداوند عالم اسکے گناہوں کو بخش دے گا۔خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔پس بمطابق امام جعفر صادقؑ مجلس عزا کا انتظام اور اس میں رونا اور رولانا گناہوں کو بخشوانے کا ذریعہ ہے۔(ہم ماتم کیوں کرتے ہیں 905)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں نے امام حسینؑ کے مصائب پر اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان بھی چاک کیئے ہیں حسینؑ مظلوم کے لیئے منہ پیٹے جائیں اور گریبان پھاڑے جائیں۔امام معصوم کے اس حکم کے بعد ماتم کے جائز ہونے میں کسی ثبوت کی ضرورت

باقی نہیں رہتی (جواہر الکلام جلد۲،ص 370)

امام جعفر صادقؑ کی شہادت: شیخ کلینی اور علمائے فریقین کا اتفاق ہے صادقؑ آل محمدؐ کی شہادت ۱۵/شوال ۱۴۸ہجری ۱۶ڈسمبر۷۰۲ءبعمر ۶۵ سال میں ہوئی۔علامہ حجر اور علامہ سبط ابن جوزی ٗعلامہ شبلی ،علامہ ابن طلحہ شافی تحریر فرماتے ہیں کہ ''مات سموماً ایام المنصور'' منصور کے زمانے میں آپ زہر سے شہید ہوئے۔

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا تھا اور نماز حضرت امام موسی کاظمؑ نے پڑھائی۔علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کو نہایت قیمتی کفن دیا گیا۔آپ کے مقام وفات پر ہر روز چراغ جلایا جاتا رہا(کتاب کافی ،جلاالعیون ،ص۲۶۷) آپ کے جلوسِ جنازہ میں مسلمانوں کی کثیر تعداد شریک تھی اتنا مجمع کسی اور معصوم یا امام کے جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔آپ کی مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں(۱)جناب اسمٰعیل (۲)حضرت امام موسی کاظمؑ (۳)عبد اللہ افتح (۴)اسحاق (۵)محمد (۶)عباس۔اور آپ کی لڑکیاں (۱)ام فروہ (۲)اسماء(۳)فاطمہ ہیں۔آپ ہی کی اولاد سے خلفاء فاطمہ گذرے جن کی سلطنت ۲۹۷ھ سے ۵۶۷ھ تک دوسوستر سال قائم رہی۔ان کی تعداد چودہ تھی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

اسم مقدس	:	موسیٰ ابن جعفرؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ
والدہ کا نام	:	حمیدہ بربریہ۔ ام ولد۔ حمیدہ مصفاۃ
تاریخ ولادت	:	۷/صفر ۱۲۸ھ ہجری مطابق ۶/نومبر ۷۴۵ء عربیہ
مقام ولادت	:	ابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) سعودی عربیہ
شہادت	:	۲۵/رجب ۱۸۳ھ ہجری مطابق ۵/ستمبر ۷۹۹ء عیسوی
مقام شہادت و مدفن	:	بغداد، اعراق، ال یٰسین مسجد بغداد، شہر سلام مقابر قریش
لقب	:	کاظم، ابوالحسن، ابوعبداللہ، ابوابراہیم، ابواسماعیل اور ابوعلیؑ، باب الحوائج

والد کے ساتھ ۲۰ سال، مدت امامت ۳۵ سال، سن شہادت ۵۵ سال

عہد خلافت جن کے دور میں آپ کی زندگی گذری

ابوجعفر منصور کا آخری زمانہ، مہدی ۱۰ سال، ہادی ایک سال، ہارون رشید ۱۵ سال

سبب شہادت	:	سندی بن شاہک کی قید میں ہارون رشید کے حکم سے زہر دیا گیا اسکے بعد شیشہ گداز کر کے پلایا گیا اور سر پر ہتھوڑے سے مارا گیا۔
نقش خاتم	:	''حَسبِیَ اللہ (الکافی ج۶ ص۴۷۳) اَلمُلکُ لِلہِ وَحدہُ (فصول المہمہ)
القابات	:	صابر، صالح، امین، باب الحوائج، زین المجتہدین، کاظم

امام موسیٰ کاظمؑ کی ولادت کے واقعات

ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ جس سنہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی ولادت ہوئی میں آپ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب ہم ابواء پر ٹھرے تو حضرت صادقؑ آل محمدؑ نے اپنے اصحاب کیلئے قسم قسم کے نفیس ولذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھایا۔ ابھی ہم کھانے میں مشغول ہی تھے کہ جناب حمیدہؑ نے کسی کی معرفت پیغام بھیجا کہ مجھے دردزہ سے سخت تکلیف ہے اور آپ کا حکم ہے کہ اس بچے کی ولادت کے سلسلہ میں بغیر آپ کے پوچھے ہوئے کوئی تدبیر نہ کروں۔ آپ کا کیا حکم ہے؟

یہ سُن کر حضرت صادقؑ آل محمدؑ شاداں وفرحاں اٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے تھکے ہوئے بازوؤں کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ ہم نے عرض کی! اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی آنکھوں کو خنک اور دندان مبارک کو تبسم رکھے۔ حمیدہؑ خاتون نے کس ہستی کو جنم دیا ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ جل سبحانہ نے مجھے ایک ایسا فرزند عطا کیا ہے جو اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر ہے اور بچے کی والدہ نے مجھے اس بچے کے متعلق وہ باتیں بتائیں جو میں اس کے متعلق اس سے زیادہ جانتا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان انہوں نے اس بچے کے متعلق آپ سے کیا بیان کیا؟ امامؑ نے فرمایا! کہ انہوں نے بیان کہا کہ اس بچے نے پیدا ہوتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور سر آسمان کی طرف بلند کیا میں نے حمیدہؑ سے کہا! کہ رسولؐ اللہ کی ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی رسالت کی پہچان بھی یہی تھی اور آپ کے بعد یہی عمل امام کی امامت کی پہچان بھی ہے۔ نومولود زمین پر ہاتھ ٹیکے ہوئے سر آسمان کی طرف بلند کرکے کہا! شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاٰئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ لاَ إِلٰـهَ

اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ(آل عمران: ۱۸)
جب وہ یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو علم اولین وآخرین عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ شب قدر میں اس پر روح وملائکہ نازل ہوں۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ روح سے مراد جبرائیل نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا! نہیں بلکہ روح ایک مخلوق ہے جو جبرائیلؑ سے بھی بڑی ہے۔ جبرائیلؑ ملائکہ میں سے ہیں اور روح سے بھی بڑی ایک مخلوق ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ "(سورہ قدر: ۴) (المحاسن برقی جلد۶ ص۴۱۸)

امام کی امامت پر نص: علامہ باقر دہشتی نے الدمعتہ الساکبہ ص۱۴ میں تحریر ہے کہ آئمہ معصومینؑ ہمیشہ اپنی زندگی میں اپنے جانشین کا نام لقب اور صفات سب بیان کرتے رہے تاکہ لوگ پریشان اور سرگرداں نہ رہیں اور امامت کے جھوٹے خواہاں غلط فائدہ نہ اُٹھانے پائیں یہی سب باتیں امام صادقؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ کیلئے فرمائیں اگرچہ ہر موڑ پر حکومت کا سخت سامنا کرنا پڑا۔ مگر امام صادقؑ نے اپنے جانشین کا اعلان کیا اور انکے القاب وصفات بیان کئے۔
☆ شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ارشاد میں محمد ابن سنان سے نقل کرتا ہے کہ یعقوب سراج کہتا ہے کہ جب میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے جھولے کے سرہانے کھڑے تھے اور گہوارے میں اُن سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں بیٹھا رہا جب فارغ ہوئے تو میں کھڑا ہو گیا تو مجھے فرمایا۔ اپنے مولا وامام کے قریب آؤ اور انہیں سلام کرو میں امام کاظمؑ کے گہوارہ کے قریب آیا اور سلام کیا تو مجھے فرمایا! تم اپنی بیٹی کا نام بدل دو کہ جس کا نام کل رکھا ہے یہ نام خدا کو پسند نہیں ہے۔ میری بیٹی جب پیدا ہوئی تو اسکا نام حمیرا رکھا تھا۔ حضرت امام صادقؑ

نے ارشاد فرمایا۔ اپنے امام کے حکم کو غور سے سنو اور اسکا نام بدل دو تو میں نے اپنی بیٹی کا نام بدل دیا۔
☆ بحارالانوار، ج، ہفتم مناقب شہر آشوب سے منقول ہے کہ یزیدؔ اسباط نے کہا۔ میں امام صادقؑ کے پاس گیا اس وقت وہ مریض تھے۔ مجھ سے فرمایا! اے یزید تم اس بچے کو (کاظمؑ) دیکھ رہے ہو جب لوگ اس میں اختلاف کریں تو تم اسکی گواہی دینا میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ یوسفؑ کا گناہ یہ تھا کہ ان کے بھائیوں کے نزدیک کہ انہوں نے اپنے حسد سے کنوئیں میں پھینکا، اسی طرح اس بچے سے حسد کیا جائے گا پھر امامؑ نے موسیٰ کاظمؑ کو بتلا کر اسحاق، محمد اور عباس کو بلایا اور ان سے فرمایا (کاظمؑ) اوصیاء کا وصی ہے علماء کے علم کا عالم ہے مردہ اور زندہ کا گواہ ہے پھر فرمایا! اے یزیدؔ اسباط تم انکی گواہی لکھ لو ان سے پوچھا جائے گا۔
☆ شیخ صدوقؒ نے عیون الاخبارؔ الرضا میں اپنی سند کے ساتھ یزیدؔ اسباط سے نقل کرتا ہے کہ سلیط کہتا ہے جب میں نے مکہ کے راستے پر امام صادقؑ سے ملاقات کی ہم ایک جماعت تھے میں نے امام سے عرض کیا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ پاکیزہ آئمہ معصومینؑ ہیں آپ میں سے کسی ایک پر موت عارض نہیں ہوتی۔ میرے ذہن میں آیا ہے کہ آپ کے بعد میرا امام کون ہے؟

امام صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا! ہاں یہ میرا بیٹا ہے اور یہ سید و سردار ہے اس وقت امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کیا کہ اس میں حلم۔ علم۔ حکمت و فہم اور سب چیزوں کی معرفت ہے کہ جسکے لوگ محتاج ہیں اور جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں انکے اور دین میں اختلاف کو یہ جانتے ہیں۔ خوش اخلاق اور اچھے ہمسایہ اور خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں یہ سب سے بہتر ہیں۔ میں نے عرض کیا! اسکا کیا مطلب ہے؟ امام نے فرمایا! اللہ ان کے ذریعہ سے اس امت کی فریاد کو سنے گا اور انکے علم و نور سے لوگوں کے دل منور کریگا۔ یہ دنیا کے مالک بہترین مولود

ہیں خدا انکے ذریعہ لوگوں کے خون کے حفاظت کریگا اور انکے ذریعہ ہی لوگوں کی حفاظت کریگا اور انکے ذریعہ ہی لوگوں کی اصلاح ہوگی اس امام کے ذریعے لوگوں کی مشکلات حل ہونگی رحمت ولطف خدا کے چشمے ان سے پھوٹیں گے۔ ننگے کو لباس، بھوکے کو سیراب، خوف رکھنے والے کو امن وسکون انکے ذریعہ پہنچے گا۔ باران رحمت انکے ذریعہ ہوتی ہے لوگوں کو نیکی کا حکم برائی سے دوری کا حکم ان کے ذریعہ ملتا ہے۔ خاندان کو بشارت ان کے آنے سے پہلے ان کے ذریعہ نصیب ہوتی ہے۔ ان کا قول حکم ہے۔ انکی خاموشی علم ہے کہ جو لوگوں کے اختلاف کو بتلاتی ہے۔ پھر راوی نے کہا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان کا نام کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا! موسیٰ اور کاظمؑ لقب ہے۔ (الدمعتہ الساکبہ، ص ۱۶)

امام موسیٰ کاظمؑ کے احوال وشمائل: آپکی چمکتی پیشانی کشادہ کاندھے کدھوں تک پھیلی ہوئی سیاہ زلفیں تھیں (مناقب، ج ۳ص ۴۳۷) (آپ کی پہچان اور طرۂ امتیاز ہاتھ کھلا (سخاوت) وحی الٰہی میں ڈوبی ہوئی شائستہ زبان ہر وقت عبادت خدا میں کوشاں رہنا شامل ہے۔ آپ نماز تہجد کے پابند اور شب زندہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ خداوند کریم سے طویل راز و نیاز کا سلسلہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے سجدے طولانی ہوتے، عشق خدا کے سبب اشکوں کا سیل رواں رہتا، ہمیشہ استغفار کرتے نظر آتے۔ دعا کرنا گویا آپ کی عادت ٹھہری اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''اے پروردگار موت کی گھڑیاں مجھ پر آسان، حساب کے موقع پر عفو فرما! اے میرے رب تیرے بندہ کے گناہ بہت ہیں مگر تیری بخشش وعفو اس سے بھی کہیں عظیم تر ہے۔ (ارشاد، ص ۲۷۷۔۲۷۹)

آپ ساری مخلوق میں احکام خدا کے علم کے سلسلے میں اعالم ترین درجے پر فائز تھے تلاوہ قرآن حکیم میں سب سے آگے تھے۔ آیات الٰہی کی حفاظت ونگاہداری میں سب سے حساس تھے اور بڑے دلنشین لہجے میں تلاوۃ قرآن فرمایا کرتے تھے، دوران تلاوۃ خود بھی گریہ فرماتے اور بڑا

گہرا اثر خود بھی لیتے اور سُننے والوں کو بھی رولاتے، آپ صابر و بردبار طبیعت کے مالک تھے خطا کاروں کو فوراً معاف کردیا کرتے تھے جو برائی کرتا اسکے ساتھ ہمیشہ نیکی کرتے تھے اپنے خاندان کے ساتھ بہت زیادہ شفقت سے پیش آتے اور اپنے رشتہ داروں سے گہری محبت رکھتے تھے فقراء کی سرپرستی فرماتے تاریک شب میں انہیں نقدی آٹا، کھجور، اور روٹیاں پہنچاتے جبکہ وہ آپ کو دیکھ نہیں پاتے (پہچان نہیں پاتے) کہ یہ محبت و لطف کس طرف سے ہورہا ہے (الارشاد، ص ۲۷۷، الحجۃ البیضاء ج ۴، ص ۲۶۶)

اہل مدینہ کی تین دن تک دعوت عام: بحار ص ۱۳ پر منہال قصّاب سے مروی ہے کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جارہا تھا تو مقام ابواء سے گذرا اس وقت حضرت صادقؑ آل محمدؐ کے یہ صاحبزادے تولد ہوچکے تھے۔ میں آپ سے پہلے مدینہ پہنچ گیا اور امامؑ مجھ سے ایک دن بعد مدینہ پہنچے، تو آپ نے تین دن تک لوگوں کی عام دعوت کی اور میں دعوت کے کھانے والوں میں سے تھا اور پہلے دن اتنا کھالیا کہ دوسرے دن کھانے کی حاجت نہ ہوئی اور پھر جب دوسرے دن کھایا تو تیسرے دن کھانے کی خواہش نہ ہوئی اس طرح میں تین دن تک دعوت میں شریک رہا اور خوب سیر ہوکر کھاؤ۔ (بحار ص ۱۳، محاسن برقی جلد ۲، ص ۴۱۸)

حمیدہؑ مصفاۃ کی خریداری: عیسیٰ بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابن عکاشہ ابن محصن اسدی نے حضرت ابوجعفر محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر کچھ انگور پیش کئے۔ اس وقت وہاں آپ کے صاحبزادے امام جعفر صادقؑ بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا ایک ایک انگور تو وہ کھاتا ہے جو بہت بوڑھا ہے یا پھر بچہ ہو اور تین تین اور چار چار وہ کھاتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شکم سیر نہ ہوگا۔ لہذا دو دو دانے کر کے کھایا کرو یہ مستحب ہے تو ابن عکاشہ نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ آپ اپنے ان صاحبزادے کی شادی کیوں نہیں کرتے۔ ماشاء اللہ اب تو یہ شادی

کے قابل بھی ہوگئے ہیں۔اس وقت آپ کے سامنے ایک سربمہر (رقم کی) تھیلی رکھی ہوئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں عنقریب ایک بردہ فروش اہل بربر میں سے آنے والا ہےاور وہ دار میمون میں قیام کرے گا۔تو میں ان کیلئے اس رقم کی تھیلی سے ایک کنیز خریدوں گا۔

راویؔ کا بیان ہے کہ اس بات کو چند دن گذرے کہ میں ایک دن پھر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؑ نے فرمایا! وہ بردہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا، وہ آ گیا ہے تم جاؤ اوراس سے ایک کنیز خرید لاؤ۔ یہ کہکر آپ نے رقم کی تھیلی مجھے دیدی۔الغرض ہم اس تھیلی کو لئے ہوئے بردہ فروش کے پاس پہنچے۔اُس نے بتایا کہ ہم ساری کنیزیں فروخت کر چکے ہیں۔علاوہ دو کنیزوں کے جو بیمار ہیں۔وہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ہم نے دونوں کو دیکھنے کی فرمائیش کی۔چنانچہ وہ انہیں لایا۔ہم نے ایک کنیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔کہ اس کی کیا قیمت لوگے؟ اس نے جواب دیا ستّر دینار۔ہم نے کہا یہ قیمت بہت زیادہ نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ستّر سے ایک دینار بھی کم نہ کروں گا۔اس پر ہم نے کہا! اچھا اس تھیلی میں جس قدر رقم ہے لے لو۔ہمیں معلوم نہیں؟ بولو کیا تمہیں یہ سودا منظور ہے۔

اس وقت اس بردہ فروش کے پاس ایک بوڑھا شخص جسکی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے بولا "تھیلی کھول کر تو دیکھو کتنی رقم ہے" اس کے کہنے پر ہم نے تھیلی کھولی اور شمار کی تھی پورے ستّر ہی دینار تھے۔چنانچہ ہم اس کنیز کو لے کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا اوراس کنیز سے اس کا نام دریاف کیا۔اُس نے کہا! ۔آپؑ نے فرمایا! تو دنیا میں حمیدہؑ اور آخرت میں محمودہ ہے۔آپ باکرہ تھیں۔اور آپ کی حفاظت ایک مرد پیر سال جسکی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے حفاظت پر مامور تھا اسی لئے آپ بالکل محفوظ رہیں۔(بحار ص۱۴، الخرائج والجرائح راوندی ص ۱۹۷)

معلیٰ بن خنیس سے روایت ہے کہ حضرت صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا کہ حمیدہؑ تمام گندگیوں سے پاک ہے جسطرح کھرا سونا، فرشتے ہمیشہ اسکی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم تک پہنچی۔ یہ اللہ کا کرم ہے مجھ پر اور اسکی نسل سے ہونے والے حجت خدا پر (کافی جلد ا، ص ۴۷۷)

امام موسیٰ کاظمؑ کے فضائل: آپ کے فضائل تحریر سے باہر ہیں اہل مدینہ آپ کو زین المجتہدین کہتے تھے اور حاجت مند باب الحوائج الی اللہ اور آپ کے صبر کی وجہ سے جو ہر دوست و دشمن کی ایذا رسانی پر فرماتے تھے آپ کو کاظم کہا گیا۔

امام کے معجزات: آپ کے معجزات بے شمار ہیں حدیقۃ الشیعہ ص ۷۴۷ پر چند مسلمہ فریقین جو فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں مندرج ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ شفیقؒ بلخی سے روایت ہے کہ میں ۱۴۹ ہجری میں حج کو روانہ ہوا۔ جب مقام قادسیہ پر پہنچا، تو میں نے ایک خوبصورت گندمی رنگ کے جوان کو دیکھا جو قافلہ سے الگ تھلگ ایک طرف جا رہا تھا۔ میں یہ سمجھا کہ یہ جوان صوفیہ ہے، میں آگے بڑھا تا کہ انہیں ٹوکوں جب میں ان کے قریب پہنچا تو میری طرف دیکھ کر اس نے کہا۔ اجۡتَنِبُوا کَثِیۡراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ إِثۡم (سورہ حجرات آیت ۴۹ : ۱۲) ''کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدا فرماتا ہے گُمان سے پرہیز کرو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ میں نے سوچا اس نے میرے دل کی بتلا دی شاید یہ صلحاء میں سے کوئی ہے۔ دوسری منزل پر میں نے دیکھا وہی نوجوان نماز میں مشغول ہیں اور نہایت خضوع و خشوع سے با چشم گریاں نماز ادا کر رہے ہیں میں نے نماز ختم ہو جانے کا انتظار کیا نماز ختم کر کے خود انہوں نے کہا! اے شفیق! فرمان خدا ہے ''إِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ'' (سورہ طٰہٰ آیت ۸۲) توبہ کرنے والے میں نے بخش دیا اور میں بخش دیتا ہوں۔ میں نے

سوچا ضرور یہ کوئی ابدال ہے جوراز دل سے واقف ہے۔ میں بات نہ کرنے پایا تھا میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔

جب ہم ایک دوسری منزل پر پہنچے تو دیکھا ایک کنوئیں کے پاس وہی شخص کھڑے پانی کھینچ رہے ہیں کہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گر گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نوجوان نے رُخ آسمان کی طرف دیکھا اور کہا! اےپالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیر کرتا ہے۔ خدایا سوائے تیرے میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تو ایسا نہ کر کے میں ہلاک ہو جاؤں میں نے دیکھا کہ ان کے یہ کہنے پر کنوئیں کے پانی نے جوش مارا اور پھر اتنا بلند ہوا کہ اس نوجوان نے اپنا لوٹا پانی سے بھرا ہوا ہاتھ بڑھا کر لے لیا اور پھر وضو کر کے نماز ادا فرمائی۔

جب نماز سے فراغت پائی تو اس صحرا کی ریگ اٹھا کر قدرے لوٹے میں ڈالی اور ہلا کر پیا۔ میں نے آگے بڑھکر سلام کیا اور بولا! کہ اس نعمت میں سے مجھے بھی کچھ عنایت کیجئے کہ میں بھی پیاسا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ یہ نعمتیں ہم پر دائمی ہیں تو اپنے ایمان کی اصلاح کر اور وہ ظرف مجھے دیدیا۔ جب میں نے پیا تو وہ شکّر اور ستو کا مخلوط اور نہایت خوش ذائقہ کے ساتھ خوشبودار تھا۔ جو اس سے بیشتر کبھی نہ نوش کیا تھا اور پھر مکہ معظّمہ پہنچ گیا۔

صبح دیکھا کہ وہی نیک ذات طواف کر کے باہر نکل رہے ہیں لوگ ہر طرف سے بڑھ بڑھ کر دست بوسی اور قدم بوسی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا آخر یہ ہیں کون؟ معلوم ہوا کہ امام موسیٰ جعفرؑ ہیں تب میں سمجھا کہ بے شک یہ چیزیں سوائے امام کے اور کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ ایک عربی شاعر نے یہ پورا واقعہ عربی زبان میں نظم بھی کیا ہے۔ (انوار امامت، ص ۱۷٦)

امامت کے لئے امتحان: مناقب اہلبیتؑ سید احمد مسنبط کتاب الثاقب المناقب اور صراط مستقیم

سے مفضل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت واقع ہوئی تو آنحضرتؐ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے بنام عبداللہ بن جعفرؑ نے امامت کا دعویٰ کیا۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ کچھ ایندھن صحن کے وسط میں اکھٹا کرے پھر کسی شخص کو بھیجا کہ عبداللہ کو گھر آنے کی دعوت دی۔ وہ آئے حضرت موسیٰ کاظمؑ بھی بعض شیعہ بزرگواروں کے ہمراہ گھر میں تشریف لائے۔ امامؑ نے حکم دیا کہ ایندھن کو آگ لگائیں تاکہ سُرخ انگاروں میں تبدیل ہوجائے۔ پھر اٹھے اور لباس سمیت آگ کے وسط میں جا کر بیٹھ گئے اور کچھ دیر ان لوگوں سے گفتگو کرتے رہے پھر کھڑے ہوئے لباس جھاڑا اور اپنی جگہ واپس آ گئے۔ اسکے بعد اپنے بھائی عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اگر تم خیال کرتے ہو کہ اپنے والد کے بعد امام ہو تو اٹھو اور آگ کے وسط میں بیٹھ جاوٴ۔

مفضلؒ کہتے ہیں اس وقت میں نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ دگرگوں ہو گیا وہ کھڑے ہوئے اور جلدی سے گھر سے باہر نکل گئے درحالانکہ انکی عبا زمین پر لگ رہی تھی (القطرہ ۲۶۸)

بی بی شطیطہ کا تحفہ: بحار میں مناقب سے علی راشد وغیرہ ایک طولانی حدیث میں کہتے ہیں کہ نیشاپور کے شیعہ جمع ہوئے اور انہوں نے محمد بن علی نیشاپوری کا انتخاب کیا کہ وہ تین ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور دو ہزار لباس و کپڑے امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس وکیل بن کر پہنچے شطیطہ نامی ایک ضعیف خاتون نے ایک صحیح درہم اور ایک بغیر ہوا کپڑا کہ جسکی قیمت چار درہم تھی دیکر کہا۔ انّ اللہ لا یستحی من الحق'' گرچہ یہ بہت کم مال ہے لیکن امام کا حق کم ہی کیوں نہ ہو بھیجنے سے دریغ نہ کیا جائے وکیل کو دیکر کہا! یہ بھی امام کو دینا۔ انہوں نے سوالات کے کاغذوں میں رکھ لیا کہ ستر کے قریب تھے۔ جن میں سے ہر ایک کاغذ پر ایک سوال تھا اور اسکے ساتھ سادہ کاغذ بھی تھے کہ جن پر جوابات لکھیں۔

غرض وہ تمام تحائف و ہدایہ کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ اسی اثناء میں ایک لڑکے کو دیکھا سامنے کھڑا ہے جس نے کہا! میرے ساتھ آؤ میں میں تمہیں امام سے ملواؤں پھر امام نے دیکھا! اور فرمایا! کس لئے ناامید ہورہے۔ پس وہ مال لے آؤ اور شطیطہ کے درہم بھی اور اسکے کپڑے بھی لے آؤ راوی کہتا ہے کہ میں امام کے فرمان کو سن کر تعجب کرنے لگا۔ امام کے سامنے مال لاکر رکھا اور امامؑ نے شطیطہ کے درہم و کپڑے اٹھا کر اسی گزشتہ آیت کی تلاوۃ فرمائی "اِنّ اللّٰہُ لَا یَسْتَحیِیْ" (سورۃ الأحزاب ۵۳ آیت) پھر فرمایا اے ابوجعفر میرا اسلام بھی شطیطہ کو پہنچانا اسے یہ چالیس درہم اور یہ کپڑے کا ٹکڑا دینا کہ اسے کفن میں رکھے۔ اور فرمایا! ان چالیس درہموں سے سولہ درہم خرچ کرنا اپنی طرف سے صدقہ کرنا شطیطہ کو کہنا انیس دن زندہ رہے گی میں تیرا جنازہ پڑھانے آؤنگا مجھ سے فرمایا! مجھے وہاں دیکھو تو کسی کو نہ کہنا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہے اور یہ باقی مال انکے مالکوں کو واپس لوٹا دے ان کاغذوں پر ہر ایک کے جوابات لکھے جاچکے ہیں۔

شیر کی تصویر کا جادوگر کو کھا جانا: شیخ صدوقؒ نے عیون الاخبار الرضا میں اور امالی میں علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے ایک جادوگر کو بلایا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے امر کو باطل کرے اور شرمندہ کرے امام کو مجلس میں بلایا گیا اور ایک جادوگر کو بھی دسترخوان کو بہترین لوازمات وغیرہ سے سجایا گیا تمام اس نے وزراء اور حلقہ بگوش بعض نامی کامی لوگوں کو بھی دسترخوان پر بیٹھایا۔ جادوگر نے کچھ عمل کہا (منتر پڑھا) کہ جب آپ روٹی کیلئے ہاتھ بڑھائیں روٹی چلی جاتی (بعض روایتوں میں ہے کہ خادم چاہتا تھا کہ روٹی کو قریب کردے وہ روٹی وہاں سے دور چلی جاتی تھی)۔

ہارونؔ اور اسکے حوارین اس سے خوش ہوکر تمسخر آمیز ہنسی ہسنے لگے۔ امامؑ نے اپنا سر اٹھایا

اور دیوار پر لٹکی (یا پردہ پر لٹکی) شیر کی تصویر کو حکم دیا کہ انگلی کے اشارے سے تصویر نے شیر کی اصلی حالت اختیار کی اور اس جادوگر پر حملہ کر کے کھا گیا اور پھر پردے پر آویزاں ہوگیا یہ حالت دیکھکر ہارون اور اسکے ساتھی حواس باختہ ہو گئے کچھ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ ہارون نے معذرت خواہی کی اور عرض کیا کہ اس کو پھر سے زندہ کر دیجئے ۔امام کاظمؑ نے فرمایا اگر موسیٰؑ کے عصاء نے ان جادوگروں کو واپس کیا ہوتا تو میں بھی واپس کر دیتا۔ (دمعتسہ الساکبہ)

بحارؔ میں کتاب حقوق المومنین علی بن طاہر کی تالیف سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ علی بن یقطینؔ نے میرے مولا موسی بن جعفرؑ سے اجازت چاہی کہ وہ بادشاہوں کی وزارت و ملازمت چھوڑ دے تو حضرت کاظمؑ نے اسے اجازت نہیں دی اور فرمایا۔ کہ ایسا نہ کرو کیونکہ ہمیں تمہاری وجہ سے انس ہے اور تیرے بھائیوں کیلئے تیری وجہ سے عزّت ہے اور قریب ہے کہ خداوند عالم تیری وجہ سے کسی ٹوٹی ہوی چیز کی تلافی کرے یا تیری وجہ سے مخالفین کے جوش وغضب کو اپنے اولیاء سے توڑ دے اے علی ابن یقطین تمہارے اعمال کا کفارا تمہارا اپنے بھائیوں سے احسان کرنا ہے۔تم میرے لئے ایک چیز کے ضامن ہوجاؤ میں تمہارے لئے تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں۔تم ضمانت دو کے تم ہمارے اولیاء میں سے جس سے ملاقات کرو اسکی حاجت کو پورا کروگے اسکی عزّت وتکریم کروگے اور میں تمہارے لئے ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی قید کی چھت کے سائے میں نہ جاؤگے اور تمہیں تلوار کی دھار کبھی مس نہ کریگی اور تمہارے گھر میں کبھی فقروفاقہ نہیں آئے گا۔ اے علی بن یقطین جو کسی مومن کو خوش کرے وہ پہلے خدا کو پھر پیغمبرؐ کو اور تیسری مرتبہ ہمیں خوش کیا ہے۔

امام کاظمؑ کا علی بن یقطین سے ناراض ہونا: علامہ مجلسی نے عیونؔ المجزات سے روایت کی

ہے کہ ایک شیعہ اہلبیتؑ ابراہیم جمال ایک دفعہ چاہا کہ وہ علی بن یقطین کے پاس جائے کیونکہ ابراہیم ایک ساربان تھا اور علی بن یقطین وزیر تھا حسبِ ظاہر اسکی یہ شان تھی کہ وہ وزیر کے پاس جائے لہذا علی بن یقطینؒ نے اُسے آنے نہ دیا اور اتفاقاً اسی سال علی بن یقطین حج سے مشرف ہوا ۔مدینہ میں جا کر اس نے چاہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہو حضرتؑ نے اسے ملاقات کیلئے وقت نہ دیا، دوسرے دن گھر سے باہر علی بن یقطین نے حضرت سے ملاقات کی اور عرض کیا! اے میرے آقا میری تقصیر کیا ہے کہ آپؑ نے مجھے ملاقات کا شرف نہیں بخشا۔

امامؑ نے فرمایا! اس لئے کہ تو نے اپنے بھائی ابراہیمؒ جمال سے ملاقات نہیں کی اور اسے اپنے پاس نہیں آنے دیا اور خدا اس نے تیری سعی اور کوشش کو قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ ابراہیم تجھے معاف کردے۔علی بن یقطین کہتا ہے کہ میں نے کہا! اے میرے آقا اس وقت میں ابراہیم سے کس طرح ملاقات کرسکتا ہوں میں مدینہ میں ہوں وہ کوفہ میں ہے فرمایا! جب رات ہوجائے تو تنہا جنت البقیع میں جانا بغیر اسکے کہ تیرے ساتھیوں اور غلاموں میں سے کسی کو معلوم ہو، تجھے ساز وسامان کے ساتھ ایک اونٹ نظر آئے گا اس اونٹ پر سوار ہوجانا اور کوفہ چلے جانا۔

علی بن یقطین رات کے وقت بقیع میں گیا اور اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر تھوڑے سے وقت میں ابراہیم جمال کے دروازہ پر پہنچ گیا اور اونٹ بٹھا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ابراہیم نے پوچھا! کون ہے؟ اس نے کہا علی بن یقطین ۔ابراہیم کہنے لگا علی بن یقطین میرے دروازے پر کیسے آگیا؟ فرمایا باہر آؤ کہ میرا معاملہ بہت عظیم وسنگین ہے اور اسے قسم دی کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دو۔ جب مکان کے اندر گیا تو کہنے لگا۔اے ابراہیم! میرے مولا وآقا اس سے انکار کرتے ہیں کہ میرے عمل کو قبول فرمائیں جب تک تم مجھے معاف نہ کردو۔

اس نے کہا ''غفراللہ ذلک'' خدا آپ کو معاف کرے پس علی بن یقطینؒ نے اپنا چہرہ زمین پر لاکر رکھدیا اور ابراہیم کو قسم دی کہ اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھو اور میرے چہرے کو اپنے پاؤں سے روندو۔ ابراہیم نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو علی بن یقطینؒ نے اسے قسم دی کہ ایسا کرو۔ پس ابراہیم نے پاؤں علی بن یقطین کے چہرے پر رکھدیا۔ اور اسکے چہرے کو اپنے پاؤں کے نیچے روندا علی بن یقطین کہتے ہیں ''اللھم الشھد'' خدایا گواہ رہنا پس مکان سے باہر آیا سوار ہوکر اسی رات مدینہ پہنچ گیا اور اونٹ حضرت موسی بن جعفرؑ کے دروازہ پر بٹھایا۔ اس وقت حضرت نے اسے اجازت دی اور وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضرت نے اسکی سعی وکوشش کو قبول فرمایا۔

حضرت ابوحنیفہ اور امام موسیٰ کاظمؑ: امام موسیٰ کاظمؑ پانچ برس کے تھے جب ابوحنیفہ امام جعفر صادقؑ سے مسئلہ جبر واختیار پر بحث کرنے کیلئے آئے تو آپ نے والد بزرگوار سے پہلے مہمان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں کہ یا تو عمل بندوں کے اختیار سے ہوتا ہے یا خدائی جبر سے وقوع پذیر ہوتا ہے یا دونوں کی شرکت رہتی ہے۔ اگر عمل بندوں کے اختیار سے ہوتا ہے تو یہ آپ کے نظریہ کے خلاف ہے اور اگر خدائی جبر یا شرکت سے ہوتا ہے تو قانونی طور پر اسے عذاب کا بھی ذمہ دار یا شریک ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ بندہ خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور خدا پر ان اعمال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے (بحار، امالی سید مرتضیٰ)

حضرت ابوحنیفہ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے اور انہیں اپنی توہین کا احساس میں ایسی جگہ نماز پڑھتے دیکھ لیا جہاں سامنے سے لوگ گذر رہے تھے فوراً امام جعفر صادقؑ سے شکایت کردی۔ آپ نے اپنے فرزند سے شکایت کو بیان کرکے جواب کا مطالبہ کیا! امام کاظمؑ نے عرض کی کہ! میرا خدا رگ گردن سے زیادہ قریب ہے۔ لہذا راہ گیر میرے اور اس کے درمیان حائل نہیں

ہو سکتے ہیں۔ ''وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ''(سورہ ق۱۶:۵۰) یہ سن کر امام صادقؑ نے گلے سے لگا لیا فرمایا میرے ماں باپ فدا ہوں تم اسرار الہینہ کا مخزن ہے۔(مناقب شہر آشوب)

امام موسیٰ کاظمؑ کے دور میں مامون کا سلوک: امام موسیٰ کاظمؑ کے دور میں سیاست کا شکنجہ پھر سخت ہو گیا۔اب نہ تعلیم و تدریس کی راہ ہی رہی نہ تبلیغ و اشاعت کے مواقع باقی رہ گئے۔حکومت وقت برابر آپ سے برسرِ پرخاش رہی یہاں تک کہ آخر عمر کے کئی سال تمام و کمال قید خانہ میں گذر گئے۔

مولا پہ انتہائی اسیری گذر گئی　　زندان میں جوانی و پیری گذر گئی

مگر آپ کی بلند سیرت کی روشنی اتنی تیز تھی کہ قید خانہ کی اونچی اور سنگین دیواریں اس کیلئے ایک نازک و باریک پردہ سے زیادہ نہ تھیں جسکے اندر سے اسکی شعاعیں چھن چھن کر نکلتی رہیں اتنی قوت کے ساتھ کے چودہ صدیاں پار کر کے ہم تک بھی پہنچ گئی ہیں۔چنانچہ اسی سیرت کی بلندی کا نتیجہ یہ تھا کہ حکومت وقت کے مقرر کردہ قید خانوں کے افسر آپ کی نیکوکاری کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تھے اور آپ کے ساتھ سختی کرنے سے معذور رہتے تھے جس کے نتیجہ میں بار بار نگرانوں کے بدلنے کی ضرورت ہوتی تھی چنانچہ پہلے آپ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن منصور کی نگرانی میں رکھا گیا اس ہدایت کے ساتھ کہ ان کو قید تنہائی میں رکھو اور کچھ دن کے بعد حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو۔ وہ خلیفہ وقت کا چچا زاد بھائی تھا مگر اس کے دل پر امام موسیٰ کاظمؑ کے حسن کردار کا اثر پڑ گیا تھا۔ اس نے لکھا کہ میں نے ان کے حالات کی خوب جانچ کی ہے۔وہ تو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔تنہائی کے عالم میں بھی ہم میں سے کسی کیلئے کبھی بددعا نہیں کرتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے مجھے اپنی عبادت کیلئے یہ تنہائی کی جگہ عطا فرمائی۔ ایسے خدا ترس اور عبادت گذار کی جان لینا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

جب اس نے انکار کیا تو بصرہ سے بغداد میں فضل بن ربیع کے سپرد کیا گیا مگر فضل پر بھی آپ کے کردار کا خاص اثر پڑا۔ آخر فضل بن ربیع کو بھی اس صورت سے برطرف کیا گیا، یحییٰ برمکی کو براہ راست نگران بنادیا گیا اور اس سے بھی پھر غیر مطمئن ہو کر سندی بن شاہک کو مقرر کیا گیا۔ یہ نہایت شقی القلب سفاک تھا کہ اس نے زہر دغا دیکر امامؑ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

زندگی تمام قید خانوں میں محبوس رکھے گئے اور پھر قبر کے اندر مدفون ہو گئے مگران کے اوصاف و کمالات، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت ہی نہیں بلکہ آپ کے زبان اور قلم سے نکلے ہوئے بہت سے ارشادات و تعلیمات اور شریعت محمدیؐ کے احکام اب تک کتابوں کے صفحات پر موجود ہیں جو بتارہے ہیں کہ وہ اسی سلسلہ کی ایک فرد تھے۔ جس میں ہر ایک اپنے دور کے حالات کے مطابق کاروان بشر کو منزل کمال انسانیت تک پہنچانے کیلئے رہنمائی کا فرض انجام دیتا رہا اور اپنے کردار کی رفعت سے معراج انسانیت تک پہنچانے کے لئے رہنمائی کا فرض انجام دیتا رہا اور اپنے کردار کی رفعت سے معراج انسانیت کی نشان دہی کرتا ہے۔

امام موسیٰ بن جعفرؑ کی ایک اہم حدیث: مناقب شہر آشوب ص۲۴۳ پر مرقوم ہے کہ علی بن حمزہ سے مروی ہے کہ ایک سال مکہ میں بجلی گرنے سے بہت سے لوگ مر گئے میں حضرت موسیٰ کاظمؑ کے پاس مدینہ میں آیا آپؑ نے بغیر میرے پوچھے فرمایا۔ اے علی بن حمزہ۔ ڈوبنے اور جل کر مرنے والوں کو اس وقت تک دفن نہ کرنا چاہیے جب تک اس کا جسم بد بو نہ دے میں نے کہا! اس سے تو معلوم ہوتا ہے بہت سے ایسے لوگ زندہ دفن ہوئے فرمایا! ایسے اکثر لوگ قبروں میں جا کر مرے۔ (مناقب ص۲۴۳)

علی بن یقطین اور امامؑ: عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ ہارون الرشید نے علی بن یقطین کی عزت و اکرام بڑھانے کیلئے ایک دن کچھ کپڑے بھیجے کہ جن میں ایک ریشم و

اون سے بنا ہوا جُبّہ بھی تھا کہ جو بادشاہوں کے لباس میں سے تھا کہ جسے سونے کے تاروں سے وزنی اور قیمتی بنایا گیا تھا۔ تو علی بن یقطین نے وہ اکثر کپڑے موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں بھیج دیئے اور ان میں وہ جبّہ بھی تھا اور ان کے ساتھ کچھ اور مال بھی اضافہ کیا۔ جو اپنے دستور کے مطابق اس نے تیار کیا تھا کہ جسے اپنے مال کے خمس میں سے بھیجا کرتا تھا پس یہ اموال جب ابو الحسنؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے باقی مال اور کپڑے قبول کر لئے لیکن وہ جبّہ قاصد کے ہاتھ علی بن یقطین کو واپس کر دیا اور انہیں لکھا اس کو حفاظت سے رکھو اور اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ عنقریب تم پر ایک ایسا وقت آئیگا جب تجھے اس کی ضرورت ہوگی۔

علی بن یقطین اس جُبّہ کو واپس کرنے پر شک میں پڑ گئے اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ اور انہوں نے جُبّہ محفوظ کر کے رکھ دیا۔ چند دنوں بعد علی بن یقطین اپنے ایک خاص نوکر پر ناراض ہوئے اور اسے نوکری سے برطرف کر دیا اور اس ملازم کو پتہ تھا کہ علی بن یقطین حضرت موسیٰ کاظمؑ کی طرف مائل ہیں اور وہ اس بات سے واقف تھا جو ہر موقعہ پر وہ مال اور لباس اور دیگر اکرام واحترام آپ سے کرتا تھا تو اس نے علی بن یقطین کی چغلی ہارون رشید سے کر دی اور کہا کہ! یہ تو موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہیں اور ہر سال اپنے مال کا خمس انہیں بھیجتے ہیں اور وہ جُبّہ بھی اس نے انہیں بھیج دیا ہے جو کہ فلاں وقت تو نے ان پر کرم فرماتے ہوئے دیا تھا یہ سنکر ہارون رشید آگ بگولہ ہو گیا اور اسے سخت غصّہ آیا اور کہنے لگا میں ضرور ان واقعات کا انکشاف کروں گا اگر معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح تو نے بیان کیا ہے تو میں اسکی جان لے لوں گا۔

اسی وقت کسی کو علی بن یقطین کے حاضر کرنے کیلئے بھیجا، جب علی بن یقطین اسکے سامنے آکھڑے ہوئے تو ان سے کہنے لگا وہ جُبّہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں پہنایا تھا؟ تو انہوں

نے کہا! وہ ایک مہر شدہ ظرف میں میرے پاس رکھا ہے اور میں نے اسکو خوشبو میں محفوظ رکھا ہوا ہے جب صبح کو اٹھتا ہوں تو وہ ظرف کھولکر تبرک کے طور پر اسے دیکھتا ہوں اور اسکا بوسہ لیتا ہوں اور پھر اسے اسکی جگہ رکھدیتا ہوں اور جب شام ہوتی ہے ایسا ہی کرتا ہوں۔ ہارون رشید نے کہا! اس کو اسی وقت حاضر کرو پس علی بن یقطین نے ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے گھر کے فلاں کمرے کی طرف جاؤ اور میرے خزانچی سے اس کی چابی لو اور اسکو کھول کر فلاں کمرے کو کھولو اور اس میں جو مہر شدہ ظرف رکھا ہے اسے لے آؤ۔

پس تھوڑی دیر میں وہ خادم وہ مہر شدہ ظرف لے آیا اور اسے ہارون رشید کے سامنے رکھدیا تو اسنے اسکی مہر توڑی اور کھولا۔ پس جب کھولا گیا تو جُبّہ اسکی اصلی حالت میں دیکھا کہ وہ لپٹا ہوا خوشبو میں ڈوبا ہوا ہے تو ہارون کا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اس نے علی بن یقطین سے کہا کہ رشدو ہدایت کے ساتھ واپس جاؤ آئندہ آئندہ میں ہرگز تمہارے متعلق کسی چغل خور کی تصدیق نہیں کروں گا اور حکم دیا کہ اس کے ساتھ ایک اعلیٰ قسم کا انہیں انعام بھی دیا جائے اور یہ فرمان جاری کیا کہ اس خادم کو جس نے چغلی کی تھی ہزار کوڑے لگائے جائیں۔ پس تقریباً پانچ سو کوڑے اسے لگے تھے کہ وہ مر گیا۔ (الارشاد) تذکرہ الاخبار، ص ۳۸۵)

وضو کے بارے میں امام کا علی یقطین کو حکم: محمد بن اسماعیل نے محمد بن فضل سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے اصحاب کے درمیان وضو کے مسئلہ میں مسح کے بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کیا وہ انگلیوں سے پاؤں کے درمیان والی ابھری ہوئی جگہ تک ہے یا پاؤں کی اس ابھری ہوئی جگہ سے انگلیوں تک ہے۔ تو علی یقطین نے امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ہمارے اصحاب نے دونوں پاؤں کے مسح میں اختلاف کیا ہے۔ اگر آپؑ مناسب

سمجھیں تو اپنے خط سے مجھے لکھ کر بھیجیں کہ جس پر میں عمل کروں۔ انشاءاللہ اسی پر عمل کروں گا۔

پس امام موسیٰ کاظمؑ نے لکھا! جو کچھ تو نے وضو کے بارے میں لکھا ہے وہ اختلاف میں سمجھ گیا اور وہ چیز جس کا اس بارے میں میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم تین مرتبہ کلی کرو۔ اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو اور تین مرتبہ اپنا مو دھولو اور اپنی داڑھی کے بالوں کے درمیان خلال کرو اور اپنے ہاتھ انگلیوں سے کہنیوں تک دھوء اور سارے سر کا مسح کرو اور کانوں کے اوپر اور اندر والے حصّہ کا مسح کرو اور تین مرتبہ اپنے پاؤں کو اور پاؤں کی ابھری جگہ تک دھوؤ اسکی مخالفت کر کے اور کچھ کچھ نہ کرنا۔

تو جب علی بن یقطین کو خط ملا! تو جو امامؑ نے اس میں لکھا تھا اس سے انہیں تعجب ہوا کہ جسکے خلاف پوری جماعت شیعہ کا اجماع ہے۔ پھر انہوں نے کہا! میرے مولاؑ بہتر جانتے ہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اور میں آپ کے حکم کی اطاعت کروں گا۔ لہذا وہ اسی طرح سے وضو کرتے تھے جس پر تمام شیعہ ابوالحسنؑ کے حکم کی اطاعت کرتے تھے۔ اسی دوران علی بن یقطینؒ کی ہارون کے پاس چغلی اور شکایت ہوئی اور کہا گیا! وہ رافضی آپ کا مخالف ہے تو ہارون رشید نے اپنے کسی خاص حواری سے کہا! میرے پاس علی بن یقطین کی بہت ساری شکایات آئی ہیں اور یہ اتہام کہ وہ ہمارے مخالف ہے اور وہ رافضیت کی طرف مائل ہے۔ لیکن میں نے اپنی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں دیکھی پس میں چاہتا ہوں کہ اس کا امتحان اس طریقہ پر کروں کہ اسے معلوم نہ ہو اور وہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ نکال سکے۔

تو اسے کہا گیا کہ اے امیر المومنین رافضی اہل سنت کے ساتھ وضو میں مخالف ہیں اور وہ اس میں تخفیف یعنی کم دھونے اور پاؤں نہ دھونے کے قائل ہیں لہذا اس کا امتحان کیجئے۔ پھر اس کو

ایک مدّت تک چھوڑے رکھا پھر اپنے گھر میں کوئی کام اسکے ذمہ لگا دیا یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا تو رشید دیوار کے پیچھے ایسی جگہ کھڑا ہوگیا کہ جہاں سے رشید انہیں دیکھ سکتا تھا لیکن وہ ہارون رشید کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔تو علی یقطین نے وضو کے لئے پانی منگوایا پس تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا اور داڑھی کے بالوں میں خلال کیا اور ہاتھ انگلیوں سے کہنیوں تک تین مرتبہ دھوئے اور پورے سر اور کانوں کا مسح کیا۔اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے اور ہارون رشید اسے دیکھتا رہا اسکے بعد اسنے پکار کر کہا وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔بس انکی حالت ہارون رشید کے ہاں درست ہوگئی۔اسکے بعد علی بن یقطین کو امام موسیٰ کاظمؑ کا خط ملا۔اب وضو تم اپنے طریقہ سے کرو۔بے شک وہ مصیبت ٹل گئی ہے جس کا تجھ پر خوف تھا۔والسلام۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کے بارے میں

جناب ابوالحسنؑ موسیٰ کاظمؑ کے سینتیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔

۱)علی رضا ابن موسیٰ کاظمؑ (ان کی والدہ ام البنین عرف نجمہ تھیں)

۲)ابراہیم ۳)عباس ۴)قاسم ۵)اسماعیل ۶)جعفر ۷)ہارون ۸)حسن (ان سب کی والدہ کنیز تھی)(۹)احمد ۱۰)محمد ۱۱)حمزہ (ان کی والدہ ایک کنیز تھیں)۱۲)عبداللہ ۱۳)اسحاق ۱۴)عبیداللہ ۱۵)زید ۱۶)حسن ۱۷)حسین ۱۸) سلیمان (یہ مختلف کنیزوں سے تھے)۱۹)فاطمہ کبریٰ ۲۰) فاطمہ صغریٰ ۲۱)رقیہ ۲۲)حکیمہ ۲۳)ام ابیہا ۲۴)رقیہ صغریٰ ۲۵)ام جعفر ۲۶)لبابہ ۲۷)زینب ۲۸)خدیجہ ۲۹)عُلیہ ۳۰)آمنہ (۳۱)حُسنہ ۳۲)بریہہ ۳۳)عائشہ ۳۴)ام سلمہ ۳۵)میمونہ ۳۶)ام کلثوم (یہ مختلف کنیزوں سے تھے۔(الارشاد، تذکرہ الاطاہرہ، ص۳۹۷)

امام موسیٰ کاظمؑ کے فضائل علمیہ: امام موسیٰ کاظمؑ کا علم وفضل میں وہ مرتبہ تھا کہ آپ کے

زمانے کا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کے سامنے اپنے آپ کو کمترین سمجھتا تھا، اکثر علماء سے آپ کے مباہلے اور مباحثے ہوئے ہیں اور نتیجہ میں انکو سر نیچا کرنا پڑا۔

ایک بار ہارون رشید حج کرنے کیلئے مکہ آیا۔ طواف کے وقت اسنے حکم دیا کہ میرے ساتھ کوئی طواف نہ کرے مگر جوں ہی اس نے طواف شروع کیا، ایک جوان آکر طواف کرنے لگا سپاہی نے کہا! خلیفہ کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جوان نے کہا کیوں ہٹوں یہ خدا کا گھر ہے یہاں شہری اور دیہاتی سب برابر ہیں۔ یہ سُن کر ہارون نے سپاہی کو منع کیا اور اپنے طواف میں مشغول ہو گیا۔ وہ جوان اس کے آگے آگے تھا جب ہارون نے حجر اسود کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا تو وہ نوجوان آگے بڑھ گیا اور ہارون سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لے لیا اسی طرح جب مقام ابراہیم پر نماز پڑھنی چاہی تو وہ نوجوان آگے بڑھ گیا اور ہارون سے پہلے نماز ادا کرنے لگا ہارون نے نماز سے فارغ ہو کر اس جوان کو بلانے کے لئے اپنا سپاہی بھیجا اس نے کہا! مجھے کیا غرض کہ اسکے پاس جاؤں اگر اسکی ضرورت ہے تو میرے پاس چلا آئے۔ سپاہی نے جا کر یہ جواب سنایا۔ ہارون خود آیا اور کہنے لگا! میں تم سے چند سوال کرتا ہوں۔ اگر معقول جواب نہ دیئے تو سخت سزا دوں گا۔

جوان: امتحاناً پوچھتا ہے یا استفادۃً

ہارون نے جواب دیا! استفادۃً

جوان: تو ایسے بیٹھو جسے شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے

ہارون: بتاؤ واجب شریعتی کتنی چیزیں ہیں؟

جوان: ایک، پانچ، سترہ، چونتیس، چورانوے، ایک سو ترپن، پھر بارہ ہیں ایک چالیس میں ایک، دوسو میں پانچ، مقام عمر میں ایک اور ایک کے عوض ایک

ہارون: ہنس کر سبحانہ اللہ میں واجبات شرعی دریافت کرتا ہوں اور آپ مجھے حساب گناتے ہیں
جوان: دین ودنیا کا دارومدار ہی حساب پر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا قیامت میں اپنے بندوں کا حساب کیوں لیتا۔
ہارون: اچھا جو کچھ کہا ہے اسکی توضیح کردو ورنہ میں تو کو صفا ومروہ کے درمیان قتل کردوں گا۔ اسکے ایک مصاحب نے کہا! اے امیر یہ حرم خدا ہے یہاں اس جوان کے قتل کا قصد نہ فرمایئے۔ یہ سنکر جوان بیساختہ ہنس دیا۔
ہارون نے کہا! تمہاری ہنسی کا کیا سبب ہے؟
جوان: مجھے نہیں معلوم تم دونوں میں بیوقوف کون ہے۔ آیا وہ جو کسی کی آئی موت کو ٹالنا چاہتا ہے یا وہ جو کسی نہ آنے والی موت کو بلانا چاہتا ہے۔
ہارون: خیر ان باتوں سے کیا حاصل ہے اب اپنے بیان کی تفصیل کرو۔
جوان: میں نے جو کہا واجب ایک ہے وہ دین اسلام ہے کیونکہ اسکے سواء کوئی دین خدا کے نزدیک مقبول نہیں، پھر فرمایا! پانچ واجب ہیں وہ پانچ نمازیں ہیں اور سترہ سے انکی سترہ رکعتیں مراد ہیں اور چونتیس سے مراد وہ چونتیس سجدے ہیں جو ہر رکعت میں دودو ہیں اور چورانوے واجبات سے چورانوے تکبیریں ہیں جو ہر رکعت میں رکوع وسجود کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں اور چالیس میں ایک سے مراد زکوٰۃ ہے کہ چالیس میں ایک دینار دیا جاتا ہے اور بارہ میں سے ایک سے مراد بارہ مہینے میں سے ایک ماہ کے روزے اور دوسو میں سے پانچ جو کہے گئے تو مراد خمس ہے کہ انسان کے پاس مصارف سالانہ کے علاوہ دوسو درہم بچ رہے ہیں تو اس میں سے پانچ درہم دینے واجب ہو جاتے ہیں اور سوائے پیغمبرؐ کے دوسرا کوئی ان کا مستحق نہیں ہوتا اور عمر بھر میں ایک سے مراد حج ہے جو تمام عمر میں ایک بار فرض کیا گیا ہے اور ایک کے عوض ایک سے مراد خون ناحق ہے کہ خون کا

بدلہ یعنی قاتل مقتول کے عوض واجب القتل ہو جاتا ہے۔

یہ جواب سنکر ہارون حیران ہو گیا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی بڑھا کر کہا یہ اس جواب کا صلہ ہے۔ جوان نے کہا! مسئلہ بتانے کے عوض یا فائیدہ حاصل کرنیکی وجہ ہے؟

ہارون نے کہا فائدہ حاصل کرنے کی وجہ سے۔

جوان: اچھا میں تم سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں اگر تم نے اس کا جواب دیدیا تب تو یہ اشرفیاں اسی مقام پر تقسیم کر دینا ورنہ ایک تھیلی اور دینا جو میں اپنی قوم وقبیلہ کے ان لوگوں میں تقسیم کر دوں جو تنگدستی سے پریشان ہیں۔ ہارون نے کہا! بہت اچھا جوان نے کہا بتاؤ جب خنشائے مشکل کے بچے پیدا ہوتا ہے تو اسے دانہ بھراتا ہے یا اسے دودھ پلاتا ہے۔

ہارون: تعجب ہے کہ مجھ سے ایسا سوال کیا گیا

جوان حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے جو کسی قوم کا امیر ہوتا ہے اسکو انہی کی سی عقل دی جاتی ہے تم اس وقت امت مرحومہ کے امیر ہو۔ لہذا انکی نسبت تم کو زیادہ عالم اور واقف کار ہونا چاہیے۔

ہارون: مجھے اس کا جواب بتلایئے میں اسکا جواب نہیں جانتا اور یہ تھیلی بھی لیجئے۔

جوان: خداوند عالم نے جب زمین کو پیدا کیا تو اس میں بہت سے حشرات الارض پیدا کئے ہیں جنکی خلقت صرف مٹی سے ہوتی ہے جب انکے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس بچہ کی ماں نہ دودھ پلاتی ہے نہ دانہ بھرآتی ہے بلکہ اسکی زندگی مٹی سے ہوتی ہے یہی حال خنشائے مشکل کا ہے اسکے بعد جوان نے دونوں تھیلیاں اٹھالیں اور کھڑے کھڑے مستحقین کو تقسیم کر دیں۔ ہارون نے اس جوان کا نام پوچھا۔ کسی نے کہا یہ امام موسیٰ کاظم ہیں۔ ہارون نے کہا کیوں نہ ہو ایسے عظیم الشان درخت کے ثمر ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ہشام بن الحکم کے سوالات: ایک روز ہشام بن الحکم نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا، نماز کے شروع میں سات تکبریں کیوں رکھی گئیں ہیں اور رکوع میں سبحانہ ربی العظیم وبحمدہ اور سجدہ میں سبحانہ ربی الاعلیٰ وبحمدہ کیوں کہا جاتا ہے؟

امام کاظمؑ نے ارشاد فرمایا! جب رسولؐ خدا شب معراج آسمان پر تشریف لے گئے تو حضرت کی آنکھوں کیسامنے سے پردے ہٹنے شروع ہو گئے جب پہلے پردہ ہٹا تو آپ نے تکبیر کہی جب دوسرا پردہ ہٹا تو دوسری تکبیر کہی اسی طرح سات پردے ہٹنے پر آپ نے سات تکبیریں پڑھیں اسکے بعد جب عظمت الٰہی کو دیکھا تو آپ کانپنے لگے اور رکوع میں جھک کر سبحانہ ربی العظیم وبحمدہ فرمانے لگے جب رکوع سے کھڑے ہوئے اور عظمت کو پہلے سے بھی بلند مقام پر ملاحظہ فرمایا تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور سبحانہ رب الاعلیٰ وبحمدہ کو سات مرتبہ سجدہ میں کہا تب آپ کا قلب تھر تھرانے سے رُکا۔(اخلاق آئمہ ص ۹۶)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی عبادت: فصل الخطاب میں ہے کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ آفتاب نکلنے کے وقت سجدۂ خالق میں جاتے تھے اور اس سجدہ کو اتنا طول دیتے تھے کہ زوال کا وقت گذر جاتا تھا۔ آپ کثرت عبادت سے اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ مصلیٰ پر صرف ایک سفید کپڑا پڑا نظر آتا تھا۔ آپ کی کثرت عبادت دیکھ کر ہارون رشید نے کہا! آپ خاندان بنی ہاشم کے رہبانوں اور زاہدوں میں سے ہیں۔

جس زمانے میں آپ قید خانے میں تھے تو آپ کا یہ معمول تھا کہ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو طلوع آفتاب تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے اسکے بعد سجدہ میں جاتے اور زوال آفتاب تک اسی حالت میں قائم رہتے بعد زوال سجدے سے سر اُٹھاتے اور ظہر کی نماز میں

مشغول ہو جاتے، دن بھر عبادت میں گذرتا۔ رات کو گھڑی دو گھڑی کو سو جاتے ورنہ تمام رات عبادت میں بسر کرتے۔ ظہرین کی نماز سے فارغ ہو کر پھر سجدہ میں جاتے اور غروب آفتاب تک اسی حال میں رہتے۔ شام ہوتے ہی نماز مغرب کیلئے کھڑے ہو جاتے اور اتنی دیر تعقیبات پڑھتے کہ عشاء کا وقت آ جاتا۔ عشاء کے بعد تعقیبات پڑھنے لگتے۔ جب اسی سے فراغت ہوتی تو افطار صوم فرماتے اور تھوڑا سا کھانا کھا کر سجدۂ شکر کرتے پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد نماز شب میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

قید خانے میں کنیز کو بھیجنا: مناقب شہر آشوب ص ۲۴۵ پر کتاب الانوار میں عامری سے روایت ہے کہ ہارون رشید نے ایک نہایت حسینہ و جمیلہ فتنہ دہر کنیز کو قید خانہ میں امامؑ کی خدمت کیلئے بھیجا۔ حضرتؑ نے کہا! تو ہارون سے جا کر کہدے اپنے اس تحفہ سے تم ہی دل میں وابستگی حاصل کرو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ کنیز نے یہی جا کر کہدیا ہارون کو بڑا غصہ آیا اور کہا واپس جا کر کہدے نہ ہم نے تمہاری خواہش پر تمہیں قید کیا ہے اور نہ تمہاری مرضی سے اس کو خدمت کیلئے بھیجا ہے تمہیں اس میں دخل دینے کی اجازت نہیں اور کنیز سے کہہ دیا کہ وہ وہیں رہے اور حضرت کو مائل کرنے کی کوشش کرے تا کہ وجہ قتل ہاتھ لگے۔

تیسرے روز اپنے خادم کو بھیجا تا کہ کنیز کے بارے میں پتہ چلائے اس نے جا کر دیکھا وہ سجدہ میں پڑی ہوئی ہے اور امام کی تسبیح سُن کر خود بھی کہتی جاتی ہے سبوحٌ قدوسٌ سبحانک ربّ السمواتِ والارض‘‘ اس نے واپس کا کر ہارون سے بیان کیا اس نے کہا! موسیٰ کاظمؑ نے اس پر جادو کر دیا ہے اُسے میرے پاس لاؤ۔ وہ کانپتی ہوئی آئی اور آسمان کی طرف دیکھ کر رو رہی تھی۔ ہارون نے کہا! یہ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا میری شان عجیب ہے ان کے سامنے گئی تو میں نے

رات دن نماز میں اور تقدیس الہٰی میں مشغول پایا میں نے کہا اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے بیان کیجئے تا کہ میں اسکو بجالاؤں انہوں نے کہا مجھے تیری ضرورت نہیں۔

ناگاہ میں نے وہاں ایک نہایت سرسبز وشاداب باغ دیکھا جس کی نہ مجھے ابتداء نظر آئی نہ انتہا نظر آئی تھی۔ اس میں حریر و دیبا کا فرش بچھا ہوا تھا اور ایسے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا سا حسن میں نے دیکھا ہے اور نہ ان کا سا لباس حریر سبز کے شاندار کپڑے ان کے بدن پر تھے اور مرصع تاج سروں پر ان کے ہاتھوں میں ابریق تھے اور ہر قسم کے کھانوں کے طبق یہ دیکھ کر میں سجدہ میں گر گئی یہاں تک کہ آپ کے خادم نے مجھے اٹھایا۔ ہارون نے کہا او خبیثہ شائد تو سجدہ میں سو گئی ہوگی اور خواب میں یہ سماں دیکھا ہوگا۔ اس نے کہا میں نے تو یہ سماں سجدہ میں جانے سے پہلے دیکھا تھا۔

ہارون نے حکم دیا کہ اسے قید کر دو تا کہ یہ باتیں اس سے کوئی نہ سن سکے وہ قید خانے میں جا کر نماز پڑھنے لگی۔ الغرض وہ قید خانے میں نماز پڑھتی پڑھتی مرگئی یہ واقعہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک معجزہ: مناقب شہر آشوب ص ۲۴۶ پر علی حمز بطائنی سے مروی ہے کہ میں امام کاظمؑ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا ناگاہ ایک شیر سامنے آیا اور حضرت کے بغلے بیٹھنے پر اپنا پنجہ رکھدیا۔ حضرت نے اس سے آہستہ آہستہ کچھ کہا وہ ایک طرف کو چلا گیا۔ حضرت نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کر کے دُعا کی جسکو میں نہ سمجھا پھر اپنے ہاتھ سے شیر کی طرف اشارہ کیا۔ شیر نے ہمہمہ کیا حضرت نے فرمایا! آمین۔ میں نے پوچھا یا بن رسولؐ اللہ یہ کیا واقعہ ہے فرمایا! اس نے کہا اس کی مادہ پر ولادت سخت ہو رہی ہے، مجھے خدا سے دُعا کرنے کہا! چنانچہ میں نے دُعا کی اور کہا جا بچہ نر پیدا ہوگا خدا تجھ پر رحم کرنے والا ہے اس نے کہا! خدا آپ پر آپ کی اولاد پر آپ کے شیعوں پر

کبھی درندوں کو مسلّط نہ کرے میں نے کہا آمین۔

امام کی زبانی امامت کی تعریف: مناقب میں علی بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھ کہ اامام کی تعریف کیا ہے۔فرمایا! جب اس سے پوچھا جائے تو جواب دے سائل ساکت ہو تو اپنی طرف سے ابتداء کرے جو کل کو ہونے والا ہے اسکی خبر دے اور لوگوں سے ان کی زبان میں کلام کرے۔ پھر فرمایا۔اے ابو محمدؐ تمہارے اٹھنے سے پہلے میں یہ علامت ظاہر کرتا ہوں ناگاہ ایک مرد خراسانی داخل ہوا اس نے عربی میں حضرت سے کلام کیا! آپ نے فارسی میں جواب دیا اس نے کہا! میں نے اس لئے فارسی میں کلام نہ کیا تھا کہ غالباً آپ فارسی نہیں جانتے فرمایا! سبحان اللہ اگر میں ہر زبان نہ جانتا ہو تو تم پر میری فضیلت کیسے ہو اور میں مستحق امامت کیسے ہو۔اے شخص امام وہ ہے جس پر کسی کا کلام مخفی نہو، یہاں تک کہ ہر جاندار کا خواہ وہ طیر ہو یا وحوش۔(مناقب،ص ۲۴۶)

جامع امام صادقؑ کی محافظت: امام موسیٰ کاظمؑ کی سیرت و تاریخ،ص ۱۰ پر تحریر ہے کہ حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور دوانقی کی حکومت کے خلاف کسی قسم کی مسلحانہ تحریک کے کسی بھی صورت میں کامیاب ہونے کوئی آثار نہیں تھے بلکہ الٹا تباہی اور بربادی مول لینا تھا۔اسی لئے امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی اپنے والد کے علمی منصوبے کو کامیاب کرنے کیلئے کوششوں کو جاری رکھا اور علمی مرکز تشکیل دیا البتہ یہ مرکز حضرت امام جعفر صادقؑ کی جامعہ کی طرح وسیع تو نہیں تھا لیکن ہٹ کر بھی نہیں تھا اور اس میں عظیم شاگردوں اور رجال علم و دانش کی تربیت شروع کر دی۔شیخ عباس قمی اپنی کتاب 'الانوار السبھۃ' ص ۱۸۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت کاظمؑ کے خاص دوست اور شیعہ، نیز ہاشمی خاندان کے افراد ان کے حضور زانوئے ادب تہہ کرتے تھے اور آپ کی گہر بار باتوں سے کسب فیض کرتے تھے اور حاضرین کے سوالوں اور امامؑ کے جوابات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔

امام موسیٰ کاظمؑ اپنے والد کے تمام علوم و دانش کے وارث اور انہیں جیسے فضل و کمال کے مالک تھے انہوں نے دانا اور نادان، بے سمجھ اور ظالم و حاکم و مغرور و سرکش کے رویئے کے خلاف جس عفوو درگذشت اور تحمل و برباری کا ثبوت دیا اپنے غیض کو پی لیا اور حلم وضبط کو اختیار کیا اسی لئے آپ کو 'کاظم' کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُن کے زمانے میں کوئی بھی شخص معارف الٰہی، علم و دانش اور جود وسخا میں ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔ چونکہ آپ کے دور امامت میں کسی قسم کی مسلح جدو جہد اور مسلحانہ جہاد ناممکن تھا، لیکن منفی مقابلے اور علمی انقلاب عوام الناس کی رہنمائی کیلئے راہ ہموار تھی لہذا امامؑ نے دونوں محاذوں پر اپنی جدو جہد کو جاری رکھا ایک تو منفی جدو جہد یعنی طاغوت کے آگے سر تسلیم نہیں کیا۔ دوسرے جابر اور ظالم حکومت سے لوگوں کو منتشر کیا۔

امامؑ کو گرفتار کر کے قید کر دینا سالہا سال تک قید خانہ میں ہی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور قید خانے ہی میں شہید ہو جانا اسکی تین دلیل ہے۔ چنانچہ الارشاد میں شیخ مفید فرماتے ہیں کہ لوگوں نے بہت سی روایات کو آپ سے نقل کیا ہے اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہہ تھے۔ شیخ طوسیؒ نے رجال کی اپنی کتابوں میں دوسو بہتر ۲۷۲ راویوں کا نام ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے حدیثوں کو نقل کیا ہے کتب الربعہ اور ان جیسی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام، عقائد، اخلاق اسلامی اور تفسیر قرآن کا ایک کافی حصّہ امام موسیٰ کاظمؑ کے ذریعہ ہی سے یہاں منتقل ہوا۔

ایک مولا علیؑ کو سب کرنے والے سے امامؑ کا برتاؤ: ارشاد مفید ص ۲۷۸ میں ہے کہ مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا جو امام موسیٰ کاظمؑ کو اذیت دیتا تھا وہ جب بھی آپ کے سامنے آتا آپ کو دیکھتا تو امیر المومنین علیؑ کو ناسزا کہنا شروع کر دیتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن آپ کے اصحاب

نے کہا کہ آپ اجازت دیں کہ ہم اسے قتل کردیں لیکن آپ نے انہیں سختی سے منع کردیا۔ حضرتؑ نے اسکا پتہ پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ مدینہ کے اطراف کے ایک گاؤں میں کاشتکاری کرتا ہے۔ چنانچہ امامؑ گھوڑے پر سوار ہوکر اسے دیکھنے کیلئے چلے گئے اتنے میں اس کی کھیتی سے گذرنے لگے تو اس نے شور مچادیا کہ میری کھیتی کو پامال نہ کرو۔ مگر امامؑ اسکی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے گئے اور اسکے پاس پہنچ گئے اور ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے باتوں باتوں میں امامؑ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کھیتی پر کتنا خرچہ ہوا؟ اس نے کہا ایک سو دینار۔ امام نے سوال کیا کہ اس سے کتنا محصول کی توقع رکھتے ہو؟ کہا میرے پاس علم غیب کا علم نہیں۔ امام نے فرمایا کہ کس قدر توقع رکھتے ہو؟ اس نے کہا دوسو دینار یہ سُن کر امامؑ نے اس کی طرف رقم کی ایک تھیلی بڑھا دی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ کھیتی بھی تمہاری اور یہ رقم بھی تمہاری اور جو توقع رکھتے ہو خدا وہ بھی تمہیں عطا کرے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص کھڑا ہوگیا اور امام کے سر کے بوسے لئے اور سابقہ گستاخیوں کی معافی مانگنے لگا۔ امامؑ مسکرادیئے اور مدینہ واپس آگئے جونہی مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص مسجد میں بیٹھا کہہ رہا ہے۔ ”اللہ یَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے۔ (امام موسیٰ کاظمؑ کی سیرت)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے دورامامت میں چار عباسی خلفاء کی حکومتیں رہی ہیں امام کی امامت کا آغاز اور امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے وقت بنی عباس کے مشہور اور ظالم حکمران منصور دوانقی کے اقتدار کا عروج تھا۔ اور یہ ایک ایسا حکمران جس نے حکومت کے استحکام کیلئے لاتعداد انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا اور اس سلسلے میں اس نے صرف شیعیان علیؑ ہی کو اپنے ظلم کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ عالم تسنن کے فقہاء اور عظیم شخصیتوں کو بھی معاف نہیں کیا تھا جو بھی اس سے تھوڑا

سا اختلاف کرتا اسے فوراً ایذائیں دیکر موت کے گھاٹ اتار دیتا۔اس نے حضرت ابو حنیفہ کو صرف اس جرم میں کوڑے لگوائے اور قید میں ڈالا کہ انہوں نے عراق میں عباسی حکومت کے خلاف حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض کی حمایت کی تھی (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء سیوطی ۲۵۹ مطبوعہ مشنی بغداد)

امام کاظمؑ کی امامت کے آغاز سے ہی قتل کا منصوبہ :حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ نے بیس سال کی عمر میں منصب امامت سنبھالا،اس وقت اسی ظالم منصور دوانقی کی حکومت تھی جو بلا شرکت غیرے پورے اسلامی سلطنت کا حکمران تھا۔ مدینہ کے گورنر کے ذریعہ جب اُسے صادق آل محمدؑ کی شہادت کا علم ہوا تو اس نے محمد بن سلمان کے نام خط لکھا اگر جعفر صادقؑ نے کسی کو اپنا جانشین بنایا ہے تو اسے فوراً دربار میں بلا کر قتل کر دو۔زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اسے محمد بن سلیمان کا بغداد میں اس مضمون کا خط ملا۔

جعفر بن محمدؑ نے اپنی رسمی وصیّت نامہ میں پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔۱) خلیفہ وقت دوانقی (۲) مدینہ کا گورنر محمد بن سلیمان (۳) عبداللہ ابن جعفرؑ ابن محمد (۴) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۵) حمیدہؑ خاتون (امام صادق آل محمدؑ کی زوجہ محترمہ)

حاکم مدینہ نے خط کے ذیل میں لکھا کہ ان حضرات میں سے کن کو قتل کیا جائے منصور کو ہرگز یہ وہم وگمان بھی نہ تھا اسے اسطرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ غصّہ میں پاگل ہو گیا اور کہنے لگا۔ انہوں تو قتل نہیں کیا جا سکتا اسکا دور ۱۳۶ ہجری سے ۱۵۸ ہجری مطابق ۷۵۴ سے ۷۷۵ تک رہا۔

چونکہ صادق آل محمدؑ منصور دوانقی کے خطرناک اور شیطانی عزائم سے آگاہ تھے لہذا ساتویں امام کی حفاظت کیلئے مذکورہ پانچ افراد کے بارے میں وصّیت فرمائی یہ وصیت نامہ ایک الٰہی حکمت عملی کا شاہکار تھا۔ کیونکہ امام صادق آل محمدؑ نے اپنے حقیقی جانیشن اور اپنے بعد ہونے

والے امام کے بارے میں خاص شیعوں اور خاندان علوی کو بتا دیا تھا کہ آپ کے فرزند حضرت موسیٰ کاظمؑ ہی ان کے جانشین ہونگے۔

مہدیؔ عباسی: منصور دوانقی کی موت کے بعد جب مہدیؔ عباسی کی بیعت ہوگئی تو اس نے حمید بن قطبہ کو نصف شب کے بعد بلایا اور کہا تیرے باپ اور بھائی کے جو ہم سے تعلقات ہیں وہ اظہر الشّمس ہیں اس نے کہا میرا مال اور جان آپ پر فدا ہوں اس نے کہا! یہ تو سب ہی کہا کرتے ہیں اس نے کہا میری جان مال اولاد اور اہل وعیال آپ پر فدا ہوں، اس نے کچھ جواب نہ دیا اس نے کہا! میری جان مال اور اولاد دین سب تجھ پر فدا اس نے کہا! ہاں اب ٹھیک ہے اس سے اچھی طرح معاہدہ کر کے کہا تو موسیٰ کاظمؑ کو قتل کر دے صبح کے وقت اچانک یہ کہہ کر وہ سو گیا خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا کہ اسکی طرف اشارہ کر کے یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں ' فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ "(سورہ محمد ۴۷: ۲۲) "قریب ہے کہ جب تم برسر حکومت ہو جاؤ تو روئے زمین پر فساد برپا نہ کرو اور نہ قطع رحم کو" پس خوفزدہ ہو کر خواب سے جاگا اور حمید کو بلا کر منع کیا (مناقب شہر آشوب)

مہدیؔ عباسی: منصورؔ دوانقی سے بھی بدتر حاکم تھا ابتداء میں اس نے نرمی کا برتاؤ کیا لیکن اسکے بعد امامؑ کو بار بار مدینہ سے بغداد طلب کیا کہ قتل کر دیا جائے لیکن بفضل الٰہی کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی نے امام کو فدک واپس کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس کے حدود تمام مملکت اسلامیہ کے حدود ہیں اور فدک خلافت کی ایک تعبیر ہے اسلامی حکومت کے بغیر باغ کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ یہ باغ درحقیقت اسلامی حکومت کے استحکام کا ذریعہ ہے اور اسکے بغیر ہماری نظروں میں اسکی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فدک صرف ایک باغ ہو یا جاگیر ہو، ہم سب کو اسلام کی راہ

میں صرف کرنا چاہتے ہیں اور یہی ہمارے جد بزرگوار اور جدّ ۂ ماجدہ کا مقصد تھا جس کیلئے انہوں نے قیام فرمایا یہ ۱۵۸ ہجری سے ۱۶۹ ہجری مطابق ۷۸۵۔۷۷۵ عیسوی تک حکومت کیا۔

ہارون: علی بن حمزہ سے مروی ہے کہ ہارون نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفر میرے پاس سے نکلیں تو ان کو قتل کر دینا لیکن ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ قتل نہ کر سکے ہارون نے ایک لکڑی کا مجسمہ حضرت کی صورت کا بنوایا اور غلاموں کو نشہ کی حالت میں حکم دیا کہ اس پر وار کریں تاکہ خوف نکل جائے لیکن اس پر بھی جب حضرتؑ نکلے اور انہوں نے وار کرنا چاہا تو آپ نے ان ہی کی زبان میں کچھ کہا وہ سب آپ کے قدموں پر گر کر بوسہ دینے لگے اور حضرت کے گھر تک پہنچانے گئے۔ ایک شخص نے ان سے وجہہ پوچھا انہوں نے کہا! یہ تو ہر سال ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمارے فضیہ فیصل کرتے ہیں اور جب ہمارے ملک میں قحط پڑتا ہے تو طلب باراں کرتے ہیں۔ جب ہم پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں پس ہارون نے عہد کر لیا کہ اسکے بعد ایسا حکم نہ دیگا۔ تب وہ غلام آئندہ اسکی خدمت پر راضی ہوئے۔

ہادی عباس: یہ اسکے باپ سے بھی بدتر تھا اور اس نے حکومت پاتے ہی قتل امام کا منصوبہ کا اعلان کر دیا لیکن حضرتؑ نے مسکرا کر فرمایا کہ خود پہلے اپنی ہی خیر منائے اسکے بعد مجھے قتل کرے ۔ چنانچہ منصوبہ کی تکمیل سے پہلے ہی واصل جہنم ہو گیا وہ کوئی ایک سال کچھ مہینے حکومت کر سکا۔ یہ ۱۶۹ ہجری سے ۱۷۰ ہجری مطابق ۷۸۵ سے ۷۸۶ عیسوی تک دور حکومت کیا۔

ہارون رشید: کا دور حکومت ۱۷۰ ہجری سے ۱۹۳ ہجری مطابق ۷۸۶ عیسوی سے ۸۰۹ عیسوی تک کا دور ہے۔ ۱۷۳ ہجری میں ہارون حج بیت اللہ کے بہانے مکہ و مدینہ کا سفر کیا اور دو مرتبہ کیا کئی مرتبہ قتل کے درپئے رہا، اور قتل کرنے کے بہانے تلاش کرتا رہا لیکن ناکام ہو گیا ایک مرتبہ

حضرت سے فرزند رسولؐ ہونے کی دلیل کا مطالبہ کیا اور کہا جب کہ عام طور پر اولاد بیٹوں کے ذریعہ چلا کرتی ہے تو آپؑ نے ایک طرف عیسیٰؑ کے ذریّت ابراہیمؑ میں ہونے کا قرآنی حوالہ دیا اور دوسری طرف آیت مباہلہ کی تلاوت فرمائی لہذا ہارون کوقتل کا کوئی بہانہ نہ مل سکا

دوسری مرتبہ مدینہ میں قبر پیغمبرؐ کو یا بن العم کہکر سلام کیا تو امام نے یا ابتہ کہکر سلام کیا جس پر حکومت سے مقابلہ کرنے کے جرم میں گرفتار کر کے بغداد لے آیا لیکن خواب میں جناب امیر علی ابن ابیطالبؑ کو غضبناک شکل میں دیکھ کر آزاد کر کے مدینہ واپس کر دیا اور قتل نہ کر سکا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ مختلف اوقات میں ہارون کی قید میں پابند سلاسل رہے اور آخری چار سال کا عرصہ آپ کی قید کا سخت ترین عرصہ تھا اور اسی عرصہ میں آپ نے ہارون کے قید خانے میں شہادت پائی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے۔ امامؑ نے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا گوارا کئے لیکن کبھی ظالم اور جابر حکمران کو کبھی شرعی حکومت قرار نہیں دیا۔ آپ کا قید ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے وقت کے کسی ظالم حکمران کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا (علی ابن ابیطالبؑ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک کسی نے بھی نہ کسی کی بیعت کی نہ انکی خلافت تسلیم کی نہ ان کی حکومت سے راضی رہے) لیکن جو ہارون کی حکومت کے بارے میں مختلف تاویلیں کر کے اسے شرعی حکومت ثابت کیا کرتے تھے ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں ان کا شمار خلیفہ کے مقربین میں ہوتا تھا۔

اگر ان کے ہم خیال ہوجاتے تو پھر آپ ہارون کے قید خانے میں عرصہ دراز تک قید کیوں رہتے؟ قید خانے میں زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں آپ کی شہادت کیوں ہوتی یا یہ کہ صفوان بن مہران جمال کو موعظہ کیوں کیا کہ اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر نہ دیا کریں اور انہوں نے اپنے

سب اونٹ فروخت کردیئے توان سب باتوں کو کیا کہا جائے۔

ہارون کے بارمیں علمائے اسلام نے اس کے فضائل کے دفتر کھولدیئے حالانکہ یہ ایک انتہائی عیاش شخص تھا اور علماء کواس سے اپنے سے قریب حسب خواہش فتویٰ حاصل کرنے کیلیئے رکھے ہوئے تھا (نقوش عصمت ۵۰۷)

صالح طالقانی واقعہ اوراس کا قتل: مناقب شہرآشوب ،ص۲۴۹ پر درج ہے صالح طالقانی کو بلاکر ہارون نے پوچھا کیا تو وہی ہے جو کہتا ہے کہ بادل نے مجھے اٹھا کر طالقان تک پہنچایا انہوں نے کہا! اس نے کہا وہ قصہّ بیان کر۔انہوں نے کہا! میں بحری سفر کررہا تھا ناگاہ وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں تین دن تک ایک تختہ پر رہا موجوں نے اس تختہ کوایک سرزمین کے کنارے لگا دیا جو نہروں اور درختوں سے سرسبزوشاداب خطّہ تھا اور میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔جب میں سورہا تھا تو میں نے ایک خوفناک آوازسنی جس سے میں خوفزدہ ہوکر بیدار ہوگیا ناگاہ میں نے دوگھوڑوں کو لڑتے دیکھا۔وہ مجھے دیکھ کردریا میں چلے گئے۔اسی اثناء میں ایک عظیم الجثہ طائر آیا اور میرے قریب ہونے لگا یہ مقام ایک پہاڑ کے غار کے قریب تھا۔وہ طائر مجھے دیکھ کراُڑ گیا میں غار کے قریب گیا تو وہاں سے تسبیح وتہلیل وتکبیر وتلاوۃ قرآن کی آواز آئی۔کسی ندا کرنے والے نے مجھے پکارا اے علی بن صالح غار میں داخل ہو اللہ تجھ پر رحم کرے میں نے اندر جا کر ایک شخص کو دیکھا تو سلام کیا اُسنے جواب سلام دیا اور کہا! خدانے تیراامتحان خوف اور بھوک وپیاس میں لیا ہے۔

میں اس وقت کو جانتا ہوں جب تو کشتی میں سوار ہوا تھا اور کتنے دن تو نے سفر کیا اور کس وقت تیری کشتی ٹوٹی وغیرہ سارا حال میرے سفر کا بیان کیا میں نے کہا! آپ کو یہ سب حال کس نے بیان فرمایا۔عالم الغیب والشھادۃ نے پھر مجھے کہا تو بھوکا ہے کھانا کھا پس کھانا میرے سامنے آیا جس سے بہتر میں نے کبھی نہ کھایا تھا پھر میں نے نہایت میٹھا اور شیریں پانی پیا، پھر انہوں نے

دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا کیا تم اپنے شہر کو واپس جانا چاہتے ہو میں نے کہا! مجھے کون پہنچائے گا۔ فرمایا! اولیائے خدا کی کرامت پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔''الساعۃ الساعۃ'' ناگاہ ایک بادل غار پر منڈلانے لگا اور اس سے آواز آئی ''السلام علیک یا ولی اللہ وحجتہ'' آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا فلاں مقام پر فرمایا رحمت کیلئے یا عذاب کیلئے اس نے کہا رحمت کیلئے جب وہ بادل چلا گیا دوسرا بادل آیا آپ نے اس سے کہا بھی پوچھا کہاں جارہا ہے؟ اس نے کہا طالقان فرمایا! اسے اپنے اوپر بٹھالے اس نے کہا ''سمعاً و طاعۃً'' پس آپ نے میرا بازو پکڑ کر اس پر سوار کیا میں نے کہا خدا اور رسولؐ کیلئے یہ بتایئے آپ کون ہیں؟ فرمایا! اے علی بن صالح زمین آن واحد کیلئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی ظاہراً ہو یا باطناً میں حجت خدا ظاہر میں بھی ہوں اور باطن میں بھی میرا نام موسیٰ ابن جعفرؑ ہے۔ اس کے بعد سحاب کو جانے کا حکم دیا اس نے پلک جھپکتے مجھے طالقان میں پہنچادیا ہارون نے یہ سُن کر ان کو قتل کرادیا تا کہ اور کوئی یہ واقعہ کو نہ سُنے۔

آپ باقیوں سے ممتاز ہیں: الارشاد ۴۰۳ص درج ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ ابوالحسنؑ اپنے اہل زمانہ کے لحاظ سے سب سے بڑے عابد فقیہہ سخی اور کریم النفس تھے روایت ہے کہ آپ نماز تہجد پڑھتے تو اسے نماز صبح سے ملا دیا کرتے تھے پھر تعقیبات میں مصروف رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا اللہ کیلئے سجدہ میں جھک جاتے اپنا سر دعا اور حمد وثنا کرتے وقت نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ زوال شمس کا وقت ہو جاتا اور آپ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ **اللّٰھم انی اسئلک الراحتہ عندالموت والعفو عند الحساب**'' خدایا میں موت کے وقت راحت و آرام کا اور حساب کے وقت مہربانی کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ایک عظیم دعا یہ تھی ''**عظم الذنب من عبدک فلیحسن العفو من عندک**'' تیرے

بندے سے عظیم گناہ ہوئے ہیں پس تیری طرف سے اچھی عفو ومہربانی ہو"

امام موسیٰ کاظمؑ کی گرفتاری اور قید

امام کی سیرت و تاریخ میں اور مناقت شہر آشوب وغیرہ میں درج ہے کہ حکومت اور حکومت کے خیر خواہ جاہ و منصب و دولت کی خاطر طرح طرح کے منصوبے سوچتے رہتے اور ہر ایک بادشاہ وقت بلکہ اسے شہنشاہ وقت کہنا چاہیے جسکے حدود مملکت اتنے وسیع تھے اور حکومت میں کسی کو زبان حکومت کے خلاف کھولنے کی گنجائش نہیں تھی۔

جیسا کہ پہلے بتلا چکے ہیں کہ علی بن اسماعیلؑ کو جو حضرت اسماعیل بن جعفرؑ کے فرزند کے بیٹے تھے یحییٰ برمکی نے کچھ رقم اس کے پاس بھیجی اور اسے بغداد آنے کی دعوت دی۔امام کاظمؑ نے اسے منع فرمایا اور اسے اپنے پاس سے رقم بھی دی اور اسکے قرض ادا کرنے اسکے بچوں کی پرورش کا وعدہ فرمایا لیکن پھر بھی اس نے بغداد جا کر یحییٰ بن خالد برمکی کے بہکاوے میں آ کر بغداد پہنچا اور جیسا اسے یحییٰ بن برمکی نے بڑھا چڑھا کر سُنانے کہا اسی طرح ہارون کے سامنے سنایا کہ "مشرق و غرب عالم سے ان کے پاس مال کی ریل پیل ہے۔تیس ہزار دینا کا زرعی رقبہ خرید لیا ہے جس کا نام "بسیر" رکھا ہوا ہے رقبے کی خریداری کے وقت فروخت کرنے والے نے کہا ہے مجھے یہ سکے نہیں چاہیے بلکہ دوسرے اعلیٰ قسم کے سکے دیئے جائیں تو انہوں نے اسکے مطالبہ کو بھی پورا کر دیا اس کی زبانی یہ حالات سُننے کے بعد ہارون نے حکم دیا کہ اسے دو لاکھ درہم دیئے جائیں اور اس رقم کی ادائیگی فلاں علاقے میں کی جائے۔چنانچہ رقم کے حصول کیلئے وہ کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں گیا اسی اثنا میں اسے رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی جب وہ وہاں گیا تو اسکے پیٹ پر ایسا زور آیا کہ پیٹ پھٹ کر انتڑیاں شکم سے باہر آ گئیں۔اسی حالت میں اسے گھر لے آئے۔جب رقم آئی تو

اس نے کہا کیا کروں گا میں تواب دنیا سے جارہا ہوں ۔غرض اسی سال ہارون حج کی ادائیگی کی غرض سے بغداد سے روآنہ ہوا۔ پہلے مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی میں آکر حضور پاک کی قبر سے مخاطب ہوکر دکھاوے کہ طور پر کہا یارسول میں موسیٰ بن جعفرؑ کی گرفتاری کی آپ سے معذرت چاہتا ہوں کیونکہ آپکی اُمت میں افتراق پیدا کررہے ہیں اور امت مسلمہ کا ناحق خون بہانا چاہتے ہیں اسکے بعد اسنے حکم دیا کہ امامؑ کو گرفتار کرلیا جائے۔ امام اسوقت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ انہیں گرفتار کرکے گورنر ہاؤس مدینہ میں لایا گیا پھر ہارون کے حکم سے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا اورفوری طور پر دو محمل تیار کئے گئے اور کچھ ملازمین کو حکم دیا گیا کہ ان محملوں کے ساتھ چلیں۔

ایک کو بصرہ کی طرف روآنہ کیا گیا اور امامؑ کو اسی میں سوار کیا گیا اور دوسرے کو بغداد کی طرف بھیج دیا گیا لیکن لوگوں کو معلوم نہ ہوسکا کہ امام کس محمل میں سوار ہیں ہارون نے حکم دیا کہ انہیں بصرہ کے گورنر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس لے جایا جائے اور وہ امام کو اپنی نگرانی میں قید کردیا۔

امام ایک سال تک عیسیٰ بن جعفر کی قید میں رہے ایک سال کے بعد عیسیٰ کو ہارون نے خط لکھا کہ وہ امامؑ کو شہید کردے۔عیسیٰ نے اس بارے میں اپنے خاص دوستوں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ سب نے ایسا کرنے سے منع کردیا۔لہذا اس نے ہارون سے اس بارے میں معذرت طلب کرلی اور کہا موسیٰ کاظمؑ ایک طویل عرصے سے میرے پاس قید ہیں میں خود بھی اور اپنے جاسوسوں کے ذریعہ بھی ان کی مکمل نگرانی کی ہے وہ عبادت کرتے کرتے تھکتے نہیں۔ میں نے ان سے کبھی آپ کے بارے میں اور خود میرے بارے میں بددعا کرتے نہیں سُنا۔ بلکہ ہر وقت وہ خدا سے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔اگر آپ حکم قتل مجھ سے واپس لیتے ہیں ٹھیک ہے ورنہ میں انہیں رہا کردوں گا۔اب مجھے ان کو مزید قید میں نہیں رکھا جاتا۔ایک روایت

کے مطابق حضرت کاظمؑ کولوگوں نے یہ مناجات کرتے سُنا۔" اللھم نعلم انی کنت اسئلک ان نضر غنی لعبادتک. اللھم و قد فعلت فلک الحمد "" بارالہا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تجھ سے سوال کیا کرتا تھا کہ مجھے اپنی عبادت کے لئے فراغت کا وقت عطا فرما۔ تو بارالہٰا تو نے مجھے دے دیا تیرے لئے حمد ہے۔"

یہ خط پڑھکر ہارون نے حکم دیا کہ امامؑ کو بصرہ کے گورنر سے تحویل میں لیکر بغداد لایا جائے اور فضل بن ربیع کی قید میں دیدیا جائے۔ چنانچہ ایک عرصہ دراز تک امام اسکی تحویل میں رہے۔ ہارون نے اس سے کہا کہ وہ امام کو قتل کردے، لیکن اس نے بھی بصرہ کے گورنر کی طرح حضرت کے شہید کرنے سے صاف انکار کردیا۔ جس کی وجہ سے ہارون نے امامؑ کو فضل بن یحیٰ کے سپرد کردیا اس نے آپ کو اپنے گھر میں قید کردیا اور آپ پر پہریدار مقرر کردیئے۔

امام عالی مقام فضل بن یحیٰ کی قید میں شب و روز عبادت الٰہی سے سروکار رکھتے تھے۔ رات کو نماز تلاوت الٰہیٰ اور دعا میں مشغول رہتے یہاں تک کہ تہجد کا وقت ہو جاتا اور نماز تہجد کے بعد صبح کی نماز ادا کرتے اور سارا دن روزے سے رہتے البتہ فضل بن یحیٰ نے آپ پر سختی نہیں کی بلکہ آپ کا احترام بھی کرتا تھا فضل بن یحیٰ کے اس رویہ کی اطلاع جاسوسوں نے ہارون کو پہنچائی۔ جب کہ وہ رقہ شہر میں تھا۔ اس نے وہیں سے فضل بن یحیٰ کے نام خط لکھا جس میں اس نے اسے سخت تنبیہ کی گئی ساتھ ہی اسنے فضل سے یہ بھی کہا کہ وہ امام کو شہید کردے لیکن فضل نے ایسا کرنے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے ہارون کو فضل بن یحیٰ پر سخت غصہ آیا۔

اس نے اپنے پیشکار مسرور نامی شخص کو اپنے ہاں بلایا اور کہا کہ جتنا جلد ہو سکے تم بغداد جاؤ اور فضل بن یحیٰ کے گھر جا کر امام موسیٰ کاظمؑ کو دیکھو کہ اگر اسکے گھر میں آرام و اسائش سے رہ

رہے ہیں تو ہمارا یہ خط عباس بن محمد کو دیدو اور اس سے کہو کہ وہ خط کے مضمون پر عمل کرے۔

مسرور بغداد آیا اور سیدھا فضل بن یحییٰ کے گھر چلا گیا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس لئے گھر میں گھس آیا ہے۔ پھر وہ اس کمرے میں گیا جہاں حضرت موسیٰ کاظمؑ رہ رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ امام وہاں تو سکون سے رہے رہیں ہیں، اس کے فوری بعد عباس بن محمد اور سندی شاہک کے پاس چلا گیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہارون کا خط دیا۔

عباس بن محمد نے خط پڑھتے ہی فوراً فضل بن یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ اس کے کپڑے اُتار دئے جائیں اور ساتھ ہی سندی بن شاہک کو حکم دیا کہ فضل بن یحییٰ کو ایک سو تازیانے مارے جائیں چنانچہ سندی نے اسے سو تازیانے مارے فضل کے چہرے کی کیفیت بدل گئی اور دماغ پر اثر ہو گیا۔ اور حواس باختگی کے عالم میں ہر ہر آدمی کو سلام کرنے لگا اور اسی حالت میں وہ وہاں سے باہر نکل گیا۔ مسرور نے سب ماجرہ ہارون کو لکھ بھیجا اس نے حکم دیا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کو سندی بن شاہک کی تحویل میں دیدیا۔

امامؑ جب سندی بن شاہک کی قید میں تھے اسی زمانے میں ایک خوبصورت کنیز کو آپکی خدمت کیلئے مامور کیا گیا جس کا واقعہ مفصّل اوپر گذر چکا ہے۔ جب اس کنیز نے بتایا کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو آسمان سے لبیک لبیک کی صدا آرہی تھی یہ سنکر وہ بھی سبوحٌ قدوسٌ سبحانک سبحانک کہنے لگی۔ ہارون نے کہا ماجرا کیا ہے؟ اس کنیز نے کہا کہ میں نے امام سے کہا کہ مجھے آپ کی خدمت کیلئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ امام نے کہا! تو پھر یہ کس کیلئے ہیں؟ اس دوران مجھے ایک باغ نظر آیا کہ جسکی ابتداء اور انتہا کی کوئی حد نہیں تھی جس میں ریشم کے گاؤ تکئے بچھے ہوئے تھے اسے خادم اور کنیزیں نظر آرہی تھیں جنکی زیبائی اور خوبصورتی بے نظیر تھی بہر حال یہ سب دیکھ کر میں سجدہ

میں گرگئی اوراس خادم نے مجھے اُٹھا کر لایا۔

یہ سن کر ہارون آگ بگولہ ہوگیا اور غصّے سے کہا! اۓ خبیث عورت! شائد تم نے یہ سب مناظر خواب میں دیکھے ہوں؟ کنیز نے کہا! میرے آقا! مجھے خدا کی قسم میں نے پہلے باغ کو بیداری کے عالم میں دیکھا پھر سجدے میں گری اور میرے سجدے کی وجہ بھی یہی تھی۔ یہ سن کر ہارون نے خادم کو کہا! اس خبیث عورت کو لیجاؤ اور کسی کو اس سے ملنے کی بات کرنے کی اجازت نہ دو کنیز نے اپنے گھر میں نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ کوئی اس سے اس بارے میں پوچھتا وہ کہتی کہ ''میں نے اللہ کے اس نیک بندے کو اسی حالت میں دیکھا ہے۔

ہارون نے کہا یہ فضیلت عام نہ ہو لوگوں کے دل امام کی طرف مائل نہ ہو جائیں اس کنیز کو قتل کروا دیا۔

کتاب انوار الٰہیہ ،ص ۹۵ میں ہے کہ سندی بن شاہک کا بیان ہے کہ ہارون رشید نے میرے پاس ایک خادم کو بھیجا تا کہ ہم دونوں جا کر امامؑ کا حال دریافت کریں چنانچہ ہم قید خانے کے پاس چلے گئے امامؑ نے خادم سے کہا۔ کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا مجھے خلیفہ نے آپ کے پاس آپ کی حالت معلوم کرنے بھیجا ہے امام نے فرمایا! اس سے جا کر کہہ دینا' کہ میری تنگی کا ہر دن بھی گذر رہا ہے اور تمہاری خوشی کا بھی ہر دن بھی گذر رہا ہے۔ آخر ایک دن ہم اور تم ایک جگہ جمع ہونگے اور اس دن باطل کے پیرو کار سخت خسارے میں ہونگے۔

مظلوم امام کی دردناک شہادت

امام کی سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ ایک طویل عرصہ تک ہارون کی قید میں مقید رہے۔ قید خانے بدلتے گئے۔ بعض روایات میں ۱۴ سال اور بعض روایات

میں ۲۱ سال تک قید میں رہے۔ آپ کو ۶ یا ۷ مرتبہ زہر دیا گیا لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا آخر کار آپ کو کھجوروں میں زہر ملا کر شہید کیا گیا۔ سندی بن شاہک کا قید خانہ بہت سخت تھا جس میں آپ کو قید رکھا گیا تھا اس بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کو ''المُعَذَّبُ فِي قَعْرِ السُّجُونِ وَظَلَمَ المَطَامِير'' زندان کہا تھا زمین میں ایک تاریک کنواں تھا جس میں امام پر تشدد کیا جاتا ہے۔

آخر کار ہارون نے سندی شاہک کو کچھ زہر آلود کھجوریں بھجوائیں اور حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو کھلائی جائیں امامؑ کو ہر حالت میں یہ زہر آلود کھجوریں کھلائیں۔ پست فطرت ظالم سندی شاہک بار بار اصرار کرتا رہا کہ آپ ساری کھجوریں کھائیں مگر امامؑ نے چند ایک دانے کھائے اور فرمایا جو دانے کھائے ہیں اس سے تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

عیون الاخبار الرضا میں ابن بابویہؒ سے مروی ہے کہ قید خانے میں اپنے مرنے سے تین دن پہلے امامؑ نے مسیّب سے فرمایا! میں اس رات کو مدینہ جا رہا ہوں تا کہ اپنے بیٹے علی رضاؑ کو اسی طرح اسرار امامت تعلیم کروں جس طرح میرے باپ نے مجھے تعلیم کئے ہیں۔ مسیّب نے کہا کیسے جائینگے زندان کا در تو مقفل بند ہے اور پہرہ بیٹھا ہوا ہے۔ اے مسیّب کیا قدرت باری تعالیٰ کے متعلق تمہارا عقیدہ ضعیف ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ایسا تو نہیں ہے پس حضرت نے دعا کی پھر میں نے دیکھا کہ حضرت اپنے مصلّے پر موجود نہیں کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لیں میں نے سجدۂ شکر ادا کیا، پھر فرمایا۔ اے مسیّب تیسرے روز اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تم رونا مت میرے بعد میرے بیٹے علی رضاؑ تمہارے امام ہیں پس ان کی ولایت سے تمسک کرنا۔ (مناقب شہر آشوب جلد نہم ص ۲۴۹)

''میں خدا کا شکر ادا کیا'' پھر تیسری شب امام کاظمؑ نے مجھے بلا کر فرمایا! تجھے معلوم ہے میں دنیا سے

رخصت ہونے والا ہوں۔تو دیکھے گا کہ میرا شکم پھول جائیگا اور میرا رنگ پہلے پیلا پھر سرُخ اور آخر میں سبز ہو جائے گا تو طاغوت (ہارون) کو میری وفات کی اطلاع کر دینا لیکن اس سلسلہ میں تم خصوصی احتیاط یہ کرنا کہ میری وفات سے پہلے کسی کو اطلاع نہ کرنا میں امامؑ کے فرمان کا منتظر رہا، آخر کار امام نے مجھ سے پانی طلب کیا اور پانی پینے کے بعد فرمایا! مسیّب یہ نجس سندی بن شاہک گمان کرتا ہے کہ وہ مجھے غسل دے گا اور مجھے دفن کریگا۔ایسا کبھی نہیں ہوگا۔جب میری لاش تم لے کر مقابر قریش پہنچو تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور میری قبر کو چار انگلیوں سے زیادہ بلند مت کرنا اور تبرک کے لئے میری قبر کی مٹی نہ اٹھانا کیونکہ مرے دادا حسینؑ کی تربت کی علاوہ تمام قسم کی تربت کی مٹی حرام ہے۔اللہ نے خاک کربلا کو ہمارے شیعوں اور دوستوں کیلئے شفا بنایا ہے۔

اچانک میں نے جسم کے قریب ایک نوجوان کو دیکھا جو آپ کی شبیہہ تھے جبکہ میں نے امام علی رضاؑ کو بہت پہلے بچپن میں دیکھا تھا اس لئے پہنچان نہ سکا اور چاہا کہ ان سے پوچھوں کہ وہ کون ہیں۔تو اسی وقت امام موسی کاظمؑ نے مجھے صدا دے کر فرمایا! مسیّب! کیا میں نے اس سے پہلے تجھے منع نہیں کیا تھا؟ پھر میں صبر کے ساتھ سب کچھ دیکھتا رہا پھر وہ جوان رخصت ہوا پھر میں ہارون کے پاس گیا اور اسے امام کی موت کی خبر دی۔

جب غسل وکفن کا وقت آیا تو سندی بن شاہک اپنے دوستوں سمیت غسل وکفن کے لئے آیا لیکن میں اسی نوجوان کو دیکھا کہ وہی غسل وکفن دے رہے ہیں۔میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اور کسی کے ہاتھ امامؑ کے بدن تک پہنچ ہی نہیں رہے ہیں۔بس وہی نوجوان غسل دے رہا تھا، اور اسی نے آپ کو حنوط لگایا پھر جب وہ غسل وحنوط سے فارغ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا مسیّب! جس چیز کے متعلق چاہو شک کر لینا لیکن میرے متعلق کبھی شک نہ کرنا میں ہی تیرا امام ہوں اور مولا

ہوں اور اللہ کی طرف سے اپنے والد کے بعد تجھ پر حجت ہوں اے مسیّب! میری مثال صدیق یوسفؑ کی سی ہے جسے بھائیوں نے نہیں پہنچانا جب کہ (یوسف) بھائیوں کے پہنچانتے تھے (عیون الاخبار الرضا،ص۱۷۹)

بعض روایات میں آیا ہے کہ سندی بن شاہک جو نہایت ظالم اور سفاک تھا اسنے ہارون کے حکم سے شیشہ پگھلا کر جبراً پلا دیا اور روایات میں ہے میخ آہنی سے ایذاء دی گئی تا حدیکہ روح عنقمی بدن مطہر سے پرواز کی۔

اِدھر ظالم یہ چاہتے تھے کہ آپ کی شہادت کو طبعی موت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اس بارے میں وہ سرگرم ہوگئے چنانچہ سندی ملعون نے ۸۰ لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور زندان میں لیجا کر امامؑ کے قریب کھڑا کیا اور کہا آپ لوگ اچھی طرح دیکھ لیں کہ انکے جسم پر کوئی زخم یا چوٹ نہیں ہے۔

غرض جب امام کو زہر دیا گیا امامؑ کی حالت غیر ہونے لگی تن بدن میں زہر کی حرارت پیدا ہوگئی اور تین دن تک آپ تیز بخار میں مبتلا رہے جسم کی رنگت سبز ہوگئی روایت کہ مطابق ''بقی ثلاثاً لوعوکا'' تین دن تک بخار کی شدت میں تڑپتے رہے آخر کار زہر ہلاہل نے اثر دیکھایا اور آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اِنا لِلّٰہِ واِنا الیہ راجعون' سوائے امام رضاؑ کے جو با اعجاز تشریف لائے تھے نہ بیٹوں نے نہ بیٹیوں نے دیدار کیا۔ عالم غربت میں شہادت ہوگئی اور بغداد ہی میں مدفون ہوئے۔ جب آپ تڑپ رہے تھے اس وقت قید خانے میں کوئی بھی رشتہ دار یا دوست اس موقع پر نہیں تھا نہ کوئی غمخوار تھا۔

ایک مصیبت آپؑ کی شہادت تھی دوسری مصیبت یہ تھی جو آپؑ کی دوسری مصیبت میں

اضافہ کے طور پر تھی جب امامؑ کی شہادت ہوگئی اور سندی بن شاہک نے عمر واقدی اور دوسرے شیعوں کو بلا کر کاغذ پر گواہی لے لی اور نام پتے لکھ لئے اسکے بعد جنازے کو ایک تابوت میں رکھ کر پل بغداد پر رکھدیا گیا اور حدّاد کو بلا کر ہتھکڑی اور بیڑیاں کاٹی گئی کیونکہ جسم متورّم ہو گیا تھا اور اعلان کیا گیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کا انتقال ہو چکا ہے لوگ پل بغداد پر جمع ہونے لگے۔

ہارون کے ایک چچا جن کا نام سلیمان ابن ابی جعفر تھا عباسی سلطنت کے رکن تھے جب یہ اعلان سنا تو اپنے محل سے باہر آ کر اپنے غلاموں سے پوچھا یہ کیسا اعلان ہو رہا ہے انہوں نے کہا ! سندی بن شاہک لوگوں کو موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازہ دیکھنے بلا رہا ہے سلیمان نے اپنے بیٹوں غلاموں سے کہا ! اگر جنازے کو یہاں سے گذارا جائے تم ان سے جنازہ لے لو۔ اگر نہ دیں تو اس سے زبردستی چھین لو خواہ انہیں مارنا بھی پڑے۔ چنانچہ امامؑ کا جنازہ لے لیا گیا اور ایک چوراہے پر رکھ کر اعلان کیا گیا جو لوگ طیب ابن طیب کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ آئے اور امام کی زیارت کر لے جب یہ اعلان ہوا تو لوگ جوق در جوق مظلوم امامؑ کی زیارت کیلئے آئے۔ ایک کہرام برپا تھا فضاء میں عزاداری امام کی صدائیں گونجنے لگ گئی۔

اس کے بعد سلیمانؒ نے ڈھائی ہزار دینار سے خریدا ہوا کفن امام کو دیا جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا اور امامؑ کے جنازے کی پیدل مشایعت کی۔ سلیمانؒ کے ساتھ امام کے ماننے والوں کی ایک عظیم تعداد نے بھی مشایعت کی اور بڑی شان سے جنازہ اٹھایا گیا اور مقابر قریش میں آپ کو دفن کیا گیا۔ جسے اب کاظمین کہتے ہیں۔ (سیرت و تاریخ امام موسیٰ کاظمؑ ص ۵۴،۵۵)

امام موسیٰ کاظمؑ کی ایک مفید نصیحت: مناقب اہلبیتؑ ، ج، چہارم، ۳۰۸ص پر روایت ہوئی ہے کہ ایک دن ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف لکھا۔ مجھے مختصر سا موعظہ کریں۔

آنحضرتؑ نے اسکے جواب میں تحریر کیا۔ماهن شئی تراه عینک الّا و فیه موعظة''''کوئی چیز نہیں کہ جسے تیری آنکھ دیکھے مگر یہ کہ اس میں پند نصیحت ہے''(امالی شیخ صدوق،ص ۵۹۹)

مکہ ومدینہ میں ہارون کا عام خواص سب کو ہزاروں دینار باٹنا اور امام کاظمؑ کو ۲۰۰ دینار دینا

دمعتہ الساکبہ جلد۳ص ۷۱ پر شیخ صدوقؒ نے عیون الاخبار رضا میں سفیان بن نذار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں ایک دن مامون کے سرہانے کھڑا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو مجھے تشیع کی تعلیم کس نے دی؟ سب نے کہا بخدا! ہم کو معلوم نہیں! مامون نے کہا! ہارون رشید سے لوگوں نے پوچھا آخر یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ ہارون تو اہل بیتؑ کو قتل کرتا تھا۔

مامون نے کہا! وہ تو ملک کی وجہ سے ایسے کرتے تھے کیونکہ ملک عقیم ہوتا ہے(عقیم کے معنیٰ بانجھ کے ہیں)واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہارون کے ساتھ حج کیلئے میں بھی گیا، جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو ہارون نے کہا! مکہ، مدینہ کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا مہاجر ہو یا انصار، بنی ہاشم سے ہو یا کسی اور قبیلے سے جب تک اپنا نسب نہ بیان کرے میرے پاس نہ آنے دینا۔چنانچہ جو بھی آتا تھا وہ اپنا نسب بیان کرتا تھا اور ہارون اسکو اس کی شرافت اور باپ دادا کی ہجرت کی وجہ سے کسی کو پانچ ہزار دینار اور کسی کو کم دینار دیتا تھا مگر دوسو دینار سے کم کسی کو نہ دیتا تھا۔ایک دن میں بھی کھڑا تھا کہ فضل بن ربیع نے آکر کہا! ائے امیر ایک آدمی دروازے پر کھڑا ہے اور آنے کی اجازت چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔یہ سُن کر ہارون نے ہماری طرف دیکھا اور میں اور امین اور موتمن ہارون کے سرہانے کھڑے تھے اور کہا آنے دو اور جب تک وہ میرے فرش پر تک پہنچے ان کو سواری سے پیدل نہ ہونے دینا پھر میں نے دیکھا۔ایک آدمی جس کی پیشانی پر سجدوں کی

نشان تھے کثرت عبادت سے لاغر ہوگیا تھا مثل پرانی مشک کے ناک اور پیشانی پر سجدے کا اثر نمایاں تھا وہ آئے جب اس نے ہارون رشید کو دیکھا تو اپنے گدھے سے اُترنا چاہا، ہارون نے کہا! نہیں نہیں، خدا کی قسم میرے پاس تک سوار ہوکر آیئے۔ چنانچہ دربانوں نے اترنے نہیں دیا۔ جب وہ بزرگوار ہارون کے فرش تک پہنچے، ہارون نے اٹھکر ان کا استقبال کیا اور آخر تک لائے ہارون نے انکے چہرے کا اور آنکھوں کا بوسہ دیا ان کا ہاتھ پکڑ کر مجلس تک لائے اور اپنے پہلو میں بیٹھایا اور متوجہ ہوکر ہارون سے باتیں کرنے لگا مزاج پرسی کی اور پوچھا اے ابوالحسنؑ آپ کے اہل وعیال کتنے ہیں؟

امام کاظمؑ نے فرمایا! پانچ سو سے زیادہ افراد زیر کفالت ہیں۔ ہارون نے کہا! یہ سب آپکی اولادیں ہیں؟ امام نے فرمایا! نہیں زیادہ تر تو غلام اور کنیزیں ہیں چالیس سے کم اولاد ہیں ان میں 18 لڑکے اور 19 لڑکیاں ہیں ہارونؔ کہا! لڑکیوں کی شادی ان کے ہمسروں اور کفو کے ساتھ کیوں نہیں کردیتے؟

امامؑ نے فرمایا! مالی حالت کمزور ہے، پھر ہارونؔ نے پوچھا کیا آپ مقروض ہیں امامؑ نے فرمایا! تقریباً دس ہزار دینار اس وقت ہارون نے کہا! اے ابن عم میں آپ کو اتنا مال دونگا کہ جس سے آپ بچوں کی شادیاں کرسکیں اور قرض بھی ادا کرسکیں اور زمیں بھی آباد کرسکیں۔ اس پر امامؑ نے فرمایا! آپ ایسا کر کے صلۂ رحمی کرینگے آپ کی اس حُسن صفت پر خدا کا شکر گذار ہوں واقعاً رحم موثر ہے خون کا اثر ہوتا ہے اور نسب بھی ایک ہی ہے عباس آنحضرتؐ کے چچا ہی تھے رسولؐ خدا کے باپ کے بھائی اور علیؑ کے چچا ابوطالبؑ کے بھائی تھے۔

ہارونؔ نے کہا! خدا کی عزّت وجلالت کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا۔ امامؑ نے فرمایا!

اے امیر خدا نے حاکموں پر واجب کیا ہے کہ فقراء کو کھانا، ننگوں کو لباس، مقروض کا قرض ادا کرنا، آپ تو اس کے زیادہ اہل ہیں۔ ہارونؔ نے کہا اے ابوالحسنؑ میں ایسا ضرور کروں گا پھر جب امام رخصت ہونے لگے تو ہارونؔ احتراماً کھڑے ہوگیا اور آپ کی آنکھوں کا بوسہ دیا پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا، اے عبداللہ، اے محمد، اے ابراہیم اپنے آقا و چچا کیساتھ جاؤ پکڑ کر انہیں سوار کراؤ اور گھر تک پہنچاؤ کے آؤ۔ راستے میں ابوالحسنؑ موسیٰ ابن جعفرؑ نے آہستہ سے مجھ سے کہا! جب حکومت تمہارے پاس آئے تو میرے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور احسان کرنا اور مجھے خلافت کی بشارت دی، جب ہم پہنچا کر واپس لوٹے تو چونکہ اپنے باپ کی خلافت میں سب سے زیادہ ہی بیباک میں ہی تھا۔ اس لئے میں نے پوچھا؟ یہ کون آدمی ہیں؟ جس کا آپ نے اتنا احترام کیا، ہم کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور میں نے یہ سب اس وقت پوچھا جب تنہا تھے تو ہارونؔ نے کہا! میں تو بظاہر امام جماعت ہوں امام مخلوق پر حجت خدا ہیں، کیا کہا آپ نے؟ والد نے کہا! بخدا میں نہیں موسیٰ ابن جعفرؑ حقیقی امام ہیں۔ اور مجھ سے کہا ساری مخلوق سے افضل ہیں اور اس مقام کے زیادہ مستحق ہیں کہ رسولؐ خدا کے نائب ہیں، مگر ملک عقیم ہوتا ہے اسلئے ایسا ہے اگر تم بھی مجھ اس مقام میں نزاع کرو تو تم کو قتل کردونگا (عیون الاخبار الرضا، ص۷۱، ۷۲۔ دمعۃ الساکبہ، ص۷۳)

اس کے بعد جب مدینہ سے مکہ گیا تو امام کو دوسو دینار کی تھیلی بھجوائی۔ پھر فضل بن ربیع کی طرف ہارونؔ متوجہ ہوا اور کہا تم موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ امیر کہتا ہے کہ ہم تنگی میں ہیں ہم پر احسان کریں۔ فضلؔ کہتا ہے کہ میں ہارونؔ کے سامنے کھڑے ہوگیا اور کہا اے امیر تم مہاجرین و انصار اور دیگر قریش و بنی ہاشم کو پانچ ہزار دینار دیتے ہو جبکہ اس کا حسب نسب نہیں جانتے اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کہ جنکی اس قدر عظمت و جلالت ہے دوسو دینار دیئے ہیں جو

لوگوں میں پست سے پست ہو تم نے اس کو آج تک اتنے کم نہیں دیئے تو ہارونؔ نے کہا خاموش ہو جا گالی دی اور کہا! اگر میں ان کو ان سے زیادہ دوں تو کل وہ ایک لاکھ شیعہ سے مجھے مروا دیں گے ان کا اور ان کے اہلبیتؑ کا فقر و فاقہ ہے جسکی وجہ سے میں اور تم سالم ہیں ان کے ہاتھوں اور آنکھوں کی کشادگی سے جب اس کی طرف دیکھا تو غصّہ میں تھا۔

ایک آدمی ہارونؔ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے امیر مدینہ میں جب سے آیا میرے اہل وعیال مجھ سے خرچ مانگتے ہیں اگر مدینہ سے نکل جاؤں تو میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ ان پر خرچ کروں آپ احسان فرمائیں مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر ہارونؔ نے دس ہزار دینار دینے کا حکم دیا پھر اس نے کہا اے امیر میری بیٹی کی شادی کرنیکا اراردہ رکھتا ہوں اور اسکے جہیز کا نیاز مند ہوں پھر حکم دیا دس ہزار اور دیئے جائیں پھر اس نے کہا! سال بھر کے غلہّ کی ضرورت ہے تو دس ہزار مزید دینے کا حکم دیا یہ آدمی جلدی سے لے کر امام موسی بن جعفرؑ کے پاس پہنچا اور کہا! مولاؑ میں نے اس ملعون کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کام کیا اور آپ کیلئے یہ حیلہ کیا ہے کہ اس سے تین ہزار دینار اور یہ غلہ لیا خدا کی قسم میں اسکی ضرورت نہیں رکھتا یہ فقط آپ کیلئے لایا ہوں، امامؑ نے فرمایا! خدا تجھے مال میں برکت عطا کرے اور اچھی جزا دے تم واپس لوٹ جاؤ۔ کہیں اس کو معلوم نہ ہو اس نے امام کے ہاتھوں کا بوسہ دیا اور واپس لوٹ گیا۔

ہارون رشید کا اعتراف منزلت اہلبیتؑ مامونؔ کے سامنے: علی بن ابراہیم بن ہاشم اپنے باپ سے وہ ریان بن شبیب سے نقل کرتے ہیں کہ ریان کہتا ہے میں نے مامونؔ رشید سے سُنا کہ ہارونؔ ہمیشہ بظاہر اہلبیتؑ سے محبت کرتا تھا لیکن ان سے بغض کا ایک دن اظہار کیا کہ جب ہارون رشید حج پر گیا میں اور محمد اور قاسم اس کے ساتھ تھے جب مدینہ پہنچا سب لوگ اجازت لیکر اس کے

ساتھ تھے جب مدینہ پہنچا سب لوگ اجازت لیکر اس کے پاس آئے سب سے آخر میں امام موسیٰ کاظمؑ تشریف لائے۔ جب ہارونؔ کی امام پر نظر پڑی احترام کیلئے اٹھا آنکھوں سے تعظیم کی اور گلے سے لگالیا، یہاں تک کہ اپنے گھر لے گیا، اور امام سے پوچھا ''کیف عیا لک کیف عیال ابیک'' آپ کے اہل وعیال اور آپ کے باپ کیسے ہیں؟ امام نے فرمایا! ٹھیک ہیں امام کھڑے تھے کہ ہارون رشید نے بیٹھنے کو کہا اور قسم دی امام بیٹھ گئے مامون کہتا ہے کہ جب امام واپس چلے گئے تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا امام کے ساتھ تیرا کیا سلوک ورویہ ایسا ہے کہ میں نے یہ رویہ مہاجر وانصار کے ساتھ ان کے اولاد کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ ہارونؔ نے کہا! بیٹا یہ انبیاء کے علم کے وارث ہیں۔ یہ موسیٰ ابن جعفرؑ تھے اگر صحیح علم سیکھنا چاہتا ہے تو ان سے سیکھ تو اس وقت میرے دل میں ان کی محبت داخل ہوگئی اور ٹھاٹھیں مارنے لگی۔ (دمعتہ الساکبہ ج ۳ ص ۴۷)

امام موسیٰ کاظمؑ کا حالتِ نماز میں ایک بوڑھے کی امداد کرنا: احسنؔ المقال ص ۲۲ میں زکریا امور سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ امام موسیٰ کاظمؑ کو دیکھا آپ حالت نماز میں تھے اور آپ کے پہلو میں ایک بوڑھا تھا اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کا ارادہ کیا وہ صاحب اعصاء تھا اور چاہتا تھا کہ اپنا عصاء ہاتھ میں لے حضرت نے باوجود یہ کہ نماز میں تھے خم ہوکر اس بوڑھے آدمی کا عصاء اٹھا کر اسے دیا پھر اپنی نماز کی جگہ پلٹے اور نماز مسلسل کی۔

دیناروں کی تھیلیاں ضرب المثل: مناقب اہلبیتؑ ۲۷۸ ج پر تحریر ہے۔ ابوالفرج کتاب ''مقاتل الطالبین'' میں تحریر کرتے ہیں کہ یحییٰ بن حسن کہتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس جب بھی کسی کے بارے میں مغموم کنندہ خبر پہنچتی تو آپ اس کیلئے دیناروں کی تھیلی بھیجتے، آنحضرتؐ کے پاس جتنی بھی تھیلیاں تھیں وہ دوسو اور تین سو دیناروں کی تھیں، آنحضرتؑ کی تھیلیاں

ضرب المثل بن گئیں۔ مقاتل الطالبین، ص۴۱۳، مناقب اہلبیتؑ ۸ ۲۷ص

امامؑ کا ارشاد جتنا ایمان زیادہ اُتنی ہی آزمائش زیادہ: فرامین امام موسیٰ کاظمؑ ص ۱۵اص پر تحریر ہے امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا! ترازو کے دو پلڑے جب وزن سے خالی ہوتے ہیں تو ایک ہی سطح پر برابر رہتے ہیں۔ لیکن جونہی اُس کی ایک طرف اگر کوئی چیز رکھی جائے تو جتنی بھی وہ چیز وزنی ہوگی ترازو کا وہ حصہّ اتنا ہی نیچے ہو جائیگا۔ ہمارے ساتویں امامؑ نے اپنے اس قیمتی کلام میں انسان کو ترازو سے تشبیہ دی ہے اس سے امام کی مراد یہ ہے کہ مومن انسان کا ایمان جس قدر زیادہ ہوتا ہے خداوند متعال بھی اس سے اتنا ہی زیادہ امتحان لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کو مشکلات پیش آتی ہیں، وہ سختیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور مصائب اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جب وہ ان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے عظیم ثواب سے نوازہ جاتا ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ کا ہارون سے مناظرہ: ہارونؔ نے امام موسیٰ کاظمؑ کو کہا کہ! آپ اپنے شیعوں کو کیوں نہیں روکتے کہ وہ آپ کو یا ابن رسولؐ اللہ نہ کہیں۔ آپ اولا دہو۔ پس اولا دپیغمبرؐ نہیں ہو۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا! اگر یہاں پیغمبرؐ حاضر ہوں وہ تم سے تیری بیٹی کی خواہش کرے تو کیا جواب مثبت دو گے؟ ہارون نے کہا! تعجب ہے کس لئے ہم جواب مثبت نہ دیں بلکہ عرب پر ہم فخر کرینگے۔ امامؑ نے فرمایا! لیکن پیغمبرؐ ہم سے بیٹی کی خواستگاری نہیں کر سکتے میرے لئے جائز نہیں ہارون نے کہا کس طرح؟ امامؑ نے فرمایا! پیغمبرؐ میرے پیدا ہونے کا سبب ہیں میں ان کے نواسہ کا پوترا ہوں لیکن تیرے پیدا ہونے کا سبب رسولؐ نہیں۔ امام نے فرمایا!

''وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلاًّ هَدَيْنَا وَنُوحاً هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (84)

وَزَکَرِیَّا وَیَحْیَی وَعِیْسَی وَإِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِیْنَ" (انعام آیت ۸۴،۸۵)

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ عیسیٰ کے باپ کون تھے، ہارون نے کہا ان کا باپ نہیں تھا، امامؑ نے فرمایا! اس آیت کی رو سے عیسیٰؑ کو ذریت انبیاء مذکور قرار دیا ہے وہ اپنی ماں کے ذریعہ ان سے ملحق ہیں اسی طرح ہم ہماری ماں کے فاطمہؑ کے ذریعے ذریت رسولؐ ہیں اسی طرح آیۂ مباہلہ میں ابنا ئنا سے اولاد ہونا ثابت ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ کو درندوں کے کٹہرے میں ڈالنا : بحار میں فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ایک دن صبح کے وقت ہاروؔن رشید نے اپنے حاجب کو بُلایا اور کہا کہ جاؤ اور امام موسیٰ کاظمؑ کو قید خانے سے نکال کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔ (یہ واقعہ اکثر کتب میں علی ابن موسیٰ رضاؑ کے نام کے ساتھ درج ہے لیکن ہاروؔن کی قید میں امام موسیٰ کاظمؑ تھے)

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ نرم ہو جائے مگر اس کا غصہّ اور بڑھ گیا اور اس نے کہا کہ اگر تم ان کو درندوں کے کٹہرے میں نہ ڈالا تو ان کے عوض میں تم کو ڈال دوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں امامؑ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ امیر المومنینؑ کا یہ حکم ہے۔ امامؑ نے فرمایا! جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے اسکی تعمیل کرو۔ میں اللہ سے مدد کا طالب ہوں، یہ کہکر آپ اس تعویذ کو لیکر آگے بڑھے اور میرے ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ کٹھرے تک پہنچے میں نے بڑھ کر کٹھرے کا دروازہ کھولا اور اس میں آپ کو داخل کر دیا اس میں چالیس درندے تھے مگر مجھے انتہائی غم اور قلق تھا کہ میرے ہاتھ سے ایسے بزرگ کا قتل ہو رہا ہے اسکے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا (یہ واقعہ تو دن کا تھا)۔

اب جب آدھی رات گذری تو ہارون رشید کا خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ ہارون تم کو

بلا رہا ہے، میں فوراً پہنچا تو ہارون نے مجھ سے کہا کہ پرسوں شب مجھ سے کوئی خطا اور بڑا گناہ سرزرد ہوا، میں نے اس شب کوایک ہولناک خواب دیکھا اور یہ دیکھا کچھ لوگ میرے پاس آئے جو ہرطرح اسلحوں سے آراستہ تھے اوران کے درمیان ایک مرد تھا جس کا چہرہ چاند کی طرح نورانی تھا یہ دیکھ کر میرے اوپر اسکی ہیبت طاری ہوگئی کسی نے کہا کہ یہ امیرالمومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ ہیں یہ سُن کر میں آگے بڑھا ان کے قدم کے بوسے لوں، انہوں نے منہ پھیرلیا اور فرمایا! فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (سورہ محمد ۲۲) اور یہ فرما کر آپ نے رُخ موڑا اور ایک دروازے میں داخل ہوگئے ۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا تو بیحد خوف محسوس ہوا۔

حاجب کا بیان ہے میں نے کہا! تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ علی ابن موسیٰ رضا کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔ ہارون نے کہا! وائے ہو تجھ پر کیا تو نے اُن کو ڈال دیا؟ میں نے کہا جی ہاں! خدا کی قسم اس نے کہا مگر اب جا کر دیکھو تو کہ ان کا کیا حال ہے تو فوراً میں نے اپنے ایک ہاتھ میں ایک شمع لی اور جا کر دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور سارے درندے آپ کے اردگرد ہیں یہ دیکھ کر میں واپس ہوا اور ہارون کو اطلاع دی مگر اسکو یقین نہ آیا اور جا کر خود دیکھا تو اُن کو اسی حال میں پایا اور فوراً بولا۔ ائے میرے ابن عم تم پر سلام ہو مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہارون نے کہا مجھے معاف کردو پھر اس نے رہائی کا حکم دیا۔ (بحار، ج ۷، ص ۱۷۸)

امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے اسباب: امام کی شہادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ حاسدوں نے ہارون رشید کو خبر دی کہ لوگ ہر طرف سے خُمس وزکوۃ اور تحفہ تحائف امام کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں اور وہ تجھ پر خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر ہارون رشید نے تصدیق چاہی تو یحییٰ بن خالد برمکی نے کہا جسکو یہ معلوم تھا کہ امام کے بھائی

اسماعیل کا لڑکا (علی) امامؑ کے سخت خلاف ہے اور اس سلسلہ میں ان کے کسی عزیز کو بُلوا کر معلوم کرلے۔ چنانچہ علی بن اسماعیل کو ہارون رشید نے بلوایا۔

اِدھر امامؑ کو معلوم ہوا تو علی ابن اسماعیل کو بلوا کر فرمایا! تم بغداد کیوں جارہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا مجھ پر قرض بہت ہوگیا ہے اسکی ادائیگی کی صورت نکلانے کیلئے جارہا ہوں۔

امام کاظمؑ نے فرمایا! تمہارا قرض میں ادا کردوں وہ راضی نہ ہوا۔ امامؑ نے پھر منع کیا مگر نہ مانا امام نے فرمایا! اچھا جاتے ہوتو برائے خدا میرے بچوں کو یتیم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اور تین سو درہم کی تھیلی اسکو دی۔ اور آخری بار پھر فرمایا! ائے برادرزادے میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا۔ جب وہ چلا گیا تو امامؑ نے اصحاب سے فرمایا۔ یہ مجھے قتل کرانے کی کوشش میں جارہا ہے اصحاب نے حیران ہوکر کہا! جب آپ جانتے ہوتو اس پر مہربانی اور عطا کی کیا ضرورت ہے؟ آپؑ نے فرمایا! میرے جدّ رسولؐ اکرم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عزیز اپنے عزیز کا حق صلہ رحمی ادا کرے اور وہ اس کی ہلاکت کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

علی بن اسماعیلؔ جب بغداد پہنچا تو ہارون رشید کا پہلا سوال ہی اس سے امامؑ کے متعلق تھا۔ ابن اسماعیل نے کہا! ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ ان (امام موسیٰ کاظمؑ) کے پاس مشرق و مغرب سے اس قدر مال آتا ہے کہ تیس ہزار دینار میں ابھی ایک قریہ خریدا ہے۔ ہارون رشید نے حکم دیا کہ ابن اسماعیل کو تیس ہزار دینار خزانے سے دے دیئے جائیں اور خود عمرہ کے بہانے مکّہ ہوتا ہوا مدینہ پہنچا اور حضرت کو گرفتار کرکے بصرہ بھیج دیا پھر آپ سندی بن شاہک کی نگرانی میں مقید رہے۔ ایک عرصہ بعد ہارون رشید کے حکم سے زہر دیدیا گیا اور اس نے ستّر معتبر لوگوں سے تحریری توثیق کرادی کہ امامؑ اپنی طبعی موت مرے ہیں۔

علی بن اسماعیل کو جب ہارون رشید کا عطیہ پہنچا اس وقت وہ عالم جانکنی میں تھا اُس نے اشارہ سے کہا! اب میں اس کا کیا کروں گا خود ہی جا رہا ہوں چنانچہ اقرب نے عمل عقرب کر کے دنیا سے اس کا کوچ کرا دیا۔ علی بن اسماعیل کے ذریعہ ہارون رشید کو یہ اطلاع مل جانے پر کہ امام کے معتقدین بہ کثرت ہوتے جا رہے ہیں کہیں حضرت موسیٰ کاظمؑ دعوائے خلافت نہ کر بیٹھیں اور میری خلافت خطرہ میں پڑ جائے۔ اس لئے اس نے زہر دلوانے کی یہ ترکیب سوچی کہ دھاگہ کو زہر میں تر کر کے سوئی کے ذریعہ سے انگور سے نکالا اور کافی تعداد میں انگوروں میں اسی طرح زہر بھر کر اپنے خادموں کے ذریعہ سے بھیجا۔ وہ کہے کہ ہارون رشید نے آپ کو اپنی قرابت کی قسم دی ہے کہ یہ بہت عمدہ انگور آپ کو بھیج رہا ہوں آپ انہیں ضرور کھائیں۔ خادم انگور لے کر روانہ ہوا اور ساتھ ہی ہارون رشید کا کتا بھی (جو خادم سے مانوس تھا) ہو لیا۔

خادم نے پہنچ کر امامؑ کو انگور پیش کیئے۔ آپ نے انکار فرمایا۔ خادم نے اصرار کیا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ نہ صرف انگور آپ تک پہنچا دوں بلکہ کھلوا دوں۔ امامؑ نے ایک انگور اُٹھا کر کُتے کے سامنے ڈال دیا وہ کھاتے ہی تڑپنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے مر گیا۔ بعد میں آپؑ نے بھی کچھ انگور تناول فرما لیئے۔ خادم فوراً واپس ہوا۔ ہارون نے اس سے کُل واقعہ تفصیل سے معلوم کیا۔ خادم نے سارا واقعہ بتلاتے ہوئے کُتے کے مر جانے کا بھی تذکرہ کر دیا۔ یہ سُن کر ہارون رشید بڑا ملول ہوا اور کہا افسوس! یہ سودا بڑا مہنگا پڑا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے مسیّب جو نگہبان اور آپ کے معتقدین میں تھا کو بلا کر فرمایا۔ مسیّب! میں مدینہ جا رہا ہوں تاکہ قبر رسولؐ سے وداع ہو لوں۔ اور جو اسرار امامت مجھے پدر سے ملے ہیں اپنے فرزند ارجمند (علی رضاؑ) کے سُپرد کر آؤں۔

زندان میں امام کی کیفیت: امام موسیٰ کاظمؑ کی رحلت کے جب تین روز باقی تھے ایک شخص آپؑ

کے معتقدین میں سے دروازہ زندان کے پاس آیا اور اس وقت جو نگہبان تھے ان سے برائے ملاقات اجازت چاہی مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ اس نے پھر ایک بڑی رقم پیش کی۔ اس پر ایک بولا قید خانے کے دروازہ سے تو اجازت نہیں مل سکتی البتہ اس کے پیچھے والی دیوار میں ایک سوراخ ہے وہاں سے بات کر سکتے ہو۔ وہ خوش ہوگیا اور پشت زندان جا کر اس نے اندر جھانکا تو کسی طرف کچھ نظر نہیں آیا سوائے ایک گوشہ میں ایک سفید کپڑا زمین پر پڑا ہوا تھا کچھ دیر بعد اس میں حرکت ہوئی اور امامؑ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ پالنے والے تیرا کس طرح شکر ادا کروں کہ تو نے اپنی عبادت کیلئے کیا پُرسکون مقام عطا فرمایا ہے۔

میں نے سلام کیا اور عرض کیا! مولاؑ غلاموں کو زیارت کی تمنا ہے۔ امام نے ارشاد فرمایا۔ پرسوں بغداد کے پل پر ملاقات ہوگی۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی کہ امام پرسوں بغداد کے پُل پر تشریف لائیں گے۔

چنانچہ تیسرے دن جوق در جوق لوگ پُل پر جمع ہونے شروع ہوئے۔ انتظار تھا کہ امام کب تشریف لاتے ہیں اچانک ایک تابوت آتا ہوا دکھائی دیا جو اس پُل پر لا کر رکھا گیا۔ ایک منادی ندا کر رہا تھا کہ رافضیوں کے امام کا انتقال ہوگیا ہے یہ اس کا جنازہ ہے۔ لوگ سُن کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ سلیمانؔ بن جعفر جو ہارون رشید کا عزیز تھا یہ خبر سُن کر اپنے بیٹوں اور عزیزوں کو لے کر سر برہنہ گریبان چاک نکل آیا اور تابوت کو لئے ہوئے یہ سب لوگ سر برہنہ پا پیادہ قریش کے قبرستان تک پہنچے (انوار امامت ۱۸۸)

آپ نے بیس (۲۰) پسر اور اٹھارہ (۱۸) دختر چھوڑیں آپ کی اولاد میں احمد سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔ امامؑ آپ سے بہت محبت کرتے تھے باقی اولاد سب کریم، جلیل اور صاحب ورع تھی جنکی تفصیل تذکرہ کو یہ مختصر کتابچہ برداشت نہیں کرسکتا۔ دیگر کتب ملاحظہ فرمایئے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

اسم مقدس : علی بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ ابن الحسینؑ ابن علی ابن ابیطالبؑ

کنیت : ابوالحسن، ابوعلی

القاب : سراج اللہ، نورالہدیٰ، قرۃ عین المومنین

والدہ کا نام : ام ولد، سکن النوبیہ، خیزران المرسیہ، نجمہ، مقیم الفاصل، الصابر، ام البنین، طاہرہ

تاریخ ولادت : بروز جمعہ (بعض کے نزدیک پنجشنبہ صبح صادق (مدینہ منورہ)
۱۱/ذیعقدہ ۱۵۳ھ ہجری امام جعفر صادقؑ کی وفات کے پانچ سال
بعد (ابن قولویہ کی روایت ۱۵۱ روایات میں ۱۴۸ھ ہجری 29 Dec 765

تاریخ شہادت : 6 June 818، ۱۷صفر ۲۰۳ھ (۵۵سال) مطابق 1 Jan 766
طوس، مشہد مقدس ایران (طوس کا ایک قریہ سناباد)

لقب : رضا لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لقب مامون نے رضا کا لقب دیا جب ولیعہد رضا ہوا۔ لیکن یہ غلط ہے امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں جو جھوٹ بولتے ہیں خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بول کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا تھا۔ کیونکہ آپ خدا کی خدائی اور رسول کی رسالتؐ اور آئمہؑ طاہرین کی خلافت پر راضی وخوش تھے۔

آپ کی انگوٹھی کا نقش : ولی اللہ تھا جانشین (محمد تقی جواد علیہ السلام

عہد خلافت عباسی : ہارون رشید ۱۵ سال محمد امین، ۳ سال ۲۵ دن اور

ابراہیم بن مہدی۔آپ کی حیات کے دوران معروف ابن شکلہ۔اسکے بعد محمد امین کا چچا،صرف چار دن (دوبارہ اسکی بیعت ایک سال سات ماہ دوبارہ خلیفہ) اسکے بعد مامون رشید بیس سال۔

سبب شہادت : مامون رشید، انگور میں زہر دیا۔

اسماوالقاب مشہور : جونہی آپؑ نے اس دنیا میں قدم رکھا اور خاک پر تشریف فرما ہوئے تو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے کچھ کلمات ادا فرمائے۔آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے خوبصورت معصوم چہرے کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔اے نجمہ! تجھے مبارک ہو، خداوند تعالےٰ نے یہ کرامت تجھے عطا فرمائی۔ آپ اس وقت سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔والد گرامی نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔حلق کچھ پانی سے تر کیا۔پھر میرے جگر گوشہ کو میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا! یہ بچہ روئے زمین میں بقیۃ اللہ ہے۔

''کان الرضا یرتضع کثیرا'' یہ بچہ دودھ بہت پیتا ہے یہاں تک کہ والدہ کو کہنا پڑا ''اعیونی بسم ضعۃ'' مجھے دودھ پلانے والی ایک معاون خاتون کی ضرورت ہے۔ جب آپ سے پوچھا گیا فرمایا ولادت سے قبل ذکر وعبادت میں مشغول رہتی تھی اب چونکہ اب یہ بچہ دودھ زیادہ پیتا ہے لہذا مجھے روز آنہ کے وظیفوں یعنی تسبیح و ذکر سے محروم رہتی ہوں لہذا اس میں بھی ذکر ودعا میں ہمہ تن مشغول رہوں (عیون الخبار)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے آپ کی امامت پر نص: عیون الاخبار رضا، ج ا ص ۶۲ پر (بحف اسناد) محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ شدید تکلیف میں مبتلا تھے۔ میں نے

آپؑ سے کہا! اگر خدانخواستہ آپؑ کی وفات ہو جائے تو امر امامت کس کے پاس ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا! میرے فرزند علیؑ کے پاس ہوگا۔ اسکی تحریر میری تحریر ہے اور وہی میرا وصی اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔

(بحذف اسناد) عیون الاخبار رضا حدیث ۱۸ ج ۲،۷ حسین بن بشیر کہتے ہیں کہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کا اعلان بعینہ اس طرح سے کیا جس طرح رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم نے غدیر خُم میں حضرت علی علیہ السلام کا اعلان کیا تھا چنانچہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے اہل مدینہ کے سامنے ارشاد فرمایا! اہل مدینہ میرے بعد یہ میرا وصی ہے۔

یزید بن سلیط زیدی کہتے ہیں ہماری جماعت مکہ جارہی تھی راستے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا! آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ کے بعد کس کی طرف رجوع کروں۔ امام نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! اس میں علم وحکم اور فہم وسخاوت ہے اور یہ ہر اس چیز کو جانتے ہیں جس میں لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف کیا ہے اور اختلاف کی وجہ سے رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اس میں حسن خلق، اور حسن ہمسائیگی موجود ہے۔ یہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے علاوہ ازیں اس میں ایک اور خوبی ہے جو کہ مذکورہ تمام خوبیوں سے بہتر ہے۔ امام نے فرمایا! اللہ موسی کاظم علیہ السلام کے صلب سے اس امت کے غوث و مددگار کو پیدا کرے گا۔ جو کہ مجسم علم ونور ہوگا اور صاحب فہم وحکومت ہوگا وہ بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین پرورش پانے والا ہوگا۔ اللہ اسی کے ذریعہ سے خوں ریزی کو بند کرے گا اور اسی کے ذریعہ سے باہمی اصلاح ہوگی اور منتشر امر اسی کے ذریعہ سے یکجا ہوگا اور اسی کے ذریعہ سے ٹوٹے ہوئے جڑیں گے اور برہنہ افراد کو لباس میسر ہوگا اور بھوکے سیراب

ہونگے اورخوف کے ماروں کوامن نصیب ہوگا اوراسی کی برکت سے باران رحمت نازل ہوگی ۔بندوں میں اسی کاحکم جاری ہوگا وہ بہترین پرورش پانے والا ہوگا۔

عبداللہ بن حرث جوجعفر بن ابی طالبؑ کی اولاد سے ہے کہتا ہے ایک دن ساتویں امامؑ نے ہمیں گھر بلایا، جب ہم اکٹھے ہو گئے تو فرمایا! معلوم ہے میں نے کس لئے آپ سب کو یہاں بلایا ہے۔ میں نے کہانہیں! فرمایا! گواہ ہو کہ میرے بعد میرا یہ بیٹا علیؑ میرا جانشین اور خلیفہ ہے۔ میرے بعد میرے قرضہ یہی ادا کرے گا اور میری بیویوں کے اخراجات بھی اسی کے ذمہ ہونگے (عیون الخبار،ارضاؑ)

اسماءوالقاب: شہزادہ عبدالعظیم حسنی نے سلیمان مروزی سے روایت کی ہے کہ ساتویں امام موسی کاظمؑ اپنے فرزند علیؑ کورضا کے لقب سے پکارتا ہوں اور مجھے ابارضا کہکر پکارو اور کبھی کبھار آپ کو کنیت اورابوالحسنؑ کہہ کر پکارا جاتا تھا (پانچ اماموں کی کنیت ابوالحسن علیہ السلام تھی علی علیہ السلام بن محمد علیہ السلام یہ کنیت پہلے اور آٹھویں امام کیلئے زیادہ مستعمل رہی۔لیکن بعض معتبر کتابوں میں آپ کے دوسرے القاب بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً صابر، فاضل، رضی، وفی، قرۃ العین المومنین، سلطان السلاطین، شمس الشموس، غریب الغرباء، غوث الھقان، امام الرؤف عالم آل محمدؐ، ضامن آہو، قبلہ ہفتم امام، سراج اللہ، نور الھدی، مکیدۃ الملحدین، کفو الملک، کافی الخلق، رب السریر، رب التدبیر، وصدیق وغیرہ۔

امام رضا علیہ السلام کے اخلاق حسنہ: آپ کے حلم، صبر اور دانش نے تاریخ اسلام کے صفحات کو روشن کیا، آپ کی بردباری زبان زدخاص وعام رہی۔ آپ ایک بشر کامل، ملکوتی انسان، جو ہر رجس و پلیدی سے دور تھے۔ اورشیعوں کے آٹھویں امام منبع فیض ومعدن جودوسخا، جن پر آج ایران کوفخر ہے، جو

حاجتمندوں اور بے پناہوں کے ملجا و ماویٰ، دردمندوں کے درد کی دوا کرنے والے ہیں۔

امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے برادران وخواہران: علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد کی تعداد ۳۷ اور بعض دوسری روایتوں میں ۳۹ تحریر ہوئی ہے۔ہم یہاں ان میں سے بعض کے نام گرامی اور ان کے زندگی کے مختصر حالات رقم کر رہے ہیں چونکہ انہیں آٹھویں امام علیؑ ابن موسیٰؑ سے قریبی نسبت ہے اور وہ ان کے بھائی اور بہنیں ہیں۔آپ کی تمام کی تمام اولاد ۸ فرزندان اور ۱۹ دختران سارے عالم کے عقدہ کشاء ،نہایت ہی بلند مرتبت اور باعظمت، زہد وتقویٰ وعبادت کے لحاظ سے منفرد رہے ہیں۔

ابراہیم بن موسیٰ ابن جعفر علیہ اسلام: آپ کا لقب مرتضیٰ تھا اور آپ کو سخی، شجاع اور کریم کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ مامون عباسی کے دور میں یمن کے والی اور امیر رہے اور آپ کی امارت عباسی خلیفہ کے حکم سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ محمد بن زید بن علی ابن الحسین علیہ السلام اسکا سبب بنے ،مشہور شیعہ علماء سید مرتضیٰ اور سید رضی (نہج البلاغہ) دونوں کا شجرہ نسب ان بزرگوار سے جاملتا ہے۔

احمد بن موسیٰ المعروف شاہ چراغؒ: آپ کی قبر شیراز شہر کے وسط میں واقع ہے آپ کے بہت سے ایسے فضائل وکرامات کے حامل ہیں جو ولایت و امامت کا خاصہ ہیں۔آپ کی والدہ محترمہ نہایت ہی بلند مرتبہ وعظیم خاتون تھیں۔زہد وتقویٰ وعبادت کے لحاظ سے منفرد خاتون تھیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کے اوصاف

عیون الاخبار الرضا ،ج ا ص ۶۸ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم نے میرے فرزند کے وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

تیرا بیٹا علیؑ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اسکی تفہیم سے سُنتا ہے اور حکمت خدا کے تحت گفتگو کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ راہ راست پہ چلتا ہے اور بھٹکنے والا نہیں ہے اور وہ جانتا ہے (عالم ہے) اور جہل والا نہیں ہے۔ وہ علم حکمت سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے بیٹے کے ساتھ بہت ہی کم ٹھہر پائیگا یہ چیز مقدر ہو چکی ہے۔ لہذا جب تو اپنے سفر سے واپس لوٹے تو اپنے امر کی اصلاح کر اور اپنے ارادوں سے اپنے آپ کو جدا کر لے کیونکہ تو اسے جدا ہونے والا اور اسکے غیر کی صحبت اختیار کرنے والا ہے۔ تو اپنی تمام اولاد کو جمع کر اور ان سب پر خدا کو گواہ بنا کیونکہ بطور گواہ اللہ کافی ہے۔

پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا! مجھے اس سال گرفتار کیا جائے گا اور میرا بیٹا جو کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ اور علیؑ ابن الحسینؑ کا ہم نام ہے جسے ان بزرگوں سے علم وفہم اور انکی بصیرت و اخلاق حسن جیسی صفات میراث میں ملی ہیں وہ میرا جانشین ہوگا اور میرا بیٹا ہارون کی موت کے چار برس بعد کھل کر گفتگو کرے گا جب چار سال گذر جائیں تو جو چاہو اس سے پوچھ لینا انشاء اللہ وہ تجھے تیری تمام باتوں کا جواب دیگا۔

محمد ابن عیسیٰؒ کا خواب: علامہ حلّی نے حسن العقائد ۲۹۹ پر حاکم مستدرک میں محمد ابن عیسیٰ ابن ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ محمد ابن عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ہمارے شہر میں اس مقام پر تشریف فرما ہیں کہ جہاں حجاج ابن یوسف ثقفی اُترا کرتا تھا میں نے رسولؐ خدا کو سلام کیا اور میں نے دیکھا کہ جناب آنحضرتؐ کے سامنے مدینہ کے کھجور کی بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جس میں صیحانی خرمے ہیں جناب رسالتمآبؐ نے اُن خرموں میں سے ۱۸ خرمے مجھے عنایت فرمائے میں نے اس خواب کو تعبیر یہ لی کہ مجھے خرموں کی تعداد کے موافق ابھی اٹھارہ سال اور زندہ رہنا ہے۔

میں ۲۰ روز کے بعد امام رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے اور اسی مقام پر نزول اجلال فرمایا کہ جہاں میں نے جناب رسالتمآب کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے مدینہ کی کھجور کی بنی ہوئی ٹوکری ہے جس صیحانی خرمے رکھی ہوئی ہے میں نے امام رضا علیہ السلام کو سلام کیا آپ نے ایک مٹھی خرمے ان خرموں میں سے مجھے عنایت فرمائے میں نے ان کو گِنا تو ۱۸ تھے میں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میرے ماں باپ فدا ہوں کچھ اور عنایت فرما دیجئے۔آپ نے فرمایا! کہ اگر نانا نے زیادہ دیئے ہوتے تو میں بھی اضافہ کر دیتا لیکن نانا نے ہی تجھے ۱۸ خرمے عنایت فرمائے تھے۔

امام رضا علیہ السلام کا علم آپ کو میراث میں ملا تھا: علامہ حلّی نے احسن العقائد میں ملاّ مبین فرنگی محلی سے جو وسیلۃ النجاۃ میں لکھتے ہیں امام رضا علیہ السلام کو ان چیزوں کا علم جو ازل سے ہے اور ان چیزوں کا علم جو ابد تک ہوگی اپنے آباء و اجداد سے بطور میراث پہنچا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کے سرچشمہ علم وفضل سے بھی ہمیشہ لوگ فیضیاب ہوتے رہتے تھے حصرت امام رضا علیہ السلام کو یہ نسبت اور آئمہؑ کے اپنے علوم کی ترویج کے زیادہ مواقع ملے۔ جب تک دارالحکومت ''مرو'' میں مامون کے پاس رہے بڑے بڑے علماء وفضلاء سے آپکی علمی اور استعداد کی جانچ کرائی گئی مگر ان تمام مناظروں میں آپ ہی کو غلبہ حاصل رہا۔ مامون خود بھی بڑا عالم تھا لیکن آپ کے علم وفضل کا لوہا مانے ہوئے تھا اور لوگوں کے سامنے اقرار کرتا تھا کہ حضرتؑ کے مقابلہ میں ہمارا علم کچھ بھی نہیں آپ تو علم کے ناپیدا کنار دریا ہیں

جب تک حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ میں رہے وہاں کے تمام علماء جب کسی مسئلہ میں عاجز آتے تھے تو حضرتؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ اپنے مدلل جوابوں سے انکی

تسلّی کر دیتے تھے۔

ابوصلتؒ عبدالاسلام بن صالح ہروی کہا کرتے تھے کہ امام رضا علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص میری نظر سے عالم نہیں گذرا اور مجھ ہی پر موقوف نہیں جو کوئی آپ سے ملاقات کو آتا تھا آپکی علمیت کا اقرار کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

شواہدالنبوۃ میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا! تمہارا فرزند علیؑ رضا نور خدا سے دیکھتا ہے اور حکمت خدا سے بولتا ہے اسکے اقول وافعال سب درست ہیں خطا کو ان میں دخل نہیں وہ از سر تا پہ علم وحکمت سے معمور ہے۔

محاضراتؒ امام راغب اصفہانی میں ہے کہ روئے زمین پر کبھی ایسے سات افراد نہیں گزرے جنکے اقوال خاص و عام کے نزدیک ایسے معتبر اور مقبول ہوئے ہیں جسے امام رضا علیہ السلام اوران سے پہلے انکے آباءواجداد۔

محمد عیسیٰؒ القیطنی ناقل ہیں کہ جب لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تو میں نے وہ سائل جنکے جوابات آپ کی خدمت سے حاصل کئے تھے جمع کرنے اشروع کئے ان کا شمار کیا تو مجموعی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔

ایک زندیق سے امام رضا علیہ السلام کا مناظرہ: ایک روز ایک منکر خدا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آکر کہنے لگا مجھے بتایئے آپ کا خدا کیسا ہے اور کہاں ہے آپؑ نے فرمایا! العفوسوال ہے۔ کہاں اور کیسا تو مخلوق کی صفت ہے نہ کہ خالق کی۔ وہ جگہ اور کیفیت کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے پھر وہ ان چیزوں سے کیا تعلق وہ ایسی ذات نہیں کہ کوئی شخص حواس خمسہ سے اس کا

ادراک کر سکے کسی شئے پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا۔اس نے کہا! پھر یوں کہیے کہ خدا کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ وہ حواس خمسہ سے محسوس ہی نہیں ہوتا اور کسی چیز پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا ۔پھر آپ ہی بتلایئے کہ وہ ہوا کیا؟ فرمایا! تم حواس خمسہ سے محسوس نہ ہونے کی بناء پر انکار کرتے ہو اور ہم اسی وجہ سے اسکو خدا مانتے ہیں۔اگر وہ محسوس ہوتا تو پھر ہم ہی جیسا وہ بھی مخلوق ہو جاتا۔ اس کا محسوس نہ ہونا ہمارے عجز وقصور اور اسکے کمال کی دلیل ہے۔اس نے کہا! پھر یہی بتایئے وہ کب سے ہے؟ فرمایا تم یہ بتاؤ کہ وہ کب نہ تھا؟ اس نے کہا! میں آپؑ سے پوچھتا ہوں آپ مجھے سوال کرتے ہیں۔فرمایا! جب تمہیں اسکے کبھی نہ ہونے کا علم نہیں ہے تو یہ سوال ہی غلط ہے کہ وہ کب سے ہے۔اس نے کہا! آخر اسکے وجود پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا! ایک کیا ایک ہزار دلیلیں ہیں۔ اپنے اس جسم پر ہی غور کر لو۔ جب اسکے طول اور عرض کمی یا زیادتی کسی چیز پر ہمارا قابو نہیں ہے۔ اس نفع وضرر پر کلی اختیار نہیں۔تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کا بنانے والا کوئی اور ہے علاوہ برایں آسمانوں کی گردش بادلوں کی ساخت ہواؤں کی رفتار چاند سورج اور ستاروں کی باقاعدہ حرکت وغیرہ وغیرہ کیا یہ سب چیزیں کسی صانع حکیم کے وجود کی دلیل نہیں۔اس نے کہا! اگر وہ ہوتا تو ضرور دکھائی دیتا جیسے عالم کی اور چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا! آنکھ سے تو وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو اسکی مخلوق ہے۔اگر وہ بھی آنکھ سے دکھائی دینے لگے تو پھر اس میں اور مخلوق میں فرق ہی کیا رہے۔وہ ایسی ذات ہے کہ نہ آنکھ اسکو دیکھ سکتی ہے نہ عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے۔اس نے کہا! پھر وہ کہیں ہونا تو چاہیے؟ فرمایا امامؑ نے وہ کہیں محدود نہیں محدود ہونا مخلوق کی شان ہے نہ کہ خالق کی وہ مکان و مکانیات کا خالق ہے نہ کہ خود کسی مکان میں محدود ہونے والا نہیں۔محدود چیزیں کمی وبیشی ہوتی

ہےاوراسکی ذات زیادتی اورنقصان سے بری ہے۔ وہ کسی چیز سے مل کرنہیں بناوہ سنتا ہے بغیر کان کے دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے۔

اسنے کہا! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سُنے اور کان نہ ہوں، دیکھے اور آنکھ نہ ہو۔ اگر اس نے رنگ برنگ کی چیزیں بنائی ہیں تو پھر اسکے ہاتھ بھی ضرور ہونا چاہیے۔ امامؑ نے فرمایا! کیا تم مخلوق کا خیال خالق پر کرتے ہو؟ مخلوق کے اوصاف خالق میں تلاش کرتے ہو؟ اگر ہماری طرح بغیر حواس کے وہ بھی معلوم نہ کر سکے تو ہم میں اور اس میں فرق کیا رہیگا کیا تمہاری عقل میں یہ بات آئی کہ ہمارا خالق ہمارے جیسا ہونا چاہیے۔

ایک نصرانی عالم سے مناظرہ: کتاب اخلاق آئمہ ۱۰۱ پر تحریر ہے کہ جاثلیق عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور علمائے اسلام سے مباحثے کیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم اور مسلمان دونوں حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور انکی کتاب کے آسمانی ہونے پر متفق ہیں نیز اس پر بھی کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اختلاف ہے تو اس بات پر ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کی نبوت کو مانتے ہیں اور ہم نہیں مانتے لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ انکی موت واقع ہو چکی ہے پس جب وہ زندہ ہی نہیں تو اب انکی نبوت کیسی؟ برخلاف اسکے حضرت عیسیٰؑ چونکہ زندہ ہیں۔ لہذا انکی نبوت ماننا چاہیے۔ اس کا یہ کلام سُن کر اکثر اہل علم خاموش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ مامون کے اشارے سے یہ شخص امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور اسطرح تقرر کا آغاز کیا۔

جاثلیق! پہلے مجھے آپ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور انکی کتاب پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں۔ امامؑ میں اس عیسیٰؑ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہوں جس نے حضرت محمدؐ کی نبوت کی اپنے

حواریوں کو بشارت دی تھی اور اس کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے لیکن جو عیسیٰؑ نبوت ختم الانبیاء کا معترف نہیں اور جو کتاب اسکو بیان نہیں کرتی اس پر میرا ایمان و اعتقاد نہیں یہ سنتے ہی جاثلیق ٹھنڈا پڑ گیا اور کوئی جواب بن نہ پڑا۔

پھر امامؑ نے فرمایا! ہم تو اس عیسیٰؑ کو جس نے محمدؐ کی نبوت کی بشارت دی، برحق نبی برحق جانتے ہیں مگر تم اسکی تنقیص کرتے ہو کہ انہیں نماز روزہ کا محتاج بناتے ہو، اس نے کہا کیا مطلب؟ فرمایا! جب وہ تمہارے اعتقاد میں خود بخود معاذ اللہ خدا ہیں تو یہ نماز روزہ کس لئے کرتے ہیں۔ یہ سُنکر وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد کہنے لگا اگر وہ خدا نہ تھے تو مردوں کو زندہ کرنا، جذامی کو تندرست اور نابینا کو آنکھ والا کیسے بنا دیئے تھے، یہ کام خدا کے سواء کون کر سکتا ہے؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا! یہ بات کچھ حضرت عیسیٰؑ سے ہی مخصوص نہ تھی بلکہ اور پیغمبروں میں بھی پائی جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے اور اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتے تھے حزقیلؑ نبی نے ۳۵ ہزار آدمیوں کو ساٹھ برس بعد زندہ کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کو زندہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے ستر ۷۰ آدمی کوہ طور پر زندہ ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کی دُعاؤں سے بہت سے لوگ زندہ ہوئے تو کیا یہ سب تمہارے خیال میں انبیاءؑ خدا ہونے کے مستحق تھے یہ سنکر جاثلیق خاموش ہو گیا اور آخر اسلام قبول کر لیا۔

راس الجالوت سے مناظرہ: ایک یہودی عالم کو اپنے علم پر بڑا غرہ تھا ایک روز امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے سوالات کئے مناظرہ بہت طولانی ہے ہم چند سوالات اور ان کے جوابات درج کرتے ہیں۔

امامؑ: تمہارے پاس حضرت موسیٰؑ کی نبی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

راس: ان سے وہ امور ظاہر ہوئے جو انبیاء سابقین سے نہ ہوئے تھے مثلاً دریائے نیل کا شگافتہ ہونا۔عصاء کا سانپ بن جانا۔ پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹنا اور ید بیضہ۔

امام: تو سچ کہتا ہے تیرے قول سے یہ معلوم ہوا کہ نبیؑ کو ایسے امور کا اظہار ضروری ہے جن کا اظہار دوسروں سے ممکن نہ ہو۔

راس: بے شک

امام: تو پھر یہ بات ضرورت ہوئی کہ جو کوئی بھی ایسے امور کا اظہار کرے اسکی نبوتؐ کی تصدیق کی جائے۔

راس: نہیں

امام: کیوں؟

راس: ان معجزات کے علاوہ موسیٰؑ کو خدا سے وہ قربت تھی جو کسی اور کو نہ تھی۔ پس جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات وکرامات ہم کو نہ دکھائے ہم اسکی نبوت کا اقرار نہیں کر سکتے۔

امام: اچھا یہ بتاؤ تم موسیٰؑ سے پہلے بھی کسی نبی کو مانتے ہو؟

راس: مانتے ہیں

امام: لیکن یہ کیونکر صحیح ہے ان سے پہلے نہ تو کسی نے دریا کو شگافتہ کیا نہ کسی پتھر سے چشمہ نکلا۔ نہ انکا ہاتھ روشن بنا نہ عصاء سانپ بن کر چلا؟

راس: نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ کسی سے ایسے امور ظاہر ہوں جن کو بجالانے سے عالم لوگ قاصر ہوں خواہ بعینہ ایسے نہ ہوں تو ہم پر نبوت کی تصدیق واجب ہو جائیگی۔

امام: اگر یہ بات ہے تو تم حضرت عیسیٰؑ کو نبی کیوں نہیں مانتے وہ بھی مردوں کو زندہ کرتے، اندھوں کو مبروصوں اور جذامیوں کو شفا بخشتے اور مٹی کی چڑیا میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتے تھے۔

راس: ہم نے انہیں ایسا کرتے نہیں دیکھا لوگ کہتے ہیں

امام: تو کیا حضرت موسیٰؑ کے معجزات تم نے بچشم خود دیکھا تھے آخروہ بھی تو اور ہی لوگوں سے سُنے ہیں۔

راس الجالوت یہ سنکر خاموش ہوگیا۔کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا

امام: نے فرمایا اسی طرح تم کو حضرت محمد مصطفےٰؐ کی نبوت کا بھی اقرار کرنا چاہیے کیونکہ آپ سے بھی بیشمار معجزات ظہور میں آئے، باوجود آپ ایک مہم نادار، بھیڑ، بکریوں کو چرانے والے اجرت پر اوروں کا کام کرنے والے تھے اور پھر کسی سے آپ نے ایک حروف پڑھا لکھا بھی نہ تھا لیکن پھر بھی قرآن مجید جیسی کتاب مکمل کتاب لائے۔جس میں انبیائے سابقین کے تمام قصے موجود ہیں۔ اسکے سواء حضرت لوگوں کے دل کا حال بتا دیتے تھے، انکے گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ کر دیتے تھے۔

یہ سُن کر راس الجالوت بے حیائی سے جواب دیا یہ سب کچھ سہی لیکن چونکہ ہمارے نزدیک عیسیٰؑ اور محمدؐ کی نبوت ثابت نہیں لہذا ہم ان کو نبی نہیں مان سکتے۔

امام نے فرمایا یہ کُھلی جہالت ہے اسکا علاج کسی کی پاس نہیں۔

ایک مجوسی سے مناظرہ: ہربذ اکبر مجوسیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ایک روز امامؑ سے کہنے لگا کہ میں آپ سے زردشت کی نبوت تسلیم کرانے آیا ہوں۔

امام: تمہارے پاس زردشت کی نبوت پر کیا دلیل ہے؟

ہربذ: انہوں نے ہم کو ایسی عمدہ باتیں بتائیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ بتائی تھیں انہوں نے ہمارے لئے وہ امور مباح کئے جو پہلے کسی نے نہ کئے تھے۔

امام: تم نے زردشت سے یہ تعلیم خود حاصل کی تھی؟

ہربذ: نہیں۔ اپنے بزرگوں سے سُنا ہے۔
امامؑ: پھر تم نے کیونکر یقین کرلیا کہ زردشت کے سواء کسی نے اچھی باتیں بیان نہیں کیں
ہربذ: ایسا ہی سُنتے چلے آئے ہیں
امامؑ: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی انبیائے سابقین کے متعلق تم نے آج تک کوئی ذکر سنا ہی نہیں
ہربذ: سُنا کیوں نہیں
امامؑ: پھر تم ان کے فضائل کمالات کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ممکن ہے انکے کمالات زردشت سے زیادہ ہوں۔ یہ سُن کروہ ایسا سٹ پٹایا کہ حضرتؑ کے سامنے سے اٹھکر چلا گیا۔

ایک اہلسنت عالم سے مناظرہ: حضرت ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہی نے اپنے کتاب اخلاق آئمہ باب فضائل علمیہ ۱۰۷ پر تحریر تاریخ طبری سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ مامون کی مجلس خاص میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام رضاؑ سے امامت کے بارے میں مناظرہ کریں۔ انہوں نے یحیٰی بن ضحاک کو جو اس زمانے میں اہلسنت کا بہت بڑا عالم تھا حضرت سے مناظرہ کیلئے منتخب کیا۔ حضرتؑ نے یحیٰی سے فرمایا جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو پوچھو۔
یحیٰی: میں چاہتا ہوں آپ ہی مجھ سے سوال کریں۔
امام: اچھا! میں ہی پوچھتا ہوں۔ بتاؤ تم ایسے شخص کیلئے کیا کہتے ہو۔ جو اپنے لئے تو راستی کا دعویٰ کرے اور سچوں کے مقابل جھوٹ بولے کیا ایسا شخص سچا ہے۔ بتاؤ بہ لحاظ دین یہ حق پر ہے یا باطل پر؟
یحیٰی یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مامون نے جواب کا تقاضہ کیا۔ اس نے کہا! اے میرے امیر میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں مامون نے امامؑ سے کہا! مجھے سمجھائے کہ آپ نے کہا بات پوچھی کہ یحیٰی جیسا ہمہ داں عالم خاموش ہو گیا۔ فرمایا! یحیٰی بے چارہ اس کا کیا جواب دے سکتا ہے۔

اگر وہ کہے کہ صادقوں نے جھوٹ نہیں بولا تو اس کا یہ کہنا غلط ہے حضرت ابوبکر نے جب منبر رسولؐ پر بیٹھ کر اپنے عجز کا اقرار کرلیا اور یہ کہدیا کہ میں تم پر حاکم تو ہوں مگر تم سے بہتر نہیں تو اس کے بعد انکا اپنے کو خلیفۂ رسولؐ کہنا جھوٹ ہوا یا نہیں؟ درصورت امت سے بہتر نہ ہونے کا حاکم ہوئے کیسے؟ امیر کو رعایہ سے افضل ہونا لازم ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے منبر پر بیٹھکر یہ کہا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آتا ہے۔ پھر وہ امام کیسے ہوسکتے ہیں امام وہ ہے جو شیطان سے محفوظ ہو۔ تیسرے ایسا شخص کیونکر امیر وخلیفہ ہوسکتا ہے جسکے ماننے والے خود یہ کہتے ہوں کہ ابوبکر کی بیعت ایک جلدی کی بات تھی خدا نے امت کو اس کے شر سے بچالیا جو کوئی پھر ایسا کام کرے اسے قتل کردو۔

مامون نے یہ سن کر حاضرین سے کہا! جتنے لوگ یہاں ہیں واپس جائیں میں نہ کہتا تھا کہ ان سے مباحثہ نہ کرو۔ یہ علم رسولؐ کے ورثہ دار ہیں۔

عصمت انبیاء کے متعلق مامون کے سوالات

ایک روز مامون الرشید (عباسی بادشاہ) نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

مامون: کیا آپ انبیاء کے معصوم ہونے کے قائل ہیں؟

امام: بے شک

مامون: لیکن قرآن میں تو خدا آدمؑ کے متعلق فرمایا ہے "وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى" (سورہ طه ۱۲۱ : ۲۰) "آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہوگئے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمؑ گنہگار تھے۔

امامؑ: خدا کا یہ حکم تھا کہ اے آدمؑ تم اور تمہاری بی بی دونوں بہشت میں رہو اور بے تکلف جو چاہو سو کھاؤ۔ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالم ہوجاؤ گے۔ یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ اس درخت

سے یا اس کی جنس کی دوسرے درخت سے بھی نہ کھانا۔ انہوں نے اس درخت سے کچھ نہ کھایا بلکہ یہ شیطانی وسوسہ کی بناء پر اسی جیسے دوسرے درخت سے کھالیا تھا۔

شیطان نے ان سے یہی کہا تھا کہ خدا نے تم کو اس خاص درخت سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کے اور درختوں سے منع نہیں کیا۔ پھر شیطان نے قسم بھی کھائی چونکہ آدمؑ نے اور حوّا نے اس سے پہلے جھوٹی قسم کھاتے نہیں دیکھا تھا لہذا ان کو دھوکہ ہوگیا اور اس کی قسم پر اعتبار کر کے مرتکب ہوگئے اور یہ اضطراب عمل بھی حضرت آدمؑ سے قبل نبوت ہوا تھا۔

یہ کوئی گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جس سے مستحق جہنم ہو جاتے صرف صغائر ہوا (ترک اولیٰ یا فعل مکروہ میں سے تھا) جو انبیاء قبل نزول وحی جائز ہے۔ جب خدا نے انکو نبی بنایا تو وہ معصوم تھے گناہ کبیرہ وصغیرہ کوئی بھی ان سے سرزد نہ ہوتا تھا۔

مامون: اچھا حضرت ابراہیمؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ قرآن میں صاف لفظوں میں یہ ذکر ہے "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَباً قَالَ هَـذَا رَبِّي" (سورہ الانعام ۷۶:۶) "جب تاریکی شب چھا گئی تو انہوں نے ستارہ کو دیکھکر کہا، کیا یہ میرا پروردگار ہے؟" کیا یہ کھلا ہوا شرک نہیں ہے کہ ایک ستارہ کو اپنا خدا کہہ دیا؟

امام: جملہ "ھذا ربی"؟ بطور استفہام ہے جس کے معنی یہ ہیں کیا یہ میرا رب ہے چونکہ اس زمانے کے لوگ ستارہ پرست تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے کانوں میں انکا یہ عقیدہ پڑ چکا تھا لہذا جب غار سے نکل کر ستارہ کو دیکھا تو بطور سوال یہ ارشاد فرمایا کیا یہ میرا رب ہے؟ چنانچہ جب وہ چھپ گیا تو آپ نے فرمایا میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی یہ صفت میرے خدا کی نہیں ہوسکتی۔ یہ تو ممکن کی صفات سے ہے۔

جب ماہتاب نکلا تو بطور استفہام انکاری یہی کہا۔ ہذا ربّی ؟ اسی طرح سورج کے متعلق فرمایا۔ پس یہ جو کچھ فرمایا۔ ستارہ پرستوں کے ابطال کے متعلق تھا نہ کہ اپنے عقیدہ کے متعلق۔

مامون: یابن رسول اللہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ لیکن ابھی ایک کھٹک دل میں اور ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ ''قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَى وَلَكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ''(سورہ بقرہ ۲:۲۶۰)''ابراہیمؑ نے کہا! اے پروردگار مجھے دکھا دے تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا! کیا تم کو اس کا اعتقاد نہیں، عرض کی اعتقاد تو ضرور ہے لیکن میں صرف اپنا اطمینانِ قلب چاہتا ہوں،، پس یہ فرمایئے کہ حضرت خلیلؑ کو کیا خدا کی قدرت پر پہلے سے یقین نہ تھا؟

امامؑ: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ پر وحی نازل کی تھی کہ میں اپنے ایک بندہ کو خلیل بناؤ ں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے یہ کہے گا کہ تو مردے کو زندہ کردے تو میں اسکے یہ خواہش پوری کردوں گا۔ پس حضرت ابراہیمؑ کو یہ تردد تھا کہ وہ خلیل میں ہوں یا کوئی اور اسی لئے انہوں نے ایسا کہا تھا۔ یعنی اطمینان قلب اس بارے میں چاہتے تھے کہ میں اس کا خلیل بنایا جاؤں گا یا نہیں۔

مامون: جزاک اللہ آپ نے بڑی خوبی سے اس اعتراض کو دفع کردیا۔ اچھا اب ایک اعتراض حضرت موسیٰؑ کے متعلق ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ ''رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ''(سورہ اعراف ۷:۱۴۳) خداوند تو مجھے دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ یہ بات بھی نہ جانتے تھے کہ خدا قابل روہت نہیں؟

امامؑ: یہ بات نہیں حضرت موسیٰؑ خوب جانتے تھے کہ وہ قابل رویت نہیں لیکن ان کی قوم کا یہ اصرار تھا کہ آپ خدا سے یہ دُعا کریں کہ آپ کو اپنا دیدار کرائے۔ ہم بغیر آنکھ سے دیکھے ایمان انہیں

لائیں گے۔حضرت موسیٰ نے قوم سے مجبور ہوکر انہیں الفاظ میں سوال کیا جن پر قوم کا اصرار تھا گویا حضرت موسیٰ کی یہ درخواست قوم کی طرف سے تھی۔

مامون: حضرت یوسفؑ کے بارے میں ہے ''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلا أَن رَّأَى بُرْهَانَ رَبِّه'''' زلیخا نے بدکاری کا ارادہ یوسفؑ کے ساتھ کیا اور یوسفؑ نے اس کے ساتھ)اگر یوسفؑ نبی تھے تو یہ ارادہ کیسا؟

امامؑ: آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی جو یہ ہے ''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلا أَن رَّأَى بُرْهَانَ رَبِّه ''یعنی یوسفؑ بھی ارادہ کر بیٹھتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ چکے ہوتے چونکہ وہ نبی معصوم تھے اس لئے انہوں نے ایسا ارادہ نہیں کیا دوسرے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ زلیخا نے ارادہ برے کام کا کیا اور یوسفؑ نے نہ کرنے کا ارادہ کیا۔

مامون: اچھا یہ فرمائیے کہ حضرت رسولؐ خدا کے متعلق قرآن فرماتا ہے ''إِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِيْناً . لِيَغْفِرَ لَکَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ'' (سورہ الفتح ۲،۱:۴۸) ''ہم نے تم کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخشدے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنہگار تھے۔

امامؑ: اس آیت سے آنحضرتؐ کا گناہ مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! تم جو مشرکین کے بتوں کی مذمت اور خدا کی وحدانیت کی دعوت دیا کرتے تھے تو ان لوگوں کی نظر میں تمہارا یہ فعل گناہ تھا پس اب جبکہ مکہ فتح ہو گیا اور لوگ خوش یا ناخوش مسلمان ہو گئے لہذا مشرکین کے عقیدے کے بموجب تمہارے سب گناہ معاف ہو گئے۔یعنی اب تم ان کے نزدیک گنہگار نہیں رہے۔

مامون: فرزند رسولؐ میں آپ کا شکر گذار ہوں آپ نے میرے تمام خدشے مٹا دیئے۔(اخلاق

آئمہ ص ۱۱۲،۱۱۱)

امام رضاؑ نے مختلف لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے

ذیل میں چند جوابات درج کیے جاتے ہیں جو اپ نے مختلف سائیلوں کو دیئے

سوال: کیا انسان اپنے افعال میں مجبور ہے کہ خدا جو چاہتا ہے اس سے کروا کر چھوڑتا ہے؟

امام رضاؑ: خدا عادل ہے کیوں کر ممکن ہے کہ کوئی کام خود ہی جبراً کرائے اور خود ہی سزا دینے لگے۔

سوال: کیا بندہ اپنے معاملات میں بالکل مطلق العنان ہے؟

امام رضاؑ: ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے کہ خدا بندوں کو پیدا کر کے اپنا قابو اُن پر سے بالکل ہٹالے، اور اس کے معاملات کو بالکل اس پر چھوڑ دے، خدا نے اپنے بندکوں کو نہ بالکل مجبور کیا ہے نہ بالکل مطلق العنان بنایا بلکہ ان دونوں کے بیچ ایک امر ہے۔

سوال: کیا جنت ودوزخ خلق ہو چکے ہیں؟

امام رضاؑ: بے شک پیدا ہو چکے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوئے بلکہ محض ارادۂ الٰہی میں ہیں وہ ہم سے نہیں بلکہ ہماری تکذیب کرنے والے اور ہماری ولایت کے منکر ہیں۔ قیامت کے دن وہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈال دیئے جائینگے۔ کیونکہ وہ ایسی چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن کا اقرار ضروریاتِ دین سے ہے۔ خدا فرماتا ہے۔''هَـٰذِهِ جَهَـنَّـمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ''(سورہ الرحمٰن ۴۴،۴۳: ۵۵)''یہ وہی دوزخ ہے جسے لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ دوزخی لوگ اس کے اندر اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان پھریں گے''

سوال: اسکی کیا وجہہ ہے کہ مرد کو چار عورتیں کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور عورت کو ایک سے

زیادہ شوہر کرنے کو منع کیا گیا ہے؟

امام رضاؑ: اگر عورت ایک سے زیادہ شوہر کرے تو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نطفہ کس کا ہے اور ایسی صورت میں یہ ثابت کرنا دشوار ہوگا کہ مولود کا باپ کون ہے۔ لیکن زیادہ عورتیں کرنے میں یہ خرابی لازم نہیں آتی۔ اس کے علاوہ مرد کیلئے چار عورتیں اس لئے جائز ہیں کہ عورتوں کی پیداوار بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

سوال: زنا کیوں حرام ہے؟

امام رضاؑ: اس لئے کہ سلسلۂ نسب منقطع ہو جاتا ہے، میراث جاتی رہتی ہے۔ عورت کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس مرد سے حاملہ ہے اور نہ مولود ہی جانتا ہے کہ وہ کس کا بچہ ہے۔

امام رضا علیہ السلام کی عبادت

امام رضا علیہ السلام بھی رات دن اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ کی طرح ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ زاول سے پہلے اور زوال سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اپنی عبادت روکتے ورنہ اکثر مصلّے پر ہی تشریف رکھتے تھے اور بہت زیادہ فکر مند اور متفکر دکھائی دیتے تھے۔ نماز صبح ادا فرما کر تعقیبات میں مشغول ہو جاتے اور اذکار الٰہی کو اتنا طول دیتے کہ چاشت کا وقت ہو جاتا اس وقت سجدۂ شکر میں جاتے اور آفتاب بلند ہونے تک سجدۂ شکر میں پڑے رہتے اسکے بعد لوگوں کو وعظ و بند فرماتے زاول کے قریب پھر مصلّے پر تشریف لے جاتے اور زوال تک نوافل میں مشغول رہتے اسکے بعد نماز ظہر ادا فرماتے پھر تعقیبات کو بہت طول دیتے اسکے بعد سجدۂ شکر بجالاتے اور سو مرتبہ شکراً للّٰہ کہتے غرض کہ اسی طرح عبادت کا سلسلہ نصف شب تک جاری رہتا تھوڑی دیر سوتے پھر نماز شب پڑھتے۔

مامونؔ نے بہت چاہا کہ آپ کو معاملات سلطنت میں الجھا کر کثرت عبادت سے باز رکھے مگر حضرت کسے رک سکتے تھے۔ایک روز مامون نے کہا یابن رسول اللہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کثرت عبادت کی بناء پر ہلاک نہ ہو جائیں۔فرمایا! ایسی موت سعادت ابدی ہے۔ مامون نے کہا! آپ نے کونسے ایسے گناہ کئے ہیں جن کے بخشوانے کے لئے آپ رات دعبادت کرتے ہیں فرمایا! یہ گناہ بخشوانے کیلئے نہیں بلکہ اسکی نعمات کا شکر ہے میری بندگی کا تقاضہ ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شجاعت: حضرت امام رضا علیہ السلام کی اخلاقی دلیری کے بہت سے واقعات تاریخ میں درج ہیں۔ہم ان میں سے ایک دو واقعات لکھتے ہیں۔

مامون نے اپنے دارالسلطنت میں امام رضا علیہ السلام کو بلا کر اپنی ولیعہدی پر زور دیا مگر آپ برابر انکار کرتے رہے اور آپ نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تمہاری ولیعہدی مجھ تک نہ پہنچے گی اور میں تم سے پہلے ہی زہر دیکر قتل کر دیا جاؤں گا اور تمہارے باپ ہارون کی قبر کے پاس دفن کیا جاؤں گا۔ مامون نے کہا کس کی طاقت ہے کہ میری زندگی میں آپ کو قتل کر سکے؟ امامؑ نے ارشاد فرمایا! اگر مصلحت مانع نہ ہوتی تو اپنے قاتل کا نام بھی بتا دیتا۔

جب مامون نے دیکھا کہ آپ کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو غصّہ میں بھر کر کہنے لگا کہ اس انکار سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ زہد و توکل کی دنیا میں شہرت پائیں اور میری عاجزی اور کمزوری دنیا پر ثابت ہو جائے۔امامؑ نے فرمایا! میں نے تمام عمر جھوٹ نہیں بولا حصول دنیا کیلئے محض ظاہری طور پر دنیا سے نفرت کرنا میرا شیوہ نہیں لیکن غالباً آپ کا منشاء بار بار کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا پر یہ ثابت کر دینگے کہ علیؑ ابن موسیٰؑ حقیقت میں تارک دنیا نہ تھے بلکہ خود دنیا نے ان کو مدت تک چھوڑ رکھا تھا۔ جب دنیا نے ان کی طرف رجوع کی تو بکمال رغبت وخواہش وہ

اس میں آلودہ ہو گئے۔

یہ جواب سُن کر مامون اور زیادہ برہم ہوا اور اپنی شایانہ شان دکھا کر کہنے لگا۔ اگر آپ میری ولیعہدی کو قبول نہ کرینگے اور برابار یونہی انکار کئے جائینگے تو میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا! جب یہ معاملہ اس حد تک آ گیا تو میں قبول کرتا ہوں۔ مگر اس شرط سے کہ کاروبار سلطنت میں کوئی دخل نہ دوں گا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز نہ رہوں گا۔ کسی خلاف شرعی امر میں تمہاری موافقت نہ کروں گا۔

عیون الراخبار الرضا میں ہے کہ جب مامون نے آپ کی ولی عہدی کا جلسہ کیا تو امامؑ سے ایک خطبہ کی خواہش کی۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و نعت فرمایا!

لوگو! باعتبار قرابت رسولؐ ہمارا ایک حق تم پر ہے اور اسی طرح تمہارا حق بھی ہم پر ہے۔ جب تم نے ہمارا حق ادا کیا تو ہم پر بھی لازم ہے کہ تمہارے حقوق کی نگہداشت کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے ان حق کی حفاظت کی جن کو لوگ ضائع کر چکے تھے اور ہمارے ان امور کو بلند کیا جن کو لوگ گرا چکے تھے۔ ۸۰/اسی برس تک اہل کفر و عصیاں منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر ہمارے اوپر لعنت کرتے رہے اور ہمارے فضائل کو چھپاتے رہے ہم پر جھوٹے الزام لگاتے رہے مگر خدا کی مرضی یہی تھی کہ ہمارا ذکر بلند ہو۔

یاایہاالنّاس! میں نے ولی عہدی کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ میں جاہ و منصب کا متمنی اور حکمرانی کا خواہاں ہوں بلکہ اس وجہ سے منظور کیا ہے کہ تم جس امر میں غلط راستہ پر چلتا دیکھوں تو روک دوں خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ مجھے امر حق کے اظہار میں کبھی باک نہ ہوگا۔ اگرچہ میں اسی صداقت کی حمایت میں قتل بھی کر دیا جاؤں۔ ہم اہلبیتؑ کا وجود ہی دنیا میں اس لئے ہے

کہ حق کی حمایت بلا خوف لومتہ الائیم کرتے رہیں۔

حضرت امام علیہ السلام کا زہد

موسم گرما میں آپ کے بیٹھنے کا فرش بوریا ہوتا تھا اور سردی کے زمانے میں کمبل گھر میں پہننے کا لباس بہت موٹا کھرا اور بھاری ہوتا اس سے بدن کو عفت تکلیف پہنچتی تھی لیکن جب باہر نکلتے تو اس خیال سے کہ لوگ بخل کا طعنہ نہ دیں اچھا لباس پہن لیتے تھے۔ایک مرتبہ مدینہ کے ایک عالم نے آپ کو ریشمی لباس پہنے دیکھ کر اعتراض کیا، آپ نے اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین میں داخل کیا کہ دیکھو اس کے نیچے کمبل کا لباس ہے۔ریشمی لباس صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے ہے کہ زاہد ریا کار نہ کہیں اور کمبل کا لباس اپنے نفس کو تعب میں ڈالنے کیلئے ہے۔

جب مامونؔ نے امامؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تو آپ کیلئے اپنے قصر کا ایک حصّہ مخصوص کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ میں اس میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ایسے قصر سلاطین کیلئے شایان شان ہیں نہ کہ ہم اہلبیتؑ کیلئے پھر اس نے پوچھا۔آپ کیسے مکان کو پسند کرتے ہیں۔فرمایا بہت معمولی مکان جس میں کوئی تکلّف نہ ہو۔تعیّش کا کوئی سامان نہ ہو۔دروازہ پر چوکیدار نہ ہو۔کسی کے آنے میں رکاوٹ نہ ہو۔زمین پر حصیر کا فرش ہو۔مامون نے کہا آپ میرے ولی عہد ہیں آپ کیلئے ایسا مکان زیبا نہیں فرمایا! میں ایسے مکان کو پسند کرتا ہوں۔آخر مامون نے کہا! جو مکان آپ کو پسند ہو اس میں رہائش اختیار کیجئے آپ نے محل شاہی کے قریب ایک بوسیدہ سا مکان انتخاب کیا اور اسی میں سکونت اختیار کی۔

حضرت امام علیہ السلام کی سخاوت

ایک روز مامون نے بیس ہزار دینار آپ کی خدمت میں بھیجے۔آپ نے ان کو اپنی

ضرورتوں پر صرف کریں۔ آپ نے وہ سب فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیئے جب مامون کو پتہ چلا تو اس کو بہت ناگوار ہوا کہنے لگا۔ میں نے وہ رقم آپ کے ذاتی مصارف کو دی تھی نہ کے لٹانے کیلئے۔ فرمایا! میں اس کا مستحق نہ تھا۔ میرے ذاتی مصارف ہی کیا ہیں جن میں خرچ کرتا۔ میرا بوریا الحمداللہ ثابت ہے۔ لباس جو مدینہ سے لایا تھا موجود ہے۔ نانِ جویں کھانے کو مل جاتا ہے۔ جب مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں تو تمہارے عطیہ کو کس چیز میں صرف کرتا۔

ایک سائل نے کہا! میں حاجت مند ہوں۔ جس قدر اپنے حوصلے کے میرے ساتھ احسان کریں۔ فرمایا اتنی گنجائش نہیں عرض کیا! تو پھر میری حیثیت کے مطابق عطا ہو فرمایا! یہ ہوسکتا ہے۔ یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا کہ دوسو اشرفی اس کو دے دو۔

احمدؒ بن عبداللہ غفاری کہتے ہیں کہ ایک شخص کا میرے اوپر قرض تھا جب اس نے سختی سے مانگا تو میں نے نماز صبح پڑھ کر امام رضاؑ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ کہیں تشریف لے جانے والے تھے میں نے عرض حال کیا اور خواہش کی کہ حضور قرض خواہ سے فرمادیں کہ اتنا شدید تقاضہ نہ کریں۔ اس کا مطلق ذکر نہ آیا کے قرضہ کی تعداد کیا ہے فرمایا! میرے واپس آنے تک یہاں ٹھہرو۔ میں بیٹھ گیا۔ جب حضرت واپس تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا! اس فرش کا کونہ اُلٹ اور جو اس کے نیچے ہو لے لے۔ میں نے دیکھا کہ دینار ہیں چپکے سے ان کو اٹھالیا۔ اور گھر چلا آیا۔ اب جو شمار کیا تو اڑتالیس تھے اور ایک دینار پر لکھا تھا تیرا قرضہ اٹھائیس دینار ہیں۔ وہ ادا کر کے جو بیس دینار بچیں وہ اپنے خرچ میں لانا۔ میں حیران رہ گیا کہ امامؑ کو میرے قرضہ کی تعداد معلوم کیسے ہوئی۔

حضرت امام رضاؑ کا صبر

امام علیہ السلام جس زمانہ میں بہ حیثیت ولی عہد سلطنت مرو میں قیام فرماتھے ایک عباسی عالم کا سردار حضرت سے بہت حسد رکھتا تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح حضرتؑ کو مامون کی نگاہوں میں بے وقعت بنادے، مگر کوئی موقع اس کو نہ ملتا تھا۔ایک روز وہ حضرت کی خدمت میں آیا اور مذہب شیعہ کی مذمت کر کے حضرت کو ناسزاء الفاظ کہنے لگا۔آپ نے فرمایا! اے شخص آخر اس سے تیرا مقصد کیا ہے اس نے کہا تم کو ذلیل کرنا۔امامؑ نے فرمایا! خاصانِ خدا کبھی ذلیل نہیں ہوا کرتے۔اس نے کہا! میں آپ کو خاصانِ خدا میں سے نہیں مانتا۔فرمایا! میں کب کہتا ہوں کہ تو مان۔جس کا میں بندہ ہوں وہ تو مانتا ہے۔اس نے کہا! کوئی کرامت دکھایئے تو میں تسلیم کروں فرمایا! یہی کرامت کیا کم ہے کہ تو انتہائی گستاخی کر رہا ہے اور میں صبر وضبط سے کام لے رہا ہوں۔کیا میں بادشاہ سے تیری شکایت کر کے تجھے سزا نہیں دلوا سکتا۔یہ سنکر وہ نادم ہوا اور حضرت کے پیروں پر سر رکھ کے کہنے لگا۔آج سے میں آپ کے محبوں میں شامل ہوتا ہوں۔میں اس ارادہ سے آیا تھا کہ اگر آپ مجھے سختی سے جواب دیں تو میں آپ سے لڑ پڑوں اور آپ کو سارے شہر میں رسواء کروں لیکن میں آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہوگیا۔حقیقت یہ ہے کہ اتنے بڑے منصب پر فائز ہوکر جو صبر وتحمل آپ نے دکھایا دوسرے سے ناممکن ہے۔

حضرت امام علیہ السلام کا حلم

ابوبکر صوئی کہتا ہے کہ میری دادی مجھ سے بیان کرتی تھیں کہ امام علیہ السلام نے مجھے چند اور کنیزوں کیساتھ مامون کیلئے خریدا تھا۔جب ہم قصر مامون میں داخل ہوئے تو وہاں عیش و عشرت کے بڑے بڑے سامان نظر آئے اور بڑی آسائش سے زندگی بسر ہونے لگی۔لیکن کچھ

عرصہ کے بعد مامون نے مجھے امامؑ کو عطا فرمادیا یہاں آکر دیکھا تو عالم ہی اور تھا باوجود یہ کہ حضرت ولی عہد سلطنت تھے لیکن کوئی شاہانہ سامان آپ کے گھر میں نہیں تھا۔نہایت سادی سیدھی زندگی بسر کرتے تھے ایک کنیز نے کچھ طعن آمیز باتیں کہیں جو ہم کو بھی ناگوار ہوئیں مگر حضرت حلم سے کام لیا اور اس کنیز سے کچھ نہ کہا آخر وہ خود ہی شرمندہ ہوئی اور پھر حضرت کی زاہدانہ زندگی کا اُس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان سب پر لات ماردی۔

حضرت امام رضاؑ کا عفو درگزر

جب مامون نے امام رضاؑ کو ولی عہد بنانا چاہا تو عباسیوں نے بڑی سخت مخالفت کی اور امامؑ کی شان میں ناسزا الفاظ کہے ایک نے تو یہاں تک کہا کہ حضرت کے سامنے معاذ اللہ آپ کو مرد جاہل تک کہہ دیا۔ جب مامون کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے اس درباری کو سزا دینی چاہی۔ مگر حضرت نے منع کیا اور فرمایا! جس طرح میں نے معاف کیا ہے تم بھی معاف کرو۔ اس نے حضرتؑ کے عفو پر تعجب کیا آپؑ نے فرمایا! ہم اہلبیتؑ رسولؐ ایسے لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کیا کرتے ہیں جو ہمارے مراتب کو نہیں جانتے۔

امامؑ کی خصوصیات و معجزات و عجائبات

یوں تو ہر امامؑ کے معجزات اور خصوصیات یکساں ہوتے ہیں۔ کسی کے واقعات تواریخ میں موجود ہیں کسی کے ظاہر نہیں ہوئے اور کہیں تذکرہ نہ ہوسکا۔ بحارالانوار وغیرہ میں بعض امام علیہ السلام کی خصوصیات و معجزات بیان ہوئیں ہیں جو چند ایک ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

امام رضاؑ کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں

بحارالانوار جلد ۵، ص ۵۵ پر حسین بن منصوا نے اپنے بھائی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔شب کا وقت تھا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے تو ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے دس شمعیں روشن ہوگئیں ہوں۔اسی دوران ایک شخص نے آکر حاضر خدمت ہونیکی اجازت چاہی۔آپ نے اپنے ہاتھ نیچے کرلئے اوراسے اجازت دی(بحار،مناقب،ص ۲۴۸)

ایک شخص کے ماں باپ کوزندہ کرنا: بحار، ج ۵،ص ۵۵ پرمقید بن جنید شامی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کی ذات اورآپ کے معجزات کے متعلق بہت بحث کرتے ہیں۔اگراجازت ہوتواس کے بارے میں بیان کرکے آپ سے گفتگوکروں۔آپؑ نے ارشادفرمایا! آخرتو چاہتا کیا ہے اپنا مطلب بیان کر۔میں نے کہا! چاہتایہ ہوں کہ آپ میرے باپ اور ماں کوزندہ کردیں۔آپ نے فرمایا! اپنے گھر جاکر دیکھ دونوں زندہ ہوگئے۔اب جومیں گھر واپس آکر کیا دیکھتا ہوں تو وہ دونوں زندہ تھے۔اسکے بعدوہ میرے ساتھ دس روز اور زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کی روحیں قبض کرلیں۔(بحار،ص ۵۵،النجوم،بحوالہ ابن جریرطبری)

پردہ کاخودبخوداٹھنا: بحار، ج ۵،ص ۵۵ پرتحریر ہے کہ محمد ابن طلحہ اپنی کتاب مناقب میں رقمطراز ہیں کہ جب مامون نے امام رضاؑ کواپناولی عہدمقررکیا تومامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے ناپسند کیا۔انہیں خوف تھا کہ کہیں خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہؑ میں منتقل نہ ہوجائے۔اس لئے ان کے پاس تشریف لیجاتے تو یہ دستورتھا کہ دارالامارہ پرجوملازم ہوتا آپ کوسلام کرتااوردروازہ کا پردہ اٹھاتا تب آپ اندرداخل ہوتے مگر جب ان لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہواتوانہوں نے آپس میں مشورہ کرکے طئے کیا کہ یہ آئیں توان سے منہ پھیرلیاجائے اوردروازہ کاپردہ نہ اٹھایا جائے۔

ابھی یہ لوگ مصروف گفتگو تھے کہ دریں اثناء حضرت امام رضاؑ حسبِ معمول تشریف لائے۔ان سے یہ ممکن نہ ہوا کہ آپ کو سلام نہ کریں یا دروازہ کا پردہ نہ اُٹھائیں۔ جب آپ اندر داخل ہو گئے تو انہوں نے طئے شدہ مشورہ پر تبصرہ شروع کر دیا اور دوبارہ پھر یہی بات طئے کی کہ آئندہ اس مشورے پر ضرور عمل کرینگے یعنی نہ امام کو سلام کرینگے اور نہ آپ کے دروازے کا پردہ اٹھائیں گے لیکن دوسرے دن جب آپ تشریف لائے تو سب نے آپ کا استقبال بھی کیا اور سلام بھی کیا مگر دروازے کا پردہ نہ اٹھایا، تاہم اللہ نے ایک تیز ہوا بھیج دی جس سے دروازے کا پردہ اٹھ گیا بلکہ معمول سے زیادہ ہی اُٹھ گیا اور آپ اندر داخل ہو گئے۔ ہوا ساکن ہو گئی جب آپ مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو پھر ہوا نے پردہ اٹھایا، آپ وہاں سے بھی گذر گئے پردہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔

زینب کذّابہ کا واقعہ: بحار، ج ۵،ص ۵۵ پر محمد بن طلحہ اپنی کتاب مناقب یہ واقعہ مذکور ہے کہ خراسان میں ایک عورت تھی جس کا نام زینب تھا اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہوں۔ وہ اہلِ خراسان پر اپنا اثر جمائے ہوئے تھی۔ یہ بات حضرت امام رضاؑ نے سنی تو آپ نے اس کی تکذیب فرمائی۔ جب اُس کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا اور فرمایا کہ یہ جھوٹی ہے۔اُس نے کہا جس طرح آپ نے میرے نسب میں عیب نکالا ہے میں بھی آپ کے نسب میں عیب نکالتی ہوں۔

یہ سن کر آپ نے حاکم خراسان کو حکم دیا کہ ملک کے مفسدوں کو سزاء دینے کیلئے جو درندے ایک وسیع مقام (جس کا نام برکتہ السباغ تھا) پر جمع کئے ہیں وہیں اس کو بھی لیجاؤ۔ جب حاکم خراسان کے پاس لے گئے اور فرمایا۔ یہ عورت جھوٹی ہے اور علیؑ و فاطمہؑ پر بہتان باندھ رہی ہے یہ ان دونوں حضرات کی نسل سے نہیں ہے اور اگر واقعاً یہ نسل علیؑ و فاطمہؑ سے ہے تو اس کا

گوشت درندوں پرحرام کر دیا گیا ہے۔لہذااسکو برکتہ السباغ میں ڈال دیا جائے تاکہ اسکا کذب سب پر ظاہر ہو جائے۔

جب اس عورت نے سُنا تو بولی پہلے ان درندوں کے پاس آپ جائیں اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت فراہم ہو جائے گا۔یہ سُن کر آپ نے اس عورت سے تو کچھ نہیں فرمایا۔اوراٹھ کھڑے ہوئے۔آپ کوکٹہرے میں جاتا ہوا دیکھ کر حاکم اور اسکے مصاحبین اُٹھ کھڑے ہوئے۔تمام مجمع اس کٹھرے کو بلندی سے دیکھ رہا تھا۔جب آپ ان درندوں کے درمیان پہنچے تو سب کے سب اپنے کانوں کے بل زمین پر لیٹ گئے ان میں سے ہر ایک درندہ آتا آپ کے چہرے،سر اور پشت کو بوسہ دیتااور دُم ہلاتا ہواواپس چلا جاتا۔یہاں تک کہ پھر آپ کٹہرے سے برآمد ہوئے۔

اسکے بعد آپ نے سلطان سے فرمایا!اب اس جھوٹی عورت کو بھی کٹہرے میں جانے کا حکم دیا جائے۔اس عورت نے انکار کیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اس کوکٹہرے میں ڈالدیا جائے۔ چنانچہ اس کو جونہی کٹہرے میں ڈالا گیا سب درندے اس پر بڑی تیزی سے جھپٹ پڑے اوراس کی تکّہ بوٹی کرکے کھا گئے۔ پھر وہ سارے خراسان میں زینب کذّابہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔(کشف الغمہ ،ج۵،ص۱۷۴)

عربی جیسے میری ہی زبان ہو: دلائل حقاشب ص۷۹ پرتحریر ہے کہ ابواسماعیل سندھی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان میں یہ چرچہ سنا کہ اللہ تعالیٰ کی عرب کے علاقہ میں حجت ہے میں اسی شوق دیدار میں وہاں سے چلا اور یہاں بالآخر مجھے امام علی رضاؑ کی طرف راہنمائی کی گئی میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا اور مجھے عربی زبان بالکل نہیں آتی تھی۔ میں نے نہایت ہی ادب سے ہندوستانی زبان میں سلام عرض کیا میری حیرت کی انتہا نہ رہی جیسا امام رضاؑ نے مجھے

ہندوستانی لہجے میں جواب سلام دیا۔

میں نے ہندوستانی زبان میں آپ سے گفتگو شروع کی آپ نے اسی لہجے میں مجھے جواب دیا۔ دراصل ان دنوں سندھ ہندوستان کا حصہ تھا میں نے سندھی زبان میں گفتگو کی میں نے کہا سندھ میں سنا ہے کہ اللہ سبحانہ کی حجت عرب میں ہے تو میں اسی بارے میں یہ دور دراز کا سفر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میری زبان میں ہاں! وہ حجتہ اللہ میں ہی تو ہوں امام رضاؑ نے فرمایا! جو کچھ تو چاہتا ہے تو اس بارے میں سوال کرسکتا ہے۔ میرے پاس جو جو سوال تھے وہ عرض کئے آپ نے نہایت ہی خوبی سے اسکا جواب دیا۔ جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو عاجزی سے عرض کیا! یا سیدی ومولائی مجھے بالکل عربی نہیں آتی آپ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مرے حق میں دُعا کریں تا کہ اہل عرب سے اس زبان میں گفتگو کروں۔ امام رضاؑ نے اپنے دست مبارک میرے لبوں پر مس کیا۔ میں اسی وقت عربی میں تکلم کرنے لگا جیسے کہ میری ہی زبان ہو (امام ہر چیز پر قادر ہوتا ہے) (بحار الانوار ۴۹، جلد ۵۰ ص)

امام رضاؑ سے گئے گئے چند سوالوں کے نادر جوابات: عیون الاخبار الرضا، ج دوم، ص ۱۷۳ پر امام رضاؑ نے بڑے ہی نادر و نایاب جوابات سے ہمراے علوم میں اضافہ فرمایا ہے جو تواریخ میں درج ہیں جن میں دو چار کا ذکر کرتے ہیں۔

انبیاءؑ کے مختلف معجزات کی وجہ: ابن سکیت نے امام رضاؑ سے پوچھا! اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا، ید بیضا، اور عیسیٰؑ کو طب اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کو کلام اور خطبہ کے ساتھ مبعوث کیوں فرمایا؟ امام رضاؑ نے فرمایا! جس دور میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو بھیجا تو اس وقت جادو کا بڑا شہرہ تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضاء کا معجزہ دیکر بھیجا۔ جس سے انہوں نے

جادوگروں کے جادو کو باطل کیا اور اپنی حجت کو ثابت کیا۔

جس دور میں خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو بھیجا تو وہ دور بیماریوں کا تھا۔ لوگوں کو اس دور میں طب کی بہت ضرورت تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے حضرت عیسیٰؑ کو وہ معجزات دیئے جو اس وقت کے طبیبوں کے پاس نہیں تھے۔ آپؑ نے حکم خداوندی سے مردے زندہ کئے اور مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کی اور برص کے مریضوں کو صحت یاب کیا اور اپنی حجت کو ثابت کیا۔ جس دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو عرب میں شعر و شاعری اور خطبات کا بڑا چرچہ تھا۔ اللہ نے عرب کی فصاحت و بلاغت کو باطل کرنے کیلئے رسولؐ کو قرآن مجید جیسی کتاب عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوامع الکلام عطا فرمائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اپنی خطبات و مواعظ سے عربوں کی فصاحت و بلاغت کو باطل فرمایا اور اپنی حجت قائم کی۔ یہ سن کر ابی سکیت نے کہا! خدا کی قسم! میں نے آپ کی طرح فصیح جواب دینے والا آج تک نہیں دیکھا۔ آپؑ یہ بتائیں کہ مخلوق پر آج حجت کیا ہے؟ امام علی رضاؑ نے فرمایا! عقل خدا کی طرف سے حجت ہے۔ اس کے ذریعے سے صادقین اور کاذبین کی پہنچان ہوتی ہے اور اسی کے ذریعے سے انسان خدا کے متعلق سچ بولنے والوں کی تصدیق اور خدا پر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب کرتا ہے۔ ابن سکیت نے کہا! خدا کی قسم! یہ جواب ہے۔

سوال: اسماعیلؑ کو صادق الوعد کا لقب کیوں ملا؟

سلیمان جعفری نے بیان کیا! امام علی رضاؑ نے مجھ سے فرمایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسماعیلؑ کو اللہ نے صادق الوعد کا لقب کیوں دیا؟ میں نے عرض کی! مولاؑ میں نہیں جانتا۔ امامؑ نے فرمایا! اس کی وجہ یہ ہے کہ اسماعیلؑ نے ایک شخص کے انتظار کا وعدہ کیا تھا تو اسکے انتظار میں پورے سال تک

وہاں بیٹھے رہے اور اس کا انتظار کرتے رہے۔(عیون الاخبار الرضا، ج دوم، ص ۷۳)

لوگوں نے حضرت علیؑ سے انحراف کیوں کیا تھا: عیون الاخبار الرضا، ص ۷۶ ا پر محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی بیان کیا۔ انہوں نے احمد بن محمد بن سعید کوفی سے سنا انہوں نے علی بن فضال سے سنا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے کہا! میں نے امام علیؑ رضا سے پوچھا۔ لوگوں نے امیر المومنینؑ سے انحراف کیوں کیا اور آپؑ کو چھوڑ کر غیر کی طرف مائل ہوئے جبکہ وہ آپؑ کی فضیلت اور سبقت اسلام اور رسولؐ خدا سے آپ کی نسبت کو بخوبی جانتے تھے۔ امام علیؑ رضا نے فرمایا! لوگ آپ کی فضیلت سے اچھی طرح آگاہ تھے مگر اس کے باوجود وہ آپ کے غیر کی طرف اس لئے مائل ہوئے کہ آپ نے ان کے باپ، دادا، بھائی چچا، ماموں اور قریبی رشتہ داروں کو قتل کیا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں آپ کے خلاف کینہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی لئے انہیں آپ کی حکمرانی اچھی نہیں لگتی تھی اور انہیں جتنی عداوت علیؑ سے تھی اتنی عداوت کسی اور سے نہیں تھی۔ کیونکہ رسولؐ خدا کے زمانے میں جہاد میں جتنی آپ کی قربانیاں تھیں اتنی کسی اور کی نہیں تھیں۔ اسی لئے لوگ آپؑ سے منحرف ہو گئے اور آپ کو چھوڑ کر غیر کی طرف مائل ہو گئے۔

امام کو خراسان آنے کی دعوت: مامون نے ابتداء میں تو امامؑ کو بڑے احترام کے ساتھ خراسان آنے کی دعوت دی کہ آل علیؑ کے تمام بزرگوں کے ساتھ مرکز خلافت "مرو" تشریف لے آئیں۔ لیکن امامؑ نے مامون کی دعوت کو قبول نہیں فرمایا۔ مگر مامون کی طرف سے مسلسل اصرار و تاکید نامہ و پیام اور دیگر ذرائع سے مرو لانے کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر کار امامؑ کو اولاد ابوطالب کے ہمراہ "مرو" کا سفر اختیار کرنا پڑا۔

"جلودی" یا بروایتے رجاء بن ضحاک" کو مامون نے امام کو مدینہ سے مرو لانے کی ذمہ

داری سونپی تھی۔ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ قافلے کے تمام افراد بالخصوص امام رضاؑ کے احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے لیکن امام رضاؑ نے لوگوں کی آگاہی کیلئے ہمیشہ ہی اس سفر سے ناگواری کا اظہار ہی کیا۔جس دن امامؑ مدینہ سے روآنہ ہونے والے تھے اسی دن اپنے خاندان کے تمام افراد کو بلایا اوران سے کہا ''میرے لئے روؤاور عزاداری کرو کیونکہ میں دوبارہ واپس نہیں آؤنگا۔

اسکے بعد آپؑ نانا رسولؐ خدا سے آخری وداع کیلئے مسجد نبوی میں چلے گئے اور ایک نہیں کئی بار آپ نے وداع کیا آخری بار ایک مرتبہ پھر قبر رسولؐ پر گئے اور بلند آواز سے گریہ کرنا شروع کردیا۔

امامؑ کو خلافت کی پیشکش: ۱۰ شوال کو امامؑ کا قافلہ مرو پہنچ گیا ابھی قافلہ شہر سے کئی فرسخ کے فاصلے پر تھا کہ مامون فضل بن سہل اور بنی عباس کے کئی بہت سے بزرگوں نے آپ کا استقبال کیا۔اور بری عزت واحترام کے ساتھ آپ کو شہر میں لے آئے اور مامون کے حکم کے مطابق آرام وآسائیش کے تمام وسائل آپ کے اختیار میں دیدیئے۔ چند دنوں بعد جب سفر کی تھکاوٹ دور ہوگئی اور آپ نے آرام فرمالیا۔تو مامون نے آپ کے ساتھ تمام مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا۔

مامون نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت کی مکمل ذمہ داریاں آپ ہی سنبھال لیں۔ لیکن امامؑ نے اس کا سختی سے انکار کردیا۔اسی صورتحال کو دیکھ کر فضل بن سہل نے بڑے تعجب سے کہا! میں نے خلافت کو کبھی اس قدر بے وقعت اور رسواء ہوتے نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا ہے کہ مامون بار بار اصرار کررہا تھا لیکن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام مسلسل انکار کررہے تھے۔مامون خلافت کو امام رضاؑ کی جھولی میں ڈالتے تھے اور وہ اسے ٹھکرادیتے تھے (ملاحظہ ہو کتاب کشف

الغمہ جلد۳ صفحہ ۶۶، ارشاد مفید، ص ۳۱۰، روضۃ الواعظین، ص ۲۴) شیخ صدوق نے کتاب ''عیون الخبار الرضا، ج۱، ص ۱۶۱ میں فرماتے ہیں کہ گفتگو کا یہ سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔ مامون شائد پہلے ہی سے امامؑ کے نظریئے کو بھانپ چکا تھا۔ اس لئے آپ کو ایک اور منصب کی پیشکش کی اور کہا! اچھا اگر آپ خلافت کو قبول نہیں کرتے تو پھر ولی عہدی ہی کو قبول کیجئے گا۔

امامؑ نے فرمایا! میں اس سے بھی معذرت خواہ ہوں، اب مامون کا حوصلہ جواب دے گیا اور امامؑ کی معذرت کو قبول نہیں کیا بلکہ بڑے تند لہجے میں دھمکی کے انداز میں کہا۔ ''جب جب خلیفہ دوم اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے خلافت کیلئے چھ رکنی شوریٰ تشکیل دیا۔ جن میں سے ایک امیر المومنین حضرت علیؑ بھی تھے ساتھ ہی انہوں نے یہ تاکید بھی کر دی کہ جو شخص اسکی مخالفت کرے اسکی گردن اڑا دی جائے اور میرے پاس بھی اس کے سواء کوئی چارہ نہیں دیکھتا''

شیخ صدوق علل الشرائع میں اور فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ مامون نے اس سے بھی زیادہ واشگاف الفاظ میں دھمکی دیتے ہوئے آپ کو ولی عہدی کے عہدہ کے منصب کو قبول کرنے کیلئے مجبور کیا اور کہا! ''آپ میری ہر پیشکش کو ٹھکرا دیتے ہیں اس لئے کہ آپ اپنے کو میری طرف سے مطمئن اور محفوظ سمجھتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپ نے ولی عہدی کی پیشکش کو قبول نہ کیا تو میں آپ کو اس کام کیلئے مجبور کر دوں گا پھر بھی نہ مانے تو آپ کو قتل کر دوں گا۔ آخر کار مجبوراً امامؑ نے اسکی اس پیشکش کو منظور فرمالیا۔ اور فرمایا۔ میں اس شرط پر آپ کی پیشکش کو قبول کرتا ہوں کہ میں کار سرکار میں کوئی مداخلت نہیں کرونگا نہ حکام اور قضاۃ عزل ونصب کرنے میں دخل دوں گا اور نہ ہی اس بارے میں فتویٰ صادر کروں گا۔

ولی عہدی کا کیا انجام ہوا: مرو کے لوگ ۲۰۱ ہجری کے ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کیلئے خود کو آمادہ

کررہی رہے تھے کہ حضرت امام رضاؑ کی ولی عہدی کی خبر ہر طرف پھیل گئی سب لوگوں نے اس خبر کو خوشی اور تعجب کے ساتھ سُنا۔

سات ماہ رمضان المبارک بروز پیر امامؑ کی ولی عہدی کا منشور خود مامون کے ہاتھوں لکھا گیا۔اسی کاغذ کی پشت پر امامؑ نے چند ارشادات پر مشتمل مقدمہ تحریر فرما کر اپنی قبولیت کا اعلان فرمایا البتہ ساتھ ہی یہ لکھا کہ یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی اور اسکے ساتھ ہی اسی مکتوب کے کناروں پر ملک کے سول اور فوجی افسران نے دستخط کئے۔ان دستخط کرنے والوں میں یحییٰ بن اکثم عبداللہ بن طاہر،فضل بن سہل کے نام سرفہرست ہیں۔اس کے بعد ۱۰ ماہ رمضان المبارک بروز جمعرات ۲۰۱ ہجری نہایت پرشکوہ مراسم کے زیر سایہ بیعت کی رسم کیلئے شاندر محفل کا انعقاد کیا گیا۔

امام عالی مقام ولی عہدی کے سند پر جلوہ فگن ہوئے۔خلیفہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے جس شخص نے امامؑ کی طرف دست بعیت بڑھایا۔خود خلیفہ کا بیٹا''عباس'' تھا اس کے بعد خلیفہ کے وزیر اعظم فضل بن سہل نے پھر دربار خلافت کے مفتی آعظم قاضی یحییٰ بن اکثم نے پھر مامون فوج کے سپہ سالار اعظم عبداللہ بن طاہر اور پھر عمومی طور پر تمام سرداروں اور بنی عباسؓ کے سرکردہ افراد جو وہاں موجود تھے۔سب نے امام رضاؑ کے دست حق پرست پر بیعت کی (علی بنؓ عیسیٰ اربلی''کشف الغمہ جلد ۳،ص ۶۷،شیخ مفید''الارشاد''ص ۳۱۲ اور فتال نیشاپوری،،روضۃ الواعظین''ص ۲۴۹ میں فرماتے ہیں حضرت امام علی رضاؑ کی ولی عہدی کا موضوع آنجناب کے دوستوں اور شیعوں کیلئے باعث مسرت وشادمانی تھا لیکن امام رضاؑ ناخوش اور غمگین تھے۔(سیر امام علی رضا،ص ۱۱)

امام رضاؑ نے یہ منصب کیوں قبول فرمایا؟

جب حضرت امام رضاؑ کو مامون نے ولی عہدی کی پیشکش کی تو خوب غور وخوض کے بعد اسے قبول فرمایا۔ آپؑ نے دیکھا اگر اس کی پیشکش کو ٹھکراتے ہیں تو اس سے نہ صرف آپ کی جان کو خطرات لاحق ہوں گے بلکہ اولادِ علیؑ اور آپ کے شیعوں اور دوستوں کی جانیں بھی خطرات سے خالی نہیں ہونگی۔

اس وجہ سے امامؑ پر لازم ہوگیا تھا کہ اپنی اور اپنے دوستوں اور شیعوں کو ہر طرح کے خطرات سے بچائیں کیونکہ اسلامی امہ کو ان کے مقدس وجود اور اسلامی معارف کے حصول کیلئے اشد ضرورت تھی۔ یہ زندہ رہیں تاکہ اسلامی امہ کیلئے مشعل راہ اور انہیں مشکوک وشبہات سے نکالنے کیلئے ممد ومعاون ثابت ہوں۔ کیونکہ امت مسلمہ کو امامؑ عالی مقامؑ اور ان کے تربیت یافتہ افراد کی بہت ضرورت تھی۔ اس لئے اس کہ دور میں دشمنان دین کی نظریاتی وفکری موجوں نے اسلامی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہوا تھا۔

اور ایک وجہ عباسیوں کی طرف سے اس بات کا اعتراف تھا کہ اولادِ علیؑ کا حکومت میں ایک شایان شان حصہ ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی کہ عالم اسلام، خاندان عصمت وطہارت کو سیاسی امور سے لاتعلق نہ سمجھے بلکہ اس میدان میں اسے موجود پائے اور دنیا یہ نہ سمجھے کہ اس خاندان کے افراد صرف علماء اور فقہا ہی ہیں کہ جن کا کام علمی مسائل کو حل کرنا یا فقہی مسائل کو بیان کرنا ہے۔ اسکے علاوہ اور کرہی کیا سکتے ہیں؟ امور مملکت کو کیسے سنبھال سکتے ہیں۔

شیعوں کے بارے میں امام علی رضاؑ کا بیان: بحار الانوار ص ۷۱ جلد ۵ پر بزنطی کے ایک سوال کے جواب میں امام رضاؑ نے فرمایا! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمہارا خط موصول ہوا تم مجھ سے ملنا

چاہتے ہو اور لوگوں نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے اور جن باتوں کو یہ لوگ میرے خلاف دلیل بنا کر تمہارے سامنے پیش کرتے نیز یہ کہ میں نے اپنے آباء کی روایت واحادیث کے خلاف ان کے کسی مسئلے کا جواب دیا ہے ان سب کے متعلق تم مجھ سے بالمشافہ گفتگو لازمی سمجھتے ہو تو مجھے اپنی جان کی قسم سوائے اللہ کے نہ کسی بہرے کو کوئی سُنا سکتا ہے اور نہ کسی اندھے کو کوئی راستہ دکھا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے "فَمَن يُرِدِ اللّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلاَمِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقاً حَرَجاً كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاء كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ" (سورہ انعام ۶:۱۲۵) "اللہ تعالیٰ جسکی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اسکے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسکو گمراہی میں چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا ہے اسکے سینے کو اتنا تنگ کر دیتا ہے اور کہ گویا آسمان پر اُڑ جائے اور اسطرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں کے اوپر رجس و پلیدگی کو باقی رہنے دیتا ہے۔

نیز حضرت ابو جعفرؑ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کے اختیار و استطاعت میں ہوتا تو سب کے سب ہمارے شیعہ ہو جاتے۔ مگر اللہ نے جس دن انبیاء سے عہد و میثاق لیا تھا اسی دن ہمارے شیعوں سے بھی شیعہ ہونے کا میثاق لیا تھا۔

حضرت امام محمد باقرؑ! ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری اتباع کرے ہماری مخالفت نہ کرے۔ ہمارا شیعہ وہ ہے کہ جس سے ہم ڈریں وہ ڈرے، جس سے ہم نہ ڈریں وہ بھی نہ ڈرے، درحقیقت وہ ہے ہمارا شیعہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ" (سورہ الانبیاء ۷)

نیز ارشاد باری ہے ''إِنَّکَ لَا تَهْدِی مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِی مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ''(سورہ قصص ۵۶) ''اے رسولؐ تم جسے ہدایت دینا چاہو نہیں دے سکتے۔بس اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت پانے کے لائق کون لوگ ہیں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِی الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ''(سورہ توبہ ۱۲۲) ان آیات کے بموجب تم پر سوال کرنا اور جو معلوم نہ ہو اس کے متعلق ہم سے دریافت کرنا فرض ہے مگر ہم پر تمہارے ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ''(سورہ القصص ۵۰) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آئمہ ہدیٰ میں سے کسی امامؑ کے بغیر ہی دینی مسائل میں اپنی رائے پر عمل کریں۔

حمّامِ امام رضاؑ اور چشمہ کہلان (موجودہ قدم گاہ)

کہتے ہیں کہ امام رضاؑ نیشاپور میں داخل ہوئے اور وہاں ایک محلّے میں آپ اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے تو وہاں پر ایک حمام بنایا گیا تھا جو آج کل حمام رضاؑ کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ مورخین کے بقول جس حمام میں امامؑ نے غسل فرمایا تھا وہ موجود قدم گاہ ہے۔اس شہر میں ۱۲ ہزار چشمے واقع تھے۔قدم گاہ میں پانی کا چشمہ آج بھی امام رضاؑ کے معجزے کی یاد دلاتا ہے۔اگر چہ

وہاں سیاہ رنگ کا پتھر بھی ہے۔ جس پر موجود پاؤں کا نشان آپؑ سے منسوب ہے۔ اسی حمام کے قریب ایک چشمہ تھا امام کی آمد کے بعد ایک شخص نے اس چشمے کے پاس جا کر پانی نکالا تو اکدم اس چشمے کے خروج میں تیزی آ گئی۔ اس چشمے سے متصل جو حوض تھا دیکھتے ہی دیکھتے بھر گیا۔

امام رضاؑ نے اس حوض میں داخل ہو کر غسل کیا اور اسکے بعد اسی حوض کے کنارے نماز پڑھی۔ اس کے بعد مسلسل لوگوں نے آ کر اس حوض کے پانی سے غسل کرنا اور بطورِ تبرک اس چشمے کے پانی کو پی کر مستفید ہونے لگے۔ نیز اسی حوض کے کنارے نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کیلئے دُعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگوں کی حاجتیں بھی وہاں دعا مانگ کر قبول ہوتی ہیں علاوہ ازیں وہاں غسل کرنے والوں کو مختلف بیماریوں سے شفاء حاصل ہو رہی ہے۔ (بفضل اللہ تعالیٰ میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے اور پانی بہت روانی سے بہتا ہوا مختلف کیاریوں کے ذریعے کہاں تک جاتا ہے نہیں معلوم۔ (بحارالانوار، ج ۴۹، عیون الاخبار الرضا، ج ۲)

ضلع نیشاپور میں امامؑ کی حدیث

جب امام رضاؑ نے نیشاپور سے خراسان کی طرف حرکت فرمائی۔ جب آپ نیشاپور پہنچے تو وہاں کے عوام نے امامؑ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور آپ کی پالکی کے گرد پروانہ وار لوٹنے لگے بڑے بڑے عالم محدث و فقیہ ایک دوسرے پر سبقت لے کر آپ کی پالکی کی مہار کو پکڑ کر اپنے اوپر ملتے تھے۔ ان کی صلواۃ کی آواز آسمان سے ٹکراتی تھی اور ہر طرف اشک شوق کا ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ امامؑ کی سواری لوگوں کے ہجوم کے درمیان جہاں جہاں سے گذر رہی تھی لوگ دیوانہ وار اپنے امامؑ کی زیارت کو ٹوٹ پڑتے تھے۔ محمد بن اسلم طوسی اور ابوزرعہ نے آپ کی سواری کے کجاوے کو پکڑ کر عرض کیا، اے سید السادات، اے امام ابن آئمہ اے پاک نژاد، اے سید بزرگوار اپنے پیشواؤں

کی یادگار اور خاندان نبوت کے جلیل القدر فرزند آپؑ کو اپنے اسلاف کا واسطہ اپنے خوبصورت اور ملکوتی چہرے کی زیارت کروائیں اور ہمیں اپنے آباء واجداد کی کوئی حدیث ارشاد فرمائیں تا کہ وہ ہمارے پاس یادگار رہے۔

سواری رُکی، پردہ ایک طرف سرکا، لوگ جو پے در پے نہایت بلند آواز میں صلواۃ پڑھ رہے تھے اور ہر طرف سے امامؑ کی سواری کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے تھے جونہی ان کی نظریں آپ کے رُخِ انور پر پڑیں اور دیکھا کہ پیغمبرؐ اسلام کی مانند آپ کے دو گیسو ہیں۔ جو شانوں پر ڈھلک رہے ہیں اور آپ کا چہرہ گویا کہ آفتاب عالم تاب اپنا نور پھیلا رہا ہے۔ لوگوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو نہ صرف یہ کہ ڈھاریں مار کر رونا شروع کر دیئے بلکہ کئی نے تو اپنا لباس بھی پھاڑ دیا اور کئی زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ جو سواری کے نزدیک تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو سواری کے قدموں میں گرا دیا۔

یہ منظر دیدنی تھا نیشا پور کی تاریخ میں اس سے قبل کسی نے ایسا منظر نہ دیکھا تھا۔ آج لوگوں کے جذبات کو قابو میں کرنا کسی بھی طاقت کے بس میں نہ تھا۔ اسی عالم شوق میں دوپہر ہو چلی لیکن امامؑ کے عاشقوں کے چہروں پر آنسوؤں کا سیلاب جاری رہا۔

آخر کار ان کو کچھ بزرگوں نے سمجھا بجھا کر چپ کرایا اور کہا! چپ ہو جاؤ اور فرزند رسولؐ کو اس سے زیادہ تکلیف نہ دو۔ آپ کی پیشانی پر پسینہ یوں ڈھلکے رہا تھا جیسے موتیوں کی لڑی پروئی گئی ہو۔ عمائدین نے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ خاموش ہو کر حضرتؑ کی زبان فیض رسان سے مستفید ہوں۔ جب کچھ دیر بعد لوگ خاموش ہو گئے تو چوبیس ہزار قلمدان حرکت میں آ گئے (بعض روایات میں چالیس ہزار تک) تا کہ امام کی حدیث کو حرف بہ حرف قلم زد کریں۔ امامؑ نے اپنے

مخصوص وقار ومتانت سے لوگوں کیلئے حدیث بیان فرمائی۔آپ جو جملہ ارشادفرماتے علماءاسے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔آپ نے فرمایا۔

''حدثنی ابی موسیٰؑ بن جعفرؑ عن ابیه جعفرؑ بن محمدؑ عن ابیه محمدؑ بن علیؑ عن ابیه علیؑ ابن الحسینؑ عن ابیه سید شباب اهل الجنه عن امیر المومنینؑ عن رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم اخبرنی الروح الامینؑ عن الله تقدست اسمائوه و جل وجهه: انی انا الله لا اله انا وحدی، عبادی فاعبدونی ویعلم من بقنی(جاء خ ل) مسلم بشهادة ان لا اله الا الله مخلصاً بها انه دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی''

ترجمہ: میں اپنے والد بزرگوارانہوں نے پنے والد بزرگواراس طرح حدیث کا سلسلہ امیرالمومنینؑ اوررسولؐ خدا، جبرائیلؑ اورخداوندتعالیٰ تک پہنچاتے ہوئے فرمایا! کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس قلعہ میں داخل ہوگیا میرے عذاب سے بچ گیا، اس حدیث کوسلسلۃ الذھب کی حدیث کہا جاتا ہے۔

سامانی بادشاہوں نے اس حدیث کوسونے سے لکھ کراپنے تاج وتخت کی زینت قرار دیا۔ان میں سے ایک بادشاہ نے وصیت کی کہ اسکوایک تختی پرلکھ کراسکے ہمراہ دفن کریں۔وہ مرنے کے بعد ایک نیک شخص کے خواب میں آیا، اس نے پوچھا کہ خدانے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا، کہا خداوندتعالیٰ نے مجھے لا الہ الا اللہ کا قائل ہونے کی وجہ سے اور محمدؐ رسول اللہ اوران کے بارہ اوصیاء کی تصدیق کرنے اوراس حدیث کوقبر میں رکھنے کی بناء پر بخش دیا۔

اس حدیث کوکسی بیمار کے سرہانے پڑھا جائے یااس کے لئے لکھا جائے توحدیث کے

متن اور معصومینؑ کے مقدس ناموں کی برکت سے و بیمار، شفا پائے اور ایک روایت ہے کہ مجنون یا دیوانے پر دم کیا جائے تو شفا پائے۔ کتاب جواہر کا مصنف شیعہ فقیہ فرماتا ہے میں اس حدیث کو سند کے ساتھ لکھتا اور خاک کربلا کو گھول کر مریض کو پلاتا تو وہ مریض شفا پاتا تھا۔

بعض کتب میں سند نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے کہ کلمہ:

لا اله الا اللّٰه حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی

اور بعض قدیم نسخوں میں عبارت اسطرح سے ہے۔

"ولایت علی ابن ابیطالبؑ **حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی**"

بعید نہیں کہ امام نے ہی یہ دونوں حدیثیں بیان فرمائی ہوں۔

امام کی سواری قدرے آگے بڑھی تو امام نے محمل سے اپنا چہرہ باہر نکالا اور بیان جاری فرماتے ہوئے فرمایا۔

"**الا بشر و طها و انا من شروطها**"

لیکن شرائط کے ساتھ اور ان شرائط میں سے ایک میں بھی ہوں۔ یعنی خداوندتعالیٰ فرماتا ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو کوئی اس قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے بچ گیا لیکن اس کی کچھ شرائط بھی ہیں اور وہ ہے آئمہ علیہم السلام کی ولایت و امامت کا اقرار جن میں سے ایک میں بھی ہوں (شمس ولایت ۹۸۔۹۰)

امام رضا اور نماز عید: بحار الانوار، ج ۵ص ۱۳۶ پر علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے ہمدانی 'مکتب' اور وراق نے علی بن ابراہیم سے روایت کی ہے نیز ریان بن صلت، محمد بن عرفہ اور صالح بن سعید نے بھی آپ کے تمام واقعات بیان کئے۔

المختصر مامون مسلسل آپ کو خراسان آنے کی درخواست کرتا رہا۔ جب امام رضاؑ نے

دیکھا کہ یہ مجھے کسی طرح نہیں چھوڑے گا تو مجبوراً مدینہ سے رخصت ہوئے اس وقت آپؑ کے صاحبزادے حضرت ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام سات سال کے تھے (بعض روایات میں پانچ سال لکھا ہے) مامون نے لکھا کہ نجف اور قم کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ، اہواز، اور فارس ہوتے ہوئے مرو آئیں۔

مامون نے امام رضاؑ کو ولیعہدی قبول کرنے کیلئے امام کی جو شرائط تھیں مامون نے آپ کی شرائط قبول کرلیں اور امام رضاؑ کیلئے تمام سرداروں ،قاضیوں ،فوجی افسران ملازموں، عباسیوں سے بیعت لی گئی اور جن لوگوں نے بیعت نہیں کی مامون نے انہیں قید میں ڈلوادیا۔تمام شہروں کو اس کیلئے پروانے جاری کئے گئے۔آپؑ کے نام سے درہم و دینار جاری کئے گئے اور منبروں پر خطبہ میں آپ کا نام داخل کرلیا گیا۔مامون نے ان کاموں کیلئے رقم کثیر خرچ کی۔

بیعت کے بعد جو عید آئی تو مامون نے امام رضاؑ کے پاس آدمی بھیجا اور درخواست کی کہ عید گاہ تشریف لے جائیں اور عید کا خطبہ آپ ہی دیں تا کہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور آپ کے فضل وشرف سے واقف ہو جائیں۔امامؑ نے مامون کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے ہمارے اور تمہارے مابین اس بارے میں کیا شرائط پائے تھے۔مامون نے جواب دیا کہ میرا مقصد امور حکومت میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے چاہتا ہوں کہ عوام، افواج اور ملازمین حکومت کے دلوں میں آپ کی قدر ومنزلت پیدا ہوئی۔وہ آپ کی ولیعہدی سے مطمئن ہوں اور اللہ نے جو فضل وشرف آپ کو بخشا ہے اس کا اقرار کریں۔اس سلسلہ میں مسلسل گفتگو ہوتی رہی بالآخر جب مامون نے بیحد اصرار کیا تو امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا! اوّل تو میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس امر سے درگذر کریں۔لیکن اگر درگذر کی گنجائش نہیں ہے تو پھر میں اس طرح نماز عید

کیلئے برآمد ہوں گا جیسے حضرت رسولؐ مقبول حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ نماز عید کیلئے روآنہ ہوا کرتے تھے مامون نے جواب دیا آپ کو اختیار ہے ۔جیسے چاہیں تشریف لے جائیں۔ پھر مامون نے اپنے سرداروں وغیرہ کو حکم دیا کہ وہ علی الصبح امام رضاؑ کے دردولت پر حاضر ہو جائیں۔لہذا تمام سردارانِ فوج امامؑ کے دردولت پر حاضر ہوگئے اور شہر کے مردوزن اور بچے راستوں اور چھتوں پر اشتیاق دیدوزیارت میں بیٹھ گئے۔

اِدھر جب آفتاب طلوع ہوا تو حضرت امام رضاؑ نے غسل فرمایا سر پر سوتی سفید عمامہ باندھا، جس کا ایک سرا سینہ پر اور دوسرا دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیا اور آستینوں کو چُن لیا پھر اپنے غلاموں سے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا ہے۔

اسکے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں عصاء لیا ہم سب آپ کے سامنے تھے آپ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو اس شان سے کہ پائے برہنہ تھے شلوار (پائجامہ) کو نصفِ ساق تک چڑھائے ہوئے اور عبا کے دامن کو گردانے ہوئے جب آپ چلے تو ہم آپ کے آگے آگے تھے آپؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور چار تکبیریں کہیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری فضاء اور تمام درودیوار آپؑ کی تکبیروں کے جواب میں تکبیریں بلند کررہے ہیں درودیوار زمین وآسمان سے اللہ اکبر کی صدا گونج رہی تھی اِدھر تمام سردارانِ فوج اسلحہ سجائے ہوئے اور عوام الناس لباس ہائے فاخرہ پہنے ہوئے تھے۔ہم نے بھی امامؑ کی تقلید میں ننگے پاؤں کئے اپنے اپنے دامن گردانے اور نصف ساق تک شلوار چڑھالئے تھے۔حضرت امام رضاؑ باہر نکلے تو تھوڑی دیر دردولت پر توقف فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا۔

اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔اس بنا پر کہ اس نے ہماری ہدایت فرمائی۔اللہ اکبر اس بنا پر اس نے

ہم کو بہائم اور چوپایوں کی روزی عطا فرمائی اور اسکی حمد اس بات پر کے اس نے ہمیں آزمایہ۔
آپ کی آواز بلند تھی پھر تو سارے مرو گریہ کناں اور نالہ شیون وشین سے ہلنے لگا آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا تو تمام سردارنِ فوج اپنی اپنی سواریوں سے گر پڑے جب لوگوں کی نظر امام رضاؑ پر پڑی تو پورے مرو میں ایک ساتھ گریہ طاری ہوگیا۔ اب امام رضاؑ آگے بڑھے تو ہر دس قدم پر کھڑے ہو کر چار تکبریں کہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ ارض وسماوت اور درودیوار آپ کی تکبریوں کا جواب دے رہے ہیں۔ اسکی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہل (ذوالریاستین) نے اس سے کہا! اے امیر المومنین اگر حضرت امام رضاؑ اسی شان سے عیدگاہ تک پہنچ گئے تو سمجھ لیجئے کہ لوگوں میں انقلاب برپا ہوجائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے کہلا بھیجیں کہ آپ واپس آجائیں عیدگاہ جانے کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ مامون نے فوراً آدمی بھیجا اور کہلایا فرزندِ رسولؐ پس آپ زحمت نہ فرمائیں واپس آجائیں۔ یہ سُن کر آپ نے اپنی نعلین منگوائی اور اسے پہن کر واپس تشریف لائے (عیون اخبار رضا ۱۵۰-۱۴۹)

خواب میں رسولؐ خدا نے کھجوریں دیں

ابو حبیبؔ نباجی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ (ہمارے گاؤں) نباجی میں تشریف لائے اور اس مسجد میں قیام فرمایا کہ جس میں ہر سال حجاج کرام آکر ٹہرتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا اور سامنے کھڑا ہوگیا۔ آپؐ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کی بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ اس میں صیحانی کھجوریں تھیں۔ میں یہ دیکھا کہ آپ ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں اس خواب کی تعبیر میں نے یہ حاصل کی

کہ میں ہر کھجور کے مطابق ایک سال (یعنی اٹھارہ سال) زندہ رہوگا۔

اس خواب کو دیکھے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے اور میں ایک قطعہ اراضی زراعت کیلئے تیار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے خبر دی کہ ابوالحسن امام علی رضاؑ مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں قیام فرمایا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ لوگ جوق درجوق آپ کی زیارت کے شوق میں چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی زیارت کے اشتیاق میں آپؑ کی خدمت میں جا پہنچا تو دیکھا کہ آپ اس مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرتؐ کو عالمِ خواب میں دیکھا تھا اور ویسی ہی چٹائی پر تشریف فرما ہیں، جیسی چٹائی پر آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی کھجور کے پتوں کی ایک ٹوکری رکھی ہے جس میں صیحانی کھجوریں ہیں میں نے آگے بڑھکر سلام کیا آپؑ نے جواب سلام دیا اور مجھے اپنے قریب بلا کر ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دی، جب میں نے شمار کیا تو پوری اٹھارہ تھیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ کچھ اور عنایت فرمائیں ارشاد فرمایا اگر میر جدِّ بزرگوار نے اس سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتی تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

مامون الرشید کیلئے بددعا

بحار الانوار، ج۵،ص۸۷ پر ابراہیم بن ہاشم نے ہروی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس اس امر کی شکایت پہنچی کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضاؑ مباحثوں اور مناظروں کی مجلیس منعقد کرتے ہیں اور لوگ ان پر فریفتہ ہوتے جارہے ہیں تو مامون نے اپنے حاجب محمد بن عمر وطوسی کو حکم دیا۔ اس نے مجلس امام رضاؑ سے لوگوں کو درہم و برہم کر دیا اور خود امامؑ کو مامون کے سامنے پیش کیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو بہت سخت وسُست کہا اور آپ کی توہین کی۔ امامؑ اس کے پاس سے غصہ کے عالم میں نکلے تو

آپؑ کے دونوں لب ہائے مبارک حرکت میں تھے اور آپ فرما رہے تھے۔ محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کے حق کی قسم اللہ کی مدد اور اپنی دعائے بد کے ذریعے سے اس شہر کے کتوں کو اس پر اور اس کے خواص وعوام پر مسلط کردوں گا جو ان کی پوری توہین کرینگے۔ اسی حالت میں آپ اپنی منزل پر تشریف لائے وضو کیلئے پانی منگوایا وضو فرمایا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور دوسری رکعت کے قنوت میں یہ دُعا پڑھی۔

عربی متن ترجمہ: ائے اللہ ائے ہر طرح کی قوت رکھنے والے پے در پے کرم واحسان کرنے والے بڑی بڑی بخششیں کرنے والے ائے وہ ذات جسکے اوصاف کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی اور نہ اسکا کوئی مثل ونظیر پیش کیا جاسکتا ہے نہ کوئی بڑے سے بڑا طاقتور اس پر غالب آسکتا ہے۔ ائے وہ ذات کہ جو مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کو رزق بھی خود ہی دیا بذریعے الہام انہیں بولنے کی طاقت دی۔ ہر شئے کو خود ایجاد اور پیدا کرنا شروع کردیا۔ بلند ہوا تو خوب بلند ہوا، تقدیریں بنائیں تو بہترین، صورتیں بنائیں تو مستحکم اپنی قدرت کی دلیلیں دیں تو حد سے زیادہ نعمتیں دیں تو بھرپور بخششیں کیں تو بڑی سے بڑی، ائے وہ ذات جو عزّت میں اتنا بلند ہوا کہ لوگوں کی نگاہوں سے گم ہوگیا اور بندوں پر لطف وکرم کرنے کیلئے اتنا قریب آیا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ ائے وہ ذات کے جو ساری کائنات کا تن تنہا مالک ہے۔ اسکی مالکیت اور سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی کبریائی اور بڑائی میں اکیلا ہے اس کی شان جبروت میں اسکی کوئی ضد اور مدّ مقابل نہیں ائے وہ کہ جسکی ہیبت اور بڑائی کو سمجھنے میں نکتہ رس اوہام وافکار بھی حیرت زدہ جسکی عظمت و بزرگی کے ادراک کی اہل نظر کی نگاہوں کو حسرت رہ جاتی ہے۔ ائے وہ ذات جو تمام عالمین کے دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ائے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ایک جھپک کو دیکھنے والے، ائے وہ ذات کے جسکی ہیبت کے سامنے سب کی گردنیں خم اور سرنگوں ہیں۔ جس کے خوف سے

لوگوں کے دل لرزتے ہیں اور جوڑ وبند کانپتے ہیں۔ اے خلقت کی ابتداء کرنے والے، اے مخلوقات کی ایجاد کرنے والے اے صاحب قوت صاحب طاقت اے اعلیٰ وبالا اپنی رحمت نازل فرما اس ذات پر کہ جس پر درود کا نازل ہونا درود کے لئے خود باعث شرف ہے۔ پروردگار! جس نے ہم پر ظلم کیا، ہماری توہین کی اور جس نے ہمارے شیعوں کو اور دوستوں کو ہمارے دروازے سے بھگایا اس سے میرا انتقام تو لے جس طرح اُس نے مجھے ذلت وتوہین کا مزہ چکھایا ہے اسی طرح تو بھی اسے ذلت وتوہین کا مزہ چکھا اور اس کے ساتھ ایسا ہو کہ پلید اور گندے لوگ اس کو بھگائیں اور نجس وناپاک لوگ اُسے دھتکاریں (بحار، ج۵،ص۸۰۔۷۸)

ابوصلتؑ عبدالسلام ہروی کا بیان ہے کہ ابھی میرے مولاؑ نے اپنی دُعا ختم نہیں کی تھی کہ شہر میں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ ساری آبادی لرز اٹھی، ہر طرف چیخ وپکار کی آوازیں بلند تھیں لوگ نعرہ لگا رہے تھے گرد وغبار اڑ رہا تھا۔ سارا میدان گونج رہا تھا، ابھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ہی تھا کہ اسی اثناء میں حضرت امام رضاؑ نے نماز تمام کی اور سلام پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا اے ابوصلت مکان کے چھت پر جا کر دیکھو ایک سرکش بیوقوف اور بوڑھی عورت جو اشرار کو ابھارے ہوئے ہے اور جوانوں کو گندگی میں آلودہ کئے ہوئے ہے اپنے کاندھے پر ایک لکڑی کا چھڑا اٹھائے ہوئے جس کے سر پر اس نے اپنی اوڑھنی کو بطور پھریرہ باندھا ہے وہ لوگوں کی قیادت کر رہی اور اپنے ان کمینوں کی فوج لئے ہوئے مامون کے قصر اور اس کے سرداروں کے مکانوں کی طرف جا رہی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں چھت پر چڑھا تو بس یہ دیکھا کہ لوگ لاٹھیاں چلا رہے ہیں۔ پتھروں سے سر ٹوٹ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ مامون اپنے قصر شاہجہاں سے زرہ پہنے ہوئے

فرار ہونے کیلیئے نکلا کہ اتنے میں شاجر (حجام نے کسی بلند کوٹھے سے ایک وزنی اینٹ پھینکی جو مامون کے سر پر گری۔ مامون کے سر کا خود گر گیا اور اس کے سر میں چوٹ آئی غرض کہ مامون اور اس کے سپاہی انتہائی ذلت اور رسوائی اور بے عزّتی کے ساتھ بری طرح مار کر بھگا دیئے گئے۔ (عیون الاخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۷۴۔۱۷۳)

مامون کا سوال اور امام رضؑا کا جواب

شمسؔ ولایت، ص ۱۴۵ پر مناقب شہر آشوب سے روایت نقل ہے کہ ایک دن حضرت امام رضؑا سے مامون نے سوال کیا کہ آپؑ کے اجداد ہمارے جد عباس بن عبدالمطلب کے بار میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

امامؑ جانتے تھے کہ مامون حمیدؔ بن مہران (جسے امام نے قالین کے دو شیروں کی طرف اشارہ کرنے سے وہ اسکی ہڈیاں تک چبا کر کھا گئے) کے واقعے سے ناراض ہے جواب میں فرمایا۔ اس شخص کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے کہ خداوندِ کریم نے اپنے پیغمبرؐ کی اطاعت کو تمام مخلوق پر واجب گردانا اور پیغمبرؐ نے تمام لوگوں کو اپنے چچا کی اطاعت کی تاکید کی۔ مامون امامؑ کے اس جواب سے خوش ہو گیا۔ اسی وقت حکم دیا کہ دس لاکھ دینار امامؑ کی خدمت میں پیش کیئے جائیں۔

ضامن آہو: عیون الاخبار الرضا، جلد دوم، ص ۶۱۶ پر ابو الفضل محمد بن احمد بن اسماعیل سلیطی کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر عقبی کے مصاحب حاکم رازی کو کہتے ہوئے سنا ہے۔ مجھے انہوں نے قاصد بنا کر ابو منصور ابن عبدالرزاقؔ کے پاس بھیجا چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا میں نے روضۂ امام علی رضؑا کی زیارت کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا۔

"تم اس روضۂ اقدس کی بات مجھ سے سنو! میں اپنے ایام جوانی میں اس روضۂ مقدس کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ بہت تعصب رکھتا تھا یہاں آنے والے زائرین کو روک کر میں ان

کے لباس اوران کا سامان وغیرہ چھین لیا کرتا تھا۔ایک دن میں شکار کی تلاش میں نکلا اور ایک چیتے کو ہرن کے پیچھے چھوڑا۔اس چیتے نے ہرن کا پیچھا کیا اس ہرن نے مسجد کے احاطے میں پناہ لی اور کھڑا ہوگیا اور چیتا بھی باہر کھڑا ہوگیا۔اس کے قریب نہیں گیا میں نے ہر چند کوشش کی کہ چیتا آگے بڑھے مگر ہو آگے نہیں بڑھا۔

جب بھی ہرن اس احاطے سے باہر نکلتا وہ چیتا پیچھا کرتا اور جب وہ اس احاطے میں داخل ہو جاتا تو وہ چیتا باہر کھڑا ہو جاتا اندر نہیں جاتا۔ بالآخر وہ ہرن اس روضے کے احاطے میں داخل ہوا تو میں بھی اندر داخل ہوگیا۔ابونصر سقری سے پوچھا کہ ابھی ابھی ایک ہرن اندر داخل ہوا ہے وہ کہاں ہے؟اس نے جواب دیا میں نے یہاں کسی ہرن کو نہیں دیکھا اسکے بعد میں نے اللہ سے عہد کیا کہ آج کے بعد کسی زائر کو نہیں ستاؤں گا۔ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ اس چشمہ ٔ کہلان کو اربعین کہلان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے کنارے ایک ہرن نے امامؑ سے پناہ لی تھی اور ابن حماد نے اپنے قصیدے میں اس حکایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الذی لانبه الظیة و القوم جلوس من ابوه المرتضیٰ یز کو ویعلو و هروس

زیارت کا ثواب امام رضاؑ کی شہادت کے واقعات

بحارالانوار میں تحریر ہے کہ ایک خراسانی خواب کے عالم میں سرکار دوعالم رسولؐ اللہ کی بارگاہ بابرکت میں پہنچا۔آنحضرتؐ نے فرمایا اے خراسانی ''**کیف انتم انا دفن فی ارضکم بضعتی و اسحفظتم و دیعتی و غیب فی ثرا کم نجمی**''

''تم کیا کرو گے جب تمہارے وطن میں میرے بدن کا ٹکڑا دفن ہوگا۔اس کی حفاظت کرو۔ جب بھی تمہاری زمین میں میرا ستارہ غروب ہوجائے'' جب وہ شخص خواب سے بیدار ہوا تو سیدھا خدمت سرکار امام رضاؑ میں پہنچا اور انہیں اپنے خواب سے آگاہ کیا امام نے فرمایا۔''میں ہوں ہو

ستارہ جو تمہاری زمین (وطن) میں دفن ہوں گا اور رسولؐ اللہ کی امانت میں ہوں“

مامونؔ رشید امام رضاؑ کو ولی عہد بنانے کے بعد عباسی خاندان فضلؔ بن سہل جو مامون کا وزیر اور اس کے لشکر کا سپہ سالار تھا جب وہ مامون کے بغداد کے سفر کے انتظامات کی غرض سے مرو کے سرخسؔ آیا ہوا تھا نہانے کی غرض سے حمام میں داخل ہوا۔ مامون کے لشکر کے چار مسلح سپاہی گھات لگائے بیٹھے تھے انہوں نے فضلؔ کو قتل کر دیا۔

لیکن اسکی اصل پریشانی تو امام رضاؑ کی ولی عہدی تھی۔ امامؑ کے ہوتے ہوئے مامون کی ہر چال بیکار تھی۔ لہذا اب اسکی نظر میں ایک ہی حل رہ گیا تھا کہ وہ امامؑ کو راستے سے ہٹا دے لیکن کیسے؟ مامونؔ یہ چاہتا تھا کہ سب کچھ اس کے بغداد پہنچنے سے پہلے وقوع پذیر ہو جائے۔

دوسری معتبر سند کے ساتھ احسنؔ المقال، ج۲، ص۱۵۶ پر آنجنابؑ امام رضاؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا! خدا کی قسم ہم اہلبیتؑ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں مگر یہ کہ وہ قتل ہوگا اور شہید کر دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا! اے فرزند رسولؐ آپؑ کو کون شہید کریگا آپ نے فرمایا! میرے زمانہ میں بدترین مخلوق مجھے زہر سے شہید کریگا اور مجھے عالم غربت و مسافرت میں طوس میں دفن کرے گا۔ پس جو شخص اس غربت میں میری زیارت کریگا تو خداوند عالم ایک لاکھ شہید ایک لاکھ صدیق اور ایک لاکھ حج و عمرہ کرنے والے اور ایک لاکھ جہاد کرنے والے کا اجر اس کے لئے تحریر کرے گا اور وہ ہمارے زمرے میں محسوب ہوگا اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق و ساتھی ہوگا۔

آپ کے قتل کی ایک کوشش

بحذفؔ اسناد عیون الاخبارؔ رضا، ج دوم، ص۴۶۵ پر ہرثمہ بن عین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضاؑ کی زیارت کا ارادہ کیا جبکہ مامون کے محل میں یہ خبر پھیلی ہوتی تھی کہ

آپ کی وفات ہوگئی ہے اوراس بات کی تصدیق وتر دید کیلئے میں حضرتؑ کے پاس جانا چاہا۔اسی اثناء میں مامون کا ایک معتمد غلام جس کا نام صبیح تھا اس نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے سے کہا! ہرثمہ! تمہیں معلوم ہوگا کہ میں مامون کا راز دان ہوں اور وہ تمام اندرونی و بیرونی معاملات کیلئے مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔

میں نے کہا! ہاں مجھے معلوم ہے۔ پھر صبیح ویلمی نے مجھ سے کہا! ہرثمہ سنو! تمہیں ایک عجیب وغریب خبر سناؤں، جبکہ رات کا تہائی حصّہ بیت چکا تھا۔ مامون نے مجھ سمیت تیس ثقہ غلاموں کو اپنے پاس طلب کیا اور جب میں مامون کے پاس گیا تو وہاں اتنی مشعلیں جل رہی تھیں کہ رات پر دن کا گمان ہوتا تھا۔ اور مامون کے سامنے بہت سی چمکتی ہوئی تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔اس نے ہم سے ایک ایک غلام کو علحیدہ طلب کیا اور ہر ایک سے کہا تم کو حلفیہ یہ کہنا ہوگا کہ تم میرا کام ضرور کرو گے اور پھر کسی کو اس کی خبر نہ دو گے۔

چنانچہ ہم میں سے ہر ایک نے یہ حلف اٹھایا۔ پھر اس نے ہمیں تلواریں دیں اور کہا تم لوگ خاموشی سے علی رضاؑ کے حجرے میں چلے جاؤ اور انہیں تم جس بھی حالت میں پاؤ ٹکڑے ٹکڑے کردو اور اس کا گوشت اور خون اور ان کی ہڈیاں اور بال ایک دوسرے سے مخلوط کردو اور ان کا بستر ان پر پلٹ دو۔اور اپنی تلواروں کو اسی بستر سے صاف کرلو۔

پھر میرے پاس آجاؤ اور میں تم کو اس صلے میں دس دس تھیلیاں دیناروں کی دونگا اور ہر شخص کو دس دس جاگیریں بطور انعام دونگا اور میں جب تک زندہ رہوں گا تمہاری قدر دانی کرتا رہوں گا۔ ہم نے تلواریں اٹھائیں اور امامؑ کے حجرے کی طرف چل پڑے اور جب ہم وہاں گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور ایسی گفتگو کررہے تھے جو کہ ہماری سمجھ سے

بلندوبالاتھی۔

مامون کے غلام تلواریں لیکرآپ پرٹوٹ پڑےاورآپ اپنے بدن پرزرہ وغیرہ بھی نہیں پہن رکھی تھی چندلمحات میں غلاموں نے آپؑ کے بدن کےٹکڑے کرڈالے اوران پران کا بستر اُلٹ کرآئے۔اس پورے کام میں میں خاموش ہوکر یہ منظر دیکھتا رہا اپنا کام سرانجام دینے کے بعدتمام غلام مامون کے پاس آگئے اوراسے اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔

مامون ان سے کہا!تم ہمیشہ کیلئے اپنی زبانوں کو بند رکھنا اورکسی کواس کے متعلق کچھ نہ بتانا اور جب صبح ہوئی تو مامون غمگین صورت بنائے ہوئے اپنے دربار میں آبیٹھا اوراس نے تاج اتارا ہوا تھا۔اورگریبان کھولا ہوا تھا اور یوں وہ تعزیت کیلئے بیٹھ گیا پھرکچھ دیربعد وہ مزید یقین حاصل کرنے کیلئے پاپیادہ اور ننگے سرامامؑ کے حجرے کے طرف چل پڑا۔میں اسکے آگے آگے تھا۔جب وہ آپؑ کے حجرے کےقریب آیا تو اسے امامؑ کی آواز سنائی دی وہ آپؑ کی آواز سن کرکانپ گیا اور کہا کیاوہاں کوئی دوسراشخص موجود تھا؟ ہم نے کہا!ہم نے توکسی کونہیں دیکھا پھر مامون نے کہا جاؤ اور دیکھوصورت حال کیا ہے؟صبیح ویلمی نے کہا!یہ سن کرہم امام علی رضاؑ کے حجرے کی طرف دوڑ پڑےتو وہاں میں نے اپنے آقاومولاامام علی رضاؑ کو دیکھا کہ وہ محراب میں بیٹھے تسبیح اورذکرخدا کررہے۔مامون نے جیسے ہی سنا تواس کا رنگ فق ہوگیااور کہنے لگاتم لوگوں نے مجھ سے غداری کی ہے۔پھراس نے مجھ سے کہا۔صبیح تم جاؤاورغورسے دیکھوکہ وہاں کون بیٹھا ہے؟ چنانچہ میں حجرے کےقریب گیااور جب دہلیز پر پہنچا تو امامؑ نے آواز دیکرفرمایا!صبیح میں نے کہا! لبیک میرے آقاومولاؑ!پھرمیں چہرے کے بل ان کے سامنے گرپڑا۔آپؑ نے فرمایا!کھڑے ہوجاؤ!یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نورکو پھونکوں سے بجھادیں۔جب کہ اللہ اپنے نورکومکمل کرنے والا

ہے۔اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

جب مامونؑ نے سنا تو چہرہ کالی رات کی طرح سیاہ ہوگیا۔ مامونؑ نے پھر شاہی لباس زیب تن کیا اور ہمیں ہدایت دی کہ تم لوگ یہ کہو کہ امام علی رضاؑ کسی وجہ سے بیہوش تھے اور پھر اب انہیں افاقہ مل گیا۔ یہ خبر سن کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے فرمایا! ہرثمہؑ جو کچھ تم نے صبیح ویلمی سے سنا۔ اسے اپنے دل میں محفوظ رکھنا وار کسی ایسے مومن کے بغیر جس کے قلب کا امتحان اللہ نے ہماری مودت ولایت کے لئے لیا ہو کسی کو اس واقعے کے متعلق کچھ نہ بتانا۔

اپنے خاندان کو گریہ کا حکم

عیون الاخبار رضا، ج ۲، ۴۷۳ص پر تحریر جذف اسناد حسن بن علی وشاء نے کہا کہ امام علی رضاؑ نے مجھے بتایا جب میں مدینہ سے خراسان روانہ ہونے لگا تو میں نے اپنے تمام اہل وعیال کو جمع کیا اور میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ جی بھر کر مجھے رولیں تا کہ میں ان کے رونے کی آواز خود سن سکوں بعدازاں میں نے ان میں بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اور ان سے کہا! ''میں اسکے بعد کبھی بھی اپنے اہل وعیال کے پاس واپس نہیں آسکوں گا''

آپؑ کے قتل کی سازش کے بارے میں ابوصلت ہروی کا بیان

عیونؑ الاخبار رضا، ج ۲، ۴۷۳ص پر تحریر جذف احمد بن علی النصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوصلتؑ ہروی سے دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ مامون باوجود یہ ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کا بڑا احترام اور ان سے محبت کرتا تھا بلکہ اس نے آپؑ کو اپنا جانشین اور ولی عہد بھی بنا دیا تھا پھر اس کا نفس امامؑ کے قتل پر کیسے آمادہ ہوگیا؟

ابوصلتؑ نے جواب دیا: مامون آپؑ سے مودت اور آپؑ کا احترام آپؑ کے فضل وشرف کی

وجہ سے کرتا تھا اور اس نے آپؑ کو ولی عہد اس لئے بنایا تھا کہ دنیا یہ دیکھ لے کہ یہ دنیا کی طرف کس قدر مائل ہیں تاکہ لوگوں کے دل میں ان کی قدر و منزلت باقی نہ رہے۔ مگر لوگوں کے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں آپؑ کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی اس نے شہر شہر کے متکلمین کو بلا بلا کر آپ سے مباحثے کرائے کہ شائد یہ کسی سے مات کھا جائیں اور علماء کی نگاہوں میں آپ کا وقار جاتا رہے اور ان کا نقص عوام میں مشہور ہو جائے۔ مگر آپؑ سے جو بھی بحث کرنے آیا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی مجوسی ہو یا صابی، برہمن ہو یا ملحد دین والا ہو یا بے دین یا اسلام کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھنے والا ہو آپؑ نے سب کو لا جواب کر دیا اور اپنی دلیل اس سے منوائی اور لوگ یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ مامون سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اور مامون کے جاسوس عوامی خیالات اور جذبات کی یہ خبریں مامونؔ تک پہنچاتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ ان سے حسد اور رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ حالانکہ امامؑ کبھی بھی اپنے حق کیلئے اس سے ملتجی نہ ہوئے بلکہ اکثر مواقع پر اس سے تعاون کرتے رہتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ ان سے دل میں دشمنی رکھنے والا اور موقع کی تلاش میں رہا اور جب موقع مل گیا تو زہر سے آپؑ کو شہید کر دیا۔

ابوصلت کی زبانی شہادت کی روایت

عیون الاخبار رضا، ج ۲، ص۵۱۹ پر تحریر بحذف اسناد ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی رضاؑ کے سامنے کھڑا تھا کہ آپؑ نے فرمایا! ابوصلت اس قبیلہ میں جاؤ جس میں ہارون رشید کی قبر ہے اور اسکی قبر کے ہر چار جانب کی الگ الگ تھوڑی مٹی لاؤ۔

میں اندر گیا اور چاروں طرف کی مٹی لایا۔ آپؑ نے دروازے کے سامنے والی مٹی کیلئے فرمایا کہ یہ مٹی دینا۔ میں نے وہ مٹی پیش کی تو آپؑ نے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور فرمایا! میری قبر

یہاں کھودنے کی کوشش کی جائے گی مگر یہاں ایسی چٹان ہے کہ اگر خراسان کے سارے کدال چلانے والے مل کر کدال چلائیں تو بھی اسے نہیں کھود سکے۔

پھر آپؑ نے پاؤں کی طرف کی اور سر کی طرف کی مٹی کیلئے فرمایا اسکے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ اب چوتھے طرف کی مٹی دو وہی میری قبر کی مٹی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا! لوگ میری قبر یہاں کھودیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں ایک ضریح تیار ملے گی اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو کہہ دینا کہ لحد دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی بنائیں۔ اللہ اس کو جس قدر چاہے گا وسیع کر دے گا۔

خاص وصّیت: جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں میرے سر کی طرف سے کچھ نمی اور تری نظر آئیگی وہاں پر وہ پڑھ کر دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ جس سے وہاں ایک پانی کا چشمہ پھوٹے گا اور ساری لحد میں پانی بھر جائیگا۔ اس میں تمہیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ میں تمہیں روٹی دونگا تم اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈالدینا۔ وہ مچھلیاں اسکو کھائیں گی اور جب وہ سارے روٹی کے ٹکڑے کھا کر ختم کرلیں گی تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو ان تمام چھوٹی چھوٹی مچھلیاں کو نگل جائیگی۔ اسکے بعد وہ غائب ہو جائیگی۔ جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو پھر تم پانی پر ہاتھ رکھکر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ جس سے سارا پانی زمین کے اندر چلا جائے گا اوپر کچھ نہ رہے گا اور یہ سارا کام تم مامون کی نظروں کے سامنے کرنا پھر آپؑ نے فرمایا! اے ابوصلت! یہ مرد ناضمیر مجھ کو اپنے پاس بلائے گا اگر میں اسکے پاس سے اسطرح نکلوں کہ سر کھلا ہوا ہو تو پھر تم مجھ سے مخاطب ہونا میں جواب دوں گا اور اگر میں اسطرح نکلوں کہ سر ڈھکا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو آپؑ نے اپنا لباس پہنا اور اپنی

محراب عبادت میں بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا! کہ امیر المومنین آپؑ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپؑ نے اپنی نعلین پاؤں میں ڈالی اور ردا دوشش پر ڈالی اور کھڑے ہو گئے اور روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا آپؑ مامون کے پاس پہنچے اسکے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا۔ جس میں انگور تھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے۔ جن میں مختلف پھل تھے اور مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس میں سے وہ بعض دانوں کو لیتا تھا اور بعض دانوں کو چھوڑ دیتا تھا۔

جب مامون نے حضرت امام رضاؑ کو آتے دیکھا تو اٹھکر کھڑا ہوا اور بڑھ کر گلے لگا لیا پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بیٹھا لیا اور بولا! فرزند رسولؐ! میں نے اس سے بہتر انگور آج تک نہیں دیکھے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! ہاں بعض انگور ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ ویسے شائد جنت ہی میں ہوں۔

مامون نے کہا! لیجئے آپؑ بھی نوش فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا! نہیں مجھے معاف ہی رکھو۔ ابھی مجھے کھانے کی کوئی طمع نہیں ہے۔ مامون نے کہا! نہیں یہ تو آپؑ کو کھانے ہی پڑینگے۔ آپؑ اس لئے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپ کو میری طرف سے بدگمانی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے وہ انگور کا گچھا لیا اور اس میں چند دانے خود کھائے اور گچھے میں اب وہ دانے رہ گئے جن میں زہر پیوست تھا۔ وہ حضرت امام رضاؑ کی طرف بڑھایا! آپؑ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے بقیہ رکھ دیئے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مامونؔ نے پوچھا! آپؑ کہاں جا رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا! تم مجھے جہاں بھیج رہے ہو اور یہ فرما کر آپؑ نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا۔

ابو صلتؔ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو پھر کوئی بات نہ کی۔ آپ سیدھے

اپنے حجرے میں داخل ہو گئے اور مجھ سے فرمایا! کہ دروازہ بند کردو اور آپؑ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور میں گھر کے صحن میں مہموم اور مغموم بیٹھ گیا اور ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین وجمیل طفل جس کی عمر کوئی پانچ برس ہوگی، شکل وصورت میں حضرت امام رضا سے بالکل مشابہ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ میں فوراً ان کی طرف بڑھا اور ان سے کہا! دروازہ تو بند ہے۔ آپؑ کدھر سے آ گئے؟ انہوں نے جواب دیا جو ذات مجھے مدینہ سے اس وقت یہاں لائی ہے اسی نے مجھے گھر کے اندر بھی داخل کر دیا۔ میں نے پوچھا! آپؑ کون ہیں؟ انہوں نے کہا! ابوصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میرا نام محمدؑ ابن علیؑ ہے۔ یہ کہہ کر آپ کمرے میں داخل ہوئے جلدی سے اپنے والد کی طرف بڑھے اور مجھے بھی اندر داخل ہونیکی اجازت دی۔ میں نے دیکھا آپؑ اپنے بستر کو پلٹ دیئے ہیں اور خاک پر لوٹ رہے ہیں۔ جب امام علی رضاؑ نے ان کو دیکھا فوراً گلے اور سینے سے لگا لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے قریب بٹھا لیا۔ پھر حضرت محمدؑ بن علیؑ ان پر جھک گئے ان کے بوسے لئے اور رازدارانداز سے اپس میں کچھ باتیں کرنے لگے جس کو میں نہ سمجھ سکا۔

بس کچھ دیر بعد امام رضاؑ نے تڑپ تڑپ کر رحلت فرمائی۔ اسکے بعد ابوجعفر امام محمد تقی علیہ اسلام نے فرمایا! اۓ ابوصلت اٹھو! اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال لاؤ۔ میں نے کہا! مولاؑ توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی تو نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا! تم جاؤ تو سہی۔ آپؑ کے فرمانے پر میں گیا تو دیکھا کہ توشہ خانہ میں غسل کا برتن رکھا ہوا ہے۔ میں اسے نکال لایا۔ میں نے اپنا لباس سمیٹا تا کہ آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ تو آپؑ نے فرمایا! ابوصلت تم ہٹ جاؤ غسل دینے میں میری مدد کرنے والا موجود ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا! توشہ خانہ میں جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن ہے وہ اٹھا لاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا واقعاً ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے۔ آپؑ نے

اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی پھر مجھ سے فرمایا! تابوت لاؤ۔

میں نے عرض کیا! بہتر ہے ابھی نجار (بڑھئی) کے پاس جاکر بنوا تا ہوں۔آپ نے فرمایا! اٹھو اس توشہ خانہ میں تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔بہرحال میں اسے اٹھالایا۔آپؑ نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے جنازے کو تابوت میں رکھدیا۔پھر آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ تابوت خود بخود بلند ہوا چھت شگافتہ ہوئی اور وہ تابوت رواں نہ ہوا۔

میں نے کہا! فرزندِ رسولؐ ابھی ابھی مامون آئے گا اور مجھ سے حضرت امامؑ کی میّت کا مطالبہ کرے گا۔تو میں کیا جواب دوں؟ آپؑ نے فرمایا! خاموش رہو! تابوت ابھی واپس آئے گا ابوصلت! (یہ مدینہ میں روضۂ رسولؐ پر حاضری کے لئے گیا ہے) ابھی گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت دوبارہ شق ہوئی اور تابوت آگیا پھر آپ اٹھے اور حضرت امام رضاؑ کی میّت کو تابوت سے نکال کر ان کے بستر پر لٹادیا جیسے غسل وکفن نہ دیا گیا ہو۔اسکے بعد آپؑ نے فرمایا! ابوصلت دروازہ کھول دو۔

میں نے دروازہ کھولا تو مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریبان چاک کئے ہوئے روتا اور سر پیٹتا ہوا اندر داخل ہوا اور کہہ رہا تھا فرزند رسولؐ! آپؑ کے مرنے کا مجھے بے حد افسوس ہے۔پھر وہ بالین لحد بیٹھ گیا اور تجہیز وتکفین کا سامان کیا۔ابوصلت نے بیان کیا مجھے امامؑ نے فرمایا تھا قبر سات زینے کھودی جائے جیسا ابوصلت بتلا رہے تھے ویسا ہی کیا گیا بعد ازاں مامون نے کہا! مجھے وہ باتیں بتاؤ جو تم سے امام رضاؑ نے کہی ہیں۔ابوصلت نے کہا! خدا کی قسم میں وہ تو بھول گیا ہوں۔مامون نے کہا! اسے لیجاؤ اور قید میں ڈالدو۔اسکے بعد امام رضاؑ کو دفن کیا اور ابوصلت ایک سال تک قید میں پڑا رہا۔اور جب قید سے تنگ آگیا تو ایک ذات محمدؐ وآل محمدؐ کا واسطہ دیکر اپنے رہائی کیلئے اللہ سے دعا مانگی۔ابھی دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ دیکھا حضرت ابوجعفر (محمد تقی علیہ اسلام) قید خانہ میں تشریف لائے اور فرمایا! ابوصلت تم

واقعاً اس قید سے تنگ آ چکے ہو آپ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا جس سے وہ سب جدا ہوگئیں پھر آپؑ میرا ہاتھ پکڑ کر قید سے نکال لے گئے اور فرمایا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے حوالے کیا۔ اب وہ تاابد تم کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر انچاس برس چھ ماہ تھی۔ بعض روایات میں آپ کو انگور اور انار کے شربت دونوں میں زہر دیا گیا۔

دعبلؔ حضرت امام رضاؑ کے آستانے پر

حضرت رضاؑ کے مخصوص شاعرِ دعبلؔ خزاعی کا مرثیہ امام کے حالات لکھتے ہوئے تذکرہ نہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی چیز بھول گیا یا چھوٹ گئی۔ ہر ایک کتاب میں کہیں نہ کہیں دعبلؔ کے اشعار ملتے ہیں۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ کہیں بھی مفصّل مرثیہ شاید ہی نادر کتاب میں ہو۔ کسی کتاب میں چند اشعار ہیں اور کسی کتاب میں چند اشعار ہے۔

سیر امام رضاؑ ص ۱۷۱ پر درج ہے کہ دعبلؔ کہتا ہے میں نے حضرت رضاؑ کی شان میں اپنا قصیدہ تائیہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

مَدَارس اٰیاتِ خلَت مِن تِلاوَۃِ وَمُنزِلُ وَحِی مُقفَر و اَلمَرصَاتِ

وہ گھر جن میں اہلبیتؑ آیات کی تفسیر فرماتے تھے وہ مخالفین کے ظلم وستم کی وجہ سے تلاوۃ قرآن سے خالی ہو چکے ہیں۔ کیونکہ جس جگہ وہ آیات کی تفسیر کرتے تھے وہ وحی الٰہی کے نازل ہونے کا مقام تھا، لیکن اب ایک طویل عرصے سے وہ مقامات عبادت وہدایت سے خالی اور ویران ہوگئے ہیں۔ دعبلؔ کہتا ہے، جب میں مندرجہ ذیل اشعار پر پہنچا:

خُروج اِمامٍ لَا مَحالَۃُ وَاقِعٌ یقُوْمُ علیٰ اِسْمِ اللہ ِ بَالبَر کاتِ

یُمَیِّزُ فِیْنَا کُلَّ حَقِّ وَبَاطِلِ وَیَجزِی عَلَی النِّعمَاءِ وَالنعمَاتِ

''ظہورِ امام کا امیدوار ہوں، البتہ ان کا ظہور ضرور ہوگا وہ نامِ خدا اسکی مدد اور برکتوں سے قیام کرینگے حق و باطل کے درمیان تشخیص وتمیز دیں گے، لوگوں کو اچھائی یا برائی کی جزاوسزا دیں گے۔

دعبلؒ کہتا ہے: جب میں نے یہ دو اشعار پڑھے تو امام رضاؑ نے بہت گریہ کیا تھوڑی دیر بعد سر بلند کرتے ہوئے فرمایا: اے خزاعی! روح القدس نے یہ دونوں اشعار تیری زبان پر جاری کئے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے وہ امام کون ہیں؟ میں نے کہا میرے آقا مجھے معلوم نہیں ہے۔ صرف اتنا سنا ہوا ہے کہ آپ کے خاندان سے ایک امام ظہور کرے گا۔ دنیا کو عدل و انصاف سے پر اور فساد سے خالی کردے گا۔ آپ نے فرمایا!

اِلاِمَامُ بَعْدِی مَحَمّدُ اِبنی وَبعد مُحَمَّد اِبْنُهُ عَليٍ وَبعد عَلِيّ اِبْنُهُ الحَسن وَبعدُ الحسينِ اِبْنُهُ الْقَائِمُ المُنتظَرُ وَ فِی غَيبَهُ

میرے بعد میرا بیٹا محمدؑ امام ہے اسکے بعد اسکا بیٹا علیؑ اور علیؑ کے بعد اُسکا بیٹا حسن عسکریؑ امام ہے اور اسکے بعد اس کا بیٹا حجت امام ہوگا جس کا ظہور قطعی ہے۔

اگر دنیا صرف ایک روز کیلئے باقی رہ جائے تو خداوند تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کردے گا تا کہ امام ظہور فرمائیں اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے حالانکہ دنیا ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی۔

اَریٰ فِيْهَمُ فِیْ غَيرِ هِمُ مُتفَسَّمَا وَ اِيديهُم مِنَّ فِيهِم صِفرات

میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے حقوق خمس وغنائم وغیرہ دوسروں میں تقسیم ہو رہے ہیں اور ان کے ہاتھ ان کے حق میں خالی ہیں۔ اس کے بعد آل محمدؑ کا ذکر کرتے ہوئے جب

رَاسَ ابنِ بنت محمد و وصيه يا الرجال عَلیٰ قناه یر فَعَ

ہائے لوگو! حضرت محمد مصطفیٰؐ کی دختر اور آپ کے وصی کے فرزند کا سر اس قابل تھا کہ نیزے پر بلند

کیا جائے۔ اسکے بعد فرمایا!

وَقَبُر بِبغداد نفسِ زَکِیَه لَضمِنهَا اَلُرحمن فی الفَرقَاتُ

اور ایک قبر بغداد میں ہے جو ایک پاکیزہ انسان کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ عطا فرمائے۔ یہ سُن کر امام علی رضاؑ نے فرمایا۔ دعبلؔ! اگر چاہو تو میں تمہارے قصیدے میں اپنی طرف سے دو اشعار کا اضافہ کردوں تا کہ تمارا قصیدہ مکمل ہوجائے۔ دعبلؔ نے کہا جی ہاں! فرزند رسولؐ اس سے بڑھکر میرے لئے اور سعادت کیا ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا۔

وَ قَبر بطوسٍ یَالَھُا مِنُ مصیبۃٍ تو قَد فِی الاحثاء بالمرقات

الی الحشر حتیٰ یبعث الله قائماَ یفرج عنّا اِلَھم وَالکُرُبَاتِ

اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی۔ افسوس! یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ اپنے امام القائمؑ کو بھیجے گا جو ہمارے سارے غم واندوہ کو دور کردے گا۔ دعبلؔ نے پوچھا۔ طوس میں کسی کی قبر ہوگی؟ امام نے فرمایا! یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زائیرین کی آمد ورفت شروع ہوجائیگی یاد رکھو! جو طوس میں آکر مجھ غریب اور آوارہ وطن کی زیارت کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔ (عیون الاخبار رضا، ج ۲، ص ۲۶۴)

خطبۂ امام رضاؑ بوقت تہنیتِ ولی عہدی

عیون الاخبار رضا، ج ۲، ص ۳۰۶ پر (بحذف اسناد) محمد بان اسحاق نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ جب امام علی رضاؑ کی ولی عہدی کی بیعت لی جاچکی تو لوگ آپؐ کے پاس مبارکباد دینے کیلئے حاضر ہوئے۔

آپ نے مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا۔مجمع خاموش ہوا تو آپ نے ان کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن و رحیم ہے۔ ہر طرح کی حمد کا سزاوار وہ اللہ ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسکے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اسکے فیصلے کو کوئی مسترد نہیں کر سکتا۔ وہ لوگوں کے دز دیدہ نگاہوں اور دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور دُرود ہو حضرت محمدؐ پر اولین و آخرین میں اور آپ کی طیب و طاہر آل پر۔سنو! میں علیؑ ابن موسیٰ رضاؑ ہوں میں یہ کہتا ہوں کہ امیر (مامون رشید) اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ مضبوط کرے اور انہیں راہِ صواب کی توفیق دے۔انہوں نے ہمارے اس حق کو پہنچایا جس سے دوسرے لوگ انجان بنے ہوئے تھے اور اس صلی رحمی کا پاس ولحاظ کیا جو منقطع کر دی گئی تھی اور وہ نفوس جو ازخوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے۔انہیں امن کا احساس ہوا بلکہ جو تقریباً مر چکے تھے انہیں زندہ کر دیا گیا۔جو افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے ان کے افلاس کو دور کیا اور یہ سب انہوں نے پروردگار کی رضا حاصل کرنے کیلئے کیا اور اسی سے اسکی جزا چاہتے ہیں غیر سے نہیں اور اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو یقیناً جزاء دیتا ہے اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دیتا۔ بے شک انہوں نے اپنی عظیم حکومت وخلافت کا مجھے ولی عہد اور جانشین بنایا ہے۔ بشرطیکہ ان کے بعد میں زندہ رہا۔ پس یاد رکھو جس نے اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھولا اور جس رسی کو اللہ نے مضبوط بنایا۔اسے کاٹا تو سمجھ لو کہ اس نے حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کیا۔اس طرح اس نے امام کو نظر انداز کیا اور اسلام کی بے حرمتی کی۔درحقیقت یہ سلسلہ ایک گذرنے والے نے جاری کیا تھا مگر امام وقت نے اس کی عہد شکنی پر صبر کیا اور اسکے بعد وہ جو کچھ کرتا رہا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں دین پارہ پارہ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر نہ جائے کیونکہ جاہلیت کا دور ابھی عنقریب ہی گذرا تھا اور منافقین موقع کی تاک میں

تھے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے اور تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور حکومت تو بس اللہ کی ہے اور وہی حق کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''۔ (عیون الاخبار رضا، ج ۲،ص ۳۰۷)

فصل الخطاب کیا ہے؟

(بحذف اسناد) عیونؔ الاخبار رضاؑ، ج ۲،ص ۴۹۳ پر ابوصلتؔ ہروی کا بیان ہے کہ امام علی رضاؑ ہر شخص سے اس کی مادری زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے اور خدا کی قسم! آپؑ ہر زبان کو اہل زبان سے زیادہ جانتے تھے اور اس سے زیادہ فصیح لہجہ میں گفتگو فرماتے تھے۔

ایک دن میں نے عرض کیا! فرزند رسولؐ! یہ ساری زبانیں آپس میں مختلف ہیں مگر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپؑ ہر زبان جانتے ہیں امام رضاؑ نے فرمایا! اے ابوصلتؔ! میں اللہ کی طرف سے اسکی مخلوق پر حجت ہوں اور اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ وہ کسی قوم پر ایسے شخص کو حجت بنائے جو اس قوم کی زبان نہ جانتا ہو کیا تم نے امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ہم کو فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ تو فصل الخطاب اور کیا ہے یہی تمام زبانوں کا جاننا ہی تو ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت امام محمدؑ التقی علیہ السلام

اسم مقدّس	:	محمدؑ
کنیت	:	ابوجعفر
القابات	:	تقی، جواد، قانع (قناعت کرنے والا) مرتضیٰ، صادق رضا، صابر مگر مشہور لقب جواد ہے
آپ کی والدہ	:	ام ولد۔ سکینہ نوبیہ، سبیکہ، خیزران تھا۔ آپ ماریہ خطبیہ کے خاندان سے تھیں
ولادت، روز اور مقام	:	۱۰ رجب ۱۹۵ ہجری ۱۵ رمضان اور ۱۹ رمضان کی روایات اکثر کتب معتبرہ میں ہیں اور بعض کتب میں ۱۰ ماہ رجب شب جمعہ ہے۔
سن شریف وقت وفات	:	۲۵ سال
آپ کی انگھوٹی	:	نعم القادر اللہ
تاریخ شہادت	:	آخر ماہ ذیعقدہ ۲۲۰ ہجری بغداد میں زہر سے شہید ہوئے
اولاد	:	دو پسر (علی نقیؑ و موسیٰ مبرقہ) اور دو دختر (فاطمہ و امامہ)
مدت خلافت و امامت	:	۱۷ سال رہی

جس نے زہر دلوایا : معتصم باللہ آپ کو مدینہ سے گرفتار کر کے بغداد بلا لیا تھا آپ بغداد میں محرم کی ۲۸ تاریخ کو پہنچے تھے اور اسی سال ماہ ذیعقدہ ۲۲۰ ہجری آپ نے زہر سے شہادت پائی اور مقابر قریش بغداد میں امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر سے متصل دفن ہوئے۔

حالات ولادت کلمہ شہادت پڑھنا

بحار، ج ۹، ص ۳۰ جناب شہزادی خیزران جب تولد ہوئے آپ کے اوپر کپڑے کی طرح ایک چیز لپٹی ہوئی تھی اور ایسا نور ساطع ہو رہا تھا کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ شہزادی حمیدہ خاتون کا بیان ہے کہ ہم نے جب دیکھا تو انہیں اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا اور انکے اوپر چڑھا ہوا پردہ ہٹایا۔ اتنے میں امام علی رضاؑ تشریف لائے آپؑ نے دروازہ کھول دیا۔ ادھر ہم لوگ امور ولادت سے فارغ ہو چکے تھے آپؑ نے بچے کو اپنی آغوش لے لیا اور اُسے گہوارے میں لٹا کر مجھ سے فرمایا! اے حکیمہ (یہ بھی امام زادی ہیں جسطرح امام زمانہؑ کے حالات بھی شہزادی حکیمہ کا تذکرہ ملتا ہے) تم گہوارے کے پاس ہی رہنا حکیمہ کا بیان ہے کہ ولادت کے تیسرے دن حضرت امام محمد تقیؑ جواد نے نظر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا پھر داہنے جانب پھر بائیں جانب پھر بولے ''اشھدُ اَن لا الہ الا اللہ اشھد اَنَّ محمدٌ رسول اللہ اشھدُ انَّ علیؑ حجۃ اللہ'' یہ سُن کر میں امام ابوالحسنؑ کے پاس آئی اور عرض کیا اس بچے سے تو آج عجیب بات دیکھنے میں آئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا! اے حکیمہ لوگ اس بچے کے اس سے بھی زیادہ عجائبات دیکھیں گے۔ (بحار، ص ۳۰ مناقب، ص ۳۹۴)

نصوص امام رضا علیہ السلام

بحار الانوار، ج ۹، ص ۲۵ پر جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام رضاؑ قنطرہ البریق میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں آپ پر

قربان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار زندہ ہیں۔آپ نے فرمایا! وہ جھوٹے ہیں اللہ ان پر لعنت کرے اگر زندہ ہوتے تو نہ ان کی میراث تقسیم ہوتی۔خدا کی قسم! انہوں نے بھی موت کا مزہ چکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا پھر آئندہ کے متعلق میرے لئے کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا! تم میرے بعد میرے فرزند محمدؑ کے دامن سے متمسک رہنا۔رہ گیا میں تو میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں سے واپس نہ آؤنگا۔ محمد بن ابی عباد سے روایت ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہا ابوجعفرؑ میرے بعد میرے وصی اور میرے خاندان میں میرے نائب وہ خلیفہ ہیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا بچپن

امام محمد تقی علیہ السلام ۷ برس یا ۹ برس کی سن میں یتیم ہوئے۔آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔آپ کا مشہور معجزہ جو ہر مخالف وموافق کا تسلیم شدہ ہے وہ یہ کہ جب آپ کے پدر بزرگوار امام علی رضاؑ نے رحلت فرمائی تو مامون رشید نے دارالخلافہ اپنا بغداد کو تجویز کیا اور امام محمد تقیؑ بھی کچھ عرصہ بعد بعض حوادثات زمانہ کے باعث ترک وطن فرما کر بغداد تشریف لے آئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مامون رشید شکار کو نکلا امام محمد تقیؑ کی عمر نو سال تھی۔آپ ایک راستہ پر کھڑے تھے جہاں اطفال کھیل میں مصروف تھے مامون رشید اور اسکے لشکر کو دیکھ کر بچے بھاگ گئے مگر آپؑ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے یہ دیکھ کر بڑی حیرت سے پوچھا۔ ائے صاحبزادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپؑ نے بڑے اطمینان سے فرمایا! نہ میں نے کوئی جرم کیا نہ راستہ میں حارج ہوا۔پھر بھاگنے یا خائف ہونے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تو بلاوجہ ستائے گا نہیں۔

مامون رشید جواب سن کر بے حد متعجب ہوا بولا۔آپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا! محمدؑ پوچھا

کس کے صاحبزادے ہو؟ فرمایا! علیؑ بن موسیٰؑ کے مامون یہ سُن کر مخرون ہوا۔ پھر اپنے راہوار کو آگے بڑھایا۔ راستہ تمام امامؑ ہی کا خیال آتا رہا۔ شہر سے نکل کر اُس نے اپنا باز ایک تیتر پہ چھوڑا۔ باز آسمان کی طرف بلند ہوا اور منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی شکار کر کے لایا۔ مامون رشید مچھلی دیکھ کر حیران ہوا۔ اور فوراً لوٹ آیا۔ راستے میں لڑکے پھر ملے اور پھر مامون کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

مامون نے مچھلی کو چھپا کر قریب کمسن امامؑ کے پہنچ کر سوال کیا۔ صاحبزادے بتلایئے میری مٹھی میں کیا ہے؟ امامؑ نے بہ الہام ربانی فوراً اس طرح فرمایا! خداوند عالم نے زمین و آسمان کے درمیان دریا خلق کیا ہے۔ بادشاہوں کے باز کبھی کبھی وہاں سے مچھلی کا شکار لاکر بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ وہ اپنی مٹھی میں چھپا کر خاندان رسالتؐ سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔ مامون رشید نے آپؑ کو بغور دیکھا اور کہا! بے شک آپ پسر امام علی رضاؑ ہیں۔ مامون رشید امام کا یہ اعجاز دیکھ کر حیران رہ گیا اور عظمت امام دل میں گھر کرتی چلی گئی۔

امام محمد تقی علیہ اسلام شبیہ موسیٰؑ و عیسیٰؑ: بحار، ج ۹ ص ۳۰ پر ہے کہ کلیم بن عمران سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کیا کہ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے۔ آپؑ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ وہی میرا وارث ہوگا پھر جب حضرت ابو جعفرؑ کی ولادت ہوئی تو حضرت امام رضاؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرا فرزند پیدا ہوا ہے جو حضرت موسیٰؑ سے مشابہہ ہے وہ بھی دریا کو شگافتہ کرنے والا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی مشابہہ ہے اس کی ماں بھی ویسی ہی پاکدامن و مقدسہ ہے جیسی مادر عیسیٰؑ وہ بھی طاہرہ و مطہرہ مثل مریمؑ ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا! مگر وہ ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ اس پر اہل آسمان گریہ کریں گے۔ امام محمد تقی

علیہ اسلام رات بھر اپنے گھوارہ میں تسبیح وتحلیل میں مشغول رہا کرتے تھے۔

مامون الرشید کا ارادہ اپنی بیٹی سے عقدِ امام کرنے کا

انوار امامت، ص۲۱۲ پر محقق ربانی حضرت مقدس اردبیلی نے تحریر کیا ہے کہ مامون الرشید نے تمام اراکین سلطنت اور خاندان عباسیہ کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے یہ طئے کیا ہے کہ اُمّ الفضل کا عقد فرزند امام علی رضاؑ سے کردوں۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ سب لوگ یہ سُن کر حیران رہ گئے۔ سرگوشیاں ہوئی، مخالفتیں ہوئی اور متفقہ سب نے مامون رشید سے کہا کہ امیر المومنین کو اختیار ہے مگر ان کے باپ کو داماد بنا کر اور ولی عہد بنا کر سلطنت کو کیا فائیدہ پہنچا۔ جو اس کمسن بچہ سے جو تعلیم یافتہ بھی نہیں ہے۔ شاہزادی کا عقد کیا سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسا ہی ضروری ہے تو اس بچے کی ابھی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا جائے اگر کسی قابل ہو جائے تو عقد کے متعلق سوچا جائے۔

مامون رشید نے کہا تم اس خاندان کی عظمت سے کیا ناواقف ہو؟ یہ صاحبزادہ اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے جسکو خدا نے علم سے خود آراستہ کیا ہے یہ دیگر بچوں کی طرح نہیں کہ جس کو ناقص سے کامل بنایا جائے۔ اچھا نہیں اگر اعتراض ہے تو بچہ موجود ہے۔ تم اپنے جید علماء وفضلاء کو جمع کرلو اور علمی مقابلہ کراؤ۔ اگر یہ کمسن بچہ جواب سے عاجز ہو گیا تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ یہ سُن کر سب خوش ہو گئے کہ کہاں یہ بچہ اور کہاں ہمارے سن رسیدہ علماء۔

یحیٰی بن اکثم اور دیگر علماء سے مباحثہ: غرض یہ کہ مباحثہ کیلئے دن اور وقت معین ہوا اور تاریخ مقررہ پر بہت سے علماء، فضلا، مشائخ، دستار بند گلے میں زرد رومال ڈالے دربار مامونؔ میں جمع ہو گئے اور درباری مشہور و معروف عالم سلطان العلماء یحیٰی بن اکثم بھی تجدید وضو کر کے علمی

مقابلے کے واسطے تیار ہوا کہ اتنے میں کمسن امام محمد تقیؑ آ گئے۔ علماء دیکھ کر مسکرائے۔ مامون رشید نے باحترام امامؑ کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔ مباحثہ کا آغاز ہوا۔ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے خلیفہ سے اجازت چاہی۔ مامون رشید نے اجازت دے دی۔ قاضی یحییٰ بن اکثم نے امام سے سوال کیا: اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی جانور کا شکار کرے تو رسول اللہؐ کا اس پر کیا حکم ہے؟

امامؑ نے فرمایا! یہ سوال ابھی نامکمل ہے اس کے ساتھ یہ بھی بتلاؤ کہ وہ شکاری حل میں تھا یا حرم میں؟ اگر حرم میں تھا تو کیا شرع سے واقف تھا یا ناواقف؟ جان کر مارا تھا یا بھولے سے؟ وہ آزاد تھا یا غلام۔ بالغ تھا یا نابالغ، پہلی غلطی تھی یا دوسری؟ شکار پرندہ تھا یا پرندہ نہ تھا؟ چھوٹا تھا یا بڑا؟ اپنی غلطی پر اصرار ہے۔ یا کئے پر شرمسار؟ رات کو شکار کیا تھا یا دن میں؟ احرام حج میں تھا یا احرام عمرہ میں؟

قاضی یحییٰ بن اکثم کو یہ سُن کر پسینہ آ گیا۔ سامعین حیران رہ گئے قاضی یحییٰ کی خمیدہ گردن مباحثہ کے نتیجہ کا اعلان کر رہی تھی۔ پھر بھی امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! اسکی بہت صورتیں ہوسکتی ہیں اور ہر صورت کیلئے اس کا کفارہ جدا ہے اور وہ یہ ہے۔ محرم جس وقت حل میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور برا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک گوسفند ہے۔ اور اگر اس قسم کا شکار حرم میں ہوا ہو تو اس کا کفارہ دو گوسفند ہے۔ اگر چرندمیں سے کسی کو بصورتِ حمل شکار کیا ہو تو اس کے عوض میں ایک دُنبہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو، کفارہ میں دینا ہوگا۔ اگر وہ شکار ہرن ہے تو اس کے بدلے میں ایک بکری کفارہ میں دینی ہوگی اور یہ تمام کفارہ تمام چرندوں کے متعلق اس وقت دینے ہوں گے جبکہ ان کا شکار حل میں کیا گیا ہو۔ اگر ان کا شکار حرم میں کیا گیا ہو تو یہی کفارہ دوچند ہو جائیں گی اور جن جانوروں کو کفارے میں دیا جائے گا۔ انہیں خود (شکار کرنے والا) کو خانۂ کعبہ تک پہنچانا بھی ہوگا۔

اگر اس نے احرام حج باندھا ہے تو ان جانوروں کو منٰی میں اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہو تو مکّہ

میں قربانی کرنا ہوگا۔اوران کفّاروں میں عالم وجاہل دونوں برابر ہیں۔عمداً شکار کرنے پر گنہگار ہے اور حالت سہو(بھولے) میں کوئی گناہ نہیں ہے۔مرد آزاد پر گناہ بذمّہ خود ہےاور غلام کا کفارہ آقا پر واجب ہے۔طفل پر کوئی کفارہ نہیں ہے بالغ پر واجب ہے۔

جو شخص اپنے شکار پر نادم ہو تو اس سے عذاب آخرت معاف ہوجائے گا اور اگر اپنے فعل پر مُصر ہے تو اس پر عذاب آخرت کا اضافہ ہوجائے گا۔

مامون رشید پھولا نہیں سمایا اور علماء وسامعین کی طرف دیکھ کر کہا۔کہو کیا سمجھے؟ یہ بچہ علماء مشائخ سے بزرگ تر ہے یا نہیں۔سب نے تائید کی۔مامون رشید نے اسی محفل مباحصہ کو محفل عروسی میں بدل دیا علماء فضلاء اور حاضرین کو حکم ہوا کہ بغور سُنیں اور گواہ رہیں۔مامون خلیفہ نے امام محمد تقیؑ سے کہا! فرزند رسولؐ خطبہ اور صیغۂ نکاح پڑھیے۔امام نے خطبہ نکاح پڑھا۔حفّاظ اور قاریوں نے وجد کیا سامعین جھومے قرآن لب ہائے امام چومے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورہ النور ۳۲)

ترجمہ: اللہ کی حمد وثنا اسکی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اسکی وحدانیت کی پُرخلوص گواہی کہ اس معبود کے سواء کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہٖ وسلم پر اللہ کی رحمت جو سردار مخلوقات ہیں اور ان کی اولاد معصومینؑ پر درود وسلام۔اللہ کا یہ انعام ہے کہ اس نے حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کردیا۔اور قرآن میں حکم دیا کہ اپنی قوم کی بے شوہر عورتوں، نیک غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کردیا کرو۔اگر یہ محتاج ہونگے تو خدا اپنے فضل سے مالدار بنادے گا اور اللہ بہت بڑا علیم ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا! میں نے اپنی دادی فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کے مہر کے مطابق پانچ سو درہم پر ام الفضل بنت مامون رشید سے نکاح کیا۔

مامون نے کہا! میں نے مذکورہ مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح وکالتاً منظور کیا کیا آپ کو قبول ہے؟

امامؑ نے فرمایا! قبلت میں نے قبول کیا۔عقد ختم ہوا۔مبارکباد کا شور آسمان تک پہنچا۔ مامون کی مسرت کی انتہا نہ تھی۔جشن عروسی منایا گیا۔اراکین سلطنت کرسیوں پر رونق افراوز تھے عطر اور خوشبوؤں کی کشتیاں چل رہی تھیں۔علماء کی ڈاڑھیوں میں عطر لگایا جارہا تھا۔لذیذ مختلف قسم کی غذاؤں سے دسترخوان پُر تھا انعام واکرام کی بارشیں ہورہی تھیں۔

مامون نے بہت سے دستاویزات (جن میں کسی میں اراضی، کسی میں باغ کسی میں مکان کسی میں خطیر رقم تحریر تھیں) امامؑ پر سے صدقہ اُتار کر پھینکیں بڑے بڑے لوگ لینے کو دوڑ پڑے چھینا جھپٹی ہوئی لوگ دولتمند ہو گئے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا سوال یحییٰ بن اکثم سے

بحارالانوار، ج۹،ص۸۴ پر روایت کی گئی ہے کہ مامون الرشید اپنی دُختر ام الفضل کا عقد حضرت ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کے بعد اپنے دربار میں تھا اور وہیں حضرت ابوجعفرؑ و یحییٰ ابن اکثم اور شرکاء کی جماعت کثیر بھی موجود تھی۔پھر مامون رشید نے بآواز بلند کہا! خاموش مجمع ساکت ہو گیا۔پھر امامؑ کی طرف رُخ کیا اور کہا! آپؑ بھی قاضی یحییٰ سے اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

امام محمد تقی علیہ اسلام نے قاضی یحییٰ سے پوچھا! کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت کسی مرد پر صبح سویرے حرام ہو۔دوپہر کو حلال ہو جائے زوال کے وقت پھر حرام ہو جائے عصر کے وقت پھر حلال

ہو جائے۔غروب کے وقت پھر حرام ہو جائے۔عشاء کے بعد حلال ہو جائے۔نصف شب میں پھر حرام ہو جائے۔صبح کو پھر حلال ہو جائے؟

یوں تو مسائل اور بھی پوچھے جا سکتے تھے مگر شادی کے موقع پر شادی کی مناسبت سے امامؑ کی نظر نے اسی مسئلہ کا انتخاب کیا۔قاضی یحییٰ نے کھڑے ہو کر کہا! اے فرزند رسولؐ اس مسئلہ پر آپ ہی روشنی ڈالیں تو بہتر ہوگا۔امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! سنو اور یاد رکھو۔ایک غیر شخص کی کنیز تھی۔صبح کو اس کو دیکھنا حرام تھا۔دن چڑھے اُس کو خرید لیا حلال ہوگئی۔ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا حرام ہوگئی۔مغرب کے وقت ظہار کیا حرام ہوگئی۔عشاء کے وقت ''ظہار'' کا کفارہ دیدیا حلال ہوگئی۔نصف شب میں طلاق رجعی دے دی حرام ہوگئی۔صبح کے وقت رجوع کر لیا حلال ہوگئی۔ہر طرف سے یہ سن کر حسنت حسنت کی صدائیں بلند ہوئیں۔

بعد عروسی قیام امامؑ: بعد عروسی امامؑ کا قیام بغداد میں رہا۔مامون رشید نے بڑی کوشش کی کہ محل سرا میں قیام فرمائیں۔مگر آپؑ نے پسند نہ فرمایا اور بغداد میں ایک معمولی مکان میں سکونت اختیار کی۔لوگ مسائل فقہ کے استفسار کو برابر آتے حتیٰ کہ قاضی یحییٰ بھی اکثر آتے۔(انوار امامت ص ۲۱۶)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شجاعت

جس زمانہ میں امام محمد تقی علیہ السلام مامون کی خواہش کی بناء پر بغداد میں قیام فرماتے اور مامون اپنی بیٹی ام الفضل سے آپ کا عقد کرنا چاہتا تھا۔عباسیوں کو سخت مخالفت پیدا ہوگئی تھی۔ایک بار آپؑ نے مسجد بغداد میں ایک موعظہ فرمایا اور اس میں بنی امیہ اور بنی عباس کے ان مظالم کا اظہار کیا جو سادات کرام پر ہو چکے ہیں۔اسی پر بنی عباس اور زیادہ چراغ پا ہوئے اور حضرت کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔کسی نے جا کر یہ خبر امامؑ سے بیان کی۔آپ نے فرمایا! ان سے جا کر کہہ دو کہ میں ان مظالم سے قطعاً

نہیں ڈرتا۔ کیا وہ حق گوئی سے میری زبان ڈرا دھمکا کر بند کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اہلبیتؑ ایسی باتوں سے کبھی نہیں ڈرتے۔ جب عباسیوں کے اس ارادے کا مامون کو پتہ چلا تو اس نے سختی سے ان کو روکا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی سخاوت

حضرت کا دروازہ بخشش کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ اپنے آباء واجداد کی طرح آپؑ کی ہمت بہت بلند اور حوصلہ بہت فراخ تھا مدینہ کے بہت سے مساکین آپ کے در سے وظیفہ پایا کرتے تھے کوئی مستحق ایسا نہ تھا کہ آپ کے در سے نا کام جاتا ہو۔ باہر کے محتاجوں کیلئے حضرت اپنے وکیلوں کے پاس روپیہ بھیج دیتے تھے۔ مدینہ کے مساکین علاوہ نقد کے کھانا بھی پاتے تھے۔ لیکن یہ خیرات ایسی خفیہ طریقہ سے ہوتی تھی کہ کسی کو پتہ نہ چلتا تھا۔ اکثر راتوں کو آپ خود ہی کھانا لیکر مدینے کی گلی کوچوں میں گھومتے تھے اور جب کسی کو دینا ہوتا تو در و دیوار کی آڑ لے کر یا منہ پر نقاب ڈالا کرتے تھے۔ (آخلاق آئمہ ۲۵۴)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا حلم اور صبر

امام محمد تقی علیہ السلام بہت زیادہ حلیم اور بردبار تھے۔ آپ کی بی بی ام الفضل بنت مامون رشید ہمیشہ آپ سے طعن وطنز کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ مگر حضرت حلم سے کام لیتے تھے ایک روز اس نے مامون کی موجودگی میں اسی قسم کی باتیں اس نے بیٹی کو ڈانٹا اور کہا ایسے حلیم شوہر سے تیرا یہ گستاخانہ کلام مجھے پسند نہ آیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام محمد تقی علیہ السلام بھی بڑے مہمان نواز تھے ایک بار نصف شب گزر چکی تھی کہ ایک شخص بہ حیثیت مہمان آپ کے پاس وارد ہوا۔ آپؑ نے دریافت فرمایا کہ اۓ شخص کھانا کھائے گا

یا نہیں۔اس نے کہایا ابن رسولؐ اللہ میں بھوکا تو ہوں لیکن چونکہ وقت زیادہ ہوگیا ہے اس لئے آپ کو زحمت میں ڈالنا نہیں چاہتا، میں بھوکا ہی سولونگا۔فرمایا! ہمارے یہاں مہمان بھوکا نہیں سویا کرتے۔یہ فرما کر آپ اندر تشریف لیگئے اور کنیز کو جگا کر فرمایا! میں تنور روشن کرتا ہوں تو آٹا خمیر کر۔اس نے کہا یا بن رسولؐ اللہ میں خود تنور روشن کرلونگی۔فرمایا! نہیں مہمان کی خدمت میں کچھ حصہ میں بھی لینا چاہتا ہوں غرض کہ آپ نے کھانا تیار کرایا اور اس کو خود لیکر مہمان کے پاس آئے۔ وہ شخص یہ شفقت دیکھ کر رونے لگا۔آپؑ نے سبب پوچھا۔فرمایا! میں یہ خیال کر کے رورہا ہوں کہ زمانہ نے ایسے خدا رسیدہ لوگوں کو نہ پہچانا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا صلۂ رحم

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے کنبہ والوں کے ساتھ نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ کو امام رضاؑ کا فرزند تسلیم نہیں کرتے تھے ان کی لغو بیانیاں امامؑ سنتے رہتے تھے لیکن آپ ان سے قطع رحم نہیں کرتے تھے۔ان کے رنج و غم میں برابر شریک رہتے تھے اور ان کی حاجتیں برلاتے تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت

اخلاق آئمہ،ص۱۵۴ ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہی نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کوئی لمحہ آپ ذکر الٰہی سے خالی نہ تھا۔ایک بار آپ حج کرنے تشریف لے گئے۔آپ کی کثرت عبادت دیکھ کر تمام حاجیوں کے انگشت بہ دنداں ہوگئے۔ معتصم بھی حج کرنے کیلئے آیا ہوا تھا اس کے ارکان سلطنت نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت اور کمال خضوع و خشوع کا ذکر کیا اور کہا ہم نے خدا کا ایسا عبادت گذار بندہ آج تک نہیں دیکھا آپ تمام رات

یادالٰہی میں روتے تھے۔اور جب لوگ سوگئے ہوتے تو آپ پراور زیادہ رقت طاری ہوتی تھی اور آپ فرماتے تھے میں نے اس خالق جلیل کی شایانِ شان کب عبادت کی ہے۔

ایک بڑا ثبوت آپ کی کثرت عبادت کا یہ ہے کہ آپ کی زوجہ ام الفضل دفتر خلیفہ مامون رشید نے ایک شکایتی خط میں اپنے باپ کو لکھا تھا۔آپ نے میرا عقد ایک ایسے شخص سے کیا ہے جورات بھر محراب عبادت میں کھڑا رہتا ہے۔اوردن بھر روزہ رکھتا ہے۔نہ اسے زیب وزینت کا شوق ہے نہ اس کے گھر میں کوئی عیش وراحت کا سامان۔سلاطین کی لڑکیاں ایسے فقر پسندوں کے ساتھ اپنی زندگی بسر نہیں کرسکتی۔

امام رضاؑ کی شہادت کے وقت آپؑ مدینہ میں تھے اور بعض شیعہ حضرات آپ کی صغیرسنی کی وجہ تامل میں تھے یہاں تک کہ علماء وفضلاء واشراف وامائیل شیعہ اطراف عالم سے حج کیلئے آئے اور مناسک حج سے فارغ ہونے بعد حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے تو مشاہدہ معجزات و کرامات وعلوم وکمالات سے اس منبع سادات کی امامت کا اقرار کیا اور شک وشبہہ کا زنگ اپنے دلوں کے آئینے سے صاف کیا۔ یہاں تک کہ شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک مجلس میں یا چند دن پے در پے غوامض مسائل میں سے تین ہزار مسئلے میں سے تین ہزار مسئلے اس معدن فضائل وعلوم سے پوچھے گئے اور سب کے وافی واشافی جواب سنئے۔

چونکہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون کا نام زبان زد خلائق ہوگیا اور اسے لوگوں نے طعن وملامت کا نشانہ بنایا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ بظاہر اس جرم سے بری ہوجائے تو جب وہ خراسان سے بغداد پہنچا۔تو اس نے امام محمد تقیؑ کی خدمت میں خط لکھا اور آپ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ بلا بھیجا۔ جب آپ بغداد میں تشریف لائے اس سے پہلے کہ مامون آپ سے

ملاقات کرتا۔ایک دن وہ شکار کے ارادے سے سوار ہوا اثناء راہ میں کچھ بچوں کے پاس سے گذرا جو راستے میں کھیل رہے تھے اور حضرت جوادؑ بھی وہاں موجود تھے جب بچوں نے مامون کی سواری کو دیکھا آتے ہوئے تو وہ منتشر ہوگئے لیکن حضرت جوادؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور نہایت تمکین اور وقار کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ مامون آپ کے قریب پہنچ گیا اور انوار امامت وجلالت کے مشاہدہ اور آثار متانت وہیبت کے ملاحظہ سے اسے تعجب ہوا۔ (احسن المقال، ج۲،ص۱۸۵)

حضرت جوادؑ کا آئمہ کی طرف سے طواف کرنے کا حکم :احسن المقال، ج۲،ص۱۸۹ پر شیخ عباس قمیؒ نے تحریر کیا ہے کہ شیخ کلینیؒ نے موسی بن القاسم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جوادؑ سے عرض کیا کہ میں ارادہ رکھتا ہوں۔آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے طواف کروں۔بعض کہتے ہیں کہ اوصیاء کے لئے طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا! بلکہ تجھ سے ممکن ہو طواف کرو بیشک یہ مطلب جائز ہے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کے طرف سے اور آپ کے والد کے طرف سے طواف بجالائے۔تین سال بعد امامؑ سے ملاقات ہوئی تو میں نے بتایا کہ میں نے ایک دن رسولؐ خدا کی طرف سے ایک دن امیر المومنینؑ کی طرف سے اس طرح تمام معصومینؑ کی طرف سے اور بعض اوقات آپؑ کی جدّہ جناب فاطمہ صلواۃ اللہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے طواف کرتا ہوں۔امامؑ نے فرمایا! اس کام کو زیادہ کرو کیونکہ یہ عمل ان سب اعمال سے افضل ہے جن پر تم عمل کرتے ہو انشاءاللہ

صدقہ کا صلہ: بحارالانوار، ج۹،ص۴۴ پر قاسم بن محسن کا بیان ہے کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر میں تھا کہ ایک اعرابی ضعیف الحال میری طرف سے ہوکر گزرا۔اور مجھ سے سوال کیا۔ مجھے اس پر ترس آیا۔میں نے ایک رومال نکال کر اسے دیا۔وہ چلا گیا تو ایک بگولہ آیا اور میرے سر سے میرا

عمامہ اڑا لے گیا مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے اڑا اور کہاں گیا۔اب جب میں مدینہ پہنچا تو حضرت ابو جعفرؑ ابن امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؑ نے فرمایا! اے ابوالقاسم راستہ میں تمہارا عمامہ اڑ گیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپؑ نے غلام کو آواز دی۔کہ وہ عمامہ نکال لاؤ وہ غلام گیا اور میرا فلاں عمامہ نکال لایا میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ! یہ عمامہ آپ تک کیسے پہنچ گیا؟ آپؑ نے فرمایا! تم نے اس اعرابی پر صدقہ تصدق کیا تھا۔اس کے شکریہ میں اللہ نے تمہارا عمامہ واپس کر دیا اور اللہ کبھی کسی نیکی کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا یحییٰ بن اکثم سے فضیلتِ شیخین پر مناظرہ

بحار الانوار، ج ۹،ص ۸۴ پر علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے روایت تحریر کی ہے کہ مامون اپنی دختر اُم الفضل کا عقد امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کے بعد اپنے دربار میں تھا اور وہیں حضرت ابو جعفرؑ اور یحییٰ بن اکثم اور شرکاء کی ایک کثیر جماعت بھی موجود تھی۔یحییٰ بن اکثم نے حضرت ابو جعفرؑ کو مخاطب کیا اور بولا! فرزند رسولؐ آپ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا! یا محمدؐ اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کے بعد یہ کہتا ہے کہ ذرا ابو بکر سے پوچھو کیا وہ مجھ سے راضی ہیں میں تو بہر حال ان سے راضی ہوں۔

حضرت ابو جعفر محمد تقیؑ نے فرمایا! حضرت ابو بکر منزلت کا میں منکر نہیں ہوں لیکن اس روایت کے راوی پر یہ واجب ہے کہ اس روایت کو پیش نظر رکھے جس میں یہ ہے کہ رسولؐ اللہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میری طرف غلط روایات منسوب کرنے والے بہت ہو گئے ہیں اور ابھی اور بھی زیادہ ہونگے مگر یاد رہے کہ جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ کو منسوب کریگا وہ اوندھے منہ جہنم میں جائیگا۔لہذا تم لوگوں کے سامنے جب کوئی حدیث آئے تو اس کو کتاب خدا اور میری

سنت کے مطابق کر کے دیکھو اگر اسے کتاب خدا اور میری سنت کے موافق پاؤ تو اِسے قبول کرلو اور اگر مخالف پاؤ تو اسے چھوڑ دو۔ اب اس مذکورہ روایت کو دیکھا جائے تو یہ کتاب خدا کے موافق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" (سورہ ق آیت ۱۶)

جب اللہ تعالیٰ ہر ایک کی شہ رگ گردن سے بھی قریب ہے تو پھر اس سے ابوبکر کی رضا یا ناراضگی کیسے چھپی رہ گئی کہ وہ رسولؐ اللہ سے کہتا ہے کہ ذرا ابوبکر سے معلوم کر کے مجھے بتاؤ؟ عقل کے نزدیک تو یہ بات محال ہے۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا! اور یہ روایت بھی تو کہی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؔ کی مثال زمین پر ایسی ہی ہے جیسے حضرت جبرئیل وحضرت میکائیل کی مثال آسمان پر ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! یہ روایت بھی قابل نظر ہے کیونکہ حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ یہ دونوں اللہ کے مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی اطاعت سے روگردان نہیں ہوئے لیکن حضرت ابوبکؔر اور حضرت عمر پہلے مشرک تھے اگرچہ بعد میں اسلام لائے۔ علاوہ ازیں ان دونوں کی زندگی کا اکثر حصّہ مشرک باللہ میں بسر ہوا۔ الہذ محال ہے کہ ان دونوں کو ان دونوں فرشتوں کے مشابہہ قرار دیا جائے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابوبکؔر وحضرت عمؔر یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا! یہ بھی محال ہے کیونکہ اہل جنت کل کے کل جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔ یہ روایت بنی امیؔہ نے اس روایت کے مقابلے میں وضع کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں سردار جوانان اہل جنت ہیں۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا! روایت میں ہے کہ

حضرت عمرابن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! یہ محال ہے کیونکہ جنت میں ملائکہ مقربین فرشتوں، انبیاء از آدم تا خاتم تمام انبیاء ومرسلین ہونگے تو ان لوگوں کے انوار سے تو جنت میں کوئی روشنی نہ ہو اور حضرت عمر کے چراغ سے جنت روشن ہو جائے۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا! اور یہ بھی روایت ہے کہ سکینہ حضرت عمر کی زبان سے گفتگو کرتا ہے؟ آپ محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! میں حضرت عمر کی منزلت سے انکار نہیں کرتا مگر ذرا غور کرو کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں اور وہ بر سر منبر کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک شیطان ہے جو مجھے بہکاتا ہے لہذا اگر تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو مجھے سیدھا کر لیا کرو۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا! اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے ارشاد فرمایا! کہ اگر میں مبعوث بہ رسالت نہ ہوتا تو حضرت عمر رسول بنا کر بھیجے جاتے؟ امام جوادؑ نے فرمایا! اس حدیث کے مقابلے اللہ کی کتاب سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرماتا ہے!''**وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا**'' (سورہ احزاب آیت نمبر ۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد و پیمان لیا تھا پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو بدل دے اور انبیاء وہ ہیں کہ جنہوں نے چشم زدن کے لئے بھی کبھی شرک نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کیسے اس شخص کو نبی بنا کر بھیجتا جس کی زندگی کا اکثر حصّہ آلودہ شرک باللہ رہا۔ نیز رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت نبیؐ بنایا گیا جب حضرت آدمؑ اپنی روح اور جسد کے درمیان میں تھے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا! یہ بھی روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جب کبھی مجھ پر

وحی آئی رک جاتی تھی تو مجھے یہ خیال ہوتا کہ اب آل خطاب (حضرت عمر) پر نازل ہو رہی ہے۔

امام جوادؑ نے فرمایا! یہ بھی ناممکن ومحال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ یصطفیٰ من ملائیکة اسلاو من الناس'' (سورہ حج آیت) میں ہے کہ جب اللہ رسولوں کو منتخب کرتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے منتخب کئے ہوئے نبی سے نبوت کو ایسے شخص کی طرف منتقل کر دے جس نے شرک کیا ہو۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا! نبیؐ سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو سوائے حضرت عمر کے کوئی نہ بچے گا۔ آپ نے فرمایا! یہ بھی ناممکن اور محال ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ'' (سورہ انفال آیت ۳۳) یعنی اللہ اس امت میں سے کسی پر عذاب نازل ہی نہ کرے گا جب تک کہ رسولؐ اللہ ان کے درمیان ہیں یا وہ لوگ استغفار کر رہے ہوں (احتجاج طبرسی، ۲۳۰۔۱۴۹)

ام الفضل بنت مامون کا شکایتی خط: بحار جلد ۹ ص ۸۴ پر راویت کی گئی ہے کہ ام الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا اور اس میں حضرت ابو جعفرؑ کی شکایت تحریر کی کہ وہ کہتے ہیں کہ عقد کر کے ہم پر سوت لائیں گے۔ مامون نے اسکے جواب میں تحریر کیا۔ بیٹی میں نے تمہارا عقد حضرت ابو جعفرؑ سے اسلئے نہیں کیا کہ جو چیز اللہ نے ان کیلئے حلال کی ہے میں اسے ان کیلئے حرام کر دوں اور خبر دار اب آئیندہ اس طرح کی شکایت مجھ سے نہ کرنا۔ (الارشاد شیخ مفید، ص ۱۴)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے محاسن اخلاق

سوانح عمری امام محمد تقی علیہ السلام، ص ۲۶ پر تحریر ہے کہ تمام آئمہ معصومینؑ میں امام محمد تقی

علیہ السلام ہی ایسے بزرگوار ہیں جنہوں نے بالکل کم زمانہ امامت کا پایا۔ انتقال کے وقت آپ صرف ۲۵ سال کے تھے۔ اسی لئے حضرت کے حالات زندگی ہم کو کم نصیب ہوئے۔ اس پر بھی حضرت نے اپنے محاسن اخلاق ومحامد اوصاف وتجر علمی سے ایسے نمونہ ظاہر فرمائے کہ جس سے بڑے سے لیکر چھوٹے تک آپ کی یکتا جامعیت کے قائل ہو گئے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی کرامت

علی ابن خالد کا بیان ہے کہ میں عراق (سامرہ) میں سنا کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو مجھ کو اس سے ملنے کا بہت شوق ہوا اور اسکی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ وہ شخص خلیفہ مصر کے حکم سے قید ہے تو میں نے اپنے شوق کی تکمیل کیلئے زندان بان کو کچھ دیا۔ اور اس سے ملکر پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھکو ناروا اس جرم میں قید کیا گیا ہے۔ میں ملک شام کا رہنے والا ہوں میں نے تمام عمر عبادت میں بسر کی ہے۔ ایک رات کو ایسا ہوا کہ میں اس جہاں سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام نصب کیا گیا تھا عبادت میں مشغول تھا کہ یکا یک ایک بزرگوار تشریف لائے اور فرمایا کہ چل میں فوراً ان کے ساتھ ہولیا ایک آن میں ان کے ساتھ مسجد کوفہ میں تھا۔ وہ بھی نماز پڑھے اور میں نے انکی اقتداء میں نماز پڑھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم دونوں روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے۔ وہاں بھی نماز وزیارت سے فارغ ہوئے وہ بزرگوار اور میں آن واحد میں مکہ معظّمہ میں تھے وہاں نماز پڑھے جب ہم حرم سے باہر آئے تو وہ بزرگوار میری نظر سے غائب تھے اور میں پھر اپنے آپ کو اپنی پہلی عبادت گاہ پر پایا۔ اس واقعہ کے بعد سے ان بزرگوار کے متعلق سوچ میں ہی تھا کہ دوسرے سال پھر وہی بزرگوار اسی تاریخ اور اسی وقت تشریف لاتے اور اسی طرح تمام مناسک انجام دیتے رخصت کے وقت میں نے نہایت عاجزی سے ان سے پوچھا تو انہوں نے

فرمایا کہ مجھے محمد ابن علیؑ کہتے ہیں دوسرے روز میں نے تمام واقعہ اپنے دوستوں کو سنایا۔ جس کو میرے دوستوں نے سب سے کہہ دیا۔ رفتہ رفتہ یہہ خبر خلیفہ کو معلوم ہوئی اس نے مجھ کو نبوت کا الزام دیکر قید کر دیا ہے۔

راویؔ کا بیان سنکر علی ابن خالد بہت ماثر ہوئے اور موقع پا کر تمام واقعہ حاکم شہر کو سفارش کے طور پر لکھ بھیجا تو اس نے میرے رقعہ کی پشت پر لکھدیا کہ جس نے اسکو اتنی قوت دی ہے اب وہی اسکی مدد کرے۔ یہہ سنکر مجھے رنج ہوا۔ دوسرے روز میں قید خانہ میں اس سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ یکا یک غائب ہوگیا ہے۔ یہہ واقع سنکر میں دل ہی دل میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کشف و کرامات و اعجاز کا قائل ہوگیا (یہہ واقعہ فریقین کی مستند کتابوں میں درج ہے)۔ (الارشاد ۴۴۱، سوانح عمری حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مطبع)

پشت پر مہر امامت: بحار، ج ۹ ص ۳۴ پر علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ابوالحسنؑ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اپنے فرزند کو بلایا جو ابھی بچے تھے۔ انہیں اپنی آغوش میں بیٹھایا اور مجھ سے فرمایا ذرا ان کی قمیض اتارو۔ میں نے قمیض اُتاری تو فرمایا! ذرا اسکے دونوں کاندھوں کے درمیان پشت پر دیکھنا۔ میں نے دیکھا تو ایک شانے پر مہر کے مانند گوشت کے اندر مہر کا نشان تھا۔ آپؑ نے فرمایا! کیا تم یہ دیکھ رہے ہو ایسا ہی نشان اسی مقام پر پدر بزرگوار کے شانے پر بھی تھا۔ (بحار ۳۴ و کافی، ج ۱، ص ۳۴، ارشاد، ص ۲۹۸)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی اولاد: آپکے دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے (۱) علی (النقی) موسیٰ (مبرقع) صاحبزادی (۱) امامہ (۲) حکیمہ خاتون جن کا تذکرہ امام زمانہؑ کے ولادت کے حالات اور دوسرے کئی مقامات پر موجود ہے اور ان کی قبر بھی سامرہ میں امام علیؑ النقی اور امام حسن

عسکریؑ کی قبروں کے پاس موجود ہے۔جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

ام الفضل کی رخصتی، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی مدینہ کو واپسی

سیرت امام محمد تقی علیہ السلام ،ص ۱۳ پر تحریر ہے کہ مامون نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لخت جگر ام الفضل کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے قبالہ نکاح میں دیدیا۔تقریباً ایک سال تک امامؑ بغداد میں مقیم رہے۔ مامون نے دوران قیام بغداد میں آپ کی عزت وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کی یہاں تک کہ آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ مامون نے بہت ہی انتظام واہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

دوران سفر معجزات: علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ امامؑ اپنی اہلیہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے جارہے تھے آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے۔ چلتے چلتے شام کے وقت آپ وارد کوفہ ہوئے وہاں پہنچ کر آپؑ نے مسیّب کا مکان پر قیام فرمایا۔اور نماز مغرب پڑھنے کے لئے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجد میں تشریف لے گئے۔آپ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ پانی آنے پر ایک ایسے درخت کے تھالے (جو کسی جھاڑ کے اطراف بنایا جاتا ہے) میں وضو کرنے لگے جو بالکل خشک تھا اور مدتوں سے سرسبزی اور شادابی سے محروم تھا۔امامؑ نے اس جگہ وضو کیا پھر آپ نماز مغرب پڑھکر وہاں سے واپس ہوئے۔حسب نظام العمل وہاں سے روانہ ہوگئے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑ گئے اور وہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضو فرمایا تھا وہ سرسبز وشاداب ہوگیا اور ایک ہی شب میں وہ تیار پھلوں سے لدگیا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر بے انتہا تعجب

کیا(نور الابصار،ص ۱۴۷،ارشاد،ص ۴۷۹،سیرت امام محمد تقیؑ،ص ۶۴)

امام کے فرائض منصبی: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بغداد سے کوفہ اور کوفہ سے روانہ ہو کر طئے مراحل وقطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ومشغول ہوگئے پند ونصائح ،تبلیغ وہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کا عملی درس شروع کر دیا،خاندانی عظمت وشوکت کے باوجود ہر ایک سے جھک کر ملنا،ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا،مساکین کی صحبت میں بیٹھنا،مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا،غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا۔مہمانوں کی خاطر داری میں اور علمی ومذہبی پیاسوں کیلئے فیض کے چشموں کو جاری رکھنا آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔

اہل دنیا جو آپکی بلندی نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے انہیں یہ تصور ضروری ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا یقیناً اس کے چال ڈھال طور طریقے کو بدل دے گا اور اسکی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات اور اسکا سبب: تذکرۃ الاطہار،ص ۴۴۱ پر شیخ مفید علیہ رحمہ پر تحریر ہے کہ معتصم نے آپ کو مدینہ سے بلوایا جب آپ بغداد پہنچے ۲ محرم ۲۲۰ ہجری میں بغداد پہنچے اور اسی سال آخر ماہ ذیعقدہ ۲۲۰ ہجری آپ کی شہادت ہوئی۔معتصم نے ام الفضل کے ذریعہ آپ کو زہر دلوایا۔اور آپ کو بغداد بلانا بھی اسی کی غمازی کرتا ہے۔آپ کو مقابر قریش میں آپ کے جد بزرگوار ابوالحسنؑ موسیٰ ابن جعفرؑ کی پشت کی طرف دفن کیا گیا اور جس دن آپ کی شہادت ہوئی آپ کی عمر پچیس برس اور کچھ ماہ تھی۔(الارشاد تذکرہ الاطہار،ص ۴۴۱)

عجیب وغریب واقعہ

انوار امامت، ص ۲۱۶ پر حضرت مقدس اردبیلی نے تحریر کیا ہے کہ بعد شہادت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا کتاب کشف الغمہ اور نہج الادعوات میں مذکور ہے کہ حکیمہ دختر امام رضاؑ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنی بھاوج ام الفضل سے ملنے گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ مفارقتِ امام میں زار و قطار رورہی ہے کچھ دیر بعد مجھ سے کہا! عمّہ گرامی میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جو کبھی نہ سنا ہو۔ میں نے کہا ضرور سناؤ۔ کہنے لگیں! ایک روز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت نہایت خوبصورت اور خوش سلیقہ مجھ سے ملنے آئی۔ میں نے کہا! آپ کون ہیں؟ کہا میں خاندان عمّارِ یاسر سے ہوں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی زوجہ ہوں میں اس کے سامنے تو خاموش رہی مگر اس غم وغصّہ کو برداشت نہ کرسکی۔ نصف شب کے قریب میں روتی ہوئی باپ (مامون رشید) کے ہا پہنچی اور ان سے شکایت کی کہ میرے شوہر (امام محمد تقیؑ) نے اور شادی کر لی۔ اور جب میں نے کہا تو وہ مجھے اور آپ مامون کو بُرا بھلا کہے۔

میرا باپ (مامون رشید) اس وقت شراب کے نشہ میں بے خود تھا غصّہ میں فوراً تلوار کھینچ لی کچھ خدّام ساتھ لئے اور خانۂ امام محمد تقیؑ کی طرف چل دیا گھر میں داخل ہوا دیکھا آپ سو رہے ہیں۔ فوراً تلوار سے پارہ پارہ کر کے اُلٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ میں بہت روئی اور پیٹی اور دل میں کہا یہ میں نے اپنے اوپر کیا ظلم کیا۔ میں روتے روتے سوگئی۔ صبح کو یاسر خادم نے میرے باپ سے کہا کہ رات آپ سے ایک خلاف اُمید غلطی سرزد ہوگئی۔ مامون نے وضاحت چاہی۔

یاسر نے کہا! رات آپ کی صاحبزادی (ام الفضل) نے فرزند رسولؐ کی شکایت کی اس

طور سے کہ آپ بے حد غضب ناک ہو گئے ۔ نوبت بایں جا ر یہ کہ آپ نے اُسی وقت غیظ و غضب میں اُن کو قتل کر دیا۔ مامون یہ سُن کر خوب زار و قطار رو یا۔ پھر یاسر کو خبر کیلئے بھیجا۔ یاسر پہنچا تو کیا دیکھا کہ امامؑ وضو فرما رہے ہیں۔ بعد وضو میں نے بات کرنی چاہی لیکن امام پھر نماز میں مصروف ہو گئے ۔ میں نے فوراً یہ خبر مامون کو دی مامون بے حد خوش ہوا اور شکر خدا بجالایا۔ پھر بہت کچھ انعام یاسر خدّ ام کو دیا اور بیس ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں بھیجے۔ یاسر نے پلٹ کر مامون سے بتلایا کہ امامؑ کے جسم پر ایک معمولی سی خراش بھی نہیں ہے۔

یہ خبر سن کر مامون رشید اور بھی خوش ہوا۔ اور اپنی تلوار اور گھوڑا امام کو تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ اسکے بعد مجھ (ام الفضل) سے کہا کبھی مجھ سے امام کی شکایت نہ کرنا ورنہ تجھے زندہ دفن کر دوں گا۔ کیا تو یہ جانتی ہے کہ جو چیز خدا نے ان (امامؑ) کے لئے حلال اور جائز قرار دی ہے میں اس کو حرام اور ناجائز قرار دے دوں۔ پھر مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے معافی چاہی۔ امامؑ نے نصیحت کی کہ شراب نوشی ترک کر دے۔ چنانچہ اس روز سے تائب ہو گیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سفر مدینہ: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مامون رشید کو ہموار کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ ام الفضل بھی ہمراہ تھی۔ امام اعجاز امام دکھائے خشک درختوں کو بار آور بناتے مدینہ پہنچے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ سینکڑوں شاگرد جیّد عالم بنکر نکلے۔ ہر ایک نے متعدد کتابیں فقہ و حدیث کی تالیف کیں۔ لوگ جوق در جوق حل مسائل کو آتے تھے۔

کثیر رقم خیرات کرنا: ایک مرتبہ خلیفہ بیمار ہوا اور منت مانی کہ بعد صحت یابی کثیر رقم فقراء میں تقسیم کروں گا۔ خدا نے صحت عطا کی تو خلیفہ نے سونچا مجھے کتنی رقم خیرات کرنی چاہیے۔ کثیر رقم سے کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ علماء کو طلب کیا۔ کوئی اس مسئلہ کو حل نہ کر سکا بالآخر امامؑ سے پوچھا گیا۔ آپؑ

نے فرمایا! اگر درہم کی منت تھی تو اسی ۸۰ درہم اور اگر دینا کی منت تھی تو اسی ۸۰ دینار خیرات کردئے جائیں۔علماء نے وضاحت چاہی: آپؑ نے فرمایا! کہ خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ"(سورہ توبہ آیت ۲۵)"ہم نے تمہاری کثیر خطرات میں مدد کی یعنی جن خطرات (غزوات) وہ سرایا میں مدد کی گئی ان کی تعداد اسی (۸۰) تھی لہذا کثیر سے مراد اسی (۸۰) ہے۔

ایک نشست میں تیس ہزار مسائل کے جوابات

انوار امامت،ص ۲۲۰ پر حضرت مقدس اردبیلی علیہ رحمہ نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے تجبّر علمی کے لئے یہ واقعہ ہی کافی ہے جو کشف الغمہ اور فصول المہمہ میں مذکور ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔اطراف نواحی کے بے شمار لوگ جمع تھے اور انہوں نے اس روز امامؑ سے تیس ہزار مسائل کے جواب پوچھے امامؑ نے ہر ایک کو جواب باصواب دے کر خوش وخرم رخصت کیا۔اس وقت امام محمد تقیؑ کی عمر دس سال کی تھی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نظر بندی قید اور شہادت

سیرت امام محمد تقیؑ،ص ۳۰ پر ہے مدینہ سے فرزند رسولؐ کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی،اس لئے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے۔معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کر دیا۔علامہ اردبیلی لکھتے ہیں کہ (کشف الغمہ،ص ۱۲۱) ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات امام کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے۔بعض علماء کا کہنا

ہے کہ آپ پراس قدر سختیاں تھیں اوراتنی کڑی نگرانی اورنظر بندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہوجاتے تھے بہر حال وہ وقت آ گیا کہ صرف ۲۵ سال ۳ ماہ ۱۹ دن کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذیعقدہ (بتاریخ ۲۹/ذیعقدہ ۲۲۰ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہوگئے۔ (کشف الغمہ ، ص۱۲۱،صواعق محرقہ ،ص ۱۲۳،اعلام الوریٰ ،ص۲۰۵،ارشاد ،ص۴۸۰،انوارالنعمانیہ،ص۱۲۷،آپ کی شہادت کے بارے میں ملاّ بین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کوزہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ،ص۲۹۷) بہر حال اور بہت سی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے آپ کوآپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کرشہید کیا (نورالابصار،رج المطالب،ص۴۶)

مطلب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی علیہ السلام کے والد ماجد امام رضاؑ کواوراسکی بیٹی نے امام محمد تقی کو بقول امام شبلنجی شہید کر کے اپنے وطیرہ ستمرہ اوراصول خاندانی کوفروغ بخشا ہے۔علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام کوشہید کر کے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی ۔بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امامؑ نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکرفرمایا تھا۔جس کے نتیجہ میں اسکے ناسور ہوگیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہوکرمری ۔آئمہ اہل بیتؑ سے یہ روایت کتب معتبرہ میں منقول موجود ہے کہ ''مامنا الا مقتول اومسموم'' ہم میں سے ہرشخص کوقتل کیا گیا یا زہر دیا گیا بعض اہل سنت کی کتب سے بھی نقل ہوا ہے کہ انہیں فلاں بادشاہ نے زہر دے دیا جیسا کہ ابوجعفرؑ کے متعلق منقول ہے کہ معتصم نے ام الفضل کے ذریعہ آپؑ کوزہر دیا اوراس کا آپ کو بغداد بلانا بھی اسی کی غمازی کرتا ہے۔ (تذکرہ الاطہار،ص۴۴۴)

آپؑ کو معتصم کے زہر دینے کی ترکیبوں میں دو صورتیں بتلائی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ آپ شربت سم آلود کے ذریعے سے مسموم کئے گئے۔دوسرے یہ کہ آپؑ کے کھانے میں زہر ملایا گیا۔شربت سم آلود کے معاملہ میں ام الفضل کو اصل ذریعہ بتلایا جاتا ہے۔(تحفۃ المتقین ص۶۶)

علامہ مجلسی نے عیون المعجزات کے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ منورہ سے بغداد تشریف لائے۔تو معتصم نے ام الفضل کو آپ کا پورا مخالف اور جان کا دشمن پا کر اس کو آپؑ کے قتل پر راضی کر لیا۔معتصم کی تجویز و ہدایت کے مطابق ام الفضل نے ایک دن آپ کو انگور رزّاقی میں زہر ہلاہل آمیز کر کے کھلا دیئے۔اس سم قاتل کا اثر فوراً آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہوا اور اُسی کے صدمے سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعون۔

امام علی نقی علیہ السلام کو آپ کی شہادت کی خبر

علامہ مجلسیؒ کتاب بصائر الدرجات سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنی مدینہ کی زراعت میں ایک دن مرد متدین کو اپنا شریک کر لیا تھا اور بغداد کی دوبارہ روانگی کے وقت اپنے خانگی امور کی حفاظت اور دیکھ بھال اُسی کے متعلق کر دی تھی۔یہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں معمول سے ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کے سامنے اس وقت ایک لوح رکھی ہوئی تھی اور آپ اُسے پڑھ رہے تھے۔

ناگاہ جناب امام علی نقی علیہ السلام کی حالت تغیر ہوئی اور آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندر گھر میں تشریف لے گئے۔آپؑ کے اندر جاتے ہی دولت سرا سے شیون وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔میں نے گھبرا کر آپ سے دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے ابھی رحلت فرمائی ہے۔میں نے عرض

کیا۔آپؑ کو اس واقعہ جانگزا کی اور پھر اتنے جلد کیسے خبر ہوگئی امام علی نقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے ایک ایسی حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ میں نے یقین کرلیا کہ میرے پدر عالمقام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور منصب امامت مجھے تفویض فرمایا۔

اسکے بعد آپ بہ اعجاز امامت اسی وقت مدینہ سے بغداد تشریف لے گئے اپنے پدر بزرگوار کی آخری خدمات انجام دیکر ان کی لاش مطہر کو مقابر قریش ان کے جد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں مدفون فرمایا۔ یہ قبّہ مبارک اور یہ عتبہ مقدس آج تک اسی رعایت سے کاظمین شریفین کے معزز لقب سے تمام اسلامی دنیا میں یادگار ہے۔جس کے متعلق شاہ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی اپنی کتاب ''جذب القلوب''''الی دیارِ محبوب'' میں امام شافعی کا یہ قول لکھتے ہیں کہ یہ قبّہ مطہر اور مرقد منور اجابت دعاء اور انجاح مدعا کی ضرورتوں کیلئے اکسیر اعظم اور باب الحوائج عالم ہے۔(تحفة المتقین ،ص۶۹)

معتصم عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

جناب امام محمد تقی علیہ السلام نے بغداد واپسی پر مدینہ منورہ تشریف لائے اس ۸ ہشت سالہ قیام کا زمانہ انہیں مشاغل میں صرف فرمایا۔اس زمانہ میں جب تک مامون رشید زندہ رہا نہ وہ آپ کے احوال سے پرساں ہوا۔اور نہ اس کے بعد سات برس تک معتصم نے آپ کے متعلق کوئی تلاش کی۔مگر ہاں ام الفضل کو مودت والفت کے عوض آپ کے ساتھ ایسی ہی مخاصمت اور مخالفت ہوگئی تھی جو کسی طرح آپ کا دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ جناب امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ مقدسہ کی جانب سے اس کے دل میں ایسی ہی خلش اور جلن تھی کہ وہ اس کی کینہ پرور طبیعت سے کسی

طرح باہر نہیں نکلتی تھی۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قیام میں بھی اپنے اس خاص انداز کو نہ بھول سکی۔ اور حضرت امام محمد تقی علیہ اسلام کے لئے ہمیشہ پہلو کا خار اور باعث آزار بنی کی بنی رہی۔

مامون کے زمانہ حیات ہی میں مدینہ منورہ سے ایک بہت بڑا طول وطویل خط آپ کی لمبی چوڑی شکایتوں پر مبنی لکھ بھیجا۔ مامون چونکہ ایک مرتبہ اسکی جھوٹی تہمت اور صریح افتراء کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر سخت نادم و پشیمان ہو چکا تھا۔ اسی وقت سے وہ اس کی فطرتی پرخاش سے خوب آگاہ ہو چکا تھا۔ اسی لئے اس نے اپنی بیٹی کا خط پڑھتے ہی اس کے مقصود دلی کو پورے طور سے سمجھ لیا تھا اور اس نے فوراً اسکے جواب میں تحریر کیا کہ میں نے تم کو ان کے عقد میں اس لئے نہیں دیا ہے کہ تم ان پر خدا کی حلال فرمودہ چیزوں کو اور مباح نعمتوں کو حرام کردو۔

مامون کے اس جواب نے ام الفضل کا منہ توڑ دیا۔ پھر وہ جب تک زندہ رہا۔ ام الفضل کو آئیندہ کسی خلاف تحریک کی جراٗت نہ ہوسکی۔ دو برس کے بعد مامون مرگیا۔ اور چھ برس تک معتصم اس کے بعد حکومت کرتا رہا اس عرصہ میں ام الفضل نے چچا کو بھی باپ کی طرح حضرت امام تقی جوادؑ کی نسبت انواع واقسام کی شکایتیں لکھ بھیجیں۔

پہلے تو معتصم نے ام الفضل کی تحریر وتحریک پر کوئی اعتماد نہیں کی مگر جب اسکی لگاتار اور متواتر اس مضمون کی تحریر نے اس کو عاجز کردیا۔ اگر آپ کو میرے لکھنے پر اعتبار نہ ہو تو میرے ساتھ انہیں بلوا کر ان تمام باتوں کو جو میں نے ان کے متعلق لکھی براۃ العین مشاہدہ کرلیجئے تو آخر کار معتصم نے ۲۱۴ ہجری میں امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ اور عبدالملک جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا روانگی کیلئے خاص تاکید کی۔ اس کے ظالمانہ اور جابرانہ اصرار نے آپ کو اور بھی مجبور کردیا۔

عبدالملک کی اس خاص مخالفت اور مخاصمت کی وجہ حکم حاکم ہونے کے علاوہ سب سے بڑی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت مدینہ کے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ امام حضرت تقی جوادؑ کی عظمت وجلالت کے مقابلہ میں عبدالملک کی قدر ومنزلت کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے اس نے اچھی طرح یقین کرلیا تھا کہ آپ کی موجودگی اور قیام کے زمانہ تک مدینہ میں تو یہ دن مجھے کبھی نصیب ہونے والا نہیں۔ اسی لئے وہ معتصم کے حکم کے علاوہ خود بھی امام جوادؑ کا مدینہ میں رہنا کسی طرح پسند نہیں کرتا تھا۔

حضرت امام محمد تقی جوادؑ اور دربار بغداد میں داخلہ: امام محمد تقی جوادؑ ہر طرف سے مجبور ہوکر بغداد کو تشریف لے گئے اور جناب امام علی نقی علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے۔ بہر حال جب آپ مدینہ سے بغداد میں پہنچے تو معتصم نے آپ کے اکرام اور خاطر داری کے اہتمام میں اپنی ظاہرداری کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ (تحفۃ المتقین، ص ۶۳)

علامہ ابن ابی داؤد اور حضرت امام محمد تقی جوادؑ: حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو ابھی بغداد میں تشریف لائے ہوئے پورا ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ معتصم آپ کی ہلاکت واستیصال پر آمادہ اور مستعد ہوگیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے کہ عیاشی نے زرقان کے اسناد سے لکھا ہے کہ ایک روز علامہ ابن داؤد معتصم کے دربار سے نہایت ملول ومحزون اپنے گھر گیا اور بیان کرنے لگا کہ آج حضرت موسیٰ رضاؑ کے صاحبزادے جناب امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے میں ایسا ذلیل وخوار ہوا کہ مجھے کسی کو اپنا منہ دکھلانا اب اچھا نہیں معلوم ہوتا واقعہ یوں ہے۔

سارق کے ہاتھ کاٹنا: ایک مرد سارق کو خلیفہ کے پاس لائے خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا

جائے۔ مجھ سے استفسار کیا گیا تو میں نے کہا شرع کی معمولی حدود کے مطابق کہنی کے پاس سے اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے یہ سن کر معتصم نے مجھ سے دلیل طلب کی میں جو جانتا تھا اسکی خدمت میں عرض کر دیا۔ مگر اس کی خاطر خواہ تشفی اور اطمینان نہیں ہوا۔ تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مخاطب کر کے عرض کی! کہ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا! جو کچھ حاضرین نے حکم دیا ہے۔ وہ تو خلیفہ کو معلوم ہو چکا ہے پھر بار دیگر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ معتصم نے کہا کہ آپ کو غیروں کے حکم سے کیا واسطہ۔ آپ کے نزدیک جو اس کا حکم ثابت ہو وہ ارشاد ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے نہایت منت و آرزو سے فرمایا! کہ مجھ کو اس مسئلہ کے جواب سے معاف رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔ مگر معتصم نے کسی طرح نہ مانا۔ اور اصرار پر اصرار کیا۔

آخر کار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی صرف انگلیاں کاٹ ڈالی جائیں اور دونوں ہاتھوں کے کف دست چھوڑ دیئے جائیں تا کہ وہ فرائض الٰہی کی ادائیگی سے مجبور نہ رہے اور پھر اس پر اپنی طرف سے ایسی قوی اور مستحکم دلائیل بیان کئے کہ میں (ابوداؤد) اور میرے برابر والے تمام علماء اور فضلاء جو اس وقت خلیفہ معتصم کی مجلس میں بیٹھے تھے دم بخود ہو گئے اور تمام علماء پر ایسی حیا و ندامت طاری ہوئی کہ کہتے ہیں ابو داؤد کہ کاش میں بیس برس پہلے مر گیا ہوتا تو بہت بہتر ہوتا۔ آج کے دن کی ندامت کو نہ دیکھتا۔ زرقانؔ کا بیان ہے کہ اس واقعہ سے تین روز تک ابن ابی داؤد مارے شرم و حیا کے اپنے گھر سے نہ نکلا۔ تو خلیفہ معتصم کے پاس خلوت میں گیا اور بعد الحاج وزاری اس سے عرض کی کہ ہر حال میں خلیفہ کی خیر خواہی مجھ پر لازم ہے اس لئے عرض کرتا ہوں۔

بہر حال خلیفہ نے وہ مسئلہ جسے وہ خود نہ جانتا تھا اسے اپنے علماء فضلا، امراء اور وزرا سے دریافت کیا۔ اس نے برخلاف علماء فتوئے دیا اور خلیفہ نے سب عالموں کے فتوے ترک کر کے اس کے فتوے پر عمل کیا اور یہ خبر تمام لوگوں کو معلوم ہوئی جسکی وجہ سے اس کے دوستوں اور شیعوں کو محبت قوی ہاتھ لگی۔ ابن داؤد کا فقرہ چل گیا اور معتصم بھی اپنی اصلی فطرت پر آ گیا۔ ابن داؤد کی خوشامدانہ تقریر سن کر اسکو بھی اپنی بادشاہی کی غیرت آ ہی گئی۔ اسی وقت سے امام محمد تقی علیہ السلام کی مخالفت اس کے دل میں جاگزیں ہوگئی اور در پے آزار ہو گیا۔

ام الفضل کی آخری سرگزشت: تحفۃ المتقین ص ۷۰ پر عیون المعجزات سے مرقوم ہے کہ ام الفضل حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیماری میں مشغول اور اشکبار ہوئی یہ ملاحظہ فرما کر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا! اسخت تعجب ہے کہ تو ہی نے مجھے قتل کیا اور تو ہی مجھے رونے بیٹھی ہے خدا کی قسم ایک دن تو بھی ایسی بلا میں مبتلا ہوگی۔ جو کسی طرح علاج پذیر نہ ہوگی اور تو ایسے درد لا علاج میں گرفتار ہوگی۔ جسکے دفیعہ کی کوئی فکر نہ ہو سکے گی۔

تھوڑے ہی دن میں کے بعد ام الفضل کو ناصور کا عارضہ ہو گیا۔ ہر چند طبیبوں نے علاج کیا مفید نہ ہوا۔ آخر کار اس زخم میں سمیت پیدا ہوگئی۔ اور وہ اسکی تاثیر سے مبسوط اور مجنون ہو کر باہر نکل پڑی اور ایک عرصہ تک گلیوں میں ٹھیکریاں چنتی رہی اور آخر کار اسی پریشانی اور ناپرسانی کی ناقابل برداشت حالتوں میں مرگئی۔

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلبِ ینقلبون"

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

اسم مقدس	:	علیؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن موسیٰؑ ابن جعفرؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ
والدہ کا نام	:	اُم ولد تھیں جن کا نام نامی گرامی سمانہ مغربیہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ سیدہ ام الفضلؑ کے نام سے مشہور تھیں۔
القابات	:	ہادی نقیؑ، قائمؑ ،فقیہ،امین اور طیب،ابوالحسن ثالث
مقام ولادت	:	مدینہ کے قریب مقام صریا میں ہوئی
تاریخ ولادت	:	۵/رجب (اور دوسری روایات بھی ہیں)
سنہ ولادت	:	۲۱۲ھ (روز جمعہ)
شہادت	:	۳/رجب ۲۵۴ھ روز دوشنبہ
انگوٹھی کا نقش	:	اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ تھا
مدت امامت وخلافت	:	۳۴ برس رہا
آپ کے دور میں خلفاء	:	معتصم کا بقیہ عہد خلافت رہا، پھر اسکے بیٹے نے چند ماہ خلافت کی ، پھر مستعین (احمد بن محمد بن معتصم) نے دوسال نوماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی (زبیر بن متوکل) کی آٹھ سال چھ ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔اس کے آخری عہد میں شہادت پائی۔
زہر دلوانے والا	:	معتز باللہ (ابن بابویہ کا قول ہے کہ آپ کو معتمد نے زہر دیا)

مقام دفن : سُرّ من رئے (سامرہ) اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے (تاریخ ولادت وشہادت میں اختلاف ہے) متوکل نے یحییٰ بن ہرشمہ کے ذریعہ مدینہ سے بلوایا۔

آپ کی اولادیں : پانچ تھیں ابومحمد حسنؑ (امام ہیں) حسن، محمد، جعفر (بحار، ج ۱۰، ص ۱۲۰)

کنیت : ابوالحسن چونکہ (امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ کی کنیت بھی ابوالحسن ہے۔ آپ کو (ابوالحسنؑ ثالث کہتے ہیں)

امام علی نقیؑ کا مدینہ سے سامرہ آنا: الارشاد شیخ مفید (تذکرۃ الاطہار ۴۵۲) پر تحریر ہے کہ آپ کا مدینہ سے سامرہ کوچ کرنے کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں امور جنگ اور نماز پڑھانے پر (حکومت کی طرف سے) عبداللہ بن محمد مامور تھا، اسی نے حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ کو اذیت پہنچانے کے قصد سے متوکل کے پاس چغلی کی۔ جناب ابوالحسنؑ کو اس کے چغلی کرنے کا پتہ چل گیا تو آپؑ ے متوکل کو خط لکھا جس میں عبداللہ بن محمد کے آپ پر ظلم کرنے اور چغلی کا ذکر کیا۔ متوکل نے جواب دیا اور بہترین قول وفعل کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو سامرہ آنے کی دعوت دی خط کا ظاہری متن یوں تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امابعد بیشک ''امیر المومنین'' (یعنی متوکل) آپؑ کی قدر ومنزلت کو جانتے اور قرابت کی رعایت کرتے ہیں اور آپؑ کے حق کو ثابت سمجھتے ہیں اور آپؑ کے اہلبیتؑ کا جائزہ لیتے ہیں جس سے خدا ان کے اور آپ کے حالات کی اصلاح فرمائے اور اس سے آپؑ کی اور ان کی عزت برقرار رہے گی اور آپ اور ان پر امن وامان کو داخل کرے گا جس سے اس کا مقصد

اپنے پروردگار کی رضا اور اس چیز کو ادا کرنا ہے جو آپؑ کے اور ان کے بارے میں اس پر فرض کی گئی ہے اور امیر المومنین (متوکل) نے مناسب سمجھا ہے کہ عبداللہ بن محمد کو ان ذمہ داریوں سے ہٹا دیا جائے جنہیں وہ مدینہ رسولؐ میں امور جنگ اور نماز کے متعلق ادا کرتا تھا کیونکہ جیسا کہ آپؑ نے ذکر فرمایا کہ وہ آپ کے حق سے جاہل اور آپ کی قدر و منزلت کو خفیف سمجھتا ہے۔ اسکی جگہ محمد بن فضل کو اس کی جگہ ذمہ داری سونپی ہے اور اسے آپ کی تعظیم کرنے اور آپ کی رائے کو تسلیم کرنے کی تاکید کی ہے۔

اور امیر المومنین (متوکل) آپ سے تجدید عہد کرنے کے مشتاق اور آپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں پس اگر آپ بخوشی ان سے ملنا چاہیں اور ان کے پاس جتنی دیر رہنا پسند کریں تو ضرور کوچ فرمایئے اور اپنے اہلبیتؑ، موالی اور چشم و خدام میں سے جسے انتخاب کریں آرام و اطمینان سے ساتھ لایئے۔ جب چاہیں کوچ کریں جب چاہیں تشریف لائیں اور امیر المومنین (متوکل) کا غلام یحییٰ بن ہرثمہ اور اسکے ساتھ جو لشکر ہے یہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ پس اللہ سے استخارہ کر کے آجائیں (خط اور کافی طویل ہے ہم نے اسکا کچھ حصہ موضوع کے مطابق لیا ہے) والسلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ

جس دن حضرت ابوالحسنؑ سامرہ تشریف لائے تو صالح بن سعید کہتا ہے کہ جس دن حضرت ابوالحسنؑ ثالث سامرہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ انہوں نے تمام امور میں آپ کے نور کو خاموش کرنیکی کوشش کی ہے یہاں تک کہ آپ کو انہوں نے اس قبیح ترین سرائے میں اتارا ہے جو خان صعالیک (چور و گداؤں کی سرائے) میں ٹھہرایا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا! اے سعید پھر ہاتھ سے اشارہ کیا تو اچانک مجھے بہترین باغات،

جاری نہریں، معطر حوریں اور خدمت گار تھے۔

سامرّہ میں ابوالحسنؑ جتنی مدت رہے ظاہر حالت میں مکرم و معظم تھے اور متوکل پوری کوشش کرتا تھا کہ کوئی حیلہ بہانہ اسے مل جائے لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکا۔

امام علی نقیؑ کی والدہ کا تذکرہ اور آپؑ کا بچپن: ''سچے رہنما'' کتاب امام علی نقی علیہ السلام ،ص ۵ پر محمد بن خرج کہتے ہیں کہ امام محمد تقی جوادؑ نے مجھے اپنے ہاں بلا کر کہا! اے محمد! شہر میں ایک قافلہ آیا ہے۔ اس قافلے میں ایک سوداگر ہے جو کنیزیں لایا ہے اس کے بعد آپ نے ایک کنیز کی نشانیاں بتلائیں پھر مجھے ساٹھ دینار دیکر بھیجا کہ میں اس کو خرید لاؤں۔ میں اس سوداگر کے پاس گیا اور وہ کنیز خرید کر لے آیا۔ یہ کنیز بی بی سمانہ تھیں جو بعد میں ہمارے دسویں امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے بہت سی بنجر زمینوں کو آباد کیا تھا۔ ایک ایسی ہی زمین مدینہ کے قریب بھی تھی جس میں بہت سے باغ اور کھیت لگائے تھے بعد میں لوگ وہاں رہنے سہنے لگے۔ اور ''صریا'' نام کا ایک گاؤں آباد ہیں۔

امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی رضاؑ کی طرح امام محمد تقی جوادؑ بھی ''صریا'' کے باغوں اور کھیتوں کی رونق بڑھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؑ نے اپنی بیوی ''سمانہ'' کو وہیں بسا دیا تھا۔ اسی گاؤں میں ۵/رجب بعض تاریخوں میں ۱۲/رجب بھی ہے ۲۱۲ھ ہجری کو خدا نے سمانہؑ بی بی کو ایک چاند سا بیٹا دیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے اس بیٹے کا نام ''علی'' رکھا یہی ہمارے دسویں امام ہیں۔ آپ کا لقب نقی، ہادی اور کنیت ابوالحسنؑ ثالث ہے۔

امام ہادی اپنی ماں بی بی سمانہ کیساتھ صریا گاؤں ہی میں رہتے تھے جب آپ ۶ سال

کے ہو گئے تب خلیفہ مامون مر گیا اور ۲۱۸ھ میں معتصم باللہ خلیفہ بن گیا۔

آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ اہلبیتؑ سے دشمنی رکھتے تھے جن کے پاس ملک، خزانہ اور لشکر نہ تھا۔ آخر اس دشمنی کی وجہ کیا تھی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خلیفہ یہ جانتے تھے کہ اسلام کے سچے رہنما اور مسلمانوں کے اصلی حاکم یہی امام ہیں۔ اس لئے یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تو ہماری حکومت جاتی رہے گی۔ یہی بات تھی جب معتصم خلیفہ بنا تو امام محمد تقی علیہ السلام کی عظمت علم، شان وشوکت کے حد میں آپ کی جان کے پیچھے پڑ گیا۔

جب امام محمد تقی علیہ السلام دوسری بار گرفتا ہو کر جانے لگے، اسماعیل بن مہران کو بتایا کہ میں اس سفر سے واپس نہیں لوٹوں گا اور میرے بعد امامت میرے بیٹے علی نقی علیہ السلام ہادی ہے۔ آپؑ اپنی والدہ بی بی سمانہ کے ساتھ صریا میں ہی رہے۔ امام ہادیؑ نے آٹھ سال کی عمر میں امامت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ اس سے پہلے امام تقی جوادؑ بھی اتنی ہی عمر میں امامت کا مرتبہ پایا تھا نبوت کی طرح سے امامت بھی خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے اس میں عمر کا کم یا زیادہ ہونا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ جیسا کہ خدا نے حضرت یحییٰ کو حضرت عیسیٰؑ کو بچپنے میں ہی نبوت کی عزت بخشی تھی۔

امام علی نقی علیہ السلام (الہادی) کیلئے خلیفہ کا معلّم کا انتظام کرنا: خلیفہ معتصم نے امام محمد تقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دینے کے بعد امام علی نقی علیہ السلام کو دوسرے بچوں جیسا سمجھ کر یہ چاہا کہ اپنی مرضی کی تعلیم دلائے۔ اس نے عمر بن خرج کے ذریعے حکومت کے طرفدار ایک معلم جنیدی کو "صریا" پہنچا دیا تا کہ وہ گاؤں کے بچوں کی پڑھائی کا بہانہ بنا کر امام کو بھی تعلیم دے۔ کچھ عرصے بعد معلّم وہ بچوں کا امتحان لینے لگا۔ اس وقت وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ تب اس معلّم

نے امام ہادیؑ سے کہا۔

اے علیؑ بن محمدؑ! جو کچھ میں نے پڑھایا ہے اسے دھرائیں؟ تاکہ یہ پتہ چلے کہ آپ نے کیا سیکھا ہے؟ امام ہادیؑ نے فرمایا! پڑھانے کی بات رہنے دو۔ ہاں! تم جہاں سے چاہو مجھ سے قرآن سُن لو! معلّم نے کہا! اچھا! آپ قرآن کی کوئی بڑی سورۃ سنائیں۔ تب امامؑ نے بڑے پیارے طریقے سے ایک بڑی سورۃ کی تلاوۃ فرمائی۔ اس پر سارے لوگ حیران رہ گئے۔ حیرت کے مارے جنیدی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا وہ بولا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اہلبیتؑ وہ لوگ ہیں جن کے سینے بچپن میں ہی علم سے بھرے ہوتے ہیں۔

خلیفہ معتصم نے امام ہادیؑ کے گاؤں پر پہرہ لگا رکھا تھا اسکے بعد وہ روم کے بادشاہ سے جنگ میں مصروف ہو گیا ساتھ ہی اسکو بغداد میں اپنے بھائی بند عباسیوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اس لئے اسے امام ہادیؑ پر کوئی اور سختی کرنے کا موقع نہ ملا۔ یا یوں بھی ہوسکتا ہے کہ امام کی کمسنی کو دیکھ کر ان سے نہ اُلجھا ہو۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے ۲۲۰ھ میں معتصم باللہ مر گیا ۲۲۰ھ میں اسکا بیٹا واثق خلیفہ بنا۔ تب امام کی عمر ۱۵ سال تھی۔ وہ عیش وعشرت، شباب و کباب کا بندہ تھا اسطرح اس نے امام کو کچھ زیادہ پریشان نہیں کیا ۲۳۲ھ میں واثق کی موت واقع ہوئی اس وقت تک امام ۲۰ برس کے ہو گئے تھے ۲۳۲ھ میں واثق کا بھائی متوکل مسلمانوں کا خلیفہ بن گیا تب آپ ۲۰ برس کے تھے۔

یزید کے بعد اہل بیتؑ کا سب سے بڑا دشمن متوکل ہی تھا۔ امام ہادیؑ کو ۱۶ سال تک اسی ظالم کی حکومت میں رہنا پڑا۔ وہ سرکاری خزانے جو مسلمانوں کی حالت سدھارنے کیلئے تھے متوکل اس خزانے کو بڑی بڑی عمارتیں بنانے پر خرچ کرتا تھا۔ ادھر علویوں کی زندگی مدینہ میں بری تنگی

سے گذر رہی تھی یہاں تک کہ ان کی کئی بیبیوں کے پاس ڈھنگ کا لباس بھی نہ تھا۔ اسلئے وہ ایک جوڑا باری باری سے پہن کر نماز ادا کرتی تھیں۔

متوکل کو ذات امام علیؑ سے بڑی دشمنی تھی اس نے اپنے جیسے بہت سے علیؑ کے دشمنوں کو دربار میں اپنے اکھٹے کر رکھا تھا۔ جو بھرے دربار میں امام علی مرتضیٰ کی نقلیں اتارتا تھا۔ اس پر خود متوکل بھی ٹھٹے اڑاتا اور دوسرے بھی اس کا ساتھ دیتے۔ وہ یہ برا عمل اس لئے کرتا تھا کہ علویوں اور امام ہادیؑ کی عزت لوگوں میں کم ہو جائے تاکہ وہ ان کی طرف ہو کر اس کی ظالم حکومت کے خلاف اٹھ نہ کھڑے ہوں۔

امام علی نقی علیہ السلام کو چودہ سال تک اسی ظالم کی حکومت میں رہنا پڑا۔ وہ سرکاری خزانہ جو مسلمانوں کی حالت سدھارنے کیلئے تھا متوکل اس خزانہ کو بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں خرچ کرتا تھا اُدھر مدینہ میں۔ علویوں کی زندگی بڑی تنگی سے گزر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی کئی بیبیوں کے پاس ڈھنگ کا لباس بھی نہ تھا۔ اسلئے وہ ایک جوڑا باری باری سے پہن کر نماز ادا کرتی تھیں۔

امام علی نقی علیہ السلام کے گھر کی تلاشی: کتاب امام علی نقی علیہ السلام، ص ۲۱ پر درج ہے کہ کچھ لوگوں نے متوکل سے کہا کہ امام علی ہادیؑ کے مکان میں بہت سے خط جنگی ہتھیار اور مال جمع ہے۔ یہ سب کچھ اُن کو قم (ایران) کے شیعوں نے بھیجا ہے تاکہ وہ آپ پر چڑھائی کر کے حکومت پر قبضہ کر لیں۔ (جتنے بھی خلفاء گذرے ہیں انہیں یہ معلوم تھا کہ یہ حق انکا نہیں ہیں وہ غاصب ہیں حق تو آل نبیؐ اولادِ علیؑ کا ہے) یہ سنتے ہی متوکل نے فوج کا ایک دستہ آپ کے مکان پر بھیج دیا۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں امام علیہ السلام کے گھر پر ہلّہ بول دیا۔ پھر بڑی دیر تک کونے کونے میں تلاشی لیتے رہے۔ ان کو وہاں سے کوئی خط، ہتھیار اور مال نہ ملا۔ انہوں نے امامؑ کو ایک کمرہ

میں تنہا پایا جہاں آپ دروازہ بند کئے ہوئے عبادت اور تلاوۃ میں مصروف تھے۔اس وقت آپ اون کا بنا ہوا کھردرا لباس پہنے ایک چٹائی پر بیٹھے تھے۔وہ لوگ اسی حال میں امام ہادیؑ کو خلیفہ متوکل کے پاس لے گئے اور اسے سے کہنے لگے۔ہمیں ان کے گھر میں کوئی سامان وغیرہ نظر نہیں آیا۔بس ہم نے تو وہاں ان کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا۔

متوکل شراب کے نشہ میں مخمور تھا: جب امام کو دربار متوکل میں پیش کیا گیا جونہی متوکل کی نظر امام ہادیؑ پر پڑی اس نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔پھر شراب کا پیالہ جو اس کے ہاتھ میں تھا وہ امامؑ کی طرف بڑھادیا تب آپؑ نے فرمایا! خدا کی قسم! میرے خون اور گوشت میں یہ چیز کبھی نہیں رچی مجھے اس سے معاف رکھو۔یہ سن کر بے ادب نے وہ پیالہ پیچھے ہٹا لیا اور بولا! اچھا تو پھر آپ ہمیں شعر سنائیں۔امامؑ نے فرمایا! مجھے شعر بہت کم یاد ہیں۔متوکل نے کہا! نہیں! آپ کو شعر سنانا ہی پڑے گا۔اسی وقت آپ یہ چند شعر بڑھے۔

ترجمہ: بادشاہوں نے اونچے اونچے پہاڑوں پر محل بنائے پھر ان پر بڑے بہادر لوگوں کو پہرے داری پر رکھا۔پھر بھی وہ بادشاہ اپنے آپ کو موت کے منہ سے بچا نہ سکے۔

۲۔موت نے ان کو حکومت کے تخت اور عیش کے محل کے کھینچ کر قبر کے گھرے گڈھے میں ڈالدیا۔ ہاں قبر کیسا اندھیرا گھر اور کیسی دکھ کی جگہ ہے۔

۳۔جب وہ بادشاہ قبروں کی مٹی میں مل گئے تو اک آواز آتی کہاں ہیں وہ سونے کی کنگن! کہاں گئے وہ ہیرے موتی کے تاج اور کیا ہوئے وہ تمہارے ریشمی لباس۔(امام علی نقی علیہ السلام،ص۱۳)

۴۔کدھر گئے وہ پلے پلے سے نکھرے ہوئے چہرے کہ جو دربار میں پردے کے پیچھے رہے اور پردے کے آگے دربان کھڑے ہوئے تھے۔

۵۔ان بادشاہوں کی آواز کہاں سے آتی۔ہاں ان کی قبر نے یہ صدا بلند کی کے ان کے نکھرے ستھرے چہرے کیڑوں نے کھالئے اوران کے سڈول بدن اب خاک ہو گئے۔

امام ہادیؑ کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ متوکل اوراسکے شرابی وزیر ڈھاریں مارکر رونے لگے۔خلیفہ نے حکم دیا کہ شراب کو یہاں سے ہٹادیا جائے پھراس نے چار ہزار درہم نذر کئے اور عزت کے ساتھ گھر واپس پہنچادیا۔

متوکل کے بدن پھوڑا نمودار ہونا: ابراہیم محمد طاہری کہتے ہیں متوکل کے بدن پر ایک پھوڑا نکل آیا جس سے وہ بیمار ہوگیا تب اسکی ماں نے منت مانی کہ اگر میرا بیٹا اس بیماری سے اچھا ہوگا تو میں امام ہادیؑ کو کچھ رقم نذر کرنگی انہیں دنوں متوکل کے وزیر فتح بن فاقان نے اس سے کہا! اس بیماری کا بہت علاج ہو چکا ہے اورکوئی فائیدہ نہیں ہوا۔اب امام ہادیؑ سے اسکی دوا پوچھنا چاہیے۔ شائید وہ دوا آپ کو فائیدہ دے متوکل نے ایک آدمی کو امام کے پاس بھیجا۔امام نے فرمایا! بکری کی مینگنیاں،عرق گلاب میں ملاکر پھوڑے پر لیپ کرولوگ سُن کر ہنسے لیکن پھر امامؑ کی بتائے ہوئے نسخہ کو استعمال کیا چند دنوں میں وہ بھلا چنگا ہوگیا۔پھراس کی ماں نے امامؑ کو دس ہزار دینا بھیج کر اپنی منت پوری کردی۔ادھر خود متوکل نے بھی آپ کو پانچ ہزار دینار بجھوادیئے۔

دوبارہ امامؑ کی گھر کی تلاشی: ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ اک درباری نے یہ چغلی کھائی! امام ہادیؑ کے گھر میں بہت سامال اور ہتھیار آئے ہیں اس کی یہ بات سن کر خلیفہ نے بجائے اسکی سرزنش کرنے کے اپنے غلام ۔سعید کو امام کے گھر چھاپہ مارنے بھیج دیا۔

سعید کہتا ہے جب لوگ سو گئے تو میں اپنے ساتھیوں کو لیکر آدھی رات میں امامؑ ہادی کے گھر جا پہنچا اور پچھواڑے سے سیڑھی لگا کر ہم چھپ چھاپ اندر چلے گئے۔ہم نے گھر بھر کی تلاشی

لیے ڈالی۔ وہاں نہ مال تھا نہ ہتھیار تھے ہم نے امامؑ کو اونی کپڑے پہنے ایک چٹائی پر بیٹھے خدا کا ذکر کرتے دیکھا۔ پھر یہ کہا ہمیں دیناروں کی دو تھیلیاں اور ایک تلوار ملی جو ہم خلیفہ کے پاس لائے۔ ایک پر اسکی ماں کی مہر لگی تھی اور دوسری خود متوکل نے بھجوائے تھے۔ اس نے اس تھیلی میں اتنے ہی دینار اور ملا کر واپس کر دیا اور تلوار بھی بھیج دی اور سعید کو حکم دیا میری طرف سے معافی مانگو۔ تب امام ہادیؑ نے فرمایا! جلدی ہی ظالموں کو پتہ لگ جائے گا۔ وہ کیسا ٹھکانہ ہے۔

امام کی راہ میں شیروں کو چھوڑنا: ایک بار متوکل نے امام ہادیؑ کو اپنے محل میں بلوایا اسکے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ امامؑ کے راستے میں شیر چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر جب آپ وہاں پہنچے تو وہ شیر امامؑ کے چاروں طرف چکر کاٹنے لگے۔ آپ بھی ان کے بدن پر پیار سے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ جب متوکل سے مل کر واپس ہوئے تو ان شیروں نے پھر آپؑ کے سامنے گردنیں جُھکا دیں۔ اس طرح سے خلیفہ لوگوں کو دکھانا چاہتا تھا کہ ہم میں اور امامؑ میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن خدا نے امامؑ کی شان ظاہر کر دی۔

متوکل کی موت اور پے در پے خلیفہ: متوکل جب تک زندہ رہا امام ہادیؑ سے اسی طرح دشمنی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۲۴۷ ہجری میں ترک سپاہیوں نے اسے قتل کر دیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا منتصر باللہ، خلیفہ بنا اسکی حکومت کو چھ ہی ماہ ہوئے تھے کہ وہ بھی مر گیا۔ پھر مستعین کو خلیفہ بنایا گیا اور تین سال بعد ترکوں نے اسے قتل کر دیا۔ تب متوکل کا بیٹا معتز ۲۵۱ ہجری میں مسلمانوں کا خلیفہ بنا اس وقت امام ہادیؑ کو مدینہ سے سامرہ آئے ہوئے آٹھ سال گزر چکے تھے۔

امام ہادیؑ کا وقت معتصم، واثق، متوکل، معتز، مستعین اور معتز تک چھ عباسی خلیفاؤں کے ساتھ گذرا۔ پہلے مدینہ میں پھر سامرہ میں انہوں نے آپ بے حد سختیاں کیں۔ پھر امام اپنے

۱۸۵ شاگردوں کو خدا اور حضرت رسولؐ خدا کے احکام تعلیم فرما کر گئے چنانچہ عبدالعظیم حسنی۔ حسین بن سعید۔ فضل بن شاداں اور دوسرے شاگردوں نے امام ہادیؑ سے علم حاصل کر کے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

امام ہادیؑ نے آئمہ واہلبیتؑ رسولؐ کے مزاروں پر پڑھنے کیلئے ایک بڑی اچھی زیارت تعلیم فرمائی جسے ''زیارت جامعہ'' ہے جو آج تک پڑھی جاتی ہے۔ جس کا بیحد ثواب ہے۔

امام علی النقیؑ کی زندگی کے چند واقعات و معجزات کن کن نعمتوں کا شکر ادا کرو گے

بحار الانوار، ص ۱۳۵ پر تحریر ہے کہ ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہذا میں حضرت ابوالحسنؑ امام علی النقیؑ کے پاس گیا آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جا کر بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا! اے ابوالہاشم! تمہیں اللہ نے اتنی نعمتیں دیں ہیں تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کرو گے۔

یہ سُن کر میں آپ کی طرف متوجہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کیا کروں۔ پھر امامؑ ہی فرمایا! دیکھو! اللہ نے تمہیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے جہنم کی آگ حرام ہوگئی، اللہ نے تمہیں تندرستی کی روزی دی۔ جس سے تم اس قابل ہو کہ اسکی اطاعت کرو۔ تمہیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلہ پن سے محفوظ رہے۔ بولوائے ابوالہاشم! میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا اس لئے کہ تم تنگدستی کی شکایت کرنے کیلئے آئے ہو۔ جاؤ میں نے تمہیں سو دینار دینے کا حکم دے دیا ہے لیلو (امالی شیخ صدوق، ص ۴۸۲)

سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں: معجزات چہاردہ معصومین، ص ۲۴۷ پر اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا

کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں یہ دونوں اس اختلاف کو دور کرنے کیلئے ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام بن امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت سُرِّمن رائے جانے سے پہلے ''صریا'' میں مقیم تھے۔ آپؑ نے دیکھتے ہی فرمایا! تم دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ سال کے اندر وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ دونوں نے عرض کیا! جی ہاں۔ امامؑ نے فرمایا! سنو وہ چار دن یہ ہیں (۱) ۱۷ ربیع الاوّل (تاریخ ولادتِ رسول اکرمؐ) (۲) ۲۷ رجب روزِ بعثت سرور کائنات (۳) ۲۵ ذیعقدہ جس میں زمین بچھائی گئی (۴) ۱۸ ذالحجہ یوم غدیرخم جس دن حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اعلان کیا گیا (مناقب جلد۴، ص ۴۱۷)

امام کا پرندوں کی نظر میں احترام: معجزات چہاردہ معصومینؑ، ص ۷۳۵ پر ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ متوکل کی ایک جالیدار نشست گاہ تھی۔ جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی وہاں اس نے بہت سی چڑیاں پال رکھیں تھیں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں سلامی کے دن جب وہ وہاں بیٹھا تو چہچہاہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور لوگ اس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب امام علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو چڑیاں بالکل خاموش ہو جاتیں تھیں اور جب تک آپؑ وہاں موجود رہتے کسی چڑیا کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھیں۔ آپؑ کے جانے کے بعد چڑیاں بولنے لگتی تھیں راوی کا بیان ہے کہ اسکی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھی پلے ہوئے تھے جب وہ وہاں آ کر بیٹھتا تو کبوتر چھوڑے جاتے وہ اُڑ کے ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل دیکھ کر ہنستا اور خوش ہو جاتا۔ مگر جب امام علی النقی علیہ السلام تشریف لائے تو تمام کبوتر دیوار پر اپنی کابکوں میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک آپؑ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ اسی میں بیٹھے رہتے۔ (بحار، معجزات معصومینؑ، الخرائج والجرائح ص ۲۲۰)

امامؑ کی فوج اور اسکی شان

معجزات چہاردہ معصومینؑ ،ص۳۶۷ اور بحار جلد ۹ پر روایت ہے کہ متوکل یا واثق یا خلفائے بنی عباس سے کسی نے سرمن رائے کی فوج کو حکم دیا جو نوّے ہزار ترکی سواروں پر مشتمل تھی کہ ہر ایک اپنے گھوڑوں کو چارہ کھانے کے توبڑے سُرخ مٹی بھر کر لائے اور اُسے فلاں مقام پر ڈالدے سب نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اسکا نام تلّہ مخالی پڑ گیا یعنی (توبڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اسکے اوپر چڑھا اور ابوالحسن علی نقی علیہ السلام کو بُلا کر انہیں بھی اس ٹیلے پر بٹھا لیا اور کہا! میں نے تمہیں اسلئے بلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھلا کہ کتنی ہے۔ کیا کیا اسلحہ ہیں اور کیا کیا ان کا سامان ہیں، کیا شان وشوکت، رعب وہیبت ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خلاف جس کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو تو دل ٹوٹ جائے۔ ہمت پست ہوجائے اسکا مقصد تھا کہ امامؑ اور خانوادہ کوئی بھی خروج کی ہمت نہ کرے۔

امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا! تو نے اپنی فوج اور شان وشوکت تو دکھادی اب میری فوج اور شان وشوکت بھی دیکھے گا؟ اُس نے کہا جی ہاں! امام ہادیؑ نے دعا فرمائی اور اس نے دیکھا زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحہ سے آراستہ ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا اور جب غش سے افاقہ ہوگیا تو امامؑ نے فرمایا! اطمینان رکھو۔ ہمارا اور تمہارا جھگڑا اور مناقشہ دنیا میں نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائع)

امام علی نقی علیہ السلام کے فضائل علمیہ

اخلاق آئمہ،ص ۱۲۱ پر درج ہے کہ امام علی النقی علیہ السلام کا علم بھی وہبی تھا اور کسی میں طاقت نہ تھی کہ علم وفضل میں آپ کے مقابل ہوسکتا۔ ایکبار متوکل کو زہر دیا گیا اس نے نذر کی اگر

میں اچھا ہو جاؤں تو راہ خدا میں مال کثیر تصدق کرونگا۔ جب ہوا چھا ہو گیا تو علماء نے مال کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔ آخر متوکل نے اپنے غلام کو امام ہادیؑ علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا! ۸۰ اسّی درہم صدقہ دینے چاہیے۔ متوکل نے پوچھا کیوں فرمایا! خدانے اپنے نبیؐ سے فرمایا! ''لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ'' اللہ نے تمہاری مدد کی کثر مقامات پر چونکہ رسولؐ خدا کے غزوات اسّی ۸۰ تھے لہذا معلوم ہوا کہ کثیرہ کا لفظ اسّی پر بولا جاتا ہے۔ یہ سن کر متوکل بھڑک گیا۔

متوکل کا ایک عالم سے کہنا کہ امام سے مشکل سوالات کرنا

مشکلکشاء کا گھرانہ جہاں مشکلیں آ کے آسانیاں بن جاتی ہوں متوکل نے ایک بار ابن سکیت سے کہا کہ امام ہادیؑ سے میرے سامنے ایسے مشکل سوال کر کہ وہ جواب نہ دے سکیں۔ چنانچہ اسنے حسب ذیل سوالات کئے۔

ابن سکیت: خدا نے حضرت موسیٰؑ کو عصاء کا معجزہ دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو کوڑھی اور مبروص کو اچھا کرنے کا اور مردوں کو جلانے کا اور حضرت محمد مصطفیٰ کو قرآن اور سیف۔ یہ معجزات جدا جدا کیوں دیئے گئیں۔ ایک ہی قسم کے کیوں نہ دیئے؟ امام نے فرمایا! جس زمانہ میں جیسی ضرورت تھی ویسا معجزہ دیا گیا۔ ہر زمانہ میں ایک ہی معجزہ کیوں کر کار آمد ہوسکتا تھا؟ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادوگروں کا زور تھا لہذا ان کو عصا اور ید بیضاء دیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طب کا۔ لہذا ان کو شفا بخش اور مردہ جلانے کا معجزہ دیا گیا۔ حضرت کے زمانے میں فصاحت و بلاغت و شجاعت کا بڑا زور تھا۔ لہذا اس کو توڑنے کیلئے قرآن اور تلوار دو چیزیں دی گئی۔

ابن سکیت: جب حضرت سلیمانؑ نے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو بلقیس کو مع تخت اٹھالائے تو کیا ان کو معلوم تھا تو پھر یہ سوال کیوں کیا؟ امام ہادیؑ نے فرمایا! معلوم

تھا لیکن وہ اپنی امت کے جن وانس پر انکی فضیلت ثابت کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان کے بعد وہی ان کے جانشین ہونگے اور بھی متعدد سوالات ہیں جن کے طوالت ہونے کے سبب نہیں درج کیا گیا۔

حضرت امام ہادی علی النقی علیہ السلام کی عبادت

ص ۱۵۴ اخلاق آئمہ ظفر حسن امروہی ادیب اعظم نے تحریر کیا ہے کہ امام علی النقیؑ بھی اپنے آباء واجداد کی طرح ذکر الٰہی کے عاشق تھے۔ جس زمانے میں متوکل نے آپؑ کو مدینہ سے اپنے دار السلطنت میں بلا کر حضرت کو قید کیا ہے۔ اس نے زندان کا محافظ زرّاقی نامی ایک ایسے سنگدل انسان کو معین کیا تھا جو کسی پر رحم کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ لیکن وہ بھی آپؑ کے مکارم اخلاق اور شب وروز کے عبادت گذاری دیکھکر کے حیران ہو گیا اور رفتہ رفتہ آپؑ کا حد درجہ معتقد اور بہی خواہ بن گیا۔ متوکل نے جب اسکی عقیدت کا حال دریافت کیا تو ایک روز بلا کر کہنے لگا۔ میں نے تجھے اس لئے معین نہیں کیا تھا کہ تو اپنے قیدی سے بہ خلق و مدارات پیش آئے۔

اُس نے کہا! اے امیر یہ روحانی عظمت میں مجھے فرشتہ سے بالاتر نظر آ رہا ہے جب سے میری حراست میں ہے میں نے کبھی دن میں کھانا کھاتے نہیں دیکھا اور نہ کسی شب کو پوری رات سوتا پایا۔ جو شخص تمام رات عبادت خدا کرتا ہو اور ہر روز روزہ رکھتا ہو کسی امر کا طالب نہ ہو، کسی کی بُرائی نہ کرتا ہو، ذکر خدا جسکی زندگی کا محبوب مشغلہ ہو، بتا میں اس پر کس دل سے ظلم کروں، اور ظلم کر کے کسطرح اپنی عاقبت برباد کروں۔ اے امیر وہ خوف خدا میں اسقدر گڑ گڑاتا ہے اور اتنا زیادہ روتا ہے کہ اسکی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔ قرآن اس خوش الحانی سے پڑھتا ہے کہ سننے والے کا پتھر کا ہو تو موم ہو جائے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے جسے تو نے میری حفاظت میں دیدیا ہے۔ میں نے بہت سے عبادت گذار بندے دیکھے مگر ایسا عبادت کرنے والا کوئی نہیں پایا۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی شجاعت

کتاب اخلاق آئمہ ،ص ۱۷۹ پر روایت ہے کہ متوکل نے اپنے قصر کے سامنے والے میدان میں بہت سے خونخوار درندے، شیر، چیتے، تیندوے اور ریچھ وغیرہ پال رکھے تھے اور اس میدان کے چاروں طرف اونچی دیوار تھی۔ اس میدان کو ''برکۃ السباع'' کہتے تھے جب متوکل کسی مجرم سے حد درجہ ناراض ہوتا تھا تو اس کو اسی احاطہ کے اندر دھکیل دیا جاتا ہے۔ وہ درندے اس پر ٹوٹ پڑتے تھے اور تکا بوٹی کر دیتے تھے۔

ایک دن متوکل نے امام علی النقی علیہ السلام کو بلایا اور ان سے کہنے لگا میں نے سُنا ہے کہ آپ میرے خلاف لوگوں کو بغاوت پُر اکسا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا! جس نے تجھے یہ خبر دی ہے بالکل غلط ہے میں نے آج تک کسی سیاسی معاملہ میں حصہ نہیں لیا۔ اس نے کہا آپ مجھے دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سُن کر امامؑ کو غیظ آ گیا اور فرمایا! تو مجھے بھی اپنے ہی جیسا سمجھتا ہے ۔ہم اہلبیتؑ رسولؐ ہیں۔ دھوکہ دینا ہمارا کام نہیں۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان کو برکۃ السباع میں داخل کریں۔ آپؑ نے فرمایا! جبر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں خود چلا جاؤنگا۔ حضرتؑ نہایت پر اسکون انداز میں تشریف لے چلے اور اس احاطہ کا دروازہ کھولکر داخل ہوگئے۔ سب لوگ آپ کی یہ جرأت دیکھ کر سکتہ میں آگئے ۔ جونہی آپ اندر پہنچے تمام درندے آپ کے گرد جمع ہوگئے آپ شفقت سے اپنا ہاتھ ان کے سر اور پشت پر پھیرتے جاتے تھے۔ اسکے بعد آپؑ نے اپنا سجادہ بچھا کر نماز پڑھی وہ سب درندے آپ کے گرد حلقہ باندھے شانِ عبادت دیکھتے رہے۔ یہ صورت دیکھتے ہی متوکل کے حواس جاتے رہے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا زہد: متوکل نے جب اپنے آدمیوں کو بھیج کر آپ کے مکان

کی تلاشی کا حکم دیا۔ اب جو لوگ مکان کے اندر گئے تو ایک بورئے کمبل کے کُرتے اور دو تین ظروف کے علاوہ وہاں کچھ نہ پایا۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی سخاوت: امام علی النقیؑ کے در دولت پر صبح و شام یتیموں اور مسکینوں کا ہجوم رہتا تھا۔ غرباء جابجا اس راہ میں بیٹھ جاتے تھے جس طرف سے امام ہادیؑ کا گذر ہوتا۔ باوجود یہ کہ آپ سامرہ میں عسرت کی زندگی بسر کرتے تھے اور کم سن یتیموں کو اپنے سامنے بیٹھا کر بڑی شفقت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ رات کو یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کو کھانا خود لیجا کر پہنچاتے تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا صبر

امام علی النقی علیہ السلام کا قیام سامرہ میں ۳۰ سال تک رہا اس مدت میں خلفائے بنی عباس کے ہاتھوں کون کون سی تکلیف تھی جو حضرت کو نہ پہنچی۔ بالخصوص جابر بادشاہ متوکل کے ہاتھوں سے لیکن آپ صابر و شاکر رہے۔ متوکل کی سختیاں اور حضرت کا صبر و تحمل دیکھ کر لوگوں کو حیرت ہوئی تھی۔ باوجود یہ کہ سیکڑوں شیعہ حضرت کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوئے تھے ۔لیکن آپ کبھی کسی سے ان مظالم کا حال بیان نہ کرتے تھے جو متوکل آئے دن آپ پر کر رہا تھا۔ اگر ذرا بھی اپنے شیعوں کو اکسا دیتے تو متوکل کی سلطنت میں عظیم انقلاب پیدا ہو جاتا کیونکہ سامرہ اور اطراف سامرہ میں بہ کثرت شیعہ موجود تھے۔

بارش کا علم (معجزات)

بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۱۲۶ پر علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں ایک مرد معتزلی تھا۔ میرے پاس حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ کے واقعات پہنچتے تھے

اور میں ہمیشہ ان کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کیلئے سر من رائے جانا پڑا۔ جب خلیفہ کے اجلاس عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔

دوسرے روز سب لوگ میدان میں چلے اپنی اپنی سواریوں پر باریک کپڑے پہنے ہوئے ہر اک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسنؑ نے جاڑے کا لباس پہن رکھا تھا لبادہ اور برساتی تھی اور اپنے گھوڑے کی دم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے تھے آپؑ نے فرمایا ۔''إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْب '' (سورہ ہود۔۸۱) ''بیشک ان کے طئے کئے وعدہ (عذاب) کا وقت صبح (سویرے) ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے''

جب لوگ صحرا میں پہنچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے بادل اُٹھا اور ہر طرف گھنگور گھٹا چھا گئی۔ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ سواریوں کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے ان کے سوار کیچڑ میں لت پت ہوگئے تو سب لوگ برُے حالوں میں واپس ہوئے۔ مگر ابوالحسنؑ کو کوئی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔

احیائے موتیٰ

بحار الانوار، ج۱۰،ص۱۵۳پر علامہ مجلسی نے عیون المعجزات میں ''ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی النقیؑ بن محمد تقیؑ کو دیکھا کہ آپ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحت یاب ہوکر واپس جاتے۔ آپ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ چڑیاں جاندار بن کر اڑ جایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا! آپؑ میں اور حضرت عیسیٰؑ میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔ آپؑ نے فرمایا! فرق کیسے ہوگا، میں اُن میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔

مردہ گدھا: محمد بن سنان رامزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسنؑ امام علی النقی علیہ السلام

حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مرد خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا رو رہا ہے کہ ہائے میں اب اپنا سامان کس پر بار کروں؟

آپ ادھر سے گذر رہے تھے تو کسی نے کہا یہ مرد خراسانی آپؑ اہلبیتؑ کے دوستداروں میں سے ہے۔ یہ سن کر آپ اس مردہ گدھے کے پاس گئے اور فرمایا! بنی اسرائیل کی گائے اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اسکے بعض عضو سے میت کو مس کیا گیا اور وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپؑ نے داہنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا! قُم بِاذن اللہ (اللہ کی اجازت سے کھڑا ہو) ٹھوکر لگتے ہی اس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ مرد خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو جس راستے سے گذرے تھے لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے انہوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا۔

امام ہادیؑ کی اولادیں

امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) امام حسن عسکریؑ (۲) حسینؑ (۳) محمدؑ (۴) جعفر (۵) بی بی علیہ یہ سب ایک ہی ماں سے ہوئے۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت پر مرثیہ

ترجمہ: کتاب المقتعب میں ابن عیاشؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ ثالث کی شہادت پر اسماعیل بن صالح صمیری نے آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی ''زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔ اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہو گئے ہیں اب گیارہواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمدؑ حسن ہادی ہے۔ ان کے بعد اُمید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت بلندی پر ہوگا وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔ اللہ کو یہ منظور نہ ہوگا کہ اس پر کوئی تطاول کرے (بحار جلد دہم ص ۱۲۰)

امام ہادیؑ کی شہادت

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں امام ہادی گ کا وقت معتصم ۔ واثق ۔ متوکل ۔ منتصر ۔ مستعین اور معتز تک چھ عباسی خلفاء کے ساتھ گذرا پہلے مدینہ میں پھر سامرہ میں انہوں نے آپ پر بے حد سختیاں کیں ۔ آپ سب کچھ سہتے ہوئے حفاظت دین میں جٹے رہے ۔ آپ امام برحق تھے ہر حال میں شریعت کا تحفظ فرماتے رہے ۔

یہی وجہ تھی کہ خلفاء اسلام ان سچے رہنماؤں کے جانی دشمن رہے ۔ خلفیہ معتز جب اور کچھ نہ کر سکا ۔ تو اس نے امام ہادیؑ کو زہر دلوا کے شہید کر دیا ۔ شہادت کے وقت آپ نے خدا اور حضرت رسولؐ کے فیصلہ پر عمل کیا ۔ وہ اسطرح کہ حضرت رسولؐ خدا کی امانتیں اپنے بیٹے حسن عسکریؑ کو عطا کیں اور ان کو اپنا جانشین بنا دیا ۔ وہ امام ہادیؑ کے بعد اس امت کے گیارہویں امام ہوئے ۔

امام ہادیؑ ۳ رجب ۲۵۴ھ ہجری کو شہید ہوئے ۔ آپؑ کے جنازے پر سارا سامرہ شہر امنڈ کے آیا ۔ لوگ روتے ہوئے جنازے کے ساتھ چل رہے تھے ۔ جب خلیفہ معتز کو خبر ملی تو لوگوں کو دکھانے کیلئے وہ بھی رونے پیٹنے لگا وہ اور اسکے وزیر بھی وہاں آ گئے ۔

آپ کی نماز جنازہ امام حسن عسکریؑ نے پڑھائی اور اپنے مکان ہی میں دفن کیا ۔ بعد میں آپ کا شاندار روضہ بنایا گیا جو عسکرین کے نام سے مشہور ہے جہاں دنیا بھر کے شیعہ اور دوسرے مسلمان زیارت کیلئے آتے ہیں ۔ (امام علی النقیؑ ص ۳۰)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

امام حسن عسکری علیہ السلام

اسم مقدس: حضرت امام حسنؑ ابن علیؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن موسیٰؑ ابن جعفرؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علی ابن ابیطالبؑ

والد کا نام: امام علی النقی علیہ السلام

تاریخِ ولادت: ۱۰ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری مطابق ۸۴۶ عیسوی

جائے ولادت: مدینہ منورہ

تاریخِ شہادت: ۸ربیع الاول ۲۶۰ ہجری مطابق ۸۷۴عیسوی

جائے شہادت ودفن: سامرہ، عراق

مدتِ عمر: ۲۸سال

القاب: سراج، ہادی، العسکری اور صامت

(آپ کا ہر لقب آپ کی صفاتِ حمیدہ کے نقوش کو نمایاں کرتا ہے)

مدتِ امامت: ۶سال

فرزند: ایک ہی امام قائم آل محمد علیہم السلام

نقشِ خاتم: ''سبحان له' مقالید السمواتِ و الارض'' تھا۔

آپ کے دربان: عثمان بن سعید اور حسین ابن روح نوبختی تھے۔

تصانیف : حضرت امام ابو محمد حسن عسکری کی ایک کتاب ۲۵۵ ہجری میں ملی جو آپ کے حالات پر مشتمل تھی جس کے ترجمے کا نام ''رسالۂ منقبت'' ہے جو اکثر مسائل حرام وحلال پر مشتمل ہے۔ ایک اور کتاب جس کا ترجمہ ہو کر تمام اردو دانوں کے گھروں میں موجود ہے، وہ ہے ''آثارِ حیدری'' چنانچہ میں نے اپنی کتابوں میں امام حسن عسکریؑ کی تفسیر سے استفادہ کیا ہے۔

شہادت : معتمد عباسی کے زہر سے شہادت واقع ہوئی۔

☆☆☆☆☆

نصوص امامت: انوار امامت حضرت مقدس اردبیلی، صفحہ ۲۳۳، پر تحریر ہے کہ علی بن عمر بن نوفل سے روایت ہے کہ میں امام کے پاس کھڑا تھا کہ ایک لڑکا اُس طرف سے گذرا۔ میں نے امام سے عرض کی کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہے۔؟، آپ نے فرمایا یہ لڑکا جس کا نام حسنؑ ہے۔

عبداللہ بن محمد اصفہانی سے روایت ہے کہ امام علی نقیؑ نے مجھ سے فرمایا، تمہارا امام بعد میرے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر نماز پڑھے گا۔ زمانہ اس قدر پُر آشوب تھا کہ کسی نے امام حسن عسکریؑ کو نہیں دیکھا تھا۔ بعد انتقال امام علی نقیؑ میں نے امام حسن عسکریؑ کو دیکھا کہ آئے اور اپنے پدر بزرگوار کی نماز جنازہ پڑھائی، میں سمجھ گیا کہ ہمارے امام اب امام حسن عسکریؑ ہیں۔

علی بن عمر نوفلی کہتے ہیں کہ میں امام ابوالحسن علی نقیؑ ہادی کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں آپ

کا بیٹا محمد گھر کے آنگن میں آ گیا۔ اُس وقت میں نے کہا۔! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کے بعد کیا یہ امام ہیں؟۔ انھوں نے فرمایا۔! نہیں، میرے بعد حسن عسکریؑ تمہارا امام ہوگا۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ امام ہادی نے آخری وقت میں اپنے بیٹے حسن عسکریؑ کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کے ساتھ ہی خدا کا دیا ہوا علم اور حضرت رسولؐ اکرم کے تبرکات اُن کے حوالے کر دیئے۔ اسطرح ۲۵۴ ہجری امام حسن عسکریؑ مسلمانوں کے گیارھویں امام بنے۔ ان دنوں آپ کی عمر بائیس سال تھی۔

امام عسکریؑ گیارہ سال مدینہ میں اور گیارہ سال سامرہ میں اپنے والد کے ساتھ رہے۔ یوں بائیس سال تک آپ امام ہادیؑ سے برکت حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے یہ بھی دیکھا کہ عباسی خلفاء آپ کے والد سے برابر بے ادبی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علویوں کو قید اور قتل کرتے ہیں۔ یہی نہیں وہ اہلبیتؑ سے محبت کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ امام عسکری یہ سب دیکھ دیکھ کر رنج اُٹھاتے رہے تھے۔ اب جو اُن کی امامت کا زمانہ آیا تو انھیں بھی ایسے ہی ظالم خلفاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے باپ دادا کی طرح آپ نے بھی خدا کے دین کو بچانے کے لئے ہر سختی جھیلی اور حق کے راستے پر جمے رہے۔

آپ یہ ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ وہ خلفاء کیوں امام عسکریؑ اور پہلے اماموں کے دشمن تھے؟ بات یہ ہے کہ حضرت رسولِؐ خدا نے اپنے وقت کے مسلمانوں سے صاف صاف فرما دیا: میں نبیوں کا سردار ہوں اور علیؑ خلیفاؤں کا سردار ہے۔ ہاں میرے بعد بارہ خلیفہ ہیں، اُن میں پہلے علیؑ اور آخری مہدیؑ ہیں۔ ان کے بعد مہدیؑ تک سب امام انہی کی اولاد میں ہوں گے۔

پھر ہوا یہ کہ حضرت رسولِ خدا کے بعد دوسرے ہی لوگ خلیفہ بنتے چلے گئے، پھر بھی اُن میں سے ہر ایک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ امام علیؑ اور اُن کی اولاد میں ہونے والے امام ہی مسلمانوں کے سچے رہنما ہیں۔ اس لئے ہر خلیفہ اپنے وقت کے امام کا دشمن ہو جاتا اور اُن سے چھٹکارہ پانے کی فکر میں رہتا تھا۔

امام عسکری کے زمانے میں اسلام دنیا کے دور دراز علاقوں میں پھیل چُکا تھا۔ دوسرے مذہبوں کے بڑے بڑے عالم بھی مسلمان ہو رہے تھے۔ اس طرح دین کا علم پھیلانے کے لئے ایک نیا میدان تیار ہو گیا تھا۔

ایسے نئے مسلمان چاہتے تھے کہ انہیں وہ رہنما ملے جو حضرت رسولؐ کے علم کو ٹھیک ٹھیک جانتا ہوتا کہ اُن کو وہ سب باتیں معلوم ہو سکیں جو بعض لوگوں نے چھُپا دی تھیں۔ اس وقت امام حسن عسکریؑ ہی وہ سچے رہنما تھے جو لوگوں کو اصلی اسلام کی پہچان کرا سکتے تھے۔ وہی تھے جو علم، عبادت، سخاوت، بہادری، بزرگی اور نیکی میں سب سے آگے تھے۔ آپ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کر رہے تھے۔ ہر ہر علاقے کے لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور علم کی باتیں سیکھتے تھے۔

خلیفہ مُعتز جو امام ہادی کو زہر دِلوا چکا تھا، جب اُس نے امام عسکری کو لوگوں کے دلوں پر گھر کرتے دیکھا تو اُس کو کپکپی لگ گئی۔ تب وہ آپ کو بھی ختم کر دینے کی سوچنے لگا۔ اُس نے پہریدار سعید سے کہا: تم ایک قافلہ لے کر کوفہ جاؤ جس میں امام عسکریؑ بھی ہوں۔ پھر راستے میں

اُن کو یوں مار ڈالنا کہ کسی کو کچھ پتا نہ چلے۔ جب عام مسلمان کو چور چال کی خبر لگی تو وہ بے چین ہو گئے۔ اس پر امام عسکری نے اُن کے لئے ایک پرچے میں لکھ بھیجا: خدا نے چاہا تو تم لوگوں کا یہ غم بہت جلد دُور ہو جائے گا۔ اس کے بعد ابھی تین دن بھی نے گزرے تھے کہ ترکوں نے خلیفہ مُعتز کو کاٹ ڈالا۔ یوں امام عسکریؑ تو زندہ سلامت رہے اور اُن کو مارنے والا خود مر گیا۔

جب مُعتز مارا گیا تو اُس کی جگہ مُہتدِی کو خلیفہ بنایا گیا۔ یہ دایاں دِکھا کر بایاں مارنے والا آدمی تھا۔ ایک شراب اور ناچ گانے کو بند کرا رہا تھا، جن غریبوں کا حق مارا گیا تھا وہ دِلا رہے تھا، دوسری طرف امام عسکریؑ کو قید میں ڈال کر قتل کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی علویوں کے گلے کٹوا رہا تھا۔ امام عسکریؑ کو قتل کرنے کی نیت رکھنا کون سے اسلام میں جائز ہے؟ علویوں کی گردنیں مارنا کہاں کا اسلام ہے؟۔

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ اس ظالم خلیفہ مُہتدِی نے کس طرح امام عسکریؑ کو قید کی سختیوں میں ڈالا تھا۔ جب پہلی بار اُس نے آپ کو قید کیا تو صالح بن وصیف کو جیل میں بھیجا جس نے آپ پر دو بے رحم آدمیوں کو لگا دیا تا کہ وہ آپ کو بہت سے بہت تکلیف دیں۔ پر ہوا یہ کہ امام کی نیکی اور عبادت کو دیکھ کر وہ دونوں بھی نماز روزے میں لگ گئے۔ اس پر صالح نے اُن کو بُلایا اور کہا: تمہارا ستیاناس ہو! تم دونوں امام عسکریؑ کے ساتھ نرمی کیوں کر رہے ہو؟۔ انہوں نے جواب دیا: ہم کیا کریں کہ وہ دن میں روزے میں اور رات عبادت میں بسر کر دیتے ہیں۔ اس کے سِوا نے وہ کچھ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں۔ جب وہ ہم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا دل ڈرتا ہے اور بدن کانپ

جاتا ہے۔اُن کا جواب سُن کر وہ چُپ ہوگیا۔

جب مُہتدی کو اس بات کی خبر ملی تو اُس نے امام عسکریؑ کو وہاں سے نحریرؔ کے قید خانے میں بھیج دیا۔اُس نے آپ پر ایسی ایسی سختیاں کیں کہ ایک دن خود اُس کی بیوی ہی بول اُٹھی: کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری قید میں یہ کون شخص ہے؟ اُس نے امام کی نیکی اور عبادت کا ذکر کیا پھر کہنے لگی: خدا سے ڈرو اور اُن پر سختیاں نہ کرو۔

درندے بھی امام کی معرفت رکھتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام ایک مرتبہ ایک شخص کی قید میں دیدے گئے۔اُس کی عورت نے اُس سے کہا! ارے خدا سے ڈر! تجھے نہیں معلوم کہ تیرے گھر کون مقیّد ہے۔یہ ایک مردِ صالح اور بڑا عبادت گذار ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔اُس نے کہا، تو یہ کہتی ہے تو میں تو ان کو درندوں کے حوالے کرنے والا ہوں۔اس کے بعد اُس نے حاکم سے اجازت لیکر امامؑ کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا، اور جب پورا یقین ہو گیا کہ اب درندے انہیں کھا چکے ہوں گے، وہ انہیں دیکھنے کیلئے گیا اور دوسرے تماشبین لوگ بھی دیکھنے کیلئے پہونچے تو دیکھا کہ امامؑ نماز پڑھ رہے ہیں اور تمام درندے آپؑ کو حلقے میں لئے ہوئے آپؑ کی زیارت میں مصروف اور اطاعت میں سرنگوں ہیں۔ اِس لئے مجبوراً حکم دیا گیا کہ آپؑ کو اس کٹہرے سے نکالا جائے۔ کیونکہ اس میں بھی آپؑ کی فضیلت تھی۔(کافی جلد ا،ص ۵۱۳، مختار الخرائج)

بحار الانوار، صفحہ ۲۷۲، پر تحریر ہے کہ حضرت امام عسکریؑ ایک مرتبہ ایک شخص کی قید میں دے دیئے گئے۔اُس کی عورت نے اُس سے کہا۔! ارے خدا سے ڈرو! تجھے نہیں معلوم کہ تیرے

گھر میں کون مقیّد ہیں۔ یہ ایک مرد صالح اور بڑا اعبادت گذار ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں کوئی عذاب نہ نازل ہو جائے۔ اُس نے کہا۔! تو یہ کہتی ہے، میں درندوں کے حوالے کرنے والا ہوں۔اس کے بعد اُس نے حاکم سے اجازت لے کر امام کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا اور جو اُس کو پورا یقین ہو گیا کہ اب درندے انھیں کھا چکے ہوں گے، وہ انھیں دیکھنے کے لئے پہنچا تو دیکھا کہ امام نماز پڑھ رہے ہیں اور تمام درندے آپ کو حلقے میں لئے ہوئے ہیں، آپ زیارت میں مشغول اور اطاعت میں سرنگوں ہیں۔اس لئے مجبوراً حکم دیا گیا کہ آپ کو اس کٹہرے سے نکالا جائے، کیونکہ اس میں بھی آپ کی فضیلت تھی۔ (کافی: جلد ا، صفحہ ۵۱۳)

قید خانے میں امام عسکریؑ: کتاب احمد بن محمد عباس میں ہے کہ ابوالہاشم جعفری حضرت امام حسن عسکریؑ کے ساتھ قید خانے میں اور معتز نے طالبین کے متعدد لوگوں کے ساتھ ۲۵۸ ہجری میں ان دونوں کو بھی قید میں ڈال دیا۔ جب آپ قید کر لئے گئے تو خاندان بنی عباس اور اس اطراف کے منحرفین میں سے صالح بن علی وغیرہ صالح بن وصیف کے پاس پہنچے اور اُس سے کہا۔! حضرت محمد عسکریؑ کے ساتھ ذرا بھی نرمی نہ کرنا بلکہ اور سختی میں اضافہ کر دو۔

صالح بن وصیف نے کہا۔! حتی الامکان میں نے دو شریر اور ظالم ترین لوگ اُن پر مامور کئے، مگر وہ دونوں بھی اُن کی نماز اور عبادت دیکھ کر اُن سے متاثر ہو گئے۔اس کی بعد اُس نے اُن دونوں محافظین کو بُلوایا اور اُن سے پوچھا، بتاؤ تم دونوں کی اس مرد (امام حسن عسکریؑ) کے متعلق کیا رائے ہے۔انھوں نے کہا۔! ہم ایسے شخص کے متعلق کیا کہیں جو دن بھر روزہ سے رہے، اگر وہ کبھی

نظر اُٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھتے تو ہمارا بند بند کانپنے لگتا ہے اور دل اس طرح لرزنے ہے کہ اپنے قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ عباسیوں نے جب یہ سُنا تو وہاں سے مایوس واپس ہو گئے۔ (بحار: جلد۱۱، صفحہ۲۵۲، الارشاد: صفحہ۳۲۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ خلیفہ مہتدی نے کس طرح امام کو قید کی سختیوں میں ڈالا تھا۔ اُس نے پہلی بار صالح بن واصف کی جیل میں بھیجا تھا جس پر دو بے رحم آدمیوں کو لگا دیا تھا۔ جب وہ آپ کا عمل دیکھ کر نیکی اور عبادت میں لگ گئے تو اُس نے امام کو وہاں سے نحریر کے قید خانے میں بھیج دیا۔ اُس نے آپ پر ایسی ایسا سختیاں کیں کہ ایک دن خود اُس کی بیوی ہی بول اُٹھی، خدا سے ڈرو اور اُن پر سختیاں نہ کرو۔ اس کے بعد نحریر نے آپ کو شیر کے چنگلے میں ڈال دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شجاعت

مستعین باللہ بادشاہ عباسی کے پاس ایک بڑا سرکش گھوڑا تھا جو سوار ہوا اس کو پٹک دیتا اور پامال کر ڈالتا۔ مستعین سے کسی نے کہا شیعہ اپنے آئمہ کی کرامت کے بڑے افسانے سناتے ہیں اس گھوڑے پر ان کو سوار کیجئے۔ اگر کچل ڈالا تو خلیفہ کا کھٹکا مٹ جائے گا۔ ورنہ قابو میں آ گیا تو گھوڑا ٹھیک جائے گا۔ مستعین نے امام علیہ السلام کو بلایا اور کہا آج میں چاہتا ہوں کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپ اس گھوڑے کی سرکشی کا حال سن چکے تھے مگر ذرا خوف و ہراس پیدا نہ ہوا۔ اور بے تامل اس کی طرف بڑھے اور بے خوف وخطر اس پر سوار ہو گئے۔ مستعین حیرت میں رہ گیا اور کہنے لگا جس گھوڑے پر سواری کرنے کی ہمت بڑے بڑے دلیروں کو نہ ہوتی تھی آپ نے اسے کیسے قابو میں کر لیا۔ آپ نے فرمایا ہم اہلبیتؑ رسولؐ ہیں۔ ہمارے کمالات کا قیاس عام لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا زہد

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنے آباواجدار طرح زاہدانہ زندگی کرتے تھے۔ایک بار بادشاہ نے بغرض امتحان بہت سے لذیذ کھانے اور بیش قیمتی کپڑے آپ کو بھیجے۔آپ نے وہ سب راہ خدا میں لٹا دیئے کسی دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ انھوں نے شاہی عطیات کی کوقدر نہ کی اور حقیر سمجھ کر سب لٹا دیئے۔

بادشاہ غضبناک ہوااور امام علیہ السلام کو طلب کر کے کہنے لگا۔میں نے جو تحائف بھیجے تھے آپ نے انکو حقیر سمجھ کر فقرا ومساکین کو دیدیا اور میری توہین کی۔فرمایا یہ بات نہیں ہم اہل بیت رسول لذات دنیا سے دست کش ہو چکے ہیں ہم روکھی سوکھی غذا کھانے اور پیوند دار لباس پہننے کے عادی ہیں۔لہذا جو لوگ مستحق میری نظر میں تھے ان کو میں نے دیدیا یہ سنکر بادشاہ خاموش ہوگیا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا صبر

معتمد عباسی نے امام علیہ السلام پر کون سا ظلم تھا جو اٹھا رکھا تھا۔انتہا یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ قید تھے کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی دوسال تک آپ کو ٹھنڈا پانی پینے کیلئے نہ دیا گیا۔دوروٹی سے زیادہ دن بھر میں غذا دینے کا حکم نہ تھا مگر آپ نے صبر وضبط سے ان کی کڑی منزلوں کو جھیلا۔رہائی کے بعد بھی حضرت کو آزادی سے رہنا نصیب نہ ہوا۔وہ کڑی نگرانی تھی کہ خدا کی پناہ۔لیکن ہر مصیبت پر صبر ہی کرتے رہے۔کس کی طاقت ہے کہ اہلبیتؑ کا سا صبر کر سکے۔ ہم نے ایک ایک دو دو واقعات لکھ دیئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آئمہ کی عمریں مصائب وآلام میں گزریں۔دشمنوں نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا مگر وہ خدا کے صابر بندے ہر حال میں خدا کا شکر ہی کرتے رہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تواضع

امام حسن عسکری علیہ السلام بے حد منکسر مزاج تھے ہر ادنیٰ واعلیٰ سے خندہ پیشانی ملتے تھے یہی وجہ تھی کہ سامرہ کا ہر طبقہ آپ کی مودت کا دم بھرتا تھا جب حضرت کسی راستے سے گزرتے تھے تو لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اسی کا اثر تھا کہ کے جنازے میں خلق خدا کا وہ ہجوم تھا جو شاہانِ ذی اقتدار کو اپنے جلوس میں بھی نظر نہیں آتا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شفقت

امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر کا بیشتر حصہ یا تو قید میں گزرا یا حراست میں معتمد خلیفہ عباسی کے سپاہی بطور جاسوس ہر وقت حضرت کے نگرانِ حال رہتے تھے۔ ایک روز کسی شیعہ نے چند انار بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجے وہ آپ کے سامنے رکھے ہوئے تھے معتمد کا نگراں سپاہی للچائی نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے ایک انار اس کو دے دیا اس نے لے تو لیا مگر کھایا نہیں فرمایا اے شخص تو کھاتا کیوں نہیں حالانکہ تیری رغبت اس طرف پائی جاتی تھی۔ اس نے کہا میں پانچ بچوں کا باپ ہوں۔ اور کوئی شے بغیر بچوں کے کھانے کا عادی نہیں ہوں اس فکر میں ہوں کہ یہ ایک انار ان سب پر کیسے تقسیم کروں گا آپ نے یہ سنکر وہ سب انار اس کو دے دئے اس نے عرض کی یا بن رسول اللہ ان سب کی ضرورت نہیں کچھ آپ بھی اپنے لئے رہنے دیجئے۔ فرمایا نہیں ان بچوں کا کھانا میرے کھانے سے زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ شفقت دیکھ کر وہ سپاہی حضرت کا ایسا معتقد ہوا کہ حضرت کی ہر خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہتا۔ جب معتمد کو یہ پتہ چلا تو اس نے اس سپاہی کو بلا کر سخت سزا دی۔ اس نے کہا اگر تو مجھے قتل بھی کر ڈالے گا تب بھی ان کی مودت میرے دل سے نہیں نکل سکتی۔ اس جواب سے معتمد کا غصہ اور بڑھا اور حکم دیا کہ اس کو عمر بھر کیلئے قید میں ڈال دو۔

ہمارے خواب اور بیداری میں فرق نہیں: فضل بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے سرمن رائے سے نکلتے وقت وہاں موجود تھا میں نے دیکھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام پا پیادہ جا رہے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں گہرا گندمی رنگ ہے آپؑ کی جلالتِ شان کو دیکھتے ہوئے مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپؑ تھک نہ جائیں۔

جب رات ہوئی تو میں نے آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں۔ ''میرا وہ رنگ جس پر تمہیں تعجب ہوا یہ (کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہے) وہ جس بندے کیلئے جو رنگ چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اور یہ لوگوں کیلئے رموز ہے، کسی بندے کے رنگ پر اس کے مذمت نہیں کی جاسکتی۔ ہم آئمہ عام لوگوں کی طرح ہونے کہ جیسے وہ تھکتے ہیں ہم بھی تھک جائیں۔ ہم اللہ سے ثباتِ قدم اور توفیقِ تفکر کی دعا کرتے ہیں۔ یاد رکھو! ہم آئمہ خواب میں بھی ویسے ہی کلام کرتے ہیں جیسے بیداری میں۔ (رجال کشی ص ۴۸۰، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۰۲)

صاعد نصرانی کا اسلام لانا: محمد بن ہارون سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے ایک صاحب کے ساتھ ابوالقلا صاعد نصرانی کے پاس بھیجا تاکہ میں اُسے وہ روایت سُن لوں جو وہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق بیان کرتا ہے۔ اُن صاحب نے مجھے اُس تک پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک مردِ بزرگ ہے۔ میں نے اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

اُس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا ''میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارے تمام بھائی اہل بصرہ کی ایک جماعت کے ہمراہ اپنے یہاں کے عامل کے ظلم کی شکایت کرنے کیلئے سرمن رائے گئے۔ اسی اثناء میں ایک دن اتفاقاً دیکھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے بقلہ پر سوار چلے آرہے ہیں۔ آپؑ کے سر پر ململ کی ٹوپی تھی اور دوش پر

چادر۔ میں نے اپنے دل میں کہا، بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ غیب کی بات جانتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ اپنے آگے کی ٹوپی پیچھے کرلیں گے۔ آپؑ نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے دل میں کہا، یہ محض اتفاقیہ امر ہے۔ اچھا یہ اپنے داہنے کاندھے پر پڑی ہوئی چادر کا سرا بائیں جانب اور بائیں جانب کے سرے کو دائیں جانب ڈال لیں تب جانوں گا کہ انہیں علم غیب ہے۔ آپؑ نے یہ بھی کر دیا اور چلتے رہے۔ جب میرے قریب پہونچے تو فرمایا اے صاعد! تم بکری کا گوشت کیوں نہیں کھاتے۔ مچھلی کیوں کھاتے ہو؟ وہ پانی کی مخلوق ہے، تم پانی کی مخلوق تو نہیں ہو، اور ہم لوگ اُس زمانے میں مچھلی کھایا کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ میرے والد کے الفاظ ہیں کہ میں نے وہی بیان کیا ہے جو میں نے دیکھا اور جو میں نے سنا۔ اس واقعہ کے بعد صاعد اسلام لایا اور معتمد کا وزیر بنا۔ (کتاب النجوم)

سنگریزے آئمہ طاہرین کی مُہریں: داؤد بن قاسم ابوہاشم جعفری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہلِ یمن میں سے ایک شخص کیلئے حاضرِ خدمت ہونے کی آپؑ سے طلب کی گئی۔ آپؑ نے اجازت دی تو ایک مردِ شکیل وطویل وجسیم اندر داخل ہوا اور سلام کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، کاش معلوم ہوتا کہ یہ کون شخص ہے؟ حضرت ابومحمد علیہ السلام نے فرمایا، یہ سنگریزے والی اُس زنِ عربیہ کا لڑکا ہے جس کے سنگریزے پر میرے آبائے کرام نے اپنی مہریں ثبت کی ہیں۔ پھر آپؑ نے اُس سے فرمایا، لاؤ وہ سنگریزہ کہاں ہے؟ اُس نے ایک سنگریزہ نکالا، جس کے ایک کنارے پر ایک صاف جگہ خالی تھی میں نے اسے لیا، اُس پر اپنی مُہر ثبت فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اُن پر

حسنؑ بن علی سبت ہے۔

میں نے اسی مرد یمنی سے پوچھا، تم نے مولا کو اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا؟ اُس نے کہا، نہیں خدا کی قسم، ایک عرصہ سے تمنّا تھی کہ آپؑ کی زیارت سے مشرف ہواور اِس وقت یہ جوان سامنے آئے جن کو میں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ اور وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اے اہلبیتؑ رسولؐ! آپؑ حضرات پر اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ آپؑ حضرات میں بعض ذریت ہے بعض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق بھی ہم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر آئمہ کا حق فرض تھا۔ حکومت و امامت آپؑ تک پہونچی ہے۔ بیشک آپؑ اللہ کے ایسے ولی ہیں کہ آپؑ سے عدمِ علم اور ناواقفیت کا کوئی شخص عذر نہیں پیش کر سکتا۔

میں نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا میرا نام مہجع بن صلت بن عقبہ بن سمعان بن غانم بن اُم غانم ہے، جو ایک زنِ عربیہ یمن کی رہنے والی تھیں جن کے پاس یہ سنگریزہ تھا جس پر امیر المومنین علیہ السلام نے مُہر ثبت فرمائی تھی۔ اِ واقعہ کی طرف ابو ہاشم نے اپنی نظم میں اشارہ بھی کیا ہے۔ (اعلام الوریٰ، ص ۳۵۳) (غیبۃ طوسی، ص ۱۳۳، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۱۴، مختار الخرائج، مناقب، ج ۴، ص ۱۴۴)

کنویں کا پانی اطاعتِ امام میں اوپر آ گیا: محمد بن عبداللہ سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام ابھی بہت کمسن تھے کہ کنویں میں گر گئے اور آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السلام نماز میں مشغول تھے عورتیں چیخنے چلّانے لگیں۔ آپؑ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو فرمایا! تم سب پریشان نہ ہو۔ یہ کہہ کر آپؑ کنویں کے پاس گئے اور دیکھا تو کنویں کا پانی اوپر تک بلند ہو گیا تھا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السلام پانی کے اوپر

کھیل رہے تھے۔

قلم کاغذ پر از خود چلنے اور لکھنے لگا: ابو ہاشم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔اُس وقت آپؑ کچھ تحریر فرمارہے تھے کہ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، آپؑ نے اپنے ہاتھ سے قلم و کاغذ رکھا اور نماز پڑھنے کیلئے اُٹھ کر چلے گئے۔مگر میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کا قلم خود بخود کاغذ پر چل رہا ہے اور لکھتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اُس نے تحریر کو آخر تک پہونچا دیا۔یہ دیکھ کر میں سجدے میں گر پڑا۔ جب آپؑ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور واپس آئے تو قلم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو اذنِ باریابی دیا۔(عیون المعجزات)

دشمن تو ہماری نسل کو قطع کرنا چاہتے تھے: نصر بن علی جہضمی جو مخالفین میں سے موالید آئمہ کے سلسلہ میں ثقات (معتبرین) میں شمار کیا جاتا ہے۔اس نے بیان کیا کہ امام کی دلیلوں میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جو حضرت حسن بن علیؑ عسکری علیہ السلام سے وقت ولادت حضرت م ح م د (ابن حسنؑ) کے متعلق بیان کی گئی کہ آپؑ نے فرمایا: ''ان ظالموں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے ہماری نسل کو قطع کردیں گے لیکن انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ اُس قادرِ مطلق کی قدرت کیسی ہے۔اس کے بعد آپؑ نے اس مولود کا نام محمد رکھا۔(مہج الدعوات،ص۳۴۵،غیبت الشیخ،۱۴۹۔۱۴۴) مختار الخرائج میں بھی محمد بن اقرع کی یہی روایت مرقوم ہے۔(مختار الخرائج،۲۱۵،کافی،ج۱،ص۵۰۹)

نبی کی ہڈی اور راہب: علی بن حسن بن سابور سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں سرمن رائے کے اندر قحط پڑ گیا خلیفۂ وقت نے اپنے حاجب اور

اپنے اہل مملکت کو حکم دیا کہ سب لوگ نمازِ استسقاء کے لئے صحرا میں نکلیں۔ چنانچہ یہ لوگ تین دن تک مسلسل استسقاء کیلئے صحرا میں جا کر نماز پڑھتے رہے مگر پانی نہ برسا۔ چوتھے دن جاثلیق اپنے نصاریٰ کے گروہ کے ہمراہ اور راہبوں کے ساتھ نکلا ان کے ساتھ ایک ایسا راہب بھی تھا جب وہ دعاء کیلئے ہاتھ اٹھاتا تھا، تو فوراً بارش ہونے لگتی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت سے مسلمانوں کا ایمان خطرے میں پڑ گیا، لوگ حیران تھے اور نصرانیت کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر خلیفۂ وقت نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا۔ آپؑ اُس زمانے میں قید تھے۔ آپؑ کو قید سے نکالا گیا۔ خلیفۂ وقت نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! آپؑ اپنے جد کی امت کی خبر لیجئے ہلاک ہوا چاہتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا، اچھا کل میں صحرا میں جاؤں گا، اور انشاء اللہ تعالیٰ سارے شکوک دور کر دوں گا۔ چنانچہ وہ دن جاثلیق اپنے راہبوں کے ساتھ پھر نکلا ادھر سے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے چند اصحاب کو لیکر چلے آپؑ نے دیکھا کہ اس راہب نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور بادل گھرنے لگے۔ آپؑ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اور اس راہب کا داہنا ہاتھ پکڑ لو اور اس کی دونوں انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے اسے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ غلام گیا اور راہب کی انگلیوں کے درمیان ایک سیاہ رنگ کی ہڈی تھی اُسے نکال لایا۔ امامؑ نے ہڈی لے لی۔ اس کے بعد آپؑ نے اُس راہب سے فرمایا کہ اب دوبارہ بارش کیلئے دعاء کرو تو جانوں کہ تمہاری دعا میں تاثیر ہے۔ راہب نے ندامت کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے، بادل اگرچہ گرھے ہوئے تھے لیکن اب بجائے برسنے کے چھٹنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب نکل آیا اور مطلع صاف ہو گیا خلیفۂ وقت یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، کہنے لگا، اے ابو محمدؑ! یہ ہڈی کیسی ہے؟ آپؑ نے فرمایا، یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کہیں سے ہاتھ آ گئی ہے اس ہڈی میں یہ صفت

ہے کہ جب بھی اس کو زیرآسمان برہنہ کیا جائے گا فوراً ہی رحمت باراں کا نزول ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ جب یہ راہب اس ہڈی کو اپنی انگلیوں میں رکھ کر ذرا سا برہنہ کرتا تھا بارش شروع ہوجاتی تھی۔ راہب میں ذاتی کوئی کرامت نہیں ہے۔ صرف اس ہڈی کی وجہ سے نزولِ رحمتِ باراں ہوتا رہا۔ (اس کے بعد جتنے لوگ وہاں جمع تھے سب کو اس پوشیدہ نبی کی ہڈی کا راز بتایا گیا، جس کی بناء پر جو لوگ اپنا عقیدہ چھوڑ کر نصاریٰ ہو رہے تھے پھر اپنے عقیدے پر واپس آ گئے اور حقیقتِ امر کو جان گئے۔ (مختار الخرائج، ص۲۱۴، کشف الغمہ، ج۳، ص۳۱۱)

عسکریّین کے روضے کی کرامت: آپؑ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ سرمن رائے میں خلفاء بنی عباس کی قبروں پر چمگادڑوں اور چڑیوں کی بیحد و بیشمار بیٹیں ہوتی ہیں جنہیں روزانہ صاف کیا جاتا ہے اور دوسرے دن پھر چڑیوں کی بیٹوں سے قبریں مملو ہوجاتی ہیں، مگر حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے روضے کے قبے یا اُن کے آبائے کرام کے روضوں کے قبوں پر چڑیوں کی ایک بیٹ بھی نظر نہ آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں اور چڑیوں کو بھی ان حضرات کی عظمت و جلالت کا علم از روئے الہام ہے۔ (مختار الخرائج، ص۲۱۵۔۲۱۶)

زمین نے حسبِ ضرورت سونا اور چاندی اُگل دیا: ابو ہاشم سے روایت ہے کہ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوکر صحرا کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی اپنی سواری پر سوار ہوکر آپؑ کے ساتھ ہوگیا۔ آپؑ آگے آگے چل رہے تھے اور میں آپؑ کے پیچھے پیچھے تھا مگر یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ پر قرض ہے جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اتنے میں آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، فکر نہ کرو تمہارا قرض اللہ تعالیٰ ہی ادا کرے گا۔ یہ کہہ کر آپؑ زینِ فرس سے ذرا جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط

لگایا اور مجھ سے فرمایا! اے ابو ہاشم! نیچے اترو اور اس خط کے درمیان جو کچھ ہے وہ لے لو اور دیکھو اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ میں نیچے اترا اور دیکھا تو وہاں سونے کا ایک ڈلا تھا میں نے اسے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا، اور اب پھر چلنے لگا کہ اگر اس سے پورا قرض ادا ہو گیا تو خیر ورنہ اپنے قرض خواہ کو کسی نہ کسی طرح راضی کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں جاڑے کا زمانہ آ رہا ہے اس میں گرم کپڑوں وغیرہ کی ضرورت ہو گی مجھے ان اخراجات کو بھی دیکھنا ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ پھر میری طرف متوجہ ہوئے، اس کے بعد جھک کر اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا، اے ابو ہاشم! اپنی سواری سے اترو اور اسے بھی لے لو مگر کسی سے نہ کہنا، اسے پوشیدہ رکھنا۔ میں سواری سے اترا اور دیکھا تو ایک ڈلا چاندی کا نظر آیا میں نے اُسے اُٹھا کر اپنی دوسری جیب میں رکھ لیا۔ پھر ہم کچھ دور مزید آگے جا کر واپس ہوئے۔ آپؑ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور میں اپنے گھر واپس آ گیا۔

گھر پہونچ کر میں نے اپنے قرض کا حساب لگایا کہ کتنا ہے، پھر سونے کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ بالکل قرض کی رقم کے برابر تھی۔ نہ کم تھی اور نہ زیادہ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ موسمِ سرما گذارنے کیلئے ہمیں کیا کیا سامان لینا ضروری ہے جس میں اسراف اور فضول خرچی بھی نہ ہوا اور کمی بھی نہ رہے، اس پر کتنی رقم خرچ ہو گی۔ پھر میں نے چاندی کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا، تو دونوں رقم برابر ہی نکلیں، نہ چاندی کی رقم زیادہ تھی اور نہ اخراجات و مصارف کی رقم زیادہ تھی۔

امام حسن عسکریؑ کا اپنے شیعوں میں ولادت کی خبر پھیلانا

امام حسن عسکریؑ نے کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے اپنے دوستوں، چاہنے والوں مومنین و محبین کو

آخری ہادی اسلام کی ولادت باسعادت کی خوش خبری پہنچائی چنانچہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنے دست مبارک سے قم میں موجود اپنے وکیل کو خط لکھا۔ آپ خط میں فرماتے ہیں۔

اے احمد ابن اسحاق! ذات اقدس نے ہمیں فرزند عطا کیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ خوشخبری آپ تک پہنچائیں تا کہ ہماری مسرت و شادمانی میں آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوجائیں۔ ہاں یہ خیال رکھنا کہ یہ ایک راز ہے، اپنے قابل اعتماد رشتے داروں ہم سے محبت رکھنے والوں کو بے شک بتا دیں لیکن دشمنوں تک یہ خبر ہرگز نہ پہنچے (اکمال دین اتمام نعمت صفحہ ۴۳۴)

اسی طرح چند دوسرے افراد ہیں جنہیں اطلاع دی جاتی ہے۔ ان میں سے اولاد امام حسنؑ میں سے حسن ابن حسین، امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر مولودِ مسعود کی ولادت پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں (غیبت طوسی صفحہ ۱۵۱)

حضرت امام حسن عسکریؑ نے سامرہ میں موجود تمام محبان اہلبیتؑ کے گھروں میں ذبح شدہ دنبے بھیجے اور بیرون سامرہ والوں کو زندہ دنبے بھیجے اور ساتھ ہی لکھ بھیجا کہ ان دنبوں کو اپنے آقا امام مہدیؑ کے عقیقہ کے عنوان سے ذبح کر کے خود بھی کھالو اور اپنے دیگر مومن بھائیوں کی بھی دعوت کرو (یوم الخلاص، غیبت طوسی ۲۴۸)

حمزہ ابن ابوالفتح حسن ابن منذر کے پاس پہنچتا ہے اور اس سے ملکر فرطِ مسرت سے جھوم کر کہتا ہے خوشخبری ہے خوشخبری ہے۔ کل امام حسن عسکریؑ کے ہاں فرزند متولد ہوا ہے۔ مبارک ہو مبارک ہو اور حکم امام ہے اسے صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ (اکمال دین ۴۳۲)

ایک اور محبّ جو سامرہ سے باہر رہتا تھا اسے چار دنبے بھیجے اور ایک خط لکھا کہ یہ چاروں دنبہ میرے فرزند مہدیؑ کے عقیقہ کے عنوان سے ذبح کر کے خود بھی کھاؤ اور جس قدر بھی ہمارے

محبؑ تمہارے اردگرد رہتے ہیں ان کی بھی دعوت کرو (اکمال دین ۴۳۲)

جب محمدؐ بن ابراہیم کوفی حضرت امام حسن عسکریؑ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے اُسے ان تمام محبان کے نام بتائے جنہیں آپ نے امام زمانہؑ کے عقیقہ کے سلسلے میں گوشت یا دنبے بھجوائے تھے۔

ان تمام امور کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر کسی دن محبان اہلبیتؑ کو گواہوں کی ضرورت پڑ جائے تو انہیں گواہ میسر آجائیں۔اور غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے خاندان اور اقرباء میں خاص لوگوں تک اطلاع کی خاطر شب برأت میں اپنی پھوپھی حضرت حکیمہ خاتون کو اپنے گھر رہنے کیلئے کہا تھا۔امام حسن عسکریؑ اپنے مقرب ترین صحابی عثمانؓ بن سعید کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دس ہزار روٹیاں اور دس ہزار رطل گوشت خرید کر بنی ہاشم میں تقسیم کردو (دس ہزار رطل ۱۰۷ من بنتا ہے) (کمال دین صفحہ ۴۳۱)

امام حسن عسکریؑ پر حکومت کی پابندیاں

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میرا آخری وصی اس دنیا کو عدل و انصاف سے اسطرح بھر دے گا جس طرح وظلم و جبر سے بھری ہوگی۔ نبیؐ اکرم کی وفات کے بعد خلفاء کا دور شروع اس کے بعد خلافت بنی امیہ میں چلی گئی اور پھر بنی عباس خلافت پر آئے جو سب کے سب ظالم و جابر تھے خلافت الٰیہ کو حکمرانی میں تبدیل کردیئے تھے۔تمام اسلامی تاریخوں میں بنی عباس کے غیر شرعی غیر اسلامی طرز حکومت بھرے پڑے ہیں۔

سارے ظالم و جابر حکمران جانتے تھے کہ آنحضرتؐ کے آخری وصی کے آنے سے انکی حکومت ختم ہوجائے گی اور ان کا نام ونشان مٹ جائے گا لہٰذا بنی عباس کی کوشش تھی کہ وہ نبیؐ پاک کے آخری وصی کو اس دنیا میں آنے ہی نہ دیں۔لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بنی عباس نے اپنے

کئی بچوں کے نام مہدی رکھے پھر جیسے جیسے امام حسن عسکریؑ کے زندگی کا زمانہ قریب ہورہا تھا ان کی سازشیں بھی آئمہؑ کے خلاف بڑھتی گئیں امام محمد تقیؑ کو ۲۵ سال کی عمر میں جو عین شباب کا زمانہ ہوتا ہے زہر دیدیا اور امام علی نقیؑ کی زندگی نظر بند میں گذری پھر امام حسن عسکریؑ کی زندگی جو ۲۸ سال کی بھرپور جوانی سے شہادت تک قید و بند میں گذاری اور زہر دیدیا گیا۔

سامرہ جس کا نام سُرَّمن رائی تھا اور جسے بنی عباس نے دجلہ کے کنارے آباد کیا تھا یہ بڑا خوبصورت شہر تھا اس لئے اس کا نام سرمن راہ تھا جس کا مطلب ہے جو بھی دیکھے اسے خوش ہو جائے لیکن ظلم وستم کی وجہہ سے یہ شہر ویران ہوا تو اس کا نام سامن راہ ہو گیا جس کا مطلب ہے کہ جس نے بھی اسے دیکھا ہو مایوس ہوا۔

فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے مروادیئے، عورتوں کے پیٹ تک چاک کروادیئے کہ خدا کی حجت موسیٰؑ دنیا میں نہ آنے پائیں لیکن قدرت کا فیصلہ تھا کہ آئے فرعون تیرے ہی گھر میں پرورش کروں گا۔ معتمد خلیفہ بنی عباس نے حضرت نرجس خاتون کیلئے جاسوس خواتین مقرر کردی تھی کہ کہیں اللہ کی آخری حجت مادر رحم میں آئے نہیں۔ ان کا ارادہ یہی تھا کہ وہ آنے والے بچے کو اس دنیا میں آنے ہی نہیں دیں گے صرف جاسوس عورتیں ہی انھوں نے مقرر نہیں کی ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے تو گھر کے ایک بندہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر کو بھی خریدا ہوا تھا جو انہیں تمام اطلاعات دیتا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ کی آخری حجت اللہ کے نائب اللہ کے نور اس دنیا میں تشریف لا چکے تھے تو اب حضرت امام حسن عسکریؑ کے سامنے دو باتیں نہایت اہمیت کی حامل تھیں۔ ایک تو یہ کہ اس خبر کو دشمنوں سے مخفی رکھنا ہے اور دوسری طرف اس ولادت باسعادت کی خبر اپنے شیعوں میں پہنچانا ہے تاکہ ہزاروں برس پردۂ غیبت میں گزارنے کے باوجود بھی کوئی تردید ولادت نہ کرسکے یہ

دونوں ہی باتیں بہت اہم تھیں اور ایک دوسرے کے متضاد بھی لیکن امام حسن عسکریؑ نے دونوں ہی مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے حل کیا۔

اخفاء کا یہہ عالم تھا کہ اپنے بھائی جعفر کو جو کہ اغیار سے ملا ہوا تھا اُسے امام حسن عسکریؑ کے شہادت واقع ہونے تک بھی یہ پتہ نہ چل سکا کہ امام کا کوئی فرزند بھی ہے یا نہیں ہے اور حکومت وقت جسکی تمام تر توجہہ ہی اس بات پر تھی کہ وہ پتہ لگائے کہ کہیں امام حسن عسکریؑ کو کوئی فرزند پیدا تو نہیں ہوگیا۔ سب ناکام رہے کسی کو بھی معلوم نہ ہوسکا۔ امامؑ کی شہادت تک سب خوش تھے کہ امام کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ لیکن جب امامؑ کی شہادت ہوئی تو سب اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔ جب امام مہدیؑ اپنے بابا کی نماز جنازہ کے موقع پر جعفر کذاب کو دھکیل دیا اور فرمایا اے چچا! یہ میرا حق ہے اور آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

امام عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی: ابوالاویان سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابطالبؑ کا خدمت گار تھا۔ آپؑ کے خطوط شہروں میں لیجایا کرتا تھا۔ چنانچہ آپؑ کی اس بیماری کے عالم میں جس کے اندر آپؑ نے انتقال فرمایا، میں حاضرِ خدمت ہوا۔

آپؑ کے کئی خطوط تحریر فرما کر میرے سپرد کئے اور فرمایا، انہیں مدائن لیجاؤ تم یہاں سے پندرہ دن غائب رہو گے، مگر جب پندرہویں دن یہاں واپس آؤ گے تو سنو گے کہ میرے گھر سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہے اور میں تختۂ غسل پر ہوں۔ ابوالادیان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آقا! اگر ایسا ہوا، تو پھر آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا، وہ ہوگا جو میرے ان خطوط کا جواب تم سے طلب کرے گا۔ میں نے عرض کیا، کچھ اور وضاحب فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا،

میرے بعد وہ امام ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔ میں نے عرض کیا، کچھ مزید وضاحت فرمائیں۔آپؑ نے فرمایا، میرے بعد وہ شخص امام ہوگا جو بتائے گا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہے؟ اس کے بعد آپؑ کی ہیبت و رُعب کی وجہ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہوگی؟ میں تمام خطوط لیکر مدائن پہونچا، وہاں سے ان خطوط کے جوابات لیکر پندرہویں دن سُرمن رائے واپس آیا، تو وہی دیکھا جو آپؑ نے فرمایا تھا، یعنی آپؑ کے گھر سے گریہ وزاری کے آوازیں بلند تھیں۔ اور آپؑ کے بھائی جعفر گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور شیعہ آپ کے گرد رسمِ تعزیت کیلئے جمع تھے۔

جب ہم سب گھر کے اندر پہونچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی میت کو کفن پہنایا جا چکا ہے۔ جعفر آگے بڑھے کہ اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جیسے ہی انہوں نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا، ویسے ہی اندر سے ایک کمسن صاحبزادے برآمد ہوئے (جن کا رنگ گندمی سر گونگھرالے بال، انہوں نے آکر جعفر بن امام علی النقیؑ کا دامن کھینچ کر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے چچا پیچھے ہو جائیں میں اپنے باپ پر نماز جنازہ پڑھنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ لڑکا آگے بڑھا اور حضرتؑ پر نماز پڑھی۔ پھر فرمایا اے ابو دیانؔ ان خطوط کے جوابات میرے حوالے کرو جو تمہارے پاس موجود ہیں میں ان جوابات کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ہاں اے ابو ہاشم، اللہ تعالیٰ نے ابو جعفر کے متعلق نیا حکم جاری فرما دیا، ابو محمدؑ (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو عہدۂ امامت سپرد کرنے کا حکم دے دیا بالکل اسی طرح جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد کے لئے امام موسیٰؑ کے متعلق نیا حکم جاری کر دیا تھا، یہ بالکل ایسی ہی ہے جیسا تمہارا دل کہہ رہا ہے، خواہ اہل باطل اسی کو کتنا ہی ظلم کریں۔ مگر اب میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند ابو محمدؑ (حسن عسکریؑ) ہے اس کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی اُمتِ مسلمہ کو ضرورت

ہے۔(غیبت طوسی،ص۱۲۰)

حکم تقیہ: محمد بن عبدالعزیز بلخی کا بیان ہے کہ میں ایک دن صبح کو اُٹھا اور جا کر شارعِ غنم پر بیٹھ گیا اتنے میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دربارِ عام میں جانے کیلئے اپنے گھر سے آتے ہوئے نظر آئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں بآواز بلند پکار پکار کر یہ کہوں کہ لوگو! یہ حجتِ خدا ہیں انہیں پہچانو تو کیا یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے؟

مگر جب آپؑ میرے قریب آئے تو آپؑ نے اپنے کلمہ کی انگلی اپنے لبوں پر رکھی اور اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ پھر میں نے شب کے وقت آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ اس وقت دو ہی صورتیں تھیں، یا اپنے اعتقاد کو چھپائے رکھنا یا قتل ہو جانا۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو، اپنی جان بچاؤ۔(کشف الغمہ ،ج ۳،ص۳۰۲)(بحارالانوار ۳۴۰، مختار الخرائج میں بھی محمد بن عبد العزیز کی یہی روایت مرقوم ہے۔(مختار الخرائج ،ص ۲۱۵)

حدیث من کنت مولا کا مطلب: حسین بن طریف سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول یعنی حدیث ''من کنت مولا فعلیؑ مولاہ کا کیا مطلب ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جب مسلمانوں میں فرقہ بندی اور گروہ بندی ہو تو حضرت علی علیہ السلام الٰہی گروہ کی علامت قرار پائیں۔ (بحار،ص ۳۳۷)

حکومتِ وقت کو آپؑ کے فرزند کی تلاش: میں نے محمد بن حسین بن عباد سے خود تو یہ روایت نہیں سُنی مگر تاریخ کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات روزِ جمعہ نمازِ صبح کے وقت ہوئی۔ اُس شب کو آپؑ نے اہلِ مدینہ کے نام بہت

سے خطوط خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائے۔ یہ واقعہ ۸ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کا ہے۔ وقتِ وفات آپؑ کے پاس صیقل نامی کنیز اور عقید نامی خادم کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا بھی رہا ہو تو اس کا علم اللہ کو ہے۔ عقید خادم کا بیان ہے کہ آپؑ نے مصطگی کے ساتھ اُبلا ہوا پانی منگوایا۔ میں نے پانی حاضر کیا، پھر فرمایا: میں نماز پڑھوں گا۔ ہم لوگوں نے آپؑ کے حجرے میں ایک رومال بچھا دیا۔ آپؑ نے صیقل سے پانی لیا، چہرہ دھویا۔ دونوں ہاتھ ایک ایک مرتبہ دھوئے، سر کا مسح کیا، دونوں پاؤں کا مسح کیا پھر اپنے بستر ہی پر نمازِ صبح ادا کی۔ اس کے بعد پینے کیلئے ایک پیالے میں پانی لیا۔ جوں ہی پیالہ منہ کو لگایا۔ آپؑ کے دندانِ مبارک پیالے پر بجنے لگے، ہاتھ کانپنے لگا صیقل نے فوراً آپؑ کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا، اور فوراً آپؑ کی روحِ مقدس پرواز کر گئی اور جوارِ رحمتِ الٰہی میں جا پہونچی۔ سر من رائے میں آپؑ کے والد بزرگوار کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا گیا۔ اُس وقت آپؑ کی عمر کامل انتیس ۲۹ سال تھی۔

اسی روایت کے ضمن میں ابنِ عبّاد کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی مدینہ سے سر من رائے تشریف لائیں اور میراث کے متعلق آپؑ کے بھائی جعفر کے ساتھ اُن کے بڑے قضیہ رہے جس کا بیان باعثِ طوالت ہے۔ جعفر نے سلطان کے پاس جا کر چغلی کھائی اور وہ راز جسے اللہ نے چھپانے کا حکم دیا تھا اس کو افشاء کر دیا۔ مگر اس راز کو چھپانے کیلئے اس وقت صیقل کنیز نے دعویٰ کر دیا کہ میں حاملہ ہوں لوگ اس کو معتمد کے گھر پکڑ کر لے گئے اور معتمد کی عورتیں اس کی خادمائیں موفق کی عورتیں اس کی خادمائیں قاضی ابن ابی شوارب کی عورتیں ہمہ وقت اُس کی نگرانی کرنے لگیں کہ اسی اثناء میں صفّار نے عباسیوں کے خلاف خروج کر دیا۔ پھر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان یک بیک مر گیا ادھر شاہ زنج نے بصرہ پر حملہ

کردیا اور ان لوگوں کو سرمن رائے سے نکلنا پڑا اور صیقل کی طرف سے ان لوگوں کی توجہ ہٹ گئی۔(کمال الدین، ج۲، ص۱۵۰۔۱۴۹)

''مروج الذہب'' میں ہے کہ حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے عہد خلافتِ معتمد میں ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ فرقۂ قطعیہ یعنی جمہور شیعہ کے نزدیک آپ بارہویں امام حضرت امام مہدی منتظر کے والدِ گرامی ہیں۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد ان لوگوں میں حضرت امام منتظرؑ کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ بیس فرقوں میں بکھر گئے۔

نوٹ: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگ متعدد فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔

۱) ایک فرقے نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات سے انکار کیا، اور کہا کہ وہ غائب ہیں اور وہی قائم منتظر ہیں۔

۲) دوسرے فرقے نے آپؑ کی موت کا اقرار کیا مگر اُن کا خیال ہے کہ وہ ازسرنو زندہ ہونگے اور وہی امام منتظر ہیں۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

امام القائم المہدی علیہ السلام

امام القائم المہدی تاریخ وسن ولادت

الحمد لِلّٰہِ ربِّ العٰلمِینَ وَ الصَّلوٰۃ والسَّلَامُ عَلیٰ نَبِیّہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الطَّیِّبینُ الطَّاھِرینَ

نام اسم مبارک محمدؑ کنیت ابو القاسم اور مشہور ترین القاب مہدئ آخر الزمانؑ، خلیفۃ الرحمٰن، قائم آل عباؑ، عین الحسنؑ، بقیۃ اللہ، منتظر، شاہد، آپ قائم آل محمدؑ ابن حسنؑ عسکری ابن علیؑ نقی ابن محمدؑ تقی ابن علی رضاؑ، ابن موسیٰ کاظمؑ ابن جعفر صادقؑ ابن محمد باقرؑ ابن علی زین العابدینؑ ابن حسینؑ مظلوم کربلا ابن علی مرتضیٰؑ ابن ابی طالبؑ ابن عبد مطلبؑ ابن ہاشمؑ۔ آپ کی والدہ معظّمہ شہزادی نرجس خاتونؑ (شہزادئ روم)

تاریخ ولادت	:	۱۵ شعبان
مقام پیدائش	:	سامراء
سن پیدائش	:	۲۵۵ ہجری قمری
مقام غیبت	:	سامراء
سن غیبت	:	۲۶۰ ہجری
دور	:	سلطنت بنی عباس
غیبت صغریٰ میں نائبین	:	۲۶۰ ہجری تا ۳۲۹ ہجری تقریباً ۷۰ سال

اوّل	:	ابوعمرو عثمان بن سعید بن عمرو عمری اسدی، متوفی ۲۸۰ھ (غالبًا)
دوم	:	ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید متوفی ۳۰۴ھ
سوئم	:	ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی متوفی ۳۲۶ھ
چہارم	:	ابوالحسن علی ابن محمد سمری متوفی ۳۲۹ھ
نقشِ خاتم	:	اَنَا حُجة اللّٰه و خاصّته
نقشِ پرچم	:	البیعة لِلّٰه
مقام ظہور	:	کعبۃ اللہ (درمیان رکن اور مقام)
خاص انصار	:	تین سو تیرہ ۳۱۳

غیبت کبریٰ کا آغاز نائبین: ۳۲۹ ہجری سے شروع ہوئی اور جب تک خدا چاہیے گا باقی رہے گی۔

ولادت امام قائم کے واقعات

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ سے بروایت حضرت موسیٰ ابن قاسم جو جناب امام جعفر صادق علیہ اسلام کے پڑپوتے تھے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جناب حکیمہ خاتون بنت امام محمد تقی علیہ اسلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے بھتیجے ابو محمد حسنؑ بن علیؑ العسکری علیہ اسلام نے مجھے بلوا بھیجا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ پھوپھی اماں آج رات آپ ہمارے ہاں روزہ افطار فرمایئے گا اس لئے کہ یہ شب پانزدہم شعبان ہے اور خدائے تعالےٰ اسی شب میں اپنی حجت کو ظاہر کریگا اور وہ خدا تعالےٰ کی زمین میں اُسکی حجت بن کر رہیگا۔ جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے امام زمانہ حسن عسکری علیہ اسلام سے عرض کی کہ یہ تو فرمایئے کہ اُس حجت خدا کی ماں کونسی ہوگی؟ فرمایا نرجسؑ خاتون! میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں تو نرجس خاتونؑ میں کوئی علامت حمل کی پائی نہیں فرمایا! یہ صحیح ہے مگر ہوگا وہی جو میں آپ سے کہتا ہوں۔

جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں گھر میں گئی اور جب سلام کر کے بیٹھی تو نرجس خاتونؑ میرے پاس آ کر میری جرابیں (موزے) اُتارنے لگیں اور مجھ سے کہتی جاتی تھیں کہ اے میری سیدہ آپ کا مزاج تو اچھا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ سیدہ اور سردار تو میرے سارے کنبہ کی اب تم ہو۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس پر نرجسؑ خاتون کہنے لگیں کہ پھوپھی اماں آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ بزرگی تو آپ ہی کی ہے۔ جناب حکیمہ خاتونؑ فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے یہ کہا کہ بیٹی آج کی رات میں خدائے بزرگ و برتر تمہیں ایسا بچہ عنایت فرمائیگا جو دنیا و آخرت کا مالک و سردار ہوگا۔ (پھر تمہاری بزرگی میں کیا شک رہا) یہ سنکر جناب نرجسؑ خاتون بیٹھ گئیں اور شرما سی گئیں۔

جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھکر فارغ ہوئی تو میں نے روزہ افطار کیا کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر جا لیٹی اور سو رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو نماز شب کے لئے اٹھی اور جب نماز شب سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ نرجسؑ خاتون سو رہی ہیں اور کوئی نئی بات ان کے لئے نہیں ہوئی۔ پھر میں بیٹھی تعقیبات پڑھتی رہی۔ پھر لیٹ گئی پھر گھبرا کر جاگ اُٹھی اس وقت بھی دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں۔ پھر دیکھا کہ نرجسؑ خاتون اُٹھیں پھر انھوں نے نماز پڑھی اور اُس کے بعد پھر سو گئی۔ جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اب تو میرے دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ اس پر ابو محمد امام حسن عسکری علیہ اسلام بآوزِ بلند فرمانے لگے۔ پھوپھی اماں جلدی مت کیجئے۔ وقت آ پہنچا یہ حضرتؑ حکیمہ خاتونؑ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت شروع کر دی میں پڑھ رہی تھی کہ نرجسؑ خاتون گھبرائی ہوئی اُٹھیں اور میں لپک کر اُن کے پاس پہنچیں اور میں نے کہا بیٹی! اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ کیا تمہیں کوئی چیز محسوس ہوتی ہے؟ بولیں ہاں پھوپھی اماں! محسوس ہوتی ہے تو میں نے کہا بیٹی! تم اپنے حواس ٹھکانے کر لو اور اپنی ساری توجہ ایک ہی طرف مبذول کرو۔ یہ وہی بات ہے جو

میں تم سے کہہ چکی تھی۔ جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ پھر مجھے ذرا غنودگی سی آ گئی۔اور اب جو میں اس غنودگی سے چونکتی ہوں تو معلوم ہوا کہ امامؑ نے مجھے چھو کے ہوشیار کیا۔اور کپڑا اٹھا کر دیکھا تو یکا یک دیکھتی کیا ہوں کہ حجت خدا تمام سجدہ کرنیوالے اعضاء کو زمین پر ٹکائے ہوئے سجدۂ خدا میں پڑے ہیں۔ میں نے اُنھیں اُٹھا کر چمٹا لیا تو دیکھتی کیا ہوں کہ ہر طرح سے پاک و پاکیزہ اور صاف وستھرے ہیں۔ پس امام حسن عسکری علیہ اسلام نے پکار کر کہا کہ پھوپھی اماں! میرے بچے کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اُسے اُن کی خدمت میں لے گئی تو حضرتؑ نے ایک ہاتھ تو اُن کی پیٹھ کے نیچے رکھا اور اس طرح اُٹھایا کہ اُنکے پاؤں اپنے سینہ پر رکھ لیے۔ پھر اپنی زبان مبارک اُن کے مُنہ میں دیدی اور اپنا دوسرا ہاتھ اُن کی آنکھوں، کانوں اور تمام جوڑوں پر پھرایا پھر فرمایا کہ بیٹا بولو! تو حجت اللہ یہ بولے "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهُ لَا شَرِیک لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحمدصلی اللّٰهُ علیه و الهِ رَسُولُ اللّٰه اَشْهَدُ اَنَّا عَلِیٌّ حُجَّتُ اللّٰه" اور پھر اور آئمہ علیہم اسلام پر تا آنکہ خود اپنے والدِ ماجد پر درود بھیجا پھر چُپ ہوگئے پھر ابومحمد علیہ اسلام نے مجھ سے فرمایا! لو پھوپھی اماں! اب انھیں انکی ماں کے پاس لے جاؤ کہ یہ انہیں بھی سلام کرلیں اور پھر میرے پاس اُسے لے آنا۔ چنانچہ میں انہیں لے گئی انہوں نے اپنی والدہ کو سلام کیا اور میں پھر انہیں واپس لے آئی اور حضرتؑ کے حوالے کردیا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا! کہ پھوپھی اماں! اب جب ساتواں دن ہو(اہل ہند کے حساب سے چھٹی) تو پھر تشریف لائیے گا۔ حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ صبح ہوئی تو میں امام زماں ابومحمد علیہ اسلام کے سلام کو حاضر ہوئی اور پردہ اُٹھا کر اپنے آقا حجت خدا کو تلاش کیا تو اُنہیں نہ دیکھا میں نے امام حسن عسکری علیہ اسلام کی خدمت میں عرض کی کہ قربان ہو جاؤں میرے آقا وہ سردار حجت خدا کیا ہوئے؟ فرمایا! پھوپھی اماں ہم نے اُن کو اُسی کے سپرد کردیا ہے جس کے سپرد موسیٰ علیہ اسلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ اسلام کو کردیا تھا۔ جناب حکیمہؑ خاتون فرماتی ہیں کہ جب ساتواں دن ہوا تو میں حضرتؑ کی خدمت میں آئی اور سلام کر کے

بیٹھ گئی تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ میرے بچے کو لے آؤ تو میں اپنے آقا و سردار حجت خدا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے گئی تو اُس دن بھی ویسے ہی عمل کیا جیسے پہلے دن کیا تھا۔ پھر اپنی زبان اُن کے مُنہ میں دیدی گویا اُن کو دودھ پلا رہے ہیں یا شہد چٹا رہے ہیں۔ پھر فرمایا! کہ بیٹا باتیں تو کرو تو حجت خدا نے پہلے تو فرمایا۔ ''اَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' پھر جناب محمد مصطفٰےؐ اور جناب امیر المومنین کی گواہی دی اور دیگر آئمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر دُرود بھیجا۔ یہاں تک کہ اپنے والد ماجد پر درود بھیجکر ٹھہر گئے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ'' (سورۂ قصص ۵) راوی بیان کرتے ہیں (موسیٰ ابن قاسم) کہ میں نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے خادم عَقبہَ سے یہ واقعہ دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ جناب حکیمہؑ خاتون نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔! وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

ولادت سے لیکر غیبت صغریٰ تک کے حالات

امام حسن عسکریؑ نے اپنے عہد کے سیاسی اور سماجی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام مہدیؑ کی ولادت کو عوام الناس سے مخفی رکھا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص اصحاب کو اس کی اطلاع دی تھی تا کہ آپ کی ولادت اور وجود کی دستاویزی تحریری صورت میں ذخیرہ احادیث میں محفوظ ہو جائے۔

ابوغانم کی روایت کے مطابق ولادت کے تیسرے دن اپنے اصحاب کو مولود کی زیارت کروائی اور بتایا کہ یہ بچہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا۔ دوسرے عثمان بن سعید (نائب اوّل) کو ولادت کے موقع پر طلب کیا اور روٹی اور گوشت خرید کر بنی ہاشم میں تقسیم کرنے کا حکم دیا اور عقیقہ کے لئے چند بکریوں کو ذبح کرنے کا بھی حکم دیا۔ تیسرے احمد ابن اسحاق قمی کو امام حسن عسکریؑ نے

خط تحریر فرمایا کہ ''بچے کی ولادت ہوئی تم اس خبر کو لوگوں سے پوشیدہ رکھوں اس لئے کہ ہم نے بھی سوائے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے کسی کو نہیں بتایا۔ ہم نے تمہیں بتایا کہ تاکہ تمہیں خوشی ہو جیسا کہ اللہ نے ہمیں خوش کیا ہے۔ والسلام''۔ امام حسن عسکریؑ نے اپنی والدہ کو خط کے ذریعہ ولادت مہدیؑ کی اطلاع دی۔

حضرت حجت خدا کا اپنے والد کے جنازے میں پردۂ غیبت سے ظاہر ہو جانا

ایک ایسا پُر آشوب زمانہ تھا حکمران آپ کے خون کے پیاسے تھے حجتِ خدا ان کی حکمرانی کیلئے خطرہ تھے سو وہ اس خطرے کا وجود ہی مٹانا چاہتے تھے۔ اسی لئے تو اللہ نے آپ کو پردۂ غیبت میں رکھا ہوا تھا۔ جب امام حسن عسکریؑ کا جنازہ تیار ہو چکا اور نمازِ جنازہ جو معصوم ہی کو پڑھانی تھی اس موقع پر آپ کا پردۂ غیبت میں رہنا مناسب نہیں تھا۔

حکمران اپنے تمام تر وسرکاری وسائل خرچ کر رہے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ حضرت امام حسنؑ عسکری اس دنیا سے بے اولاد جا رہے ہیں۔ امام حسنؑ عسکری کا بھائی جو کہ جعفر کذاب کے نام سے جانا جاتا ہے بہت خوش تھا۔ وہ عباسی حکومت کا حمایت یافتہ تھا اور عباسی حکومت کی بیساکھیوں سے کوشش میں تھا کہ وہ امام حسنؑ عسکری کا وارث بن جائے اور امت اسے امام بنالے۔ وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ حجت خدا کو اس دنیا میں تشریف لائے ہوئے پانچ سال ہو گئے ہیں وہ بھی امام حسنؑ عسکری کو بے اولاد سمجھتا تھا۔

وہ دل میں تو بہت خوش تھا لیکن دنیا کو دکھانے کیلئے اس نے رونی صورت بنائی ہوئی تھی۔ وہ امام کا جنازہ پڑھانے کی امید بھی دل میں لئے بیٹھا تھا۔ امام کے جنازہ کی روداد ابو دیانؔ کی زبانی سنئے۔

’’جنازہ تیار ہو رہا تھا غسل دیا جارہا تھا کفن آچکا تھا۔آپ کا بھائی جنازہ کا منظر مکان کے ایک گوشہ میں غمزدہ صورت بنائے ہوئے کھڑا تھا۔لوگ گروہ در گروہ آ آکر اسے تعزیت پیش کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ مسند نشینی کی مبارکباد بھی پیش کررہے تھے۔میں تو امام کا خادم تھا اور جعفر کے حالات سے بھی واقف تھا۔میں اسکی شب و روز کی مصروفیات سے بھی آشنا تھا۔حکومت کے ساتھ اسکے در پردہ تعلقات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھے۔میں جعفر کے باطن کو اچھی طرح جانتا تھا۔میں دیکھ رہا تھا کہ تعزیت کے وقت جعفر کی آنکھوں سے آنسو کم ٹپکتے تھے لیکن مسند نشینی کی مبارکباد سے خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی۔مجھے سادہ لوح محبان اہلبیتؑ پر ترس بھی آرہا تھا کہ اگر منصب امامت جعفر کے ہاتھ میں آگیا تو کیا ہوگا۔حالانکہ میں جانتا تھا کہ امام کے فرزند موجود ہیں لیکن وہ نظروں سے اوجھل تھے اور میں بس یہی سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا‘‘۔

اس اثناء میں امامؑ کا خادم عقید سامنے آیا اور اس نے جعفر سے مؤدبانہ انداز میں کہا کہ آقا جنازہ تیار ہے۔جعفر کے قدم بے تابانہ آگے بڑھے۔وہ جنازہ کے قریب پہنچا۔امام کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے سامرہ کے علاوہ اور بھی علاقوں سے لوگ آئے ہوئے تھے۔امامؑ کے جنازہ میں لوگوں کی تعداد شمار سے باہر تھی صفیں بندھ گئی تو جعفر نے تکبیر کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ابھی ہاتھ بلند ہی ہوئے تھے کہ ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور جعفر کے سینے پر پڑا جس سے کہ وہ لڑکھڑا گیا۔اسی لمحہ گوشۂ مکان سے ایک آفتاب طلوع ہوا۔دیکھنے والوں نے چشمِ حیرت سے دیکھا کہ ایک کمسن بچہ نور کا ایک پیکر، شانوں پر لہراتے بال، عظمت کا سر بفلک پہاڑ ہیبت الٰہیہ کا مجسم پیکر انتہائی وقار سے چلتے ہو جعفر کے قریب آیا اور جعفر کی عبا پکڑ کر فرمایا! چچا جان! میرے بابا کا جنازہ ہے۔۔۔ ایک معصوم کا جنازہ معصوم ہی پڑھا سکتا ہے۔میں خود یہ جنازہ پڑھاؤں گا۔آپ پیچھے صف میں تشریف لے جائیں۔

جعفر حیرت کی تصویر بن گیا' اس کا ماتھا شرمندگی سے عرق آلود ہو گیا۔ پسینہ پونچھتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ حجت خدا نے آگے بڑھکر اپنے والد گرامی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اکمال الدین ۴۷۵)

امام کی معرفت کا فائدہ: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ! اِعرِف اِمَامَکَ فَاِنَّکَ اِذَاعُرِفتَهٗ لَم یَضُرُّکَ تَقَدَّمُ هٰذَا الاَمرَ اَو تَاخَرَ'' اپنے امام کی معرفت حاصل کرو' کیونکہ جب تم اپنے امام کی معرفت حاصل کرلو گے تو پھر آپؑ کے لئے فرق نہیں کرتا کہ آپؑ کا ظہور جلدی یا آپؑ کا ظہور دیر سے ہو۔ (بحار الانوار' ج ۵۲' ص: ۱۴۱' غیبت نعمانی)

غیبت صغریٰ ۲۵۵ تا ۳۲۹ ہجری

غیبت صغریٰ کے ۲ دور ہیں۔ ایک وہ دور ہے جو ولادت باسعادت کے بعد سے امام حسن عسکریؑ کی شہادت کا دور ہے جس میں وقتاً فوقتاً آپ جلوہ افروز ہوتے رہے۔ جس میں مقربین نے شرفِ دیدار سے فیض پایا۔ یہ پانچ برس کا دور ہے جو آپ نے اپنے والد کے زیرِ سایہ گذارے اور باقی (69) انہتر سال آپ نے اپنے والد حضرت امام حسنؑ عسکری کی شہادت کے بعد عالم غیبت میں رہ کر منصب امامت پر جلوہ افروز ہو کر نفاذ احکام کیے۔

پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپکی ملاقات امام مہدی عجہ صفحہ 35 پر یعقوبؒ بن منقوش و محمدؒ بن عثمان عمری و ابیؒ ہاشم جعفری اور مسیٰؒ بن جعفر بن وہبؒ بغدادی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی مولا۔ آپ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا اور کون حجتِ خدا قرار پائے گا؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا! کہ میرا فرزند محمدؑ میرے بعد حجت اللہ فی الارض ہوگا۔ ہم نے عرض کی مولاؑ ہمیں انکی زیارت کروا دیجئے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا! وہ پردہ جو سامنے آویختہ ہے اسے اٹھاؤ۔ ہم نے پردہ اٹھایا تو اس سے ایک

نہایت خوب صورت بچہ جسکی عمر پانچ سال ہوگی برآمد ہوا اور وہ آکر امام حسنؑ عسکری کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ امام نے فرمایا! کہ یہی میرا فرزند میرے بعد حجت اللہ ہوگا۔ محمد بن عثمان کا کہنا ہے کہ ہم اس وقت چالیس افراد تھے اور ہم سب نے ان کی زیارت کی۔ امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند امام مہدیؑ کو حکم دیا کہ وہ اندر واپس چلے جائیں اور ہم سے فرمایا! کہ اب تم آج کے بعد پھر اسے نہ دیکھ سکو گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر غیبت شروع ہوگئی (کشف الغمہ ص:۱۳۹ و شواہد النبوۃ ص:۲۱۳) علامہ طبرسی اعلام الوریٰ کے ص:۲۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آئمہؑ کے نزدیک محمد اور عثمان عمری دونوں ثقہ ہیں پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ابو ہارون کا کہنا ہے کہ میں نے بچپن میں صاحب الزمانؑ کو دیکھا ہے ''کانه' القمر لیلة البدر'' ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت امام حسن عسکریؑ نے چند کنیزوں کو جن سے اطمینان تھا طلب فرما کر حکم دیا کہ مولود کو سلام کرو۔ انہوں نے بعد سلام بوسے لئے۔ نسیم کنیز کا بیان ہے کہ صاحبزادے کی پیدائش سے ایک شب کے بعد میری حاضری ہوئی تو مجھے چھینک آئی صاحبزادے نے فرمایا ''یرحمک اللہ'' جس کو سُن کر مجھے خوشی ہوئی پھر کہا کہ کیا اس کے متعلق تجھکو خوشخبری دوں میں نے عرض کیا ارشاد ہو فرمایا کہ! چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان ہے۔

ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ سے سوال کیا کہ ابن رسولؐ اللہ اگر مسلمان اپنے میں سے کسی کو اپنا پیشوا منتخب کرلیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ امام حسن عسکریؑ کی آغوش میں اس وقت قائمؑ آل محمد تھے جن کا سن صرف تین سال تھا۔ امام عسکریؑ نے بیٹے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا! بیٹا اپنے ارادتمند کو جواب دو۔ آپ قائمؑ آل محمدؐ نے اس شخص سے فرمایا۔ کہ مسلمان اگر کسی کو منتخب

کریں گے تو کیا یہ دیکھیں گے کہ یہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، دیانت و امانت میں افضل ہے یا نہیں؟ اس نے کہا ضرور دیکھیں گے پھر فرمایا، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جس میں یہ صفات دیکھ کر منتخب کریں وہ بعد کو ایسا ثابت نہ ہو۔ اس نے کہا ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ کمسن بچہ نے (بچپن ہو یا نوجوان) امامت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے پس فرمایا! کہ یہی وجہ ہے کہ مسلمان یا مخلوق خدا منتخب نہیں کرسکتے۔ امام یا پیشوائے قوم وہ منتخب کرسکتا ہے جس کے انتخاب میں ایسی کوئی غلطی نہ ہو۔ (آفتاب ظہور مہدی ص: ۳۶،۳۷)

طفلی میں امام قائمؑ کے جوابات

ینابیع المودة میں کتاب الغیبہ کی روایت سعد بن عبداللہ قمی کا بیان ہے کہ میں علوم کی گہرائیوں میں مشغول تھا اور میں ایک کتاب میں چالیس سے زیادہ کے مشکل مسائل لکھ رہا تھا میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں ان مسائل کو اپنے آقا ابو محمد امام حسنؑ عسکری کے مصاحب احمد بن اسحاق سے کیوں نہ دریافت کروں۔ آپ سامرہ جانے کے ارادے سے روانہ ہو چکے تھے میں راستہ میں آپ سے مل گیا۔ ہم لوگ اجازت لیکر اپنے آقا امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ احمد بن اسحاق کے کندھے پر ایک چمڑے کی تھیلی تھی۔ جس میں ایک سو ساٹھ تھیلیاں دیناروں اور درہموں کی موجود تھیں اور ہر تھیلی پر اسکے مالک کی مہر لگی ہوئی تھی۔ امام حسن عسکریؑ کی داہنی جانب ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جو چاند کی مانند خوبصورت تھا ہمارے آقا کے سامنے ایک سونے کا انار پڑا ہوا تھا جو عجیب و غریب نقوش کی وجہ سے چمک رہا تھا اور نادر قسم کے نگینہ اس میں جڑے ہوئے تھے۔ حضرتؑ کی خدمت میں اس کو بصرہ کے روساء نے پیش کیا تھا۔ حضرت کے ہاتھ میں ایک قلم تھا۔ لیکن آپ تحریر نہیں فرما رہے تھے لڑکے نے آپ کی انگلیوں کو پکڑا ہوا تھا ہمارے آقا اس انار کو لڑکھڑائے تاکہ اس لڑکے کو اس کے گھومنے میں مصروف رکھیں۔

جب حضرتؑ لکھنے سے فارغ ہوگئے تو احمد نے چمڑے کی تھیلی کو اپنی چادر سے نکالا ہمارے آقا نے فرمایا! اسحاق کے بیٹے اپنے دوستوں کی مہر توڑ دو۔ عرض کیا! اے میرے آقا! کیا انہیں باہر نکالوں۔ ابنؔ اسحاق نے پہلی تھیلی باسٹھ (۶۲) دیناروں پر مشتمل ہے جو مال حرام سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس تھیلی کے مالک نے فلاں اور فلاں ماہ وسال اپنے ہمسائے کو سو من اون تول کر دی تھی جولاہے کے پاس سے چور چرا کر لے گیا تھا۔ جولاہے نے اسکو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا لیکن اس نے جولاہے کی بات کو جھٹلا دیا۔ اس کے عوض سو امن کاتی ہوئی اون اس سے وصول کر لی تھی! اس نے اس سے کپڑے کو بنایا اور اس کپڑے کو فروخت کر ڈالا۔ جس کی یہ قیمت ہے تھیلی کو جب کھولا گیا تو اس میں سے ایک خط برآمد ہوا جس پر اس شخص کا نام موجود تھا اور ان دیناروں کی تعداد اتنی تھی جس قدر اس لڑکے نے بتائی تھی۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا! اے میرے بیٹے آپ نے سچ کہا۔ ابن اسحاق نے ایک اور تھیلی نکالا۔ اس لڑکے نے کہا یہ فلاں بن فلاں کی ہے جو قم میں فلاں محلّہ میں رہتا ہے۔ اس میں پچاس دینار ہیں ان کو ہاتھ لگانا ہمارے لئے حلال نہیں ہے یہ ایک ایسی گیہوں کی قیمت ہے جس کے مالک نے خیانت کی ہے۔ جب گیہوں کو لیا ہے تو زیادہ تول کر لیا ہے اور جب اسکو فروخت کیا ہے تو کم تول کے دیا ہے۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا! اے بیٹے تم نے سچ فرمایا۔ پھر امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ اے ابن اسحاق تم ان تمام تھیلیوں کو اُٹھالو ان کو ان کے مالکان کے پاس واپس کر دو ہم لوگوں کو بڑھیا کا کپڑا دیدو۔

امام حسن عسکریؑ نے سعدؔ بن عبداللہ سے پوچھا۔ اے سعدؔ تم کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ آپ کی ملاقات کا مشتاق تھا فرمایا! جن مسائل کے دریافت کرنے کا ارادہ کیا ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک سے دریافت کرو۔ اس لڑکے نے کہا جو کچھ تمہاری مرضی ہو دریافت کرو میں

نے ایک ایک کر کے اپنے مسائل کو دریافت کیا آپ نے مجھے تشفی بخش جواب دیا۔ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی دریافت کیا گیا۔''کٓھیٰعٓصٓ'' کی کیا تفسیر ہے ارشاد فرمایا ک سے کربلا مراد ہے ھا سے عترت کی ہلاکت مراد ہے۔یا سے یزید ملعون مراد ہے عین سے عترت کی پیاس مراد ہے ص سے ان کا صبر مراد ہے۔

سعدؔ نے امام قائمؑ سے ''إِنِّیٓ أَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ إِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ''(سورۂ طٰہٰ۔آیت:۱۲) کی تفسیر دریافت کی۔موسیٰؑ اپنے اہل سے سخت محبت رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا''فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ'' یعنی اپنے اہل کی محبت اپنے دل سے نکال دو۔ اسکے بعد میں سلام عرض کر کے واپس نکلا۔ابن اسحاقؔ مجھے روتے ہوئے ملا۔اور کہا میں بڑھیا کا کپڑا گم کر دیا ہے۔میں نے کہا اسکو میں نے امام کے قدموں کے نیچے دیکھا ہے۔

کتاب الغیبہ میں محمد بن علی قمی سے روایت ہے کہ علی بن ؔصنمی بن موسیٰ کی زوجیت میں اسکی چچا زاد بہن تھی۔آپ کو اس سے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا تھا آپ نے شیخ ابوالقاسمؔ بن روح کی خدمت میں خط تحریر کیا۔یہ غیبت صغریٰ میں آپ کے وکیل تھے اور محمد بن عثمانؔ عمری کی موت کے بعد یہ وکیل بنے۔آپ امام سے استدعا کریں کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ آپ کی چچا زاد بہن سے اولاد نصیب کرے۔جواب ظاہر ہوا!اے علی تجھے تیری چچا زاد سے کوئی فرزند عطا نہیں ہوگا۔عنقریب تم ویلم کی لونڈی کے مالک ہوں گے اس سے تجھے دو فقیہ فرزند عطا ہوں گے اور جوان دونوں کے درمیان پیدا ہوگا۔وہ زاہد ہوگا لیکن فقیہہ نہیں ہوگا۔اسکو محمد اور حسین نامی دو فرزند فقیہہ عطا ہوئے۔

ینابیعؔ المودۃ ۱۴۷ صفحہ کتاب الغیبۃ سے احمدؔ بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں آپ سے اس بات کو دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے بعد

آپ کا قائم مقام کون ہے۔حضرتؑ نے میرا مدعا بیان کرنے سے پہلے فرمایا! اۓ احمدؔ! اللہ تعالیٰ نے زمین کو آدمؑ سے لیکر قیام قیامت تک اپنی مخلوق پر حجتؑ سے خالی نہیں چھوڑا۔اس کی وجہ سے زمین سے بلاؤں کو دور کرتا ہے اور اسی کی وجہ سے بارش برساتا ہے اسی کی وجہ سے زمین کی برکتوں کی ظاہر کرتا ہے۔میں نے عرض کیا! اۓ فرزند رسولؐ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد امام یا خلیفہ کون ہیں؟ آپ جلدی جلدی اُٹھے اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔پھر آپ اس حالت میں تشریف لے آئے کہ آپ کے کندھے پر ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا۔چودھویں رات کے چاند کے مانند اس کا چہرہ روشن تھا تین سال کے عمر کے بچوں کی عمر کے برابر تھا۔فرمایا! اۓ احمدؔ اگر اللہ تعالیٰ کی کرامت تیرے حق میں نہ ہوئی تو میں اپنا یہ فرزند تم پر پیش نہ کرتا۔رسولؐ اللہ کے نام اور کنیت پر آپ کا نام اور کنیت ہے یہ وہ ہیں زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس قدر ظلم وجور سے بھری ہوگی۔اۓ احمدؔ عمر کی طوالت کے لحاظ سے اور علم لدنی کے لحاظ سے اس کی مثال حضرت خضرؑ کے مانند ہوگی خدا کی قسم! آپ ایک عرصہ تک ضرور غائب رہیں گے۔آپ کے زمانۂ غیبت میں صرف وہ لوگ نجات پائیں گے جنکو اللہ تعالیٰ آپ کی امامت کے قول پر ثابت قدم رکھے گا۔

احمدؔ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا اۓ آقا! کیا اسکی کوئی علامت بھی ہے۔جس سے میرا دل اطمینان حاصل کرے۔بچہ بول اٹھا کہا اۓ احمد'' میں اللہ کی زمین پر اللہ کے خلفاء کا بقیۃ اللہ' میں اللہ کے دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہوں۔میرے بابا کے بعد میرے سواء اور کسی کو امام طلب نہ کرنا۔میں اللہ کے امر میں سے ایک امر ہوں۔میں اللہ کے راز میں سے ایک راز ہوں۔میں اللہ کے غائب میں سے ایک غائب ہوں۔جو کچھ میں آپ کو عطا کروں لے لو۔اور شاکرین میں سے ہو جاؤ تا کہ کل تو ''علیین'' میں ہمارے ساتھ موجود ہو۔احمد

نے کہا میں بہت زیادہ مسرور ہوا۔ میں نے کہا۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اسکے احسان کا شکر ہے
ابوادیانؓ سے روایت ہے کہ میں ابومحمد امام حسن عسکریؑ کی خدمت بجالایا کرتا تھا میں آپ کے خطوط کوشہروں میں پہنچایا کرتا تھا۔آپ نے ایک خط تحریر فرمایا اور مجھے فرمایا! کہ اس کو مدائن میں لے جاؤ تم پندرہ دن غیر حاضر رہو گے اور سامرہ میں پندرہویں دن واپس آؤ گے۔تم میرے گھر سے رونے کی صدائیں سنو گے مجھے غسل دینے کی جگہ پر پاؤ گے۔ میں نے عرض کیا! آقا آپ کے بعد قائم کون ہوگا فرمایا! جوشخص میرے خطوط کا تم سے جواب طلب کرے گا۔ وہ میرے بعد قائم ہوگا میں نے عرض کیا اور وضاحت فرمایئے فرمایا! جوشخص مجھ پر نماز جنازہ پڑھے گا وہ میرے بعد قائم ہوگا۔ میں نے کہا اور کچھ وضاحت فرمایئے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس امانتیں ہوگی طلب کرے گا۔اسکے بعد مجھے آپ سے رعب ودبدبے نے آپ سے سوال کرنے سے روکدیا۔ چنانچہ میں خطوط لیکر مدائین روانہ ہوا میں نے ان خطوط کا جواب حاصل کیا۔ پندرھویں روز سامرہ میں داخل ہوا اور حضرت کے گھر سے موت کی خبر سُنی۔آپ غسل کرنے کی جگہ پر موجود تھے آپ کو کفن دیا گیا۔ جب آپ کے بھائی جعفر نے آپ پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو ایک لڑکا ظاہر ہوگیا اس نے جعفر کی چادر کو کھینچا۔فرمایا! اۓ چچا پیچھے ہو جائیں میں اپنے باپ پر نماز پڑھنے کا زیادہ حق دار ہوں۔لڑکا آگے بڑھا! اور حضرتؑ پر نماز پڑھی پھر فرمایا! اۓ ابودیانؓ ان خطوط کے جوابات میرے حوالے کرو۔ جو تمہارے پاس موجود ہیں۔ میں نے ان جوابات کو آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔

غیبت کبریٰ ۳۲۹ ہجری سے آج تک

غیبت کبریٰ حضرت قائم کے زمانہ کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کا وہ زمانہ غیبت صغریٰ کے بعد شروع ہوا جو آج تک چل رہا ہے۔اس دور میں آپ کے نائبین نہیں ہیں اب حضرتؑ کا

مقام ومحل نظروں سے مخفی ہے۔البتہ ہدایات وملاقات کی اب دوسری صورتیں ہیں۔فیضانِ کرم ابھی بھی جاری ہے جیسے آفتاب بادلوں میں سے بھی زمانہ کو روشن کرتا ہے۔

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تَسْأَلُوا عَنْ أَشْیَاءَ إِن تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ" (سورہ مائدہ آیت ۱۰۱)

"یعنی اے ایماندار وایسی چیز کو نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بُری معلوم ہوں"۔

حضرت کی غیبت کے ثبوت میں یہی کافی ہے کہ جب عقلی ونقلی دلائل آیات قرآن و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ کوئی زمانہ خدا کی حجت سے خالی نہیں رہتا۔خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اس لئے ایک معصوم رہنما کا وجود لازم وضروری ہے۔حضرت کی غیبت میں جو ظاہری مصلحتیں ہیں وہ عقل میں آنیوالی باتیں ہیں اور سمجھنے والوں کیلئے ہر طرح کافی ہیں پھر بھی درحقیقت اسرار الٰہیہ میں سے ایک راز ہے جسکی حقیقی وجہ خداوند عالم خوب جانتا ہے یہ راز تو اسی وقت ظاہر ہوگا جب حضرتؑ کا ظہور ہوگا۔

حضرات آئمہؑ طاہرین کے پیش نظر ہمیشہ دنیا میں قیام امن وامان کا مسئلہ رہا طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں مگر صبر کیا' اپنے حقوق پامال ہوتے دیکھے مگر تحمل سے کام لیا پہلے جناب سیدہؑ کے در کو جلایا گیا پہلو شکستہ ہوا' امیر المومنینؑ کا حق پائمال ہوا امام حسنؑ کے جنازہ پر تیر چلائے گئے سیدالشہداؑ کو بھوکا و پیاسا بے آب وگیاہ جنگل میں شہید کیا گیا اہل حرم کو زندانوں کی صعوبتیں اُٹھانی پڑیں اسکے بعد ظلم وستم کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ بعد میں آنیوالے تمام آئمہؑ کو زہر دیتے رہے زندانوں میں اسیر رکھا۔گھروں پر نظر بند رکھا گیا۔اب اگر اس امام کیلئے غیبت نہ ہوتی تو یا تو اسیر کرلیا جاتا یا زندانوں میں مقید کردیتے اور بالآخر زہر دیتے نتیجہ یہ ہوتا کہ جہاں یہ آخری حجت زمانہ سے اُٹھ جاتی وہیں دنیا فنا ہوجاتی۔

ابھی ساری دنیا پر حضرتؑ کی ظاہری حکومت کا وقت نہیں آیا دنیا کو ڈھیل دی گئی ہے۔ اسکی مشیت میں جتنی جابر وظالم سلطنتوں کا آنا ہے وہ آتی رہیں زمانہ ترقی کرتا رہے تاکہ جو علامات وقوع پذیر ہونے والے ہیں وہ ظاہر ہو جائیں انسان چاند پر قدم رکھے تب حجت خدا کی حکومت دنیا کے سامنے قائم ہو پھر یہ بھی کہ کفار ومنافقین کی اولاد میں صاحب ایمان مومن پیدا ہو جائیں جب یہ سب امانتیں ان کے اصلاب میں ہیں باہر آجائیں اس وقت حضرتؑ کا ظہور ہوگا اور کفر ونفاق کا ایسا خاتمہ ہوگا کہ زمین ان نجاستوں سے بالکل پاک ہو جائے گی۔

جابر ابن عبدؒ اللہ انصاری نے رسولؐ اللہ سے سوال کیا تھا کہ آیا زمانہ غیبت میں قائم آل محمدؑ سے دوستوں کو فائیدہ پہنچے گا' آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! ائے جابر اس خدا کی قسم! جس نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یقیناً ان کی غیبت میں وہ ان سے فیضیاب ہوتے رہیں گے اور ان کے نور ولایت سے اسی طرح روشنی حاصل کریں گے جس طرح لوگ آفتاب سے فائیدے حاصل کرتے ہیں اگرچہ اس پر بادل چھایا ہوا ہو۔

امام قائمؑ کی قتل یا گرفتاری کی سازش

۲۷۹ہجری میں جب معتمد مر گیا تو اسکی جگہ معتضد باللہ کی سلطنت ہوئی۔ وہ بھی عداوتِ اہلبیتؑ پر کمر بستہ رہتا اور بظاہر سادات بنی فاطمہ کی ہمدردی مترشح (ظاہری) ہوتی تھی مگر چند مشیران سلطنت نے روکا اور اچھی طرح اسکے دل میں یہ بات بیٹھائی کہ ہمیشہ ان لوگوں کے پیش نظر حکومت رہی ہے ایسا نہ ہو کہ عام نگاہوں میں انکی عظمت وجلالت قائم ہو جائے چنانچہ وہ حضرت حجتؑ کے تجسس کی طرف متوجہ ہوا۔ جا بجا جاسوس لگا دیئے گئے مقدس مقامات' عقبات عالیات مسجد کوفہ ومسجد سہلہ نجف اشرف' کربلا معلیٰ کاظمین میں خصوصیت کے ساتھ جستجو ہوتی رہی سامرہ میں

جہاں بھی وہم وگمان ہوتا وہیں تلاشی لی جاتی یہ سختیاں اس نوبت کو پہنچ گئی تھیں کہ حضرت کی طرف سے اپنی اور اپنے تابعین کی حفاظت کے پیش نظر وکلا وسفراء کو یہ حکم ہوگیا تھا کہ کوئی مومن کسی حالت میں ہمارا نام اپنی زبان سے نہ لے ہمارے متعلق اشارات وکنایات میں گفتگو کی جائے۔

ینابیع المودۃ پر ہے کہ ایک مرتبہ کسی مخبر کی خبر پر معتضد نے اپنے چند آدمیوں کو تنہائی میں بلایا اور یہ حکم دیا کہ ابھی فوراً شاہی اصطبل کے تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر بغداد سے سامرہ روانہ ہو جائیں راستہ میں کہیں توقف نہ ہو' وہاں پہنچ کر فلاں مکان میں جس کا پتہ ونشان یہ ہے بلا تامل داخل ہوں اور جس کو اندر دیکھیں اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آئیں۔ چنانچہ یہ لوگ سامرہ پہنچے' آدھی رات کا وقت تھا حسب ہدایت ان نشانات کے مطابق جو بتائے گئے تھے اس مکان کے دروازے پر پہنچتے دیکھا کہ ایک غلام حبشی بیٹھا ہوا ازار بُن رہا ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ اس مکان میں کون ہے؟ اُس نے بے پرواہی کے ساتھ جواب دیا کہ مالک مکان ہیں اور خود اپنے کام میں مشغول رہا' آنے والوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور بالکل مزاحم نہ ہوا' وہ اندر داخل ہو گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ بڑی خوشنما عمارت ہے جس کے صحن میں پانی کا دریا بہہ رہا ہے ۔ایک صاحب نہایت حسین وجمیل نورانی صورت بوریہ پر عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔ سب کے سب یہ منظر دیکھ کر مارے حیرت کے کھڑے کے کھڑے رہ گئے بالآخر ان میں سے ایک شخص جرأت کر کے آگے بڑھانا چاہا تا کہ ان نمازی تک پہنچ جائے اور معتضد کے حکم کی تعمیل کرے لیکن پانی میں قدم رکھنا تھا کہ اسکی گہرائی میں گر پڑا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ قریب تھا کہ ڈوب جائے اسکے دوسرے ساتھیوں نے ہاتھ پکڑ کر اس کو کھینچ لیا جب باہر نکلا تو بے ہوش تھا۔ کچھ دیر تک اسی حال میں پڑا رہا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی حماقت سے یہی حرکت کی۔ اس پر بھی یہی آفت آئی تب تو

سب پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ قدم اکھڑ گئے اور ان میں سے ایک سمجھ دار نے ان صاحب سے کلمات معذرت ادا کئے کہ میں اس اپنے اقدام جرم سے توبہ کرتا ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں میں آپ کی عظمت و جلالت سے واقف نہ تھا اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اسکے بعد جلدی سے یہ لوگ گذرتے ہوئے باہر نکل آئے اور سوار ہو کر بغداد کی طرف روآنہ ہو گئے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور شاہی محل میں پہنچ کر ہی دم لیا اس وقت معتضد ان لوگوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے ساری روداد بیان کی جس کو سُن کر وہ سکتہ میں رہ گیا اور کچھ دیر خاموشی کے بعد کہنے لگا کہ مجھ کو اب یقین ہو گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس نے سختی کے ساتھ ان جانے والوں سے عہد لیا کہ کسی پر اس واقعہ کا اظہار نہ ہو اور کانوں کان اسکی خبر نہ ہونی چاہیے۔

معتضد کو اس معجزے سے حضرتؑ کے موجود ہونے کا یقین ہو گیا اور شانِ امام کو بھی سمجھ لیا لیکن حضرت کے ہاتھوں زوال سلطنت کے خیال نے پھر زور کیا خاندان رسالتؐ سے عداوت کی آگ دل میں لگی اور ایک روز اس نے اپنے خاص فوجی جوانوں کی کافی جماعت کو حکم دیا کہ سامرہ پہنچ کر امام علی النقیؑ کے مکان کا محاصرہ کرلیں اور جسکو بھی وہاں پائیں گرفتار کر کے لے آئیں۔ چنانچہ یہ سپاہی گئے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آمدورفت کے راستے بند کر دیئے کچھ جوان مع افسران کے اندر داخل ہوئے اور حسب ہدایت اس سرداب مقدس کے قریب پہنچ گئے جو مکان کے آخری حصہ میں ایسے پوشیدہ مقام پر واقع تھا جہاں کسی کے رہنے کا احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔ اس میں ایسا اندھیرا تھا کہ کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب یہ کوشش کر کے وہاں پہنچے تو اتنے میں وہاں سے بڑی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کی آواز ان کے کانوں میں آنے لگی۔ جس کو سُن کر سب کی محویت کی یہ کیفیت ہوئی کہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اس

جماعت کے افسر نے مکان سے باہر والے سپاہیوں کو بھی اس خیال سے اندر بلا لیا کہ جو مقصد ہے وہ اسی سرداب میں پورا ہوگا۔ جنکو گرفتار کرنا ہے وہ یہیں موجود ہیں محاصرہ کی ضرورت نہیں ہے اب سب مل کر پوری قوت کے ساتھ گرفتاری عمل میں لائیں کہ یکا یک حضرت حجتؑ سرداب سے باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے آگے سے نکل کر سب کے نگاہوں سے غائب ہوگئے بہت سے سپاہیوں نے حضرتؑ کو نکلتے ہوئے دیکھا کچھ نظریں نہ پڑیں مگر جب فوجی افسر نے سرداب کے اندر داخل ہونے کا سپاہیوں کو حکم دیا تو دیکھنے والوں نے کہا کہ ایک صاحب ابھی برآمد ہوئے تھے اور اس طرف کو چلے گئے' افسر نے کہا کہ ہم نے تو کسی کو نکلتے نہیں دیکھا' تم نے دیکھا تھا تو کیوں نہیں پکڑا' انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے حکم کے منتظر رہے جب آپ نے کچھ نہ کہا تو ہم نے بھی توجہ نہ کی۔ اس صورت حال سے سب کے سب دنگ رہ گئے پھر ہر چند کوششیں کی گوشہ گوشہ چھان ڈالا لیکن کوئی نشان نہ ملا۔

انتظار قائمؑ

ظہور امام کے انتظار کا ثواب

" قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُون"(سورہ انعام ۱۵۸)

"فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ" (سورہ اعراف آیت ۷۱)

1) اکمال الدین واتمام نعمت جلد دوم صفحہ ۶۱۰ ترک اسناد سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص امام القائمؑ المہدیؑ کا انتظار کرتے ہوئے مرے گا اس کا ثواب و مرتبہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص امام القائمؑ کے ساتھ خیمہ میں مقیم ہو۔

2) ترک اسناد سے امام محمد باقرؑ سے روای نے دریافت کیا! مولاؑ خدا آپ کا بھلا کرے۔

ہم لوگوں نے تو صاحب الامرؑ کے انتظار میں بازار جانا چھوڑ دیا ہے۔آپؑ نے فرمایا! اۓ عبد الحمید کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ضبط نفس سے کام لے گا تو خدا اس کیلئے راستہ نہ کھولے گا؟ نہیں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کیلئے ضرور راستہ پیدا کریگا۔اللہ رحم کرے اس پر جو ہمارے خاطر ضبط نفس سے کام لے۔اللہ رحم کرے اس پر جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔میں نے عرض کیا! مولاؑ اگر میں امام قائمؑ کا زمانہ پانے سے پہلے مر گیا تو؟ آپؑ نے فرمایا! اگر تم میں سے کوئی یہ خواہش رکھے کہ اگر میں امام قائمؑ کا زمانہ پاؤں گا تو ان کی نصرت کروں گا تو وہ شخص کے مانند ہے جو ان کی معیت میں تلوار چلائے نہیں بلکہ ان کے ہمراہ شہادت بھی پائے۔

3) روایت کی ہے موسیٰ بن واسطی نے حضرت ابوالحسنؑ سے انہوں نے اپنے آباء کرام سے کہ حضورؐ اکرم نے فرمایا! میری امت کا بہترین عمل اللہ عزوجل کی جانب سے فرج و (کشائش) کا انتظار ہے۔

4) اکمال دین میں تحریر ہے کہ بیان کیا محمد بن فضیل نے امام رضاؑ سے ظہور قائمؑ کے متعلق دریافت کیا آپؑ نے فرمایا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**فَانتَظِرُواْ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ**" (سورہ اعراف آیت ۷۱) "سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"

5) اکمال دین میں شیخ صدوق علیہ رحمہ نے روایت کی ہے محمد بن ابی نصر سے انہوں نے حضرت امام رضاؑ سے فرمایا! کہ صبر اور انتظار امام القائمؑ کیا خوب بات ہے کہا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔"وارتقبوآانی معکم رقیبٌ" (سورہ ہود آیت ۹۳) انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔نیز فرمایا۔"**فانتظروآنی معکم من المنتظرین**" (سورہ

اعراف آیت ۷۱) ''سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں'' پس صبر سے کام لو کیونکہ مایوسی کے بعد کشادگی آتی ہے اور تم سے پہلے لوگ بھی تم سے زیادہ صابر تھے۔

6) ترک اسناد کے ساتھ امام جعفر صادقؑ نے اپنے اپنے آباء کرام سے انہوں نے علی ابن ابی طالبؑ سے فرمایا کہ ہمارے صاحبؑ امر کا انتظار کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اپنے خون میں لوٹ رہا ہو۔

انتظار امام القائم المہدیؑ بہترین عمل

جناب امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ ظہور کے منتظر رہنا کیونکہ خدا کے نزدیک بہترین عمل انتظار ہے اور ہمارے امر کا منتظر مثل اس شخص کے ہے جو راہِ خدا میں شہید ہو اور اپنے خون میں لوٹے پیغمبر اسلامؐ اور اہلبیتؑ اطہار کی بہت سے احادیث سے یہ ثابت ہے کہ ظہور امام زمانہؑ کے منتظرین بے انتہا ثواب اور فضائل کہ حامی ہیں۔

رسولؐ اکرم نے ارشاد فرمایا! **قال رسولؐ اللہ افضل اعمال امتی انتظار الفرج من اللہ عزّ و جل**۔ میری امت کا بہترین عمل خداوند تعالیٰ کی طرف سے فرج کا انتظار ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا! جو شیعہ اس حال میں مرے کے وہ ظہور امام مہدیؑ اور ان کی عالمی حکومت کا منتظر ہو وہ فضیلت کے لحاظ سے اس طرح ہے کہ حضرت قائم آلِ عباؑ کے خیمے میں رہتا رہا ہو۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا۔ وہ شخص جو آئمہؑ کی ولایت کا قائل ہے اور حکومت حق کا انتظار کر رہا ہے ایسے شخص کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا! ''**هُوَ بمنزلة مَن كَانَ مع القائم فى فسطاطه** '' وہ اس شخص کے مانند ہے جو امام کے ساتھ انکے خیمے میں ہوا۔ امامؑ نے سکوت فرمایا! پھر فرمایا! ''ھو کمن کان مع رسولؐ اللہ'' وہ اس

شخص کے مانند ہے جو رسولؐ اللہ کے ہمراہ جنگ میں شریک رہا ہو۔بعض روایات میں ہے"بمنزلة الضارب بسیفیة فی سبیل اللّٰہ"۔اس شخص کے ہم رتبہ ہے جو راہ خدا میں شمشیر چلا رہا ہو۔(بحار ج۵۲ص۱۲۶)

کَمَن قارع معه بِسیفیهِ"اس شخص کے مانند ہے جو رسولؐ خدا کے ہمراہ دشمن پر تلوار لگا رہا ہو۔" بمنزلة مجاھدین بین یدی رسولؐ اللّٰہ یا بعض مقامات پر ہے"بمنزلة من استشھدمع رسولؐ اللّٰہ" اس شخص کے مانند ہے جو پیغمبرؐ کے ہمراہ درجہ شہادت پر فائز ہوا (بحار ج۵۲ص۱۴۲) ان روایتوں سے غور کرنے سے انتظار کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ انتظار اور جہاد میں کس قدر ربط ہے' انتظار اور شہادت میں کتنا گہرا تعلق ہے۔انسان کو جس چیز کا انتظار ہوتا ہے اسی اعتبار سے وہ خود کو آمادۂ استقبال کرتا ہے۔ہم ایک عظیم ہستی کے انتظار میں زندگی کے شب وروز گزار رہے ہیں ایک عالمی انقلاب کی امید جس کے بعد دنیا میں امن وامان' سکون قائم ہوگا۔آج جو دنیا میں قتل و خون وغارتگیری مچی ہوئی ہے ایک ہی وقت میں یا لمحہ میں ہزاروں کی موت پھر کوئی پرسانِ حال نہیں۔چنانچہ ارشاد نبیؐ اکرم ہے کہ تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جن میں ایک شخص اجر وثواب میں تمہارے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا کیونکہ ان کو جیسے مصائب اور مصیبتیں پیش آئیں گی کہ تم لوگ ان کی طرح اطمینان صبر نہیں کر سکتے۔

حضرت امام قائم المہدیؑ کے ظہور کا کوئی وقت معین نہیں ہے

علائم الظہور صفحہ 97 پر تحریر ہے کہ جاننا چاہیے کہ امامؑ کے ظہور کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہے وقتِ ظہور کا علم خدا کو ہے چونکہ وقت ظہور خدا کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک راز ہے اور اس کے خزانوں کے رموز میں ایک رمز ہے اس لئے وقت کے تعین کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی لیکن وقت ظہور کے بارے میں حضرات آئمہ ہدیٰؑ سے چند علامتیں بتائی گئی ہیں اور بطور اشارہ وکنایہ کے چند حدیثیں ایسی فرمائی ہیں جو زمانہٗ

ظہور کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اوراسی طرح زمانہ قریب بہ ظہور کا استنباط اعداد حروف کے حساب سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

بروجردیؒ کتاب نورالانوارؒ میں بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے سورتوں کے وہ حروف مقطعات جن سے سورۂ شروع ہوتا ہے مثلاً آلم. وطسم۔ حم۔ کھیعص وغیرہ منجملہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔

فاضل کرمانیؒ نے اپنی کتاب علائم الظہور میں لکھتے ہیں کہ منجملہ علامات کے اسلامی سلطنت کا مشروط ہونا۔

مفتاح الغیب سے اسرار محمدؐ کے اسرار میں نقل کرتے ہیں کہ آپکے نام کے اعداد سے مرسلین کی تعداد ظاہر ہوتی ہے۔ اوراس نام پاک کے اعداد باطنی وظاہری کے مجموع سے وقت ظہور برآمد ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

١	بحارالانوار	علامہ مجلسیؒ (اوّل تا ١٢ اور ٣۵)
٢	ابوطالب مومن قریشی	آیت اللہ شیخ عبداللہ الخنیزی
٣	معجزات آل محمدؐ	آیت اللہ سید ہاشم بحرانی
۴	احقاق الحق	قاضی نوراللہ شوشستری
۵	امالی شیخ مفید	شیخ مفید علیہ رحمہ
٦	تذکرۃ الطہار	شیخ مفید علیہ رحمہ
٧	امامی شیخ صدوق	شیخ صدوق علیہ رحمہ
٨	امالی طوسی	شیخ طوسی علیہ رحمہ
٩	انوار امامت	حضرت مقدس اردبیلی
١٠	مناقب دین شہر آشوب	علامہ شہر آشوب مازندرانی
١١	مجموع الفضائل	علامہ شہر آشوب مازندرانی
١٢	تذکرۃ الخصواص	علامہ سبط ابن جوزی
١٣	مائب المنقبہ	ابن شاذان
١۴	مشارق النوار المتقین	حافظ رجب البرسی
١۵	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی
١٦	ینابیع المودہ	شیخ سلیمان قندوزی
١٧	مناقب حوازمی	الموفق بن احمد الحنفی
١٨	احسن القصائد	الموفق بن احمد الحنفی
١٩	دمعۃ الساکبہ	آقائے محمد باقر دہشتی
٢٠	سراج المبین	مولانا فوق بلگرامی
٢١	حیات القلوب	علامہ مجلسی علیہ رحمہ
٢٢	جلاء العیون	علامہ مجلسی علیہ رحمہ
٢٣	ارجح المطالب	علامہ عبیداللہ امرتسری
٢۴	سوانح فاطمہ الزہراؑ	مظفر علی خاں
٢۵	سیرت امیرالمومنین	مفتی جعفر حسین
٢٦	الزہراؑ	مولانا فوق بلگرامی
٢٧	الشہید المسموم فی تاریخ حسن	سید مظہر حسن سہارنپوری
٢٨	سیرت معصومینؑ	مفتی جعفر حسین
٢٩	سیرت حضرت فاطمہ الزہراؑ	آغا محمد سلطان مرزا
٣٠	سیرت امام حسینؑ	سید آل محمد رزمی
٣١	سیرت امام رضاؑ	علامہ محمد علی فاضل
٣٢	سیر امام علیؑ	ہاشم معروف الحسنی
٣٣	سید امام حسن عسکریؑ	مولانا غلام حسین عدیل
٣۴	سیرت امام محمد تقیؑ	علامہ نجم الحسن کراروی
٣۵	سیرت آل محمد	آیت اللہ مرتضیٰ مطہری
٣٦	سیرت النسی	ابی جعفر محمد بن جریر طبری
٣٧	نورالبصار فی مناقب الہبیت	مومن بن حسن مومن شبلنجی
٣٨	شہید ابن شہید	علامہ صائم چشتی
٣٩	شمس ولایت امام علی رضاؑ	شیخ علی اصغر عطا خراسانی
۴٠	شان حسنؑ وشان حسینؑ	عبدالحنان راسخ
۴١	صلح حسنؑ	علامہ عدیل اختر
۴٢	سید فاطمہ الزہرا کی شان اور مظلومیت	آیۃ اللہ سید محمد صادق روحانی
۴٣	مودۃ القربہ	سید علی حمدانی (شافعی)
۴۴	تذکرۃ الطہار	شیخ مفید
۴۵	بیت الاحزان	محدث اکبر شیخ عباس قمیؒ
۴٦	باغ فدک	مولانا سید محمد جعفر زیدی شہید
۴٧	عجائبیات فاطمہؑ	حجتہ الاسلام سید محمد نجفی یزدی
۴٨	سیداں جہدین	علامہ سید رضی جعفر شوستری
۴٩	امام محمد باقرؑ	علامہ سید رضی جعفر نقوی
۵٠	مآثر الباقریہ	علام فوق بلگرامی
۵١	امام جعفر صادقؑ من المہدالی	آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی
۵٢	نقوش عصمت	علامہ سید ذیشان حیدر جوادی
۵٣	حیات القلوب	علامہ مجلسیؒ
۵۴	مناقب اہلبیتؑ	آیت اللہ سید احمد مستنبط قدس
۵۵	سیرت حضرت امام علی رضاؑ	علامہ محمد علی فاضل
۵٦	تحفۃ المتقین	سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
۵٧	اخلاق آئمہ	سید ظفر حسن صاحب امروہی
۵٨	چودہ ستارے	سید نجم الحسن کراروی
۵٩	کوکب درّی	سید محمد صالح کشفی (الحسنی الحنفی)
٦٠	سیرت امام حسن عسکری	مولانا غلام حسین عدیل
٦١	سیرت آل محمد	آیت اللہ شہید استاد مرتضیٰ مطہری
٦٢	لیالی الاخبار	شیخ محمد نبی تو سرکانی